کلیاتِ سودا

جلد دوم

بترتیب جدید

مصنّفہ

سرآمد شعرائے ہندوستان بلبلِ شیوا زبان فخر المتقدمین و المتاخرین

مرزا رفیع سودا مرحوم باضافہ سوانح عمری و تصویر مصنّف

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر شایع ہوئی

۱۹۳۲ء

فہرست کُلیّات سودا جلد دوم

یہ چمن ہمیشہ بہار اکناف عالم کو تازگی بخشنے والا گل و ریحان

جلد دوم

کلیات سودا

بعد نظر ثانی

مطبع نامی گرامی منشی نولکشور لکھنؤ میں بہ مرتبہ ہفتم طبع ہو کر چھپا

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہنیت و تاریخ

قطعۂ مبارکباد عید در مدح عالمگیر بادشاہ ثانی خلد اللہ ملکہ

نوید زیر فلک یون ہوئی ہے شہرۂ عام
ہلال عید سے گھرگیا ہے ماہ صیام

دُہل بجاکے منادی کا دے اُنھون کو خبر
جہان کے بیچ یہ مشہور ہے جنھون کا نام

نشاط و جشن و طرب خرمی و امن و امان
خوشی و خوشدلی و عیش و عشرت و آرام

صباح عید یہ حاضر ہون تہنیت کے لیے
اس آستان پہ کہیگا وہ سجدہ گاہ انام

وہ بارگاہ ہے ایسے جناب کی جسکا
گنے ہے آپکو نہ پشت سے سپہر غلام

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر
ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

رہے وہ خسرو ہندوستان کہ ہین جس کے
بلند رتبہ سلاطین عصر سے خدام

جہان پناہ پس از عرض تہنیت سودا
یہ چاہتا ہے دعائیہ پر ہو ختم کلام

اس آستان فلک مرتبت پہ تابہ ابد
رہے کنیز شب قدر روز عید غلام

قطعۂ مبارکباد وزارت نواب آصف الدولہ بہادر

تدبیر شہنشاہی و تقدیر الٰہی
باہم یہ تجھے دیکھ کے پڑھکر فتبارک

تدبیر لگی کہنے کہ ہے باب وزارت
تقدیر اُٹھی بول کہ بسیار مبارک

قطعۂ مبارکباد فتح و تعریف نواب شجاع الدولہ بہادر

الٰہی ذات سے تیری جہان مین
رہے تا حشر ملک ہند آباد

ہوا ہو صاحب سیف و قلم اور
کوئی تجھسا نہین یہ دہر کو یاد

نہ اجرا ہوئے قسمت کے لکھے تک
قلم سے تیرے تا اُس پر نہ ہو صاد

بیکدم سیل آب تیغ سے آج
بہادی تو نے کفرستان کی بنیاد

نہ مال و زر کی خاطر تو نے یہ ملک
لیا ہے ملک بہر دفع الحاد

وگرنہ تیری بخشش کا بیان مین
کرون کیا ہے اُدھر از حد تعداد

نگاہ کیمیا تاثیر تیری
طلا معدن مین کردیتی ہے فولاد

کیا تھا متاصل اُن کو پل مین جو تھے
غرور و کبر مین ثانی شدّاد

سمجھتے تھے وہ قوم عاد سب کو
اور اپنی تیغ کو سب قوم برباد

ہر اک اپنے تئین مردانگی مین
گہے رستم سمجھتا گاہ پہلاد

ندان آئے جو میدان مین صفین باندھ
طلب کر روح دردیزہ سے امداد

مقابل ہوتے ہی افواج دین کے
اُنھون سے آگے بھاگے اُنکے ہمزاد

بہت سے دست و پامالے اُنھون نے
نہ پہونچی روح دردیزہ بفریاد

غرض اس فتح و فیروزی سے جسدم
ہوا دل دوستون کا خرم و شاد

تو مین ہاتف سے پوچھا سال تاریخ
وہ بولا ہے یہ فتح نو خدا داد

قطعۂ مبارکباد عید در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر

یہ روز عید ہے آفاق مین ہے رسم قدیم
موالی چاہئے مولا کو نذر دین زر و سیم

بقدر رتبہ کے حاضر ہوئے ہین لیکر نذر
جو تیرے دامن دولت کے سایہ مین ہین مقیم

کوئی تو لعل لے آیا ہے اور کوئی یاقوت
سخن وہ نذر کیا مین کہ بہ ز دُرّ یتیم

گر اس جناب معلیٰ مین پاوے عزّ قبول
زہے سعادت طالع مرے زہے تکریم

اگرچہ کیا ہون مین اور کیا ہے میری نذر اسجا
یہ بات سمجھے ہے وہ شخص جو کوئی ہے فہیم

نشاط و خوشدلی و عیش تجکو لے کر نذر
ہلال عید نے قد خم کیا پے تسلیم

دعا کرے ہے یہ سودا کہ منشی تقدیر
کرے شمار قلمرو مین تیرے ہفت اقلیم

کرور عید کی دے خلق تہنیت تجکو
رہے ہمیشہ ریاست کا تیرے سر دیہیم

قطعۂ مبارکباد تولد شدن پسر نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر

صبحدم آج دل خلائق کا
مین جو پایا پُر از نشاط تمام

پیر عقل اپنے سے کیا مین سوال
اسکے موجب سے کہ تو مجھے کلام

کہا اُن نے کہ آصف الدولہ / نرکھے ہے اشتہار جس کا نام
صاحب السیف والقلم ایسا / نہین از ہند تا بروم و شام
حق نے اُسکو عطا کیا ایسا / ایک فرزند آج نیک انجام
جسکے طالع مین خوبی دوجہان / لوح محفوظ پر ہوئی ارقام
موجب خرمی ہے یہ تو نے / پائے جا درد دل خواص وعام
سنتے ہی اس نوید کے میرے / دل کو پہونچا ہے طرب کا جام
کہی تاریخ مین تولد کی تو / اعتقاد اپنے لائق انعام
لیک بعد از حساب کے اسمین / پایا اک سال کی کمی کا مقام
لیا اندیشہ نے کہ کیونکر اسے / پڑھے جا کر حضور مین یہ غلام
تھا اسی فکر وسوچ مین کہ مجھے / ہوا حق کی طرف سے یہ الہام
تاج اقبال سر پہ ہے اُسکے / کہہ کہ ہے فخر مادر ایام کو
۱۱۹۲ھ

قطعۂ مبارکباد نوروز

تری محفل مین شمع دولت افروز / ہوا یہ سال نو فرخندہ فیروز
تری طبع مبارک کو جہان مین / ہوا اس سال کی ہے فرحت آموز
فروغ فیض سے تیرے ہی روشن / بسان شمع جو تیرا ہے دلسوز
نگہ ترک فلک کی بازگشتی / ترے اعدا کو ہے تیر جگر دوز
تفضل سے جناب مرتضیٰ کے / تجھے ہر روز ہووے عید نوروز

قطعۂ مبارکباد عید اضحیٰ

یارب کہ جبتک عید قربان ہووے / ہر دوست ترا خرم وشادان ہووے
جون دیدۂ مذبوح سدا چشم حسود / دیکھے وہ ترا جاہ تو حیران ہووے

مبارکباد مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر

علی الصباح جو نکلا مین بندہ خانہ سے / ترے ہی آستان بوسی کو کرکے دلمین یاد

دوچار مجھسے ہوا جشن عید راہ کے بیچ — کیا مصافحہ اُس سے مین ہو کے شادان شاد
پھر اسکے بعد مین پوچھا کدھر ہے تیرا عزم — رکھے ہمیشہ حق آباد تجھ سے فیض آباد
دیا جواب کہ مین اُس جناب عالی کو — چلا ہون دینے کو اب عید کی مبارکباد
کہ جسکے حشمت و جاہ و جلال کو ہرگز — کبھو نہ پہونچتے دارا سے لیکے تا بقباد
وزیر اعظم ہند و شجاع دین جس کے — ہدم کرے قلم و سیف کفر کی بنیاد
کرے فقیر کو پل مین امیر عالم مین — زبان خامہ کا جس کے تصرف ارشاد
برنگ گل ہے چمن مین جہان کے دامن خلق — اُسی کے دست سخا کے تلے ہمیشہ کشاد
برائے تہنیت اب کہکے تو بھی کچھ سودا — چل اُس جناب مین گر ہے سخن کی استعداد
چنانچہ سُنکے یہ مژدہ ہوا ہون یان حاضر — یہ چند شعر کر اپنی مین طبع سے ایجاد
نشاط عید و شب قدر شادی نوروز — رہے ہمیشہ تجھے سالہائے لاتعداد
چلا کرے تری محفل مین ساغر عیش — جہان میکدہ جب تک خدا رکھے آباد
ساعدت سے زمانہ کے تیرے سایہ تلے — عروج دولت ہر دوست دن بدن ہو زیاد
رہے بسختی ایام اس طرح سے عدو — کہ پیچ و تاب مین جیسے ہو جوہر فولاد

کروڑ عید کی دے تجکو تہنیت عالم
بحق احمد مختار و آلہ الامجاد

قطعۂ سالگرہ

رہے فلک پہ درخشندگی مین تا نیران — ہر ایک سالگرہ مین تو موتیون سے تلے
گھٹاؤ ہے جواب اقبال و بخت مین تیرے — الٰہی تا بدم حشر یہ گرہ نہ کھلے
عروج ہو ترے اعدا کا یون تنزل مین — کہ جیسے مہر کی تابش سے کوہ برف گھلے

قطعۂ مبارکباد سالگرہ نواب شجاع الدولہ بہادر

بے شمار ترے عمر سال عالم کے — عروس دہر کی چاہے ہے بال بال گرہ
زمین پہ وہم مین تعداد ایک سے افزود — فلک پہ زیادہ ترا نجم سے ہو خیال گرہ
پڑا کرے یہ گرہ رشتہ مین باغ جہان — ثمر سے تا ہو درختون مین ڈال ڈال گرہ

جہان مین ابر کرم کے ہو قطرونسے جو فیض — کرے ہے مہتر و کہتر کو یون نہال گرہ
تونگر آج کے دن ہر گدا کو کرتی ہے — کلید قفل در فیض کی مثال گرہ
عجب یہ ماہ و عجب روز آج ہی جسمین — بسان ناخن قدرت رکھے کمال گرہ
آئی جب تئین دنیا ہو تو ہو دنیا مین — کشاد کار خلایق ہو تیری سال گرہ

مُبارکباد سالگرہ نواب احمد خان

فلک جناب درین بحر تا ز ابر کرم — شود بہ بطن صدف قطرہ دانہ دار گرہ
برای سال شماری عمر تو ہر سال — دہد بر رشتۂ طول امل ہزار گرہ

قطعۂ مُبارکباد سالگرہ نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

جو سال عمر ازل سے ترے مقرر ہین — کرون ہون عرض حضور آگے با زبان فصیح
گرہ یہ سال گرہ کی پڑینگی رشتہ مین — عدد کو اُسکے بیان تجسے مین کرون ہون صحیح
بنا دین بجہ جو اوتنے ہی ییلکے مروارید — کبھو تمام نہ ہووے وہ ڈورۂ تسبیح

مُبارکباد سالگرہ نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

تمہاری سالگرہ کی عروس دہر سدا — یہ چاہتی ہے کرے اپنے بال بال گرہ
ہر ایک بال مین گنتی سے اخترون کی زیاد — یہی ہے آرزو اُسکی کہ کرون خیال گرہ
یہ ہے وہ سالگرہ زیر آسمان جسکے — بسان ناخن قدرت رکھے کمال گرہ
ندا یہ دم بدم آتی ہے عرش سے تا فرش — کشاد کار خلایق ہے تیری سال گرہ

قطعۂ مُبارکباد سالگرہ نواب وزیر آصف الدولہ بہادر

خدا ہمیشہ رکھے ظل عاطفت کے تلے — بساوے مملکت ہند مین چہ شہر و چہ دہ
رکھے دہن مین ترے نام کی حلاوت سے — طرح نبات کے شیرین زبان ہر کہ و مہ
گرہ سے طول قد نیشکر کو ہو جب تک — بڑھاوے عمر کو تیرے ہر ایک سالگرہ

قطعۂ مبارکباد عید در مدح نواب وزیر الممالک نواب عماد الملک بہادر

فلک جناب دربارگاہ پر تیرے
ہمیشہ آن کے حاضر ہون انبساط عید

پھر اکرے تری محفل مین در عشرت و عیش
صباح و شام پر از بادۂ نشاط عید

دلون سے اُنکے جو خدام اس جناب کے ہین
ہر ایک سال ہوا فزود اختلاط عید

رہے سرور کو یون ربط عمر سے تیری
کہ جون زغرۂ شوال ارتباط عید

الٰہی مسند دولت کی تیرے پا انداز
بچھے قیام قیامت تلک بساط عید

قطعۂ مبارکباد غسل صحت نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

جہان مین آب و ہوا کی موافقت تجکو
رکھے قیام قیامت تلک صحیح و درست

جو کچھ کہ جنس موالید سے ہے عالم مین
کسل سے تیری طبیعت کے تھا نہایت سست

پر اب خوشی ہی یہ خلقت کو تیری صحت سے
کہ آجتلک ہوئی ہووگی ز روز نخست

برنگ گل کوئی پھولا نہین سماتا ہے
بسان غنچہ قبا ہے کسی کے تن پر چست

غرض دعا یہ ہے سودا کی تو سلامت رہ
سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست

قطعۂ مبارکباد عید مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

ہر ایک عید مہ و خور نے سیم و زر لیکر
تجھے ز راہ ادب دور سے دکھائی نذر

علو مرتبہ تیرے نے ہاتھ سے اپنے
کبھو نہ اُنکے کف دست سے اُٹھائی نذر

کوئی تو نقد لے آیا تھا اور کوئی جنس
جہانیون مین جسے جو میسر آئی نذر

اگرچہ لعل و گہر تک سبھون نے گذرانے
پر اس جناب کے شایان شان نپائی نذر

مگر حضور مین اس عید کو تری خاطر
شفا سلامتی کی تا بحشر لائی نذر

قطعۂ مبارکباد عید الضحیٰ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

جہان مین شادی عید الضحیٰ ہے آجکے دن
خوشی دلون مین ہے لبریز قاف سے تا قاف

طواف کعبہ کا ہے فرض اہل ایمان کو
مگر جسے نہ ہو مقدور تو اُسے ہے معاف

سو اس طرح سے مقرر کیا ہے مین کہ لباس
پہن کے وہ جو ہو آلودگی سے پاک و صاف

کرون عدو کو ترے ذبح شکل قربانی
پھرون مین گرد ترے بس مرا یہی ہے طواف

تری جناب مین یہ ہی دعا ہے سودا کی
فلک نہ مرضی کے تیرے کبھو پھرے بہ خلاف

قطعۂ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

اے خوشا حال اُس کے جو زیر فلک
سجدہ کرتا ہے تیرے در کی طرف

یہ وہ در ہے گرد جس کے جون حرم
ہوتے ہین اقوام ساجد صف بصف

اپنے دل مین جو رکھے تیری ولا
دل نہین وہ پر ز گوہر ہے صدف

دوستی رکھین وہ کس کی تجھ سوا
ہین جو سگہائے در شاہ نجف

اُن مین گنتا ہے یہ سودا آپ کو
گر قبول افتد زہے عز و شرف

قطعۂ

برائے نذر جو مرزا حسن رضا خان سے
ہوئی علم کی محرم مین اس برس تجدید

بحسب امر مین تاریخ کہنے کو سودا
کیا تھا فکر مین شب حق سے مانگ کر تائید

تو مجکو روے بشارت سے یون ہوا معلوم
قبول ہے یہ علم در جناب شاہ شہید

قطعہ

ترے جویا ہین اس چمن مین ہم
ڈھونڈے ہے گل کو عندلیب اے دوست

تو برا مان مت مضائقہ کیا
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

قطعۂ مبارکباد عید الضحیٰ در مدح حسن رضا خان

خوشی جہان مین ہے عید الضحیٰ کی آج کے روز
طرب ہے سینون مین لبریز دل ہے شاد از شاد

ہر ایک نذر کو آیا ہے اس جناب کے بیچ
ملازمون مین کہ دہہ بقدر استعداد

چنانچہ نذر ہے سودا کی یہ دعائیہ
جو ہو قبول زہے اس کے بخت کی امداد

الٰہی تا بجہان ہے حسن رضا خان کا
عروج دولت واقبال دن بدن ہو زیاد

قیام دہر ہے جب تک اسی طرح اک خلق
کرور عید کی دیوے تجھے مبارک باد

قطعہ مبارکباد عید اضحیٰ درمدح حسن رضا خان

رہے جہان مین جب تک کہ رسم قربانی
ہمیشہ تا کہ بجالاوین حج و عمرہ عباد

ترا حریم سعادت ہو خلق کا مسجود
رہے یہ خانۂ دولت زمانہ مین آباد

زبان تہنیت خلق یون کہے تجکو
ہزار عید و یہ عید الضحیٰ مبارک باد

سوائے تہنیت اب یہ دعا ہے سودا کی
تری جناب مین تا سالہاے لا تعداد

الٰہی دوست جو ہووے حسن رضا خان کا
رہے وہ سایۂ دولت مین اُسکے خرم و شاد

بسان دیدۂ مذبوح ہو رہے حیران
جو دیکھے جاہ کو اُسکے کوئی بچشم عناد

قطعہ مبارکباد عید اضحیٰ درمدح حسن رضا خان

جہان مین زیر فلک آج عید قربان ہے
ہر ایک خرم و مسرور و شاد خندان ہے

یہ جتنے ہین کہ وہ اُنکا دہر مین محسن
زبان دوست قلم سے حسن رضا خان ہے

حضور اُس کے کرون بعد تہنیت یہ عرض
خوشی ہر ایک کی تیرے بہ عز فرمان ہے

غرض نثار کو تیرے تو کیا تھا سودا پاس
سخن ہی نذر وہ لایا کہ تو سخندان ہے

الٰہی روے زمین پر رہے تجھے عیدین
فلک پہ سبعۂ سیارہ تا درخشان ہے

قطعہ

چل قلم کہہ حسن رضا خان سے
در دولت سرا جو تیرا ہے

ہے عجب طرح کی زیارت گاہ
جس سے تحصیل دین و دنیا ہے

یان علم نذر حضرت عباس
صدق دل سے ترا جو برپا ہے

اس سبب کل زمین اس گھر کی
بہ نظر سر بعرش اعلےٰ ہے

اے خوشا حال وہ کہ اس سے نذر
مخلصی آخرت کی سمجھا ہے

شادرہ آفتاب محشر کی
کیا تمازت سے تجکو پروا ہے

سال تاریخ اس علم کی ہے یہ
سر ترے سایہ اس علم کا ہے

قطعۂ عامل شادی

اہل تنجیم جہان تک ہین اب آفاق کے بیچ
آگم اس بیاہ آپس مین یہ کرتے ہین بین

امن و آمان سے گذرے بجہان عالم کو
دلون کو چاہیے آرام ہو جانکو چین

ہے یقین ہمکو مے عیش سے ہوکر سرخوش
شادکامی مین سدا خلق رہے داور دین

بندگی مین وہ یہ اب آپکی کرتے ہین عرض
دینی ہمکو یہ نوید اسکی ہوئی فرض العین

پایا اس بیاہ کی ہم دیکھ کے سال تاریخ
مہر اور ماہ سے یہ ایک قران السعدین

قطعہ

مست سب ہین مے طرب سے آج
ہے نشہ خرمی کا ہر سر مین

خوشدلی ایک سی مین پاتا ہون
ہم غریب و غریب پرور مین

رقص اور راگ و رنگ شام و سحر
مجلس مہتر اور کہتر مین

فرق بخشش کا دان نہین ہرگز
در و مرجان و لعل و گوہر مین

زن و مرد آج سب بروے زمین
سر سے تا پا ہون زیور و زر مین

تہنیت اب حسن رضا خان کو
کیون نہ ہووے تمام کشور مین

یہ شب عیش کدخدائی کی
جس کے فرزند کے ہوا اختر مین

وہ عروس اپنے سے جو ہم آغوش
ہوکے بیٹھا بخوشدلی گھر مین

بول اٹھا ہاتف از سر شادی
ہے یہ مہ آفتاب کے بر مین

قطعۂ مبارکباد کدخدائی مہربان خان

صبا اس دوست کو جا تہنیت دے
جو عاشق ہے محبت پروری کا

یہ کہیو پڑھ کہ بہجت نامہ تحریر
کرے ہے خامہ یون صنعتگری کا

ہوا اس جشن کا سن شادیانہ
خوشی جان دار خشکی اور تری کا

طرب لبریز رہتا ہے شب و روز
منقش خانہ چرخ چنبری کا

نہین اس عیش سے عالم مین ہرگز
کسی عشرت کو دعوے ہمسری کا

لباس نقرئی برین کسی کے ‌ ‌ ‌ سراپا کوئی پہرے ہے زری کا
جواہر کی دمک سے یہ کہ جملہ ‌ ‌ ‌ قرینہ ہے دکان جوہری کا
صف مجلس گو گر دیکھو تو گویا ‌ ‌ ‌ اوڈش ہے تاجدار خاوری کا
چلے ہے جام ساقی سے پیالے ‌ ‌ ‌ باین صورت شراب دلبری کا
جھکا دی ہے زمرد کی صراحی ‌ ‌ ‌ قدح مین لعل کے بچہ پری کا
کرون تعریف کیا اہل طرب کی ‌ ‌ ‌ صدائے چنگ سحر سامری کا
لٹاوے پل مین رقاص فلک کو ‌ ‌ ‌ کرشمہ اون کی چشم عبہری کا
بنائے پھول آرایش کے ایسے ‌ ‌ ‌ کہ گویا کام ہے یہ زرگری کا
لگی وان اشرفی تختون کے اوپر ‌ ‌ ‌ جہان مطلوب تھا گل جعفری کا
تونگر اس سے یان تک ہوگئی خلق ‌ ‌ ‌ کہ ہے محتاج ہر اک بے زری کا
یہی کہتا ہے بیخود ہو کے ہر دم ‌ ‌ ‌ تماشائے بہو چنبہ پھلجھڑی کا
خوشی کا یہ زمین نے کر کے گلزار ‌ ‌ ‌ دکھایا معجزہ پیغمبری کا
غرض اتنا رواج آفاق مین ہے ‌ ‌ ‌ نشاط باطنی و ظاہری کا
کرے ہے سنگ مین یون شیشہ قلقل ‌ ‌ ‌ کہ جیسے قہقہہ کبک دری کا
جب اس شادی کو اس شاعر نے دیکھا ‌ ‌ ‌ جہان مین وہ جو ہے رشک انوری کا
کہی لے مہربان صاحب یہ تاریخ ‌ ‌ ‌ ہوا ہے وصل ماہ و مشتری کا

قطعہ تاریخ باغ بنا کردہ ٹکیٹ رای

ٹکیٹ رلے مہاراجہ ساخت بستانے ‌ ‌ ‌ چنانچہ گلشن فردوسی ہم بوے نرسد
چو اتمام گشت مرا بہر سال تاریخش ‌ ‌ ‌ خوشی رسید کہ اورا بسرو رمے نرسد
سر عدوئے بہارش بریدم و گفتم ‌ ‌ ‌ بگلشن تو الہی گزند دے نرسد

قطعہ تعریف چاہ

چشمہ از حکم آصف الدولہ ‌ ‌ ‌ آنکہ در ہند اشرف الوزراست
بچنین حسن و لطف شد تعمیر ‌ ‌ ‌ کہ خضر گفت ہیچو چشمہ کجاست

کار فرمائش راجہ جھاؤ لال | چہ بخوبی ورد نقش آراست
بشنو اے تشنہ حرف من زہوس | زیست منظور تا ابد چو تراست
بہر دوستی ہمین گویم | آب این را بنوش آب بقاست

قطعہ تعریف چاہ

شد بحکم آصف الدولہ بنا | چشمۂ گز چشم عاشق خوشترست
دہ چہ گویم از صفائے آب او | کاندران ہر قطرہ گویا گوہرست
سال تاریخش چو جستم از خرد | از روے وصفش بگفتا کوثرست

قطعۂ مبارکباد تولد شدن فرزند آصف الدولہ بہادر

مبارک باد این فرزند دلبند | ترا اے درۃ التاج شرافت
شدم ورفکر تاریخ تولد | برائے آن گل باغ نجابت
کہ ہاتف گفت ناگہ از سر ہوش | گرامی گوہر درج سیادت

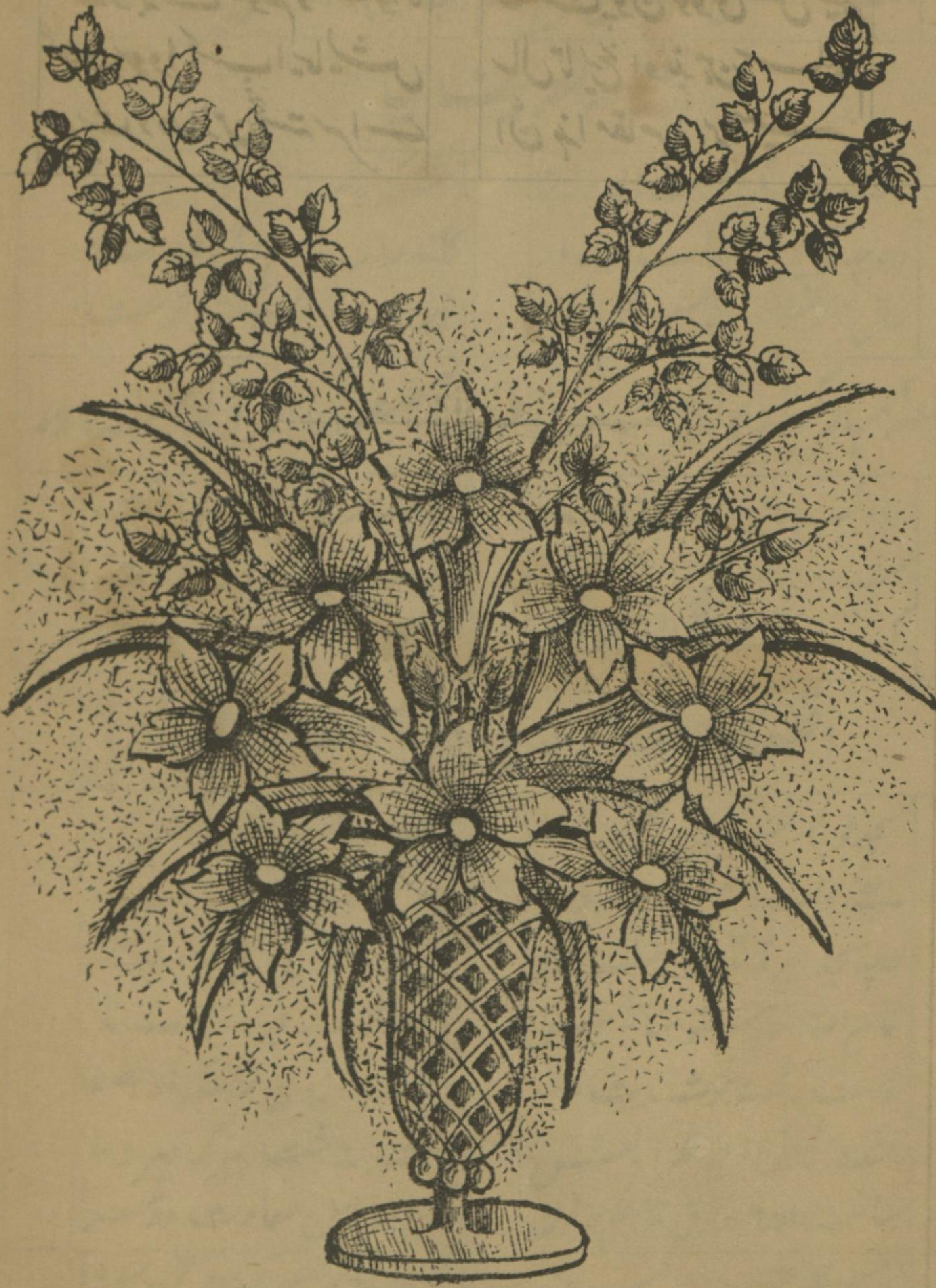
قطعۂ وصف مسجد بنا کردۂ آصف الدولہ بہادر

مسجد نو بنا بفیض آباد | گشت در عہد اشرف الوزرا
یعنے نواب آصف الدولہ | اشجع الملک وصفدر اعدا
وہ چہ مسجد ہر آنکہ طاقش دید | گفت سبحان ربی الاعلےٰ
نام اللہ از ستونہا یشش | مینماید بدیدۂ بینا
ہست برروئے ثبوت بیت اللہ | گشت موزون زبسکہ او بصفا
شدہ مقبول زیر محرابش | دست برداشت ہر کہ بہر دعا
ساخت اوراالصدق قائم خان | کرد حاصل سعادت دوسرا
از سن ہجرتش چو پرسیدند | گفت فی الفور این سخن سودا

سال تاریخ او زروی نیاز
یافتم فخر مسجد اقصا

قطعہ تعریف مسجد

مسجد نو براے صوم و صلواۃ — ساخت چون مولوی فضل عظیم
گفت سودا بحسب ایمایش — سال تاریخ او بذہن سلیم
سربت و درازین خجستہ سراے — انّ ہذا مقام ابرہیم



غزلیات

پہیلی پستان

دیکھے ہم دو ٹوپی دئے
پئین نہ پانی لگے نہ بھوگ
مرد استری اُن سے بچے
جانت ہین سب جگ کے لوگ

پہیلی

چھپی رہے پردے مین نار
ماس کھائے جب لاگے بھوک
سہے سبھی کی گالی مار کر
مکھ پوچھین تو ہو کو تھوک

ایک پہیلی کے اچھر تین
تین مین چار او گن پر بین
آدھا اچھر بن من موہ ڈالے
مبدھا اچھر بن جنون کو پالے
انت اچھر بن دیوے دکھ
سب اچھر سے سرون سکھ
منھ پر کیا ہے کر تو دھیان
اُلٹ دیے سے سُنے جو نان

پہیلی پرچھائین یعنی سایہ

عجب طرح کی ہے اک نار
اُس کا کیا مین کرون بچار
وہ ون ڈوبے پی کے سنگ
لاگ رہے نس واکے انگ
دیا برے تو وہ شرمائے
ڈھنگ سے سرک وہ دور ہو جائے

پہیلی بیرایان

دھری لپیٹی اگون رہین
بھائی رہے ہم اُن سے کہین

پہیلی پسو

تحفہ دیکھا ہے آج ایک تو رنگ
قد مین چھوٹا تمام رنگ سوے رنگ
تب سے کچھ باورا ہے جانون مین
بدلے سر سر کے رانون مین
ہوئی کھاکے جو دے ہے تاک ہوٹی
چھوڑ لینے گو وہ کرے جھوٹی

چھوٹ جائے تو پھیر ہاتھ نہ آئے	پکڑو ہی پکڑو باؤ سے اُڑ جائے

پہیلی

ایک پُرکھ دو نار کھاوین	بن جی کی جی تن کو بھاوین
پانی مین جب ڈوبے ایک	تبھی دوسری ملکے بیک
کہے پُرکھ سون بیک پُکار	پھرا دو چھرے تو ڈوبے نار

پہیلی

دو اسمون کی ہے اک چیز	سمجھے جسے ہو فہم و تمیز
ایک چرند اور ایک پرند	حرمت حلت مین پابند
صورت سیرت مین بھی ایک	کھاوین اُن کو بد اور نیک
نام مین باہم یہ سنجوگ	فرق سے لیوین کبھو نہ لوگ
خلقت مین تو وہ ہے نبات	اسم بمانا جیوانات
پتون مین اُس کے نہین خلل	سمجھے تو پاوے تو پھل

پہیلی شمع

پُرکھ نار کو دیکھو نت	بن گناہ سر کاٹے نت

پہیلی

لس ڈھنگ رہت بھرت ہین ڈولت	موسون پیہ سووے نہین بولت

پہیلی

بیچھو بیچھو سب کے دکھاوے	جت اوجیا رو اُت نہین آوے

پہیلی

باہر رہے بھیتر نہین آوے	بھاری اُن سے کون اُٹھاوے

کھاتی نہین اور وہ تبلادے ۔ یہ اچرج سب جگ کو بھاوے

پہیلی

ہین سب گن گنبن مین رہے ۔ تا کو سب جگ بن ہے کہے

پہیلی خنخانہ

اُس مضمون سے ہو ماہر
آوے جب بیاکھ اور چیت
جس کو باندھے نہ شاعر
موزون ہونت اُس کی بیت

پہیلی

اور اُس نار کا جس نے ذکر
کرتا نہین ہے کام قیاس
کیا تو بولا بعد از فکر
ہووے گی کچھ باد بتاس

پہیلی شمشیر

سر پر ہنھتنی مُکھ پر بار
سب جیتے خصم کرے وہ دو
اُس نار کا ہے یہی بچار
جب وہ ناری پیاری ہو

پہیلی سپر

ایک نار بھو نرا سی کالی
ناک نہین وہ سونگھے پھُول
کان نہین وہ پہنے بالی
جتنا عرض اُتنا ہے طول

پہیلی جاروب

نیزہ بازون کا ایک ہے لشکر
رو کرین جس طرف براے مصاف
ایک ٹکے سے سب وہ باندھین کمر
گھر کے گھر کردین ایک پل مین صاف

پہیلی

کون نار جو دن اور رات ۔ رہتی ہے وہ سب کے سات
خالی اُس سے کوئی ناتھ ۔ جو ہے دیکھو اس جگ مانھ

پہیلی

نر بتیس ہین ایک ہے ناری ۔ جگ مین دیکھو سب کی پیاری
من مین کرین سوچ بچار ۔ پرکھ مرین اور جیوین نار

پہیلی

پاؤن چلے نہین پاؤن کہاوین ۔ دو ہین بوجھو تین بتاوین

پہیلی بھٹّا

رات کو جوگی نہین کن پھٹا ۔ گدڑی اوڑھے سر پر جٹا
انگ انگ موتی سے چھاؤ ۔ چار مہینا جگت کو بھاؤ

پہیلی

تین پاؤن اور پاؤن نہ ایک ۔ بیٹھی رہے چلے نہین نیک
جو چاہے سو نے اُٹھائے ۔ ہے وہ داری دیو بتائے

پہیلی

ایک نار جگ موہت چلے ۔ تیس پرکھ سون نت وہ ملے
جو تم بوجھو کر دن اسیں ۔ تاؤن بتادن تانا تیس

پہیلی

ایک پنچھی سو مانہ ہرا ۔ پیالے مین اُسکے جو کا دھرا

جب چو کے پردے مُنھ ڈال　　سامنے سو ہو اُس کا کال

پہیلی

ایک ناری کے اچھر چار　　کیا ہے وہ بتلا اے یار
ہر اچھر بن وہ فورن ہو　　بدلے ہے ایک اور برن
تریا ہے یا جادوگر ہے　　ہر دم ہو ناری سے نر
پہلے اچھر بن ہو یار　　دوسرے اچھر بن ہو مار
تیسرے اچھر بن ہو بیر　　چوتھے اچھر بن ہو طیر

پہیلی

ایک نار دیکھی او جل سے　　سر کا کر کا کر پر کل سے
جاتے جگ مین وہ پانی کو　　جو برسات لگاوے جی کو ہو

پہیلی انبہ

ایک تروَر کا پھل ہے نر　　پہلے ناری پیچھے نر ہو
واپھل کے یہ دیکھو چال　　باہر کھال اور بھیتر بال

پہیلی خط

ایک نار سب ناری مین پیاری　　آدھی گوری آدھی کاری
دیکھو واکا اُلٹا طور　　گونگی آپ بکاوے اور

پہیلی باز

بعضی بات کہی نہ جائے　　ناری ہو کر نر کہلائے

پہیلی شمشیر

ایک جو دو کرے تو شہ کرے پیار　　دو کرے تو پت رکھے تو کلونتی نار

پہیلی سپر

سیام برن اک دیکھی نار	پانون دو اور آنکھین چار
اپ چھے کرتب ایسے کرے	جو پی کے بدلے آپ ہی مرے

پہیلی نرگس

تریا ایک سبھا کے بیچ	رد پا سونا وا کے سیس
مینا جیسے وا کے پاؤن	چھیری جیسے وا کا ناؤن

پہیلی بورانی

آدھی بو بو ساری رانی	جو بوجھے سو بڑا گیانی

پہیلی مسّی

نر ناری یان کوئی کوئی بنا لگائے رہتی ہین	لوہے کی وہ نار بنائی تانبے کر وہ کہتی ہین

پہیلی ارگجا

آدھا ارنا سارا ہاتھی	جن دیکھا اُن لایا چھاتی

پہیلی شمع

سر طرّا مقیش کا اور گوری من گات	کھڑی کھڑی رووے ہنسے ور کنٹھ نہ پوچھے بات

پہیلی گلگیر

گال پھولائے لینا تا کے	جب مُنھ کھولے سر کو کاٹے

پہیلی شمع

چڑھ چوکی پر بیٹھے رانی	سر پر آگ بدن پر پانی

بار بار سر کاٹین وا کا	ہے کوئی پنتھ بتادے یاکا

پہیلی حمّام

مندر ایک سکھی کا بنا اس مندر کی ریت دیوانی	یا مین پون نہ آوے کھنا آگ بجھادے اور اُوڑھے پانی

پہیلی چارپائی

سونے کی وہ نار کہاوے	بنا کسوٹی بان دکھاوے

پہیلی انار آتشبازی

رات سمین اک میوہ آیا آگ دے وہ ہووے رو کھ	پھولون پاتون سب کو بھایا پانی دیے وہ جاوے سوکھ

پہیلی گھڑیال

ایک راجا کے گھر مین رانی لاجون مارے ڈوبی جائے	تلے کی پسندی پیوے پانی ناحق چوٹ پردیسی کھائے

پہیلی تکیہ

ایک پرکھ مین ایسا دیکھا شاہ و گدا مین واکا ناؤن	سیس کمر سے واکا لیکھا بوجھو پہیلی یا چھانڈ و گاؤن

پہیلی روپیہ

گیارہ سال کا ایک کہاوے تول تال سے کیا پوُرا جو کوئی ہم کو لائے دکھاوے	جا کو لاکا آدھا بھاوے اس بن جگ کا کام ادھورا وہ سے آخر پرکھ کہاوے

پہیلی خوبکلان

اتنک سی مین دیکھی نار بھلی بڑی ہے واکا ناؤن	چھنت ہے واکو سب سنسار بوجھو پہیلی یا چھانڈو گاؤن

پہیلی باز

نار ایک سو پورکھ کھاوے واکی آنکھین تیس دکھاؤن	نت اُٹھ بھور مہینا کھاوے پھیر مین اُس کا ناؤن بتاؤن

پہیلی پالکی

ایک نار وہ چھیل چھبیلی لوگونسے وہ اڑتی ہے	اد پر اپنے مرد چڑھاوے مردونپہ وہ چڑھتی ہی

پہیلی دشنام

آدھا لہنگا آدھی ساری	سمدھن کو لاگی ات پیاری

پہیلی جونک

ایک نار کی بان دیوانی	لوہو بھکے تجے جب پانی

پہیلی ماہی

ات چنچل او جل بھی ہار ماس اور چام	نر ناری سب ایک سی کرین چام کے دام

پہیلی بیضہ

ایک پہیلا سدا نویلا جو بوجھے سو زندہ ہے	زندے مین سے مردہ نکلے مردےمین سے زندہ ہے

پہیلی اچار

دو اچھر بن چار ہے ایک اچھر بن چار	تین اچھر کا ہوت ہے من مین کرو بچار

پہیلی پنیر

آدا اچھر بن نیرا پان
مدا اچھر بن اُودنے جوگ

انت اچھر بن جات نیھان
سیت سلونا نترا بھوگ

پہیلی ستار و طنبورہ

ایک پرُکھ اور اکیے باتھہ
سینگ پاؤن سے باندھے لیے ہے

پانچ سینگ واکے سر ماتھہ
بن مُکھ بچن پیٹ سے کہے

پہیلی بافیدن بوریا

بیٹھا مارے پڑی مرا وے ساری دیہی تھر کے ہے

گھڑی گھڑی کے مارے سے وہ دو دوا نگل سرکے ہے

پہیلی ناچ برچھی

بن تھل جڑ ڈوبی رہے واکے پات نہ وارہ

بن پھولے پھل ہے لگے سو کون بُوجھ کے وارہ

پہیلی ہت پھُول

جاکے پات نہ کونپل پھل سدی دیو جلائے

یہ ترور وہ پھُول ہے ہے بھوا چرج دیکھو آئے

پہیلی لالہ

رکت برن اور بھوئیں مین ٹھا نُون

ناہین ناہین دا کو نا نُون

پہیلی شبنم

نہین کھات کہدا نہین ڈوبے ہاتھی گھٹے نہائین

سارے برچھ پھنگ تک ڈوبے چڑیان پیاسی جائین

پہیلی پوست بارہ

سب تن داک کی بیوک کی نکھ سکھ بہرے ڈھنگ

نیاری ہو نیاری بہے جیو گیو پی کے سنگ

پہیلی قلم

سب تن ہاڑ ہیٹ مین نسین — بن پگ چلے سیس لو کہین
چلت چال جگت ابیدی — کبھی اُلٹی کبھی سیدھی

پہیلی پلنگ

سونے کا اک شیر بنایا — بنا کان کا سب کو بھایا

پہیلی آئینہ

ایک پرکھ مندر مین بیٹھا انگ بھبوت لگائے — آگے آوے تس کو کھاوے مُنھ مین سینگ نہ جائے

پہیلی گھڑیال

تریا ایک پانی مین ترے — نہ دن وہ پانی مین بھرے
جب وہ تریا غوطہ کھائے — اُس کا یار تب مارا جائے

پہیلی نگین

تریا اچرج موہ ساوے — کالا مُنھ کر جگ دکھلاوے
جب وہ تریا اُلٹی ہووے — تب سیدھا دیکھے سب کوئے

پہیلی پاپڑ

کہن سنن کو پاؤن پرا وہ چلو نہین جائے — دینہہ بنی سب ماس کی جو پاوے سو کھائے

پہیلی نقارہ

نر ناری ایک تھوڑی دھلنھین — جیون جیون بوین تیون تیون منھین
ایک نہائے ایک تاپن ہارا — نا ہٹی نا اینٹ نہ گارا

پہیلی طاق

دابن ہو کو بھون نہ بھاوے	جفت نہین پے طاق کہاوے

پہیلی کاغذ

وہ ناکشتی ناوہ لڑھا جیتا لادو پیٹھ پہ رے	سدا رہے خشکی مین پڑھا کبھون پانؤن پانی مین نہ دے

پہیلی سنگھاڑا

ماس بیت رنگ سانورو سینگ بیل وہ ماتھ	ہار دنا ہر سب کہین اچپت ہے جل ماتھ

پہیلی طبلہ مردنگ

مارے سے وہ جی اُٹھے بن مارے مرجائے	بن پانؤن جگ جگ پھرے ہاتھون ہاتھ بکائے

پہیلی شان عسل

لکھ ناری اک مالک جانا صورت جیسی چندا بنت موم دل ہے وہ مانگ واکو بانؤن	امرت دودھ پیوا کرواکون کیا برکھ بندا جو بوجھے سو امرت پیوے بوجھ بتاوے نانؤن

پہیلی خرگوش

خر آگے اور پاچھے کان	جو بوجھے سو چتر سجان

پہیلی پان

بھائے کہین اور داکو کھادین	اتنے پر پھر منھ دکھلاوین

پہیلی حقہ

گاگر تیرے جل بھری سر پر لاگی آگ	باجن لاگی بانسری سونکسن لاگے ناگ

پہیلی مقراض

دو کانے جب انگ ملا دین — چھاتی جوڑین ایک کہا دین
آنکھ انگریا کرتے جاگین — سنمکھ ہو کر کاٹن لاگین

پہیلی شبّو

ایک سمین اک ناری آوے — واکا آنا سب کو بھاوے
نور کی صورت رین کی بوے — جو بوجھے سو برلا ہووے

پہیلی شمع

تریا چلتر ہے کہان تو وہ نہ جانے کوئے — باد گھنیرے مار کے آپ ہی ستی ہووے

پہیلی بندوق

کارا منھ اور کاری گات — بن بھوجن وہ کرے نہ بات
نت اُٹھ مار جو رسے کھائے — بول بول سب سبھا رجھائے

پہیلی بندوق

ایک نار دوائین کھائے — پیٹ مین واکے ہاتھی جائے
اس نار کا یہی سبھاؤ — جن دیکھا تن چھاتی لاؤ

پہیلی دھوتی

ایک نار نے یکھی اردھنگی — راکھے ہے وہ ٹانگین ننگی
جو دھوبن کرتی ہے کام — سو ہے وا تریا کا نام

پہیلی آئینہ

ایک نار پیا کو بھانی — تن واکو سگرا جون پانی

اب رکھے پریا نی ناتھ پیو راکھے ہے ہردی ماتھ

پہیلی عینک

اک تیہ جا سوں آنکھ ملا دے دیکھن ہارا ناک چڑھاوے
ہے کوئی ایسا یان کون بوجھے جو بوجھے جن تھوڑا سوجھے

ایضاً

ایک نار دیکھن کو آوے جو دیکھے سو آنکھ لگاوے

پہیلی قبلہ نما

سُندر سُندر بیٹھ کے تجے نہ آپن ٹھور آٹھوں دسا پھرت رہے سرت پیا کی اور

ایضاً

ایک نار ہست بہے تھر تھر اسب دیہ واہی کے سنمکھ رہے جاسوں لاکھ نیہ

پہیلی غربال

ایک نار تریا سیئے ئو ہلے جلے نہ چلنے کہیے

پہیلی دودھ دہی

ایک نر کا اک نر بن آوے سبھی کہا یہ جسم جم آوے
واکے ہوت متھن نر ناری نر پیارو اور نار کو پیاری

پہیلی بادکش

ایک پرکھ وہ سب کو بھاوے بنا سیں کوئی ہاتھ نہ لاوے
میں کہہ دیا واکا ناؤں بوجھ پہیلی یا چھانڈ دگا نوُں

پہیلی عرق

دھوپ لگے سو کھے نہیں اور چھاؤں لگے کمھلائے ۔ مین تجھ پوچھوں اے سکھی کون لگے مرجائے

پہیلی چوپڑ

چار دسا کی سولہ رانی ۔ تین پرکھ کے ہاتھ بکانی
مرنا جینا واکے ہاتھ ۔ کبھی نہ سوئی پی کے ساتھ

پہیلی قندیل

سہرا باندھا پانوں پہ اور سنگ ہوئے اُسکے ساتھی ۔ بیٹھ مین واکے آگ لگادی گلے مین اُسکے ڈالی پھانسی

پہیلی بندوق

اک ہتواری ہے ہتیاری پر پر طوطا پالے ۔ اُلٹا ہاتھی اپنے بھیتر ڈالے اور نکالے

پہیلی بھنور کلی

نان وہ بنکھ نہ جیوے نان وہ ماس نہ رنگ ۔ کنٹھ بدھ بید ہو کہت ہین کلی کے سنگ

پہیلی شمشیر

نا نجھدھار اک ندی بہے جاکے وار نہ پار ۔ وار دیکھ جیا جات ہے کہین اترے پار

پہیلی سپر

بروا کہون ہے نہین نان وہ وار پھول ۔ یہ اچرج دیکھو سکھی ایک پات اور پھول

ایضاً

ایک تیہ کے اونچے چار ۔ بن اُن کے وہ رہے اُگھار

نت ہے کرے پرکھ کو ساتھ   رکھے سدا پیٹ مین ہاتھ

پہیلی تیر و کمان

ناری گیت سینگ دو دھرے   اور بر بھسکر لگا یا کرے
اُن دو جب ویتہ ملاے   ناری رہے پرکھ اڑجاے

پہیلی کمان

دو بھجا گیت سیس اور یہ واکے کان   رین دنان اُترے چڑھے سرتا کرو گیان

پہیلی کبادہ

گھاؤ گھاؤ جب انگ لگاوے   تب وہ ناری پرکھ کہاوے

پہیلی بندوق

جو پیوے سو ہے چری جلت رہی بن پانوءن   پران ہران وہ ہوئے ہے سوچ بچارو نانوءن

پہیلی

ایک نار کے ساج گھنیرے   ادکھد راکھے گن بہیترے
جو کی ناتھ اور سینگے پورے   ایک آنکھ سو چھپ چھپ گھورے

پہیلی بانسری

پچکی سیدھی ہے پٹ پھونکت اُٹھے پکار   تان بان مارے سدا لی بنی یہ بچار

پہیلی چاکو

بہت کام کا ہے اک نر   آدھے دھڑ مین اُس کا گھر
کیڑا ہو کر گھر مین بیٹھے   کام کرے نہین ٹھالا بیٹھے

پہیلی دوات قلم

ایک پرکھ اک تیہ سون کالا ۔ کالا منھ کر داسون بھاگا
بھاگ چلا کوئی لکھے نہ اور ۔ دوئی ناری اک نر کی جور

پہیلی لوح طفلان

ایک نار دیکھی سکبان ۔ نت اُٹھ پرت کرے اشنان
اور گات چندن سولاوے ۔ سور دیوتا پوجن آوے
بوجھو من مین سوچ بچار ۔ کٹ پہلی سی سُندر نار

پہیلی پاتی یعنی خط

ایک نارات پاتری کچھ گوری کچھ سیام ۔ بن پگ ہاتھن سون چلی آوت ہے یہ کام
آوت ہے یہ کام دیس دیس کو دھاوے ۔ جہان جاے اُت ہی رہے جی اور بٹھاوے

ایضاً

گپت بھید پرگھٹ کرے جانے سب سنسار ۔ بوجھو بدیا بید ہے پتری اک نار

پہیلی مہر چھاپ

ناری ایک دھنی کے ہاتھ ۔ کبھو نہ چھاڑے واکو ساتھ
کارو منھ کر نا لون اُجارے ۔ تب واکے جگ منھ پتیا رے



واسوخت

واسوخت

یا الٰہی کہون اب کس سے مین اپنا احوال
یارب اس پیچ سے میرے دل شیدا کو نکال
تجھ سوا غیر سے مین کیونکہ کہون دلکا حال
زلف خوبان کی مرے دلکو ہوئی ہے جنجال
کاش اب موت ہو یا دور ہو یہ سر سے وبال
تیری ہی ذات سے میرا یہی ہر دم ہے سوال

ساز آباد خدایا دل ویرانے را
یا مدہ مہر بتان ہیچ مسلمانے را

کیون ارے دل مین نہ ہر آن تجھے کہتا تھا
درد فرقت نہین آسان تجھے کہتا تھا
دیکھ تو ہوگا پشیمان تجھے کہتا تھا
بیوفاؤن سے نہ مل مان تجھے کہتا تھا
اسقدر مت ہو تو نادان تجھے کہتا تھا
کیون تو لیتا ہے مری جان تجھے کہتا تھا

اینچہ کردی تو دلا باخود و با جان من
کس نہ کردست چنین کار گہے با دشمن

تجکو اس شوخ سے تنہا نہ بڑا تھا پالا
ملکے آنکھون سے دوانے تو مرا گھر گھالا
کیون ہوا ہے تو مری جان کا لینے والا
مفت مین مجکو بھی لیجا کے بلا میں ڈالا
کیون ارے دل کہہ تو بھلا مینے ترا کیا ڈھالا
ہائے رے ہائے مین دشمن کو بغل مین پالا

این زمان چارہ نداریم وچہ تدبیر کنیم
کردۂ خود بکہ گوئیم وچہ تقریر کنیم

کیا کرے دل بھی بُرا ہے یہ محبت کا فسون
اس غم و درد و بلا بیچ کہان تک مین مرون
اب نہین تاب زبان کو جو مین خاموش کرون

کب تلک دل سے مین اس کاوش بیجا کو کرون
آتش غم سے طرح شمع کے رو رو کے جلون
کیونکہ احوال دل اُس شوخ سے جا کر یہ کہون

شرح این آتش جانسوز نگفتن تا کے
سوختم سوختم این راز نہفتن تا کے

ہائے تجھ زلف کے سودے مین پریشان ہے دل
داغ ہجران سے ترے رشک گلستان ہے دل
اسقدر اپنے کیے سے یہ پشیمان ہے دل

تیرے دیدار کا جون آئینہ حیران ہے دل
گاہ پروانہ گہے شمع شبستان ہے دل
کیا کہون تجھ سے بہت بے سر و سامان ہے دل

حال دل خستۂ شوقت چہ شنیدن دارد
بیخودست آن قدر آئینہ کہ دیدن دارد

سچ کہو کس سے تمہاری نئی لاگی ہے لگن
ہو گئی اور تنک ہی مین کچھ اب پھیر نہین
دل مرا ٹوٹ گیا تجھسے اب لے عہد شکن

کیا ہوا کس کو ٹھگا کس کا لیا ہاتھ مین من
کیا ہوئے تم نے جو ہم ساتھ کیے تھے وہ بچن
حیف صد حیف کہ قدر اسکی نہ تین جانی سجن

دل کہ طومار وفا بود مین محزون را
پارہ کردند ندانستہ بتان مضمون را

اسقدر چشم مروت کو اُٹھا مت اک بار
خوبرویون مین تجھے کن نے بنایا سردار
بلکہ پھرتا تھا تو ہر ایک کے گھر سو سو بار

کچھ تو آ دل مین سمجھ اپنے کر انصاف اے یار
ورنہ خوبان مین نہ کرتا تھا کوئی تجکو شمار
اپنی مجلس مین نہ دیتا تھا کوئی تجکو بار

این زمان جائے تو در دیدہ مردم شدہ است
روئے زیبائے تو از دیدۂ من گم شدہ است

پہلے ہی دلکو مرے تم نے لیا کس عنوان
مین نے معلوم کیا ہے غرض اس بات کلجان
لیجیے یہ بھی دل اپنے مین نہ رکھیے ارمان

اب جھڑکتے ہو مجھے دیکھکے تم بھونین تان
دلکو لیکر کے لیا چاہتے ہو میری جان
لیکن ہوتا نہین کچھ تم سے لیا مین نے جان

تو نہ آنی کہ غم عاشق زارت باشد
گر شود خاک بران خاک گذارت باشد

واہ وا ایسی ہی دیکھی ہین وفا تجھسے یار
غیر کیواسطے جو مجھ پہ ہوا تجھ سے یار
مین عبث غیر کا شکوہ یہ کیا تجھ سے یار

کوئی یہ طرز و ادا سیکھ لے آپ تجھسے یار
مین تو ناچار ہون سمجھیگا خدا تجھسے یار
دیکھ لینا تھا جو کچھ دیکھ لیا تجھ سے یار

گر بظاہر بکسی خلق نکو خواہی کرد
شوخ با ما چہ نکو کردی کہ بدخواہی کرد

شیشۂ دلکو مرے سنگ ستم سے پھوڑا
تم جو کچھ ساتھ گیا میرے نہین وہ تھوڑا
خوبرویون کا جہان بیچ نہین کچھ تھوڑا

دل نے میرے بھی منھ اب تیری طرف سے موڑا
مجکو بھاتا نہین ہر دم کا ترا انکتوڑا
شعر وحشی کا دل اپنے پہ یہ مین لکھ چھوڑا

میدہم جائے دگر دل بدلآرائے دگر
چشم خود فرش کنم زیر کف پائے دگر

صحبت بد مین تمھین آٹھ پہر صحبت ہے
دیکھکر طرز تمھارے یہ مجھے حسرت ہے
واہ وا اچا ہیے امر کو یون ہین رحمت ہے

غیر کے ساتھ شب و روز تمھین خلوت ہے
گر ہو تم آدمی زادے تو یہ کیا غیرت ہے
ایسی برداشت کی اب کس کو میان طاقت ہے

گر چنین ست کہ دائم بملامت باشید
ما بخیریم و شما نیز سلامت باشید

چشم بد دور میان خوب نکالے ہین ڈھنگ
بیٹھکر خندون مین سیکھے ہو بجانا منھ چنگ
چھوڑ دو یہ طور میان تم نہ کرو مجکو یہ تنگ

جا بجوڑون مین قدح بھر کے لگے پینے بنگ
اسقدر آپ سے اب تم نے اٹھایا ہے ننگ
عبث اب جا کے کسو ساتھ کرون گا مین جنگ

من اگر کشتہ شوم باعث بدنامی تست
موجب شہرۂ بیباکی و خودکامی تست

اسقدر یار برے کام اپر مت تن دے
مت ملا کر تو رقیبون سے کہ وہ ہین خندے
کیا برے ہینگے تجھے مفت کے ہم سے بندے

ہان میرا بھی کہا بات مری سن من دے
کر کے بدنام تجھے جائینگے یہ سب فن دے
ایک جو ہین یہ بھی کسو کے نہ ہوئے شرمندے

عاشقی ہم چو منت نیست خدا میداند
پاک بازم ہمہ کس طور مرا میداند

تم سے امید یہی تھی کہ یہ بیداد کرو
جرم کیا ہم سے ہوا پہلے تو ارشاد کرو
خاکساری مری ناحق تو نہ برباد کرو
دل ہمارے کو گھٹا غیر کا دل شاد کرو
تب ہمیں بندگی اپنی سے تم آزاد کرو
کچھ تو اس اگلی بھی الفت کو میاں یاد کرو

یاد باد آنکہ سر کوئے توام منزل بود
برزبان بود ترا انچہ مرا در دل بود

کیوں رے بیمہر تجھے یاد نہیں اگلی چاہ
کہ تو اب کونسا اثبات کیا مجھ پہ گناہ
بلکہ کہتا ہے رقیبوں سے نہ دو اسکو راہ
ایک دن میری جدائی کا تجھے تھا سو ماہ
ہرگز احوال مرے پر نہیں کرتا تو نگاہ
اسقدر مجھ سے تو بیزار ہے سبحان اللہ

یاد آن شب کہ بہ بزمت رہ بیگانہ بود
گرد شمع رخ تو جز من پروانہ بود

باندھنا لٹ پٹی دستار سکھایا ہم نے
رکھ کے جدھر کو مجھے بانکا بنایا ہم نے
شوخی و ناز کے طرزوں کو جتایا ہم نے
تنگ جامے کو ترے بر میں کھپایا ہم نے
اکڑ چلنے کو تجھے سب سے بتایا ہم نے
ہاتھ اپنے سے غرض تجکو گنوایا ہم نے

این نہ گویم کہ من از دست تو گشتم دلریش
کردۂ خویش مثل ہست کہ می آید پیش

اب تو کہتے ہیں حریفان دغا باز تمام
ہوگا معلوم نکالو گے جو خط انکے کلام
پھر تو رسوا کرینگے ملکے تمھیں خاص و عام
کہ میاں میٹھی محبت کے ترے ہم ہیں غلام
سب چلے جائینگے آخر یہ تمھیں کر بدنام
دیکھ اب بھی سمجھ لے یار نہ کر ایسا کام

زان میندیش کہ از کردہ پشیمان باشی
جمع با جمع نہ باشی تو پریشان باشی

کاش کے تجھ سے مرے مہر کے رشتے ٹوٹیں
غیر سے ملکے کبھو ہم کو نہ پوچھو جھوٹیں
کب تلک زہر کے گھونٹوں کو بھلا ہم گھوٹیں
تب تو اے یار بجلے دل کے پھپھولے پھوٹیں
ہم ترستے ہی رہیں غیر مزے یوں لوٹیں
مار ہی ڈالو بلا سے کہ بلا سے چھوٹیں

انیقدر زندگی خویش مرا دشوار ست
گر تو ناحق بکشی حق تو بر من یار ست

کیا کوئی تجھسا اے یار نہ تھا دنیا مین
کیا کسو کو کسو سے پیار نہ تھا دنیا مین
عشق سے کسکو سروکار نہ تھا دنیا مین
کیا کوئی اور طرحدار نہ تھا دنیا مین
کیا کہین اور گرفتار نہ تھا دنیا مین
یہ ستم اور یہ زنہار نہ تھا دنیا مین

ہیچکس ہمچو من از دست کسے زار نشد
خوار و رسوائے سر کوچہ و بازار نشد

دل مرا سر بہ نمط سنگ ستم سے ہے چور
اے میان دیکھ نہ بھاویگا خدا کو یہ غرور
ہاتھ تیرے سے کدھر جاؤن پڑا ہون مجبور
تو بھی آنکھون مین ترے یار نہین ہون منظور
کیا کرون ہائے زمین سخت فلک ہیگا دور
دیکھ مہتاب مجھے حسن پہ مت ہو مغرور

آنکہ رخسار ترا رنگ گل و نسرین داد
صبر و آرام تواند بمن مسکین داد

مت گنوا دل کو مرے پھیر نہ تو پاویگا
کف افسوس کو ملتا ہی تو رہجاوے گا
آخر اس دلکو کوئی اور ہی بھاویگا
یہ دل اس بار گیا ہاتھ نہ پھر آوے گا
کیا کہون تجھسے ارے دیکھ تو پچھتاوے گا
کیا بھلا جانا ہے میرا تجھے اب بھاویگا

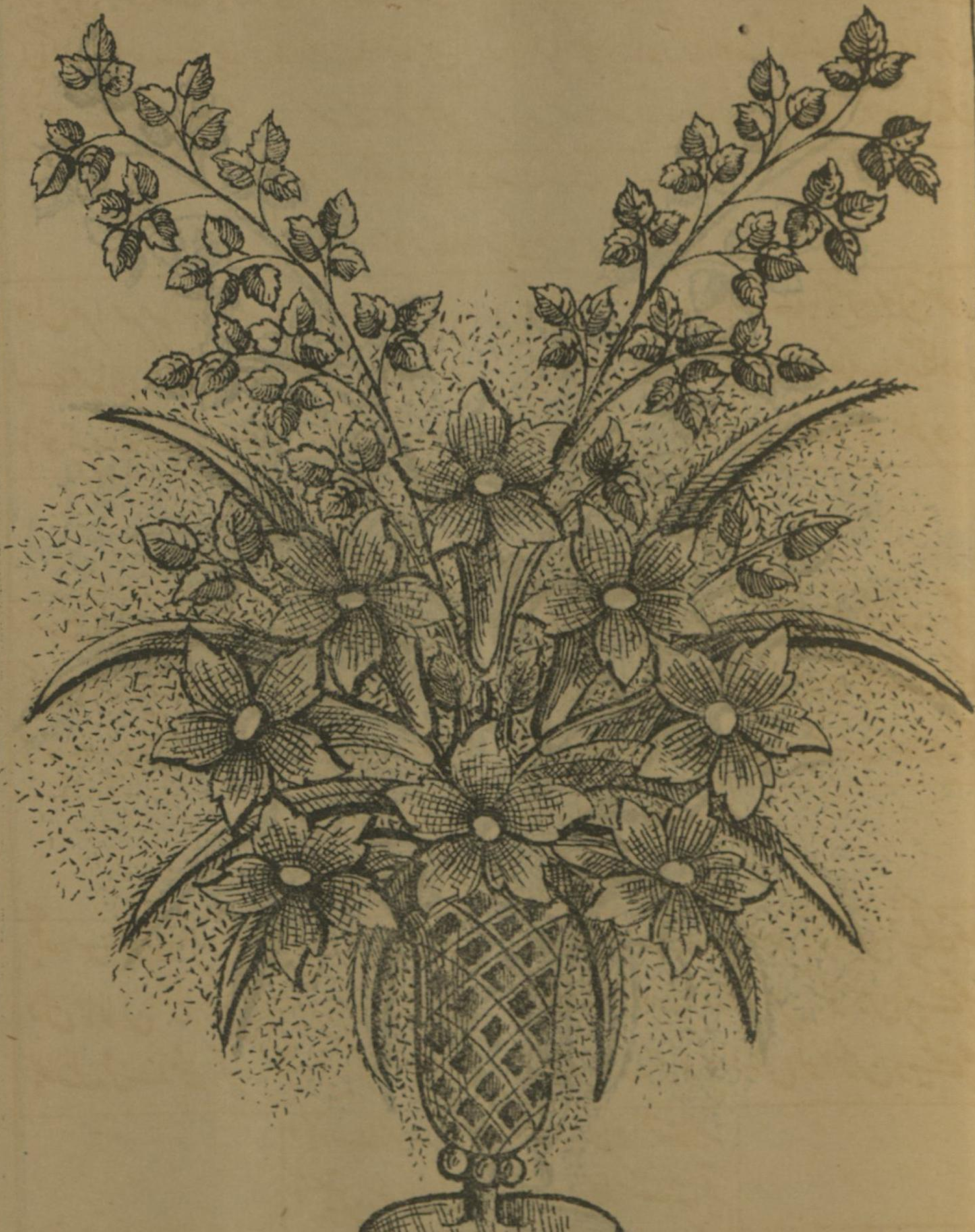
میروم از در تو باز بتو رو نہ کنم
گر درت قبلہ شود سجدہ بآن سو نہ کنم

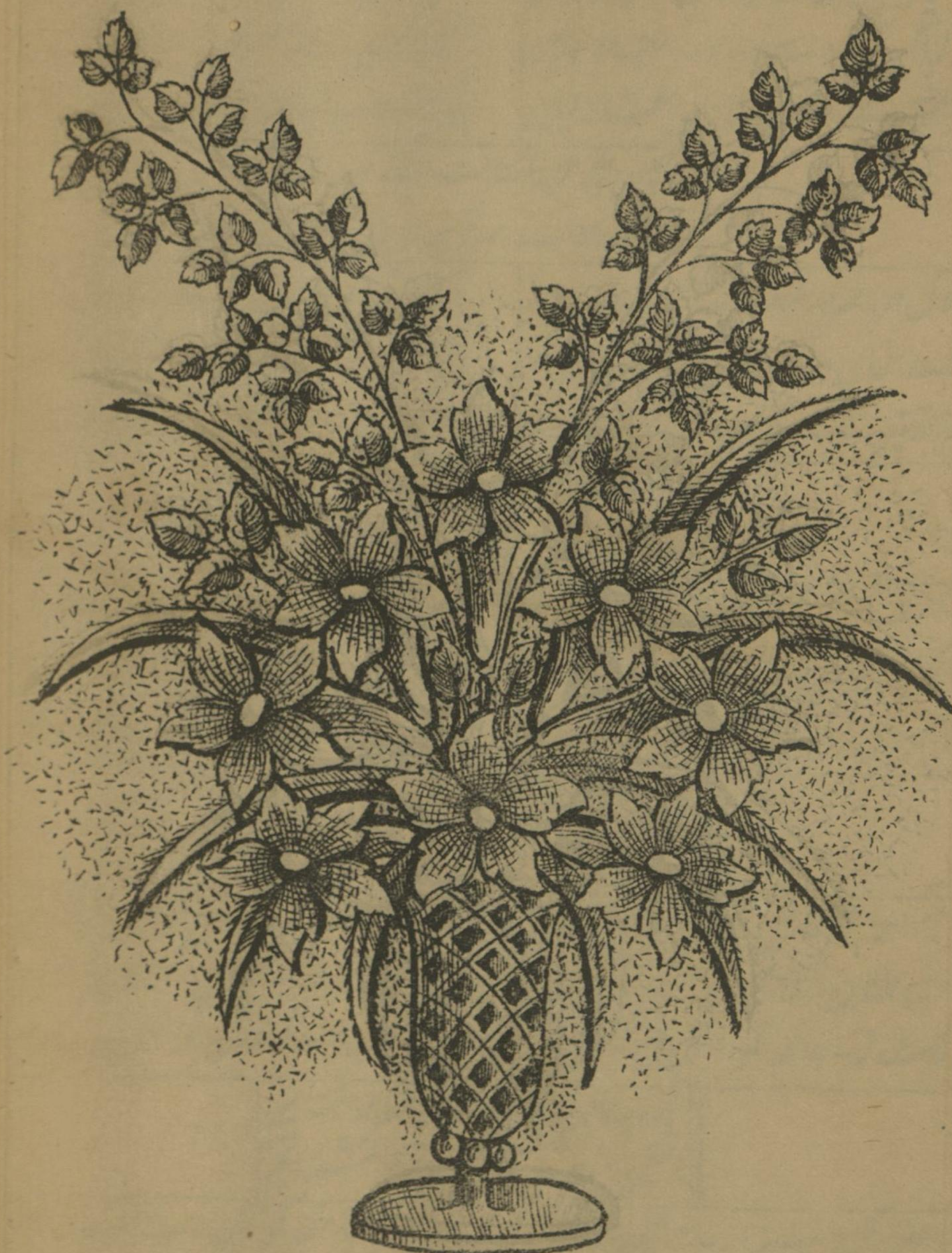
تجھ سوا غیر تغافل کو نہین دیکھتے ہم
دل نالان بنا بلبل کو نہین دیکھتے ہم
چھٹ ترے منھ کو کبھی گل کو نہین دیکھتے ہم
غیر تجھ زلف کے سنبل کو نہین دیکھتے ہم
غیر تجھ زلف کے سنبل کو نہین دیکھتے ہم
غرض اب جزو کو اور کل کو نہین دیکھتے ہم

آنچہ بے روے تو منظور نظر داشتہ ایم
آستین است کہ بر دیدۂ تر داشتہ ایم

اسقدر کس لیے بیزار ہے مجھ زار سے تو
چشم پوشی تو نہ کر عاشق بیمار سے تو
سن لے یہ بات میان اپنے گرفتار سے تو
مت چھپا منھ کو سجن اپنے خریدار سے تو
مجکو محروم نہ رکھ لذت دیدار سے تو
دیکھ ادھر بھی کبھو ایک نظر پیار سے تو

نگہے جانب سودا اگر ہو گاہے کافی است
بلکہ از لطف باو نیم نگاہے کافی است





مناظر فطرت (نیچرل)

مثنوی تعریف چھڑی

ہوتی ہے دنیا مین جو کچھ تحفہ چیز — سب سے ہے سودا کو یہ لاٹھی عزیز
کوچ و مقام اسکا ہی سب اپنے ہاتھ — جب کہین چلیے تو ہے بے غار ساتھ
ہاتھ مین رکھتے ہین اسے ہوشمند — ڈرتے ہین سب اس سے درند و گزند
کھینچ نہ سکیے جہان شمشیر و تیغ — اسکو لگا بیٹھیے وان بے دریغ
اتنا کم آزار اور ایسا شفیق — اور بھی کوئی ہے کسی کا رفیق
کس مین یہ توفیق ہے کیجو خیال — ہاتھ پکڑ گرتے کو لیوے سنبھال
چوب نہین دلبر خوشخو ہے یہ — یار ہے یہ قوت بازو ہے یہ
مرتبہ اسکا ہے نہایت بلند — کوچۂ تحقیق ہے ہر بند بند
اسکے گھرانے کو جو کیجیے خیال — چھوٹے بڑے جتنے ہین سب ذی کمال
کوئی تو ہے خامۂ معجز طراز — کوئی ستمگر ہے نے نغمہ ساز
تیر نمط ہے کوئی صاحب ہنر — کوئی ہے نیچا کوئی ہے نیشکر
خرد جو ہون ہمسر تیر و قلم — نام بزرگان یہ بزرگی علم
اوسکے بڑون کی ہے بڑائی قدیم — دال ہین اعجاز عصائے کلیم
ملنے مین انسان کے ہین دو ہی اثر — یا تو ہو کچھ فائدہ یا ہو ضرر
اوسکے فوائد مین تو نقصان نہین — اور مضرت کا سوا امکان نہین
اہل نظر کی یہ ہدایت پناہ — جادۂ تاریک مین ہے شمع راہ
بیہودہ کج بختی سے وارستہ ہے — راستی اپنی پہ کمر بستہ ہے
گو کہ سخنگو نہین یہ راست باز — لس پہ یہ سمجھاوے نشیب و فراز
جو کوئی رکھتا ہے ٹک اک گوش ہوش — اسکو وہ ہرگز نہ کہے گا خموش
قدر خموشان وہی سمجھا ہے یار — تیغ زبان سے جو ہوا دلفگار
ہمسے زباندانون سے بہتر ہی یہ — بے سخن اللہ سخنور ہے یہ
پاس حقیقت اسے ملحوظ ہے — ہرزہ سخن کہنے سے محفوظ ہے
جو کوئی سمجھے ہے رموز و نکات — اوس سے سدا کہتی ہے لاٹھی یہ بات

گو کہ ہون اب نالہ گرہ در گلو
مین بھی تھی سر سبز جہانمین کبھو
تازہ و تر جگ مین رہی سال و ماہ
زاغ و زغن کی ہوئی آرام گاہ
جب تئین دنیا سے تھی اُمید و بیم
سمجھی تھی کچھ فرق سموم و نسیم
جون ہی زمانے نے کیا بارور
وون ہی دکھایا دم تیغ و تبر
بانس کا پھلنا ہے جہان کی مراد
شادی سے پائی کوئی کیونکر ہو شاد
شاد بر آنکہ درین دیر تنگ
شادی و غم ہر دو ندارد درنگ
زیادہ غرض کچھ نہین کہنا روا
بس ہے یہی آہ میری یہ صدا
سحر ہے یا لکڑی کی تقریر ہے
جسمین کہ عبرت کی یہ تاثیر ہے
دل ہے مرا برق نمط بیقرار
دیدہ ہین جون ابر سدا اشکبار
غم کی سیاہی کی گھٹا رات ہے
آج بھی یان موسم برسات ہے
چپ رہ اے سودا نہ ہو بر خود غلط
بس ہے ترے حق مین یہ نکتہ فقط
لکڑی کی نسبت سے تو مغرور ہے
آدمی ہونا تو بہت دور ہے

مثنوی موسم گرما

کیون ہوا اسقدر ہے عالم سوز
آتشی رنگ پر ہوا نوروز
ابکی رت سے یہ ہووے ہے معلوم
چمن آرا ہو شب برات کی دھوم
گرم ہے یہ بہار کا موسم
شاخ گل پھلجھڑی سے نہین ہے کم
یہ پٹاخا چٹکتی وقت گلاب
کف نرگس پہ چھٹتی ہے مہتاب
دستۂ گل کا کیا کہون ہین رنگ
اسمین ہت پھول کے سے ہیگے ڈھنگ
غنچے کھلتے ہین یون ہو آتشبار
گویا پھٹتا ہے داغنے مین انار
جلوے دین جون چنبیلی کے بوٹے
اسطرح جائی جوہی کب چھوٹے
نہین گیندون کے یہ چمن بیچ درخت
دی ہے آتش ستارونکو یک لخت
کرو صد برگ و جعفری پہ نظر
چھٹ رہی ہین ہوائیان مُنہ پر
یہی بولے ہے پانی پھر پھر کر
ہے چکا بو کا حوض گھن چکر
کیا مین فوارون کا کہون عالم
جون بھنپا چھٹے ہے لے نے دم

آدمی جس گھڑی طبیعت گل — گرم جوشی کو ٹک سوئے بلبل
ان کی صحبت مین باغبان جھوندر — چھوڑ دیتا ہے ایک چھچھوندر
شور پانی کرے ہے رہ رہ کے — اسطرح چھوٹتے ہین جون پھکے
سنگ پر یون ہے اب کے آب کی دھار — چھاتی پر جون گرے ہے نزلۂ حار
مرغ آبی چمن مین اب جو ہے — منھ کھلا ہی رکھے ہے جون بط ہے
گر گزک پر ہو میخوارون کا من — ہو رہے ہین کباب مرغ چمن
طوطی کی گر سنے کوئی آواز — نو می گویا پڑھے ہے سوز و گداز
باولا اب وہ ہے جو کھاتا ہے — تپ کے مارے جو بو کھلاتا ہے
طائرون تک ہے یہ ہوا کا اثر — پر قمری ہے مشت خاکستر
سرو کا حال کیا کرون مین بیان — پاؤن اسکا ہے اور آب روان
جوش ہے یہ بہار مین اس سال — لب جو پر ہے عکس کا تبخال
ہے عرق اس سے بھی گلونکے تئین — گرچہ پنکھا نسیم چھوڑتی نہین
گرم گل کا نہین فقط گلگون — ہے جلو مین صبا کے سیکڑون لون
رنگ گل اس طرح درخشان ہے — ہر خیابان اک چراغان ہے
لالہ کے ہر چراغ پر اس آن — لٹ دھوئین کی ہے شاخ نافرمان
ہے حرارت گلون کو اب یا تک — نہین شبنم یہ نکلی ہے چیچک
پانی کو بلبلین پھرین بھٹکی — طفل غنچون کو لگ گئی چٹکی
شاخ ہر گل کی ہو گئی گلریز — جل گیا آہ سبزۂ نوخیز
یہ نہ لالہ کی پاتی جھڑتی ہے — آگ جامے سے نکلی پڑتی ہے
گیا تالاب مین ہر ایک کنول — کنول کاغذی کی طرح سے جل
جل گئین بیلین رہگیا ہے کاٹھ — روشنی کا سا داربست ہے ٹھاٹھ
خوشے انگور نے کہان پائے — تاک کے یہ جھلک گئے خائے
بوند کو دل صدف کا ترسے ہے — ابر نیسان سے آگ برسے ہے
ہے پسینے سے میخوارون کا یہ حال — باد گویا ہے آب در غربال
منھ کو ساقی کے یون وہ دیکھین ہین — آگ سے جون جلے کو سینکین ہین

ہووے جس سال یہ بہار کا رنگ
شفق آفتاب شام و سحر
مہ کے پرتو کی کیا کرون تقریر
ہین سیہ جرہ دہ آب جو یہ محجوب
پنکھے ہاتھون مین اور ہونٹکین ہین
پنکھے سے تو تسلی اب معلوم
ہے ہوا سے تنور چرخ یہ گرم
ساغر مہر گرم ہے یان تک
رہے تب اور ہوا کی یہ تاثیر
پی تبرید یون سے کہے رنجور ٭ ٭
گلخن گرم ہے زمین تمام
مہ کے پرتو سے مہر کی تب و تاب
اب زمین پر زبس پڑی ہے دھوپ
رہ نوردون کی چال کا ہے یہ حال
سایہ کی تیرگی پہ کر تو نگاہ ٭ ٭
مہر سے اندرون مین آکے بجان
زمین سمجھے ہے تفتگی سے ہر آن
سو سمندر کا صرف کرکے جو آب
کیا عجب ہے نہووے اتنانم
پانی سے پوچھیے عرق ہر چند
خلق کا تشنگی سے ہے یہ حال
تو بھی نیت اونھون کی بھرتی نہین
پیالے پانی کے آرزو کے بیچ ٭ ٭
قفل نرگس ہے سب کو حیرانی
یہی سوچے ہے دل مین تشنہ آب

آگے گرمی کے کیا کہون مین ڈھنگ
آگ دے ہے جہان کو یک سر
جوش کھا جون اوبل چلے ہے شیر
انکی اوقات کا ہے یہ اسلوب
رات دن کو پیلے سے دھونکین ہین
دم عیسیٰ بھی ہو تو ہووے سموم
جو پڑے نان مہر ہو کر نرم
شیشۂ آتشی ہوا ہے فلک
غل دیوانہ ہے قلاوہ شیر
شمع کو نفع کیا کرے کافور
چرخ بے سر و خانہ یک حمام
ماہی جون موج آب مین بے تاب
سرسون کے کھیت کا سا ہے کچھ روپ
جون بجھاتے ہین آگ جھل ابدال
قرب سے دھوپ کے ہوا ہے سیاہ
گل خورشید تک ہے روگردان
توے کے بوند نوح کا طوفان
صحن یک خانہ جیسے چھڑکاب
خاک رہ جاوے اوڑنے سے یکدم
رسی کنگرے کے کوزے کے مانند
طفل کو مشک دو جوان کو پکھال
پیاسے مرتے ہین پیاس مرتی نہین
خواہ گدلا ہو خواہ اس مین کیچ
نرخرے تک بھرا ہو گو پانی
بحر کو منھ لگا دے شکل حباب

رنگ یاقوت کا نہ پانی ہے — آب آتش کی زندگانی ہے
پانی کیسا ہی پیٹ مین ہوا ب — شکل آئینہ خشک رہتے ہین لب
پھوڑ کر حلق کو زبان کے خار — نکلے گدی سے طرح گل کے پار
ہوش جن بادہ خوار ونمین کچھ ہے — کہتے ہین وہ نہین جو ہے شیشے مے
بسکہ گرمی کی آن بانی ہے — شرم سے آگ پانی پانی ہے
آگ سے دن کی جل گئی ہے رات — لی ہے اب سیاہی نے گے دوات
رات سودے زمین پہ جو انسان — کروٹین یون لے جون توے پہ نان
پسو جب کاٹے تب وہ مارے ہات — سر و سینہ کو پیٹے ساری رات
گرمی پڑتی ہے یا خدا کا قہر — کیا کہون تجھسے ہین کہ شہر بشہر
بادشاہون کی بادشاہی ہے — آگیا بیتال کی دوہائی ہے
بھیک مانگے ہے شہر مین جو فقیر — دمبدم اسکی ہے یہی تقریر
کوئی بندہ خدا کا ایسا آئے — مجھسے بیکس کی اب لگی کو بجھائے
ٹھیک ہووے ہے جس گھڑی دوپہر — لگے ہے ڈھر ڈھر جلنے دہر
چیلین کیا انڈے چھوڑ بھاگین ہین — پر فرشتون کے جلنے لاگین ہین
مہر ماتھے پہ اپنے پنجہ دھر — کرے ذرات پر جہان کے نظر
غرض ایسی ہی دھوپ پڑتی ہے سخت — جن دالسنان دوحش وطیر و درخت
ہاتھ اوٹھا کر کہین ہین مثل چنار — وقنا ربنا عذاب النار
ہووے گرمی سے جب یہ حال جہان — کہہ تو کوئی زندگی کرے سو کہان
سرد خس خانہ پوچھنا ہے خبط — آگ اور پھوس مین ہے کچھ بھی ربط
غیرتہ خانہ جائے امن نشین — اب کچھ آرام ہے تو زیر زمین

مثنوی یازدہم در ہجو موسم سرما

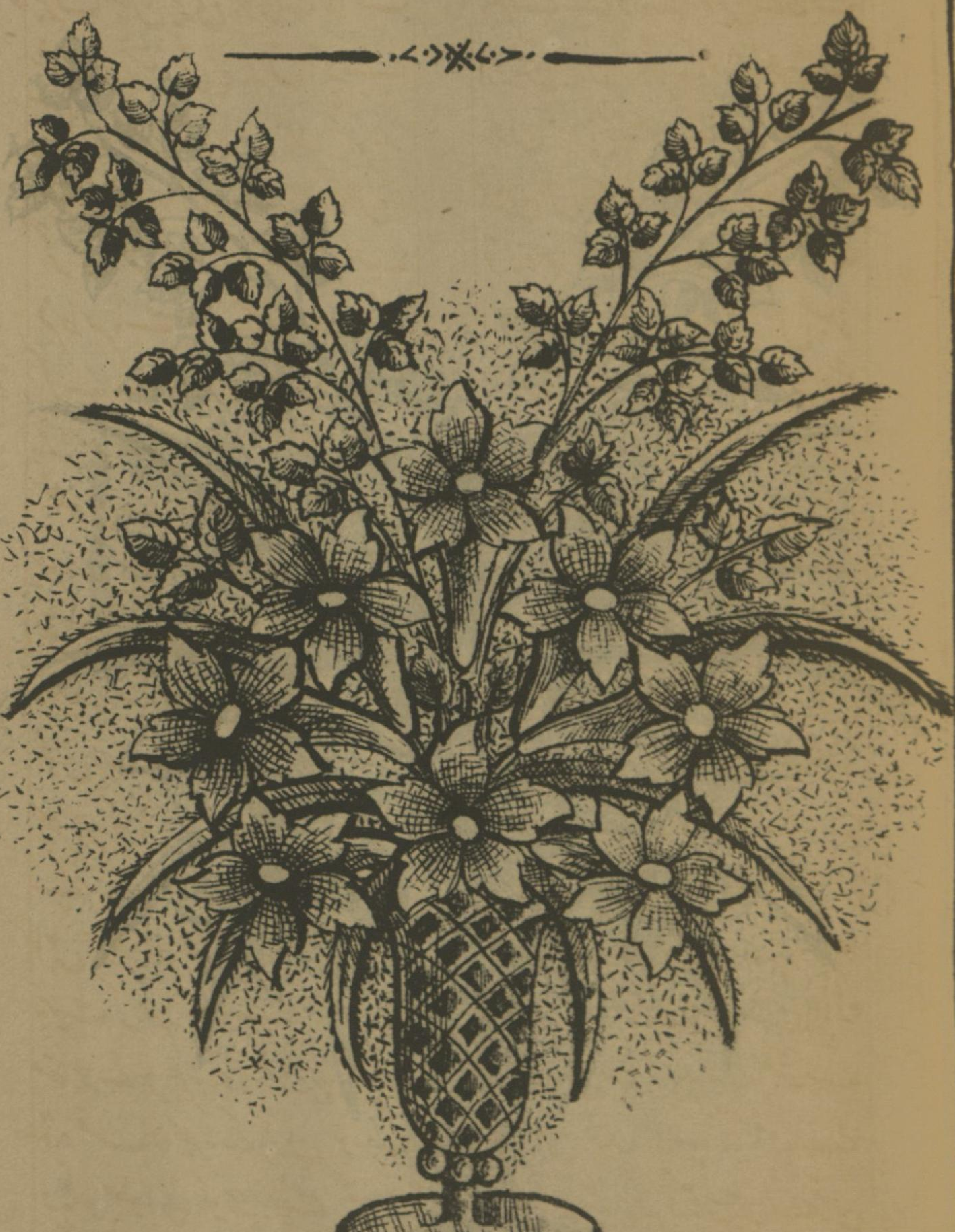
سردی اب کی برس ہے اتنی شدید — صبح نکلے ہے کانپتا خورشید
چرخ کی اطلسی قبا پہ ہمیش — نہین یہ کہکشان ہے وائے کیش ہم
جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا — بلکہ کہیے کہ زمہریر ہوا

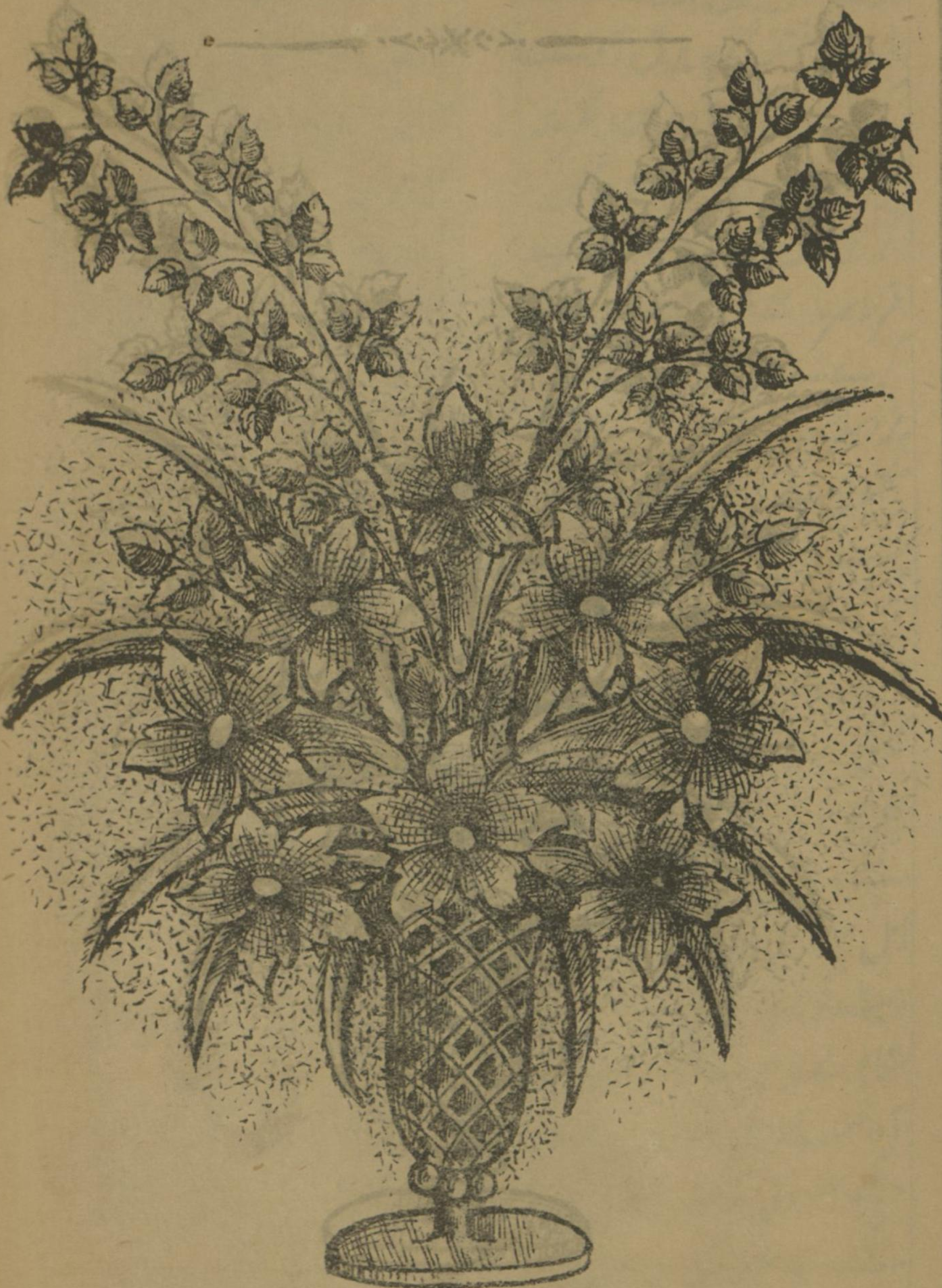
اندنون چرخ پر نہین ہے مہر
کہرہ پڑنے کو کہتے ہین سب یار
لیک دیکھا جو غور کرکے مین آپ
دے ہین پوشش زمین کو پاتونسے جھاڑ
پانی پر جس جگہ کہ کائی ہے
بسکہ یخ بستہ بحر ہیچ ہے آب
عکس پانی مین یون ہے شکل پذیر
نہین ہے نہر باغ مین اسدم
تیغ سے کاٹتا ہے اب وہ چند
جیسے جاڑے سے پڑ گیا پالا
اکڑے جاتے ہین دیکھ سنبل کو
دیکھ گل پر صبا نہیب برد
پات جھڑ شاخین ہوگئین لنڈ منڈ
گر پڑے برگ تاک جھڑ کے تمام
صرصر صبح جان کھوتی ہے
باد سے برگ کھڑکے ہین اس بھانت
جسطرف اب نگاہ جاوے ہے
کانپتے ہین درخت و کوہ و جبال
آگ بھی ٹھنڈ سے ٹھٹھرتی ہے
بے حرارت ہین سردی کے مارے
ہے یہ آفت چراغ تک درپے
جاڑا لگنے کا یخ تلک ہے حرف
دین مین برباد ٹھنڈ سے یکدست
کفر کی مے سے مست ہے جو ہے
گر کسی مہروش کو دیکھے ہے

گود مین کانگڑی رکھے ہے سپہر
ٹھنڈ سے ہے جہان کے دلمین غبار
نکلے ہے منھ سے آسمان کے بھاپ
پابدامن ہین جسقدر ہین پہاڑ
سبزہ وہ شال کی رضائی ہے
برف کی ہے رکابی ہر گرداب
رہتی ہے زیر شیشہ جون تصویر
بچۂ بط بھی یخ بستہ سے کم
آب مین اسقدر ہوئی ہے گزند
سرد ہے داغ عشق جون لالا
ٹھٹھری ہوجائے گل کی غنچہ مین بو
بھرتی پھرتی ہے ہر طرف دم سرد
رہ گئے اینٹھ اینٹھ ڈنڈ کے ڈنڈ
بلبلین مر رہین اکڑ کے تمام
تیر سی دل کے پار ہوتی ہے
کہیے تو باجتے ہین دانت سے دانت
جو ہی جون بید تھرتھراوے ہے
موسم وہ ہے پارو یا بھونچال
گودون کے بیچ چھپتی پھرتی ہے
طرح یاقوت کے اب انگارے
لو گویا کہربائے شمع سے ہے
لپٹی رہتی ہے نمدون ہی مین برف
جو کوئی ہے سو آفتاب پرست
غرض آتش پرست ہے جو ہے
شیخ بھی اپنی آنکھین سیکے ہے

دن کی گھٹتی ہے دھوپ مین اوقات | کالے کمل مین رات کاٹے ہے رات
رعد سردی کے ہاتھ گرم خروش | ابر دوش ہوا پہ بالا پوش
برف نہین پڑتی ہو فلک نداف | بھرے ہے واسطے زمین کے لحاف
شب جو رخشندگی پہ برق آوے | ابر مین یون ٹھٹھر کے رہ جاوے
کیا کرون اوسکی یار مین تقریر | جون کسوٹی پہ سونے کی ہو لکیر
ہے گرفتار حال سے جو شخص | نہین مل سکتے گرم ہو دو شخص
گر کسی شخص کو مرض سے اب | تو وہ جاڑے ہی سے کرے ہی تب
فرط سرما سے دیکھیے جس کو | دست زیر بغل ہے مثل سبو
کرے ہے اندیون جو کوئی بیاہ | ساس سسرے کے آگے رو ہی سیاہ
پڑا اسکڑے ہے نہ کنار نہ بوس | زانو آغوش مین ہین جائے عروس
منعمون کے گھرون مین آج اور کل | ہین پڑے پردے دیکھے ہے سنقل
پھرتے ہین سمور اور قاقم | ٹھنڈ سے کھینچے ہین بہم سو دم
نسیہ جاڑے سے ہے یہ انکا حال | ناک سے چھوٹتا نہین رومال
جھیکنا جاڑے کا جو جھینکین ہین | اک سخن ہے تو لاکھ چھینکین ہین
کوئی اب جا سے ہل نہین سکتا | گھر سے باہر نکل نہین سکتا
پھر جو کوئی ندان نکلے ہے | ٹھنڈ کے مارے جان نکلے ہے
لپٹے رہتے ہین روئی مین مجبور | جس طرح ناشپاتی و انگور
اہل حرفہ کو دیکھیے جو نگاہ | کار و بار انکا ہو گیا ہے تباہ
پیٹ کر سر کہے ہے بھٹیارا | ہائے اب کیا کرون مین بیچارہ
سقا بولے ہے بھر کے آنکھون مین اشک | یار و پانی نکالو چیر کے مشک
آہ قساد بھر کے یون بولے | بنی کھتی تنہ ہو گئے اولے
دیکھو حلوائی کو جو بیٹھے کہین | برفی چھٹ کچھ دکان مین اوسکے نہین
لگے ہے مرنے اب جو بیچارہ | یہی کہتا ہے ٹھنڈ نے مارا
غرض ایسی ہی کچھ پڑے ہے ٹھنڈ | ہٹ گیا زمہریر کا بھی گھمنڈ
سودا آخر ہے سردی کا مذکور | شعر بھی گر خنک ہون رکھ معذور

آگے جاتا نہیں ہے اب بولا
ہو گئی ہے زبان بھی اولا





اخلاقیات

قطعۂ کہ در سوال بادشاہ و جواب درویش گوشہ نشین بے پروا کہ ترک دنیا کردہ بود

یون سنا ہے کہ ایک خسرو عصر / ایک درویش کے گیا تھا گھر
دیکھا درویش کو جو خسرو نے / آیا اس حال مین وہ اسکو نظر
رو کیے آخرت کو بیٹھا تھا / پشت دنیا سے دون کو وہ دیکر
دست مطلب کو کھینچ عالم سے / پاؤن دراز اپنے بوریا اوپر
بادشہ نے کیا جب اس کو سلام / سرسری سا ہوا وہ دست بسر
اور بعد از تامل بسیار / کی اشارت کہ جا کے بیٹھ ادھر
دیکھکر یہ سلوک سلطان نے / ہو کے چین ابرو اور غصہ کر
کہا درویش سے کہ اے احمق / کچھ بھی تجکو شعور سے ہے خبر
مجھ سے خسرو کے تئین نہ کی تعظیم / باج دیتا ہے جس کو اسکندر
کون دنیا مین آج ہے مجھ سا / مالک تخت و صاحب افسر
کون ایسا جہان مین ہے کہ وہ / زور و زر ساتھ مجھ سے ہو سربر
مجکو سمجھتا ہے جامۂ نخوت / نہ کہ تجھسے کو ہووے زیب آور
کہ تو کس چیز پر تجھے ہے دماغ / کلہ و بوریا پہ اپنے مگر
جب سنا یہ گدا نے خسرو سے / کہا اے بادشاہ زور آور
یہ تو روشن ہے آفتاب کیطرح / پر دیون مین نہ تجھسے ذرہ بھر
نہ مرے پاس ملک ہے نے مال / چھین لینے کا جسکے ہووے ڈر
نہ ترا زور میرے خاطر مین / نہ مین لاؤن نظر مین تیرا زر
حق تعالے نے دیکے استغنا / کہدیا ہے طمع کسو سے نہ کر
زور اور زر تو سن لیا اپنا / حشمت و جاہ سے تو پوچھے اگر
چند حیوان پھرین مین تیرے گرد / شتر و گاؤ و اسپ و فیل و مجر
کتنے انسان بنام اسکے ساتھ / فی الحقیقت وہ ان سے حیوان تر

جنبش پا کے گرد سے جن کے حرص رکھتی ہے مجھکو خاک بسر
اور جو وقت بادشاہ و گدا اس جہان سے کرینگے عزم سفر
نہ تو لے تاج و تخت جاوے گا کلۂ و بوریا نہ مین لے کر
پس مین کس واسطے کرون تعظیم تجھ مین کیا ہے کمال فضل و ہنر
تو ہی اب دلین اپنے کر انصاف مین ہون احمق کہ تو ہے گیدی خر
غرض اتنا گدا کی باتون نے تو کیا اُس بادشہ کے دل مین اثر
پھینک کر سر سے تاج شاہی کو گر پڑا او ٹھ کے اُسکے قدمون پر
آخر الامر اُن نے اے سودا مال اور مُلک سے اُٹھا کے نظر
چھوڑ کر بادشاہت دُنیا باندھی عقبےٰ کی سلطنت پہ کمر

قطعہ

سحر تصنیف سودا سے مغنی یہ پڑھتا تھا بیک آہنگ پُر درد
سنے تھا جو اُسے سو وجد مین تھا در و دیوار سے لیکر زن و مرد
بسان گل کسو نے جیب کی چاک کرے تھا جون صبا سر پر کوئی گرد
عجب گلشن ہے یہ لیکن کسو سے خبر اُسکی رکھے ہے سازنے پر د
گئے یان سے وہ محبوبان رعنا گل نورستہ آگے جن کے تھا گرد
لگا مت دلکو بلبل اس چمن سے نظر جو آج سبز آوے سو کل زرد
لگی ہے اُسکے دیوارون مین جو خشت حقیقت کی ہے وہ ہر ایک کی فرد
لب جو پر سے جسکی کھلتی ہے آنکھ حباب اُٹھ جائے ہے بھر کر دم سرد
تماشے سے غرض اس بیوفا کے جھنون نے موند لین آنکھین وہ ہین مرد

قطعہ

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے کسو سے ربط کوئی زیر آسمان نہ کرے
کیا جو تجربہ اُن دوستون کو بد پایا بدی کا جن پہ کسیطرح دل گمان نہ کرے
چکھا اُنھون کی جو لے یار دوستی کا شہد وہ تلخ کام کہو زہر دشمنان نہ کرے

بغیر بخل و حسد چاہیے کوئی مذکور — اُنھونکا مہر و مروت کے درمیان نہ کرے
مین اُن سے ملکے نہ دان اختیار عزت کی — دو چار اُنھون سے خدا مجکو دو جہان نہ کرے
تجھے بھی راہ نصیحت کے مین یہ کہتا ہون — کہ تو بھی ربط کبھو با منافقان نہ کرے
وہ آدمی ہے بہت دُور آدمیت سے — جو گوش دل بسوے حرف عاقلان نہ کرے
وہ آشنا ہین جہان مین کہ امتحان کے بعد — زبان نہین کہ وہ لعن ان پہ ہر زمان نہ کرے
یہ سُنکے اُس سے کہا ہنسکر اے کے سودا نے — شکایت اتنی کسو کی کوئی بیان نہ کرے
بھلے بُرے کے تجھے امتحان سے ہی کیا کام — یہ شکر کر کہ کوئی تجکو امتحان نہ کرے

قطعہ بطور پند

ایک عاقل نے یہ سودا سے کہا از سر پند — دل مین پاتا ہون ترے اُلفت سگہا بو فور
نجس العین فقیہون نے انھین لکھا ہے — اُنسے جو ہوئے سلمان رہے اُن سے دوری ہے ضرور
صحبت اُن سے تو نہ رکھ اتنی وگرنہ اے یار — حشر کے دن بھی تو ہوویگا انھین سے محشور
سُنکے بُولا کہ تو اے دوست یہ سچ کہتا ہے — پر جواب اسکا تجھے دون ہون مین ہوکر مجبور
مس سے انکی نجس ہووے بدن مین جو عضو — دھونے سے پانی کے وہ پاک ہوتے اہل شعور
ایسے کہ کیا ہے نجاست وہ کہ میرا ترا — پاک کرنے پہ کسیطرح نہووے مقدور
میرے نزدیک ہے یون یہ جو ہین اپنے ہم جنس — حق نجاست سے رکھے انکے سگ نفس کو دوُر
غیر خوناب جگر یار ملوث اسکا — پانی سے چاہیے ہو پاک سو یہ کیا مذکور
اور جو اس سے کسی جی کو اذیت پہونچے — عاقبت پالنے والے کی ترے آوے بظہور
سو تو یہ سگ نہ جدا تجسے ہوا نے ہوگا — اس نصیحت سے مگر دل شکنی تھی منظور
کاٹے بی کاٹا ترے سگ نے مجھے زور اے یار — سگ مرا ابھی جو تجھے کاٹے مجھے رکھ معذور

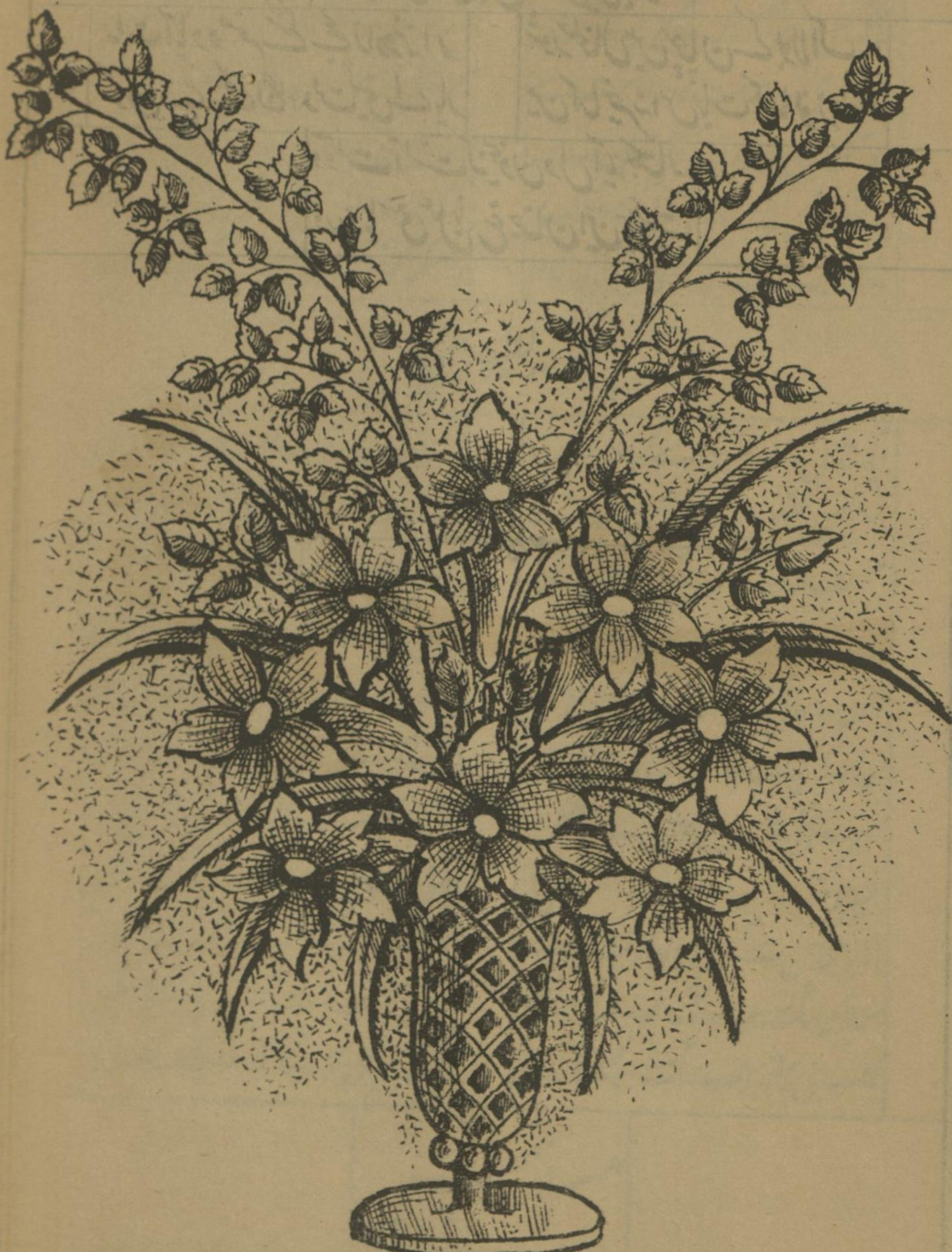
مسدس

صبحدم کو جو چمن بیچ ہوا سودا کا گذار — کہا اک بُلبل نالان سے کہ اے عاشق زار
دیکھنا گل کا تنگ آٹھ پہر کاوش خار — کہ تو کیا لطف میسر ہو جو یون فصل بہار

دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار
ورنہ باسعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست

رات آیا وہ صنم سنکے مجھے زار و نزار
کون ہے کہنے لگا دولت گیتی اے یار
شور خلخال مین پہچان کے بولا اک بار
مین کہا خیر نہ اس بات کو مانو زنہار

دولت آنست کہ بیخون دل آید بکنار
ورنہ باسعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست



مثنویات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی قصۂ در عشق پسر شیشہ گر بزرگر پسر بطور ساقی نامہ و دیگر حکایت

تشبیح و دعاء پادشاہ

مرادل نام پر اوس کے ہے شیدا
کیا ہے جن نے حسن و عشق پیدا

وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا
وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا

چمن مین ذکر سے اوسکے ہے تفریح
گلون کو دانۂ شبنم ہے تسبیح

یہ جلوہ حسن کا ہے گل مین اوس سے
اثر ہے نالۂ بلبل مین اوس سے

دلونکا عاشقون کے محرم راز
اداؤ ناز کا خوبان کے دمساز

کہین نور چراغ خانہ ہے وہ
کہین سوز دل پروانہ ہے وہ

کسوکے دلمین پاتا ہون اوسے درد
کسی سینے مین تاثیر دم سرد

اوسی کا جلوہ حسن زلف مہ رو
اوسی کی نافۂ آہو مین ہے بو

کسی جاگہ مین عیسیٰ کا ہو وہ دم
کسی جا ہو سموم آکر براز سم

چراغ دیر کعبے سے نہین دور
یہ دونون روشن ازیک عالم نور

ہریک جادہ باندازدگر ہے
گہر مین آب پتھر مین شرر ہے

نظر بھر دیکھ گر ہے تجکو نہمید
ہراک ذرّہ مین جھمکے ہے وہ خورشید

غرض وہ کیا ہے جو اوس سے جدا ہو
نہین وہ شے جو اوسکے ماسوا ہو

ثنا ہو کس زبان سے اوسکی ہیہات
قلم کو پھیرے سوے مناجات

در توحید جناب باری

خدایا دے تو اپنے عشق کا درد
عنایت کر دل گرم و دم سرد

محبت کا دے اپنے داغ دل پر
بغیر از شمع ہے تاریک یہ گھر

خم دلمین شراب درد بھر دے
پیالی چشم کی لبریز کر دے

تعشق مین کر اپنے اسقدر غرق
نہ مجھسے کفر و دین مین ہو سکے فرق

عطا میرے تئیں کر یا الٰہی تو جنوں کی مملکت کی بادشاہی
کہ ملک عقل کو مین دے کے برباد کرون جا کوہ اور صحرا کو آباد
رہے روشن مری یون شمع ہستی کرون ہر آن جون پروانہ مستی
مجھے کر عشق کے خنجر سے دمساز تڑپنے کی حلاوت سے نہ رکھ باز
زبان سے وہ سخن کردے سرانجام رہے محشر تلک جس سے مرا نام
بسان شمع یہ دل آب کردے گداز تن سے لذت یاب کردے
چمن مین عشق کے یارب ہمیشہ یہی میرا رہے تا زیست پیشہ
کرے یون بلبل نالہ دل زار کہ جون طوطی ہو خون آلودہ منقار
مجھے آتش کی دے یہ طاقت و تاب کہ ہو جاوے سمندر رشک سے آب
تمنا ہے یہ ہر اک چشم رو دے کہ سنگ آبشار اب سینہ ہووے
روان رکھ تو مرے خامہ کو دن رات لکھون تا حمد مین بعد از مناجات
تری حمد لے چمن آرا کہان ہو اگر جون سرو سر تا پا زبان ہو
ثنا سننے کو تیری گل ہوا گوش دہن مین سو زبان غنچہ کی خاموش
جہان اس باغ مین آب روان ہے تو موج اوسکی تری رطب اللسان ہے
ثمر جب سے دیا ہین شاخ کے ہات زبان ہے شکر کی خاطر ہر اک بات
چمن کو دیکھ مرغان خوش آہنگ کرین ہین وصف تیرا سب بہر رنگ
بھنور تک دیکھ تجھ صنعت گری کو نظر کر نسترن اور جعفری کو
سدا پھر پھر کے ہر اک پھول کے گرد کیا کرتا ہے تیرے نام کا ورد
ترے بار کرم سے شاخ ہے خم بھرے ہے بلبل بستان ترا دم
چراغ شام کو ہر شب تری لو نسیم صبح کو تیری تگ و دو
نہ تنہا خلق کی نسرین و سنبل بنائی خلقت انسان بہ از گل
بتان کا حسن ہے تیرا ثنا گو خط پشت لب اون کا اور ابرو
رباعی مدح کی تیری ہی لے پاک سمجھتا ہے اسے عارف کا اور اک
عطا کی جب سے مشت خاک کو جان فراوان ہے دم آب و لب نان
رکھے ہے کام مین جبتک زبان تر نمک گاہے ہے چکھا کے گاہ شکر

برائے پوشش تن بھی بہر حال
کبھو کمل اوڑھاتا ہے کبھو شال

ہمارے واسطے اے رب معبود
کرم ماں باپ سے تیرا ہے افزود

ترے احسان بیان کیا ہے ہو دین
رہے بیدار تو بندے جو سو دین

رکھے ہے گرم جب ہو موسم برد
پڑے گرمی تو دے ہے گوشۂ سرد

رکھے ہے تجھسے شیخ و برہمن راہ
تری کیا ذات ہے اللہ اللہ

سخن سننے کو تو نے بخشے ہین گوش
سمجھنے کو دیا ہے فہم اور ہوش

زبان کی خلق منہ مین بہر گفتار
کرین تا درد دل آپس مین اظہار

بیان کیا کیجیے تیری عنایت
دیے ہین چشم اور نور بصارت

کہ تا معلوم ہو شام و سحرگاہ
چلین پستی بلندی دیکھکر راہ

زبان کو ذائقے سے دے ہے تسکین
کیا معلوم جس نے ترش و شیرین

غرض کیا کیا کرم ہم پر ہے تیرا
شفیع حشر پیغمبر ہے تیرا

در نعت سید المرسلین صلعم

محمد باعث ایجاد افلاک
محمد علت غائی لولاک

محمد کنت کنزا کی گواہی
محمد عالم علم الٰہی

محمد ہے مشیر عالم غیب
محمد راز دار حق ہے لاریب

محمد عادل و کامل و عاقل
محمد ہے جو کچھ تھا اوسکے قابل

محمد جگ مین سالار رسل ہے
محمد ماہر ہر جزو کل ہے

یہ بولے روز مولود اوسکے اطوار
نبوت کی ہے مسند کا سزاوار

دو عالم کی بنا وہ رہبری کو
جلاوے منصب پیغمبری کو

نہ پیدا خاک سے ہوتا جو وہ پاک
نہ پھرتے آسمان گرد سر خاک

اوسکی ذات سے اثبات حق ہے
کہ اوسکی ذات عین ذات حق ہے

لیا جب نام پاک اپنا بہ تعظیم
یہ فرمایا انا احمد بلا میم

خدا کا اوسکو ہم سمجھین نہ ثانی
پر اس سے ہے حدیث من رآنی

ہمین کیونکر نہ رحمت پر یقین ہو
کہ جب ایسا شفیع المذنبین ہو

جہان بخشش پہ ہو اوس شاہ کا حکم — رکھے گوہ گنہ وان کاہ کا حکم
وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر — دفور اپنی سے آمرزش ہو بیقدر
زبان پر اوسکے جب بخشش سے ہو قال — پھرے جنت گنہگارون کے دنبال
کہون کیا خلقت انسان مین کیا ہے — شرف آدم کا فخر انبیا ہے
کرے جو ہمسری اوس سے کسے تاب — کہ ہنیون سے ہین بہتر اوسکے اصحاب
کوئی صدق و عدالت حلم مین طاق — کوئی علم و سخا مین شہرہ آفاق
غرض طاقت کسے وصف و ثنا کی — سوا اوسکے رسول مجتبیٰ کی
نہ ہوگا نہ ہوا ہے مصطفےٰ سا — وصی جن کا علیؑ مرتضےٰ سا

در مناقب حضرت امیر المومنین حیدر کرار

علیؓ برحق امام رہنما ہے — علیؓ ہی جانشین مصطفےٰ ہے
علیؓ ہی شہسوار راہ دین ہے — علیؓ مہر نبوت کا نگین ہے
کرون کیا مرتبے کی اوسکے تقریر — کہ تابع جسکی مرضی کے ہے تقدیر
علیؓ ہے دین کے ارکانون کی قوت — علیؓ ہے زور بازوے نبوت
علیؓ کی ذات ہے اللہ کا ہات — یداللہ نام پانے سے ہے اثبات
علی برحق نمونہ بے نمون ہے — علیؓ کے آگے دو جگ سرنگون ہے
اطاعت سب پر اوس بندے کی آئی — کہ جس بندے مین جھلکے ہے خدائی
بہ نسبت امر اوس کا امر رب سے — رکھے جون یک سخن نکلے دو لب سے
پیمبر سے اوسی کو ہمسری ہے — دو عالم سے اوسی کو برتری ہے
زبس حق آگے انکا پایہ ہے ایک — جہان بیٹھین یہ دو دان سایہ ہو ایک
کشندہ عمر اور انتر کا ہے وہ — کنندہ قلعۂ خیبر کا ہے وہ
کیا اژدر کو اون نے چیر کر دو — کہین ہین حیدر کرار جس کو
جہان میدان ہو وان شاہ مردان — جہان بیشہ ہو وان وہ شیر یزدان
جوان ہمت جوان بازو جوان مرد — دل اشکستہ کا چسپندۂ درد
دیا دنیا مین سب کچھ سب کو بھرپور — عقبےٰ بخشوا دینا ہے منظور

علیؑ ہے مظہر فیض فتوت
علیؑ کان سخا بحر مروت

زسرتا پا کرم ہے ذات اوسکی
کٹی بخشش ہی مین اوقات اوسکی

غرض ہے ذات حق اوس سے یہ خورسند
عطا ایسے کیے اوس کو دو فرزند

دو محرم کنہ وحدت کے وہ لاریب
وہ ہین دو راز دار پردۂ غیب

دو حافظ عرش علیین کے ہین وہ
دو حامی مصطفیٰ کے دین کے ہین وہ

دو شمع کلبۂ عرفان وحدت
دو نور خانۂ چشم حقیقت

دو پروانہ چراغ امر حق کے
دو بلبل ہین وہ باغ امر حق کے

دو عاشق ہین وہ مرضی خدا کے
دو والہ ہین وہ تسلیم و رضا کے

دو دم تیغ جلال حق کے ہین وہ
دو آئینہ جمال حق کے ہین وہ

دو والا گوہر تاج امامت
دو روشن اختر برج سعادت

غرض سر دفتر اثنا عشر کے
یہ دو معصوم ٹکڑے ہین جگر کے

سوا ان دو کے نسل اونکی سے یکس
امامت کے سریر آرا ہین وہ بس

وہ بارہ ہین ستون عرش اعظم
رہا ہے سب کچھ اونکی ذات سے تھم

در فصل موسم بہار

پہونچ ساقی کہ اب دل کو نہین صبر
تری دوری سے مجھے اسوقت ہے جبر

لگی ہے کرنے آ کر سوئے گلشن
چراغ گل نسیم صبح روشن

گھمڈ آیا ہے ابر از غرب تا شرق
مجھے بے کشتی تو ہرگز نہ کر غرق

تغافل کو نہ اب سرمایۂ کام
لپک لیکر بغل مین شیشہ و جام

نہ اسکو دیکھنا آنکھون سے ہے بیر
تخالف سے زمانے کے ہے یہ سیر

تماشہ ہے عجب گلشن مین موجود
چراغان صبح سے تا شام بے دود

رکھے ہے سر زیر نیلگون کاخ
بگرد لالۂ فرمان کی شاخ

ستم ہے گر نہ ہو اب شیشہ و جام
عجب ہی لطف سے پھولی ہی یہ شام

جھکا دے منہ مین ساقی شیشۂ مے
مغنی پھونک دے بہر خدا نے

کہ آپہنچا ہے وقت بادہ نوشی
نہین مطرب یہ ہنگام خموشی

خروش و جوش مرغان چمن کا ٭
اوٹھا کر جلد رکھ کاندھے پہ طنبور
ترا گانا وہ پی کر سا غر مل
جو بولے محتسب مُنھ توڑ اُس کا
سخن اسوقت ان کا بے محل ہے
کہے ہے دیکھکر ابر اس ہوا کو
کریم اپنے کو مین کر لون گا راضی
سنے ہے ساقیا ٹک آن کر یان
رکھے ہے دست فندق بند کا رنگ
یہ مستی کو گھٹا کی ٹک نظر کر
زبس باد بہاری مین نشا ہے
گل مخمل پہ بیداری ہے نایاب
کھلے داؤدی کے غنچہ چمن مین ٭
اوٹھا سکتے نہین سر ہے یہ بیحس
قبا گل پھاڑتی ہے ہو کے سرشار
جھکا دیتا نہین بار ثمر شاخ
ہوا سے شاخ گل یون جھومتی ہے
پھری ہے لوٹتی مستی سے دن رات
نسیم صبح تک اتنی ہے ماتی
غرض اہل چمن ہین اس قدر مست
زبس کھینچے ہے باو تند جاروب
پڑا ہے جس روش پر عکس گلزار
صفا سے ہر طرف کے ہے یہ امداد
نظر آتا ہے دونا اب پھل و پھول
معطر ہے زبس خاک گلستان

ہوا ہے پنبہ کیا تیرے دہن کا
صدا اپنی سے دے تین انکو سیندور
کہ ہووے سرمۂ آواز بلبل
جو ملّا کچھ کہے سر پھوڑ اُس کا
بہار اب جو کہے اُس پر عمل ہے
جواب میکشان مین دون خدا کو
دہن سے شیشہ کے لے ریش قاضی
مری آنکھون سے کر سیر گلستان
چمن مین انار یون ہر شاخ اور تاک
یہ آتی ہے پری دوش ہوا پر
پڑا کیا بیخبر تاک اینڈتا ہے
جہان دیکھو تو ہے آلودۂ خواب
تو کف لائے ہین مستی سے دہن مین
جھکی ہی جائے ہے کچھ چشم نرگس
رہی ہے لپٹی یان سوسن کی دستار
نشے سے جھوم جھوم آئے ہی ہر شاخ
کہ آکر وہ لب جو چومتی ہے
چمن مین کیا ثمر کیا شاخ کیا پات
خیابان مین پھرے ہے لڑکھڑاتی
کہ بہکے بولتے ہین مرغ یکدست
ہوا صحن چمن آئینہ اسلوب
بچھی ہے اوس جگہ قالین خوش کار
در و دیوار پر ہے کار بہزاد
مضاعف ہو گیا باغون کا محصول
صبا سیار پر ہے عنبر افشان

پڑی زلفوں کی سنبل مین مہک ہے
سراپا سرو مین قد کی لچک ہے

طمع پر یار گر تیری نظر ہے
تو آمٹھی مین ہر غنچہ کے زر ہے

نچھاور کو ترے مجھ دل کو مقبول
چمن مین اشرفی سو نیکے مین پھول

نہ ہوا سوقت تو مجھ پاس سے قہر
ہوا کیا دیکھ ٹک آ کر سر نہر

برودت یان تلک ہے کر تو باور
کہ اوڑھی سنگ نے تختہ پہ چادر

اری ظاہر یہ ہے انصاف سے در
رکھے تو اس ہوا مین مجکو معذور

پیالہ کر ز آب آتش آمیز
بسان دیدۂ عشاق لبریز

نہ آنا یان ترا میری قضا ہے
مرا جینا اگر تیری رضا ہے

تو آ جلدی کہ اب مجکو نہین تاب
قدح کر دے لبالب لیکے وہ آب

کہ جس کے آگے آب زندگانی
بھرے آ خضر کے چشمے سے پانی

جو سیر باغ دل تیرا نہ چاہے
چلین صحرا کو ہم تو گاہ گاہے

بزیر آستان شایان گلگشت
ہوا ہے کیا چمن کیا کوہ کیا دشت

ہوئی ہے سبز صحرا مین ہر سو
شجر کے شاخ سے تا شاخ آہو

جہان دیکھو تو وان گلہائے خودرو
نظر جس جا پڑے سبزہ ہے اور جو

یہ جلوہ آپ کا سبزے پہ گو ہے
نظر آتا ہے آتش در نظر ہے

غنیمت جان لے ظالم تو یہ دم
کہ عرصہ اس ہوا کا ہے نپٹ کم

نہین رکھتا چراغ عیش بنیاد
نظر آتا ہے زیر دامن باد

خوشی کا جھلکے ہی جس بادہ مین رنگ
سدا مینا ہے اس کا مورد سنگ

سخن میرے کو گوش اپنے مین دے راہ
ابھی اس صفحہ کی خوبی پہ ناگاہ

جو کرتا ہے تلون دھر کا گل
کہان ساغر کدھر شیشہ کجا مُل

خدا جانے زمانے کا ہو گیا طور
ہوا ہے آن مین کچھ اور سے اور

نہ پھر بلبل ہے نہ گل ہے نہ یہ باغ
لبون پر ہے فغان اور دل پہ ہے داغ

رو دامت رکھ تو میری تشنہ کامی
ستم تجکو یہ مولانائے جامی

قسم ہے تجکو اپنے زلف درو کی
قسم ہے تجکو گل کے رنگ و بو کی

تجھے اپنے دہان تنگ کی سون
تجھے غنچے کی آب و رنگ کی سون

تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے ۔ مرے دلکے جراحت کی قسم ہے
تجھے جھوٹی قسم اپنے کی سوگند ۔ مکرنے دمبدم اپنے کی سوگند
تجھے ہے اپنی بدمستی کی سوگند ۔ تجھے اپنی زبردستی کی سوگند
تجھے شیشہ ڈھلکنے کی قسم ہے ۔ تجھے ساغر چھلکنے کی قسم ہے
تجھے ہر بار کی رنجش کی سوگند ۔ مرے ہر دم کی آمیزش کی سوگند
قسم ہے نالۂ نے کی تجھے یار ۔ قسم ہے نشۂ مے کی تجھے یار
قسم ہے تجکو میری چشم تر کی ۔ قسم ہے میری آہ بے اثر کی
قسم ہے میری فریاد و فغان کی ۔ قسم ہے عندلیب بوستان کی
تجھے سوگند بسمل کے طپش کی ۔ تجھے سوگند اس دلکے خلش کی
مری الحاح و زاری کی قسم ہے ۔ مری بے اختیاری کی قسم کی
تجھے ان ساری قسمون کی قسم ہے ۔ پہونچ جلدی کہ فرصت کوئی دم ہے
تغافل کو نہ اب فرمائیے کام ۔ مرا ان آتش تر خشک ہے کام
مجھے دیوے اگر تو بادۂ ناب ۔ کرین مجلس مین تیرا شکر احباب
کرون اس تشنگی مین اسکو جب نوش ۔ گہر سے پر ہو سب کا دامن گوش
مجھے گویا کرے ہے نشہ کا اوج ۔ کلید قفل لب یان مے کی ہے موج
اگر دو چار دے تو ساغر مل ۔ قصص مجھسے کہون رنگین تر از گل
کہ جن قصون کا یہ ہے اک نمونا ۔ ہنسے جتنا تو سنکر رووے دونا

قصۂ درویش کہ ارادۂ زیارت کعبہ کردہ بود

حکایت ہے کہ اک عابد بآفاق ۔ عبادت کرنے مین تھے حق کے وہ طاق
خدا کی یاد مین رہتے تھے دن رات ۔ نماز و روزہ مین گذرے تھی اوقات
بجز تسبیح رہتے تھے وہ بےکل ۔ مصلّے پر سے اوٹھتے تھے نہ اک پل
مریدون کی ہوئین پر نور عینین ۔ کیا جب اونکی سرمہ خاک نعلین
بلاشک اوسکا جنت مین ہو ماوا ۔ اوٹھاوے جو اونھون کا آفتابا
غرض کیا کہیے اون کی ذات عالی ۔ نہ رہتی تھی کراماتون سے خالی

جہان وہ گاڑدیتے اپنی مسواک — لگے تھے ناشپاتی سیب اور تاک
ہوئے عازم وہ کعبہ کے سفر کے — کہ ہون تا معتکف خالق کے در کے
ملے اک روز سودا سے وہ ناگاہ — کہا مجکو ہے قصدِ کعبۃ اللہ
مسلمان ہو جو ہے اوسکو یہ لازم — کہ تا مقدور ادھر کا ہووے عازم
نجات اپنی اگر تجکو نظر ہے — تو آمرزش کا موجب یہ سفر ہے
یہ بہتر ہے کہ چل ہمراہ میرے — جرائم عفو وان سب ہونگے تیرے
کہانتک اے دیوانے زیر افلاک — رہیگا میکدے کی در کی تو خاک
کریگا بادہ خواری بادف و نے — رکھیگا مغبچون سے ربط تا کے
موذن کی صدا سننے سے رکھ ذوق — کہ ہے وہ لحن داؤدی کے مافوق
رکھیگا تو سخن میرا جو منظور ہو — پیے گا جام شربت از کف حور
اگر یہ بات میری تین نہ مانے — کریگا یاد کہتا تھا فلانے
غرض اسکی کہان تک کیجیے شرح — کیا ہی ہمسفر سودا کو ہر طرح
نہین یہ بات خالی از کرامات — لیا ایسے کو ہمرہ کر کے دو بات
پھر اوسکے بعد سامان سفر کر — کیا دونون نے ملکر قصد اودھر
یہ فرمایا کہ مرکب پہ کرو زین — کہ ہے وقت سفر لیجے رہ دین
جو اسباب سفر ہے کر کے طیار — اوسے ڈالو بہ پشت بار بردار
کہا سودا سے ہم تم مین ہی یاری — کہ ہین مرکب بہ پیش و پس سواری
وہ بولا یون سواری کا مری فکر — نہ کیجے آپ حضرت اسکا کیا ذکر
چلا گو پاؤن مین بہر زیارت — حرم کو سر سے چلنا ہے سعادت
بہت فرما رہے اس کو بتکرار — نہ مانا اون نے جب تک ہوکے ناچار
سوار اپنے ہوئے مرکب پہ یہ جب — مرید اُنکے ہوئے گرد آنکے سب
اوٹھا ہمراک کے عہدے کو ہوے ساتھ — عصا کوئی کوئی لے مورچھل ہاتھ
کوئی لے پیکدان اور کوئی رومال — کوئی حضرت کے آگے کوئی دنبال
مصلا کوئی سر پر رکھ کے اوسدم — چلا صلواۃ پڑھتا شاد و خرم
بوضع خویش اوس مجمع کے اندر — برہنہ پا و سر سودا قلندر

غرض دو چار گین تھین منزلین طے
رہی جب پانچوین منزل کئی کوس
نصیبون کا مین آگے کیا کہون پھیر
کیا غارت اونھین ایسا ہی اکبار
تھی اونکی پاس تو وہ کچھ عظم اور شان
کرون کیا آگے اب غارت کی تصریح
پیادہ کس طرح یہ کاٹتے راہ
نظر کر بعد غارت راہ کا رنج
نہ زاد راہ پاس انکے نہ مرکب
توکل پر چلین کعبے یہ کیا ذکر
کبھو عمامہ کے جانے کا مذکور
سلیمانی کی گہ یاد آتی تسبیح
کبھو کہتے مصلا تھا چکن کا
کبھو کہتے کہ یارو کیا عصا تھا
کہا کیا پٹکا تھا میری کمر کا
عقیق سرخ کا جو تاسدان تھا
کبھو کہتے تھے ہو مغموم از حد
کہ میرے پاس جو کچھ تھا سو کھویا
لٹے جب اس طرح اسباب سارا
مریدون کی نہ تھی یہ سنکے زنہار
کیا اس غم نے انکو بسکہ دلریش
تری اس امر مین اب کیا ہے تدبیر
ارادہ تھا کہ وان جا کر مرین ہم
جواب انکو دیا سودا نے سنکر
پر اب اس حال سے گھر کیونکہ جاؤن

کہ شیطان نے کیے قزاق درپے
وہ پہونچے کرتے حضرت کا قدمبوس
مریدون کے سمیت اوسکو لیا گھیر
نہ چھوڑا ایک کی تسبیح کا تار
رہے یا ایک پیراہن کو حیران
نہ تھی جز دانہ ہاے اشک تسبیح
عصا گر رہ گیا پاس انکے سو آہ
لگے کرنے دل اپنے مین شش و پنج
اب ان سے عزم کعبے کا بندھے کب
انھین اسباب کی اپنے پڑی فکر
کبھو تھا فکر پیراہن سے دل چور
ہوئی جاتی تھی جسکے غم سے تشریح
کہ جس پہ تھا چکن کار دکن کا
بڑے حضرت کے میرے ہاتھ کا تھا
سفر در پیش آیا یہ کدھر کا
اگر بکتا تو قیمت مین گران تھا
نہ جانین کونسی تھی ساعت بد
اور اپنے ساتھ یارون کو ڈبویا
تو ہوا یسے سفر کا کیونکہ یارا
جز آمنا و صدقنا کی گفتار
کہا سودا سے اے یار وفا کیش
ہمین آئی نظر کچھ اور تقدیر
نجا ہے گر خدا تو کیا کرین ہم
جو فرماتے ہو تم ہووے گا بہتر
بھلا وان جا کے منھ کسکو دکھاؤن

چلو گے گھر کو تم اپنے کس اسلوب
ہے اس سے قصد اودھر کا کہیں خوب

کہا حضرت سے سنکر تم ہو گمراہ
نہیں مسئلے مسائل سے کچھ آگاہ

حرم کا فرض ہے مقدور پر طوف
گیا یان مال آگے جان کا خوف

مرید از بس تھے گھر چلنے کے مائل
کہا سودا سے باہم ہوکے یکدل

سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول
یہین سے رج اونھون کا ہوگا مقبول

کہا سودا نے سنکر تم ہو مختار
سخن میرا نہ خاطر پر کرد بار

غرض جب بات پھرنے ہی پہ ٹھہری
نماز ظہر پڑھ وقت سپہری

ہوئے تھے صبح جس منزل سے راہی
پھر آئے شام وان ہو کر تباہی

گئی کچھ شب تو فرمایا کہ احباب
میسر تو نہ ہووے گا خور و خواب

کہا سودا سے قصہ ناگہانی
کہے جو وہ سنین اوس کی زبانی

کہا سودا نے حضرت کو تو ہی خبط
مجھے قصہ کہانی سے ہے کیا ربط

کہون اک شہر کی مین واردات اب
جو گوش ہوش سے اپنے سنین سب

حکایت پسر شیشہ گر کہ در حلب بود از سبب قضا و قدر او بر پسر زرگر عاشق و فریفتہ گردید

الا اے ساقی میخانۂ عشق
چھکا دے گر مجھے پیمانۂ عشق

مے الفت کا پیارے شیشہ لیکر
لبالب ساغر زرین کو تو بھر

مجھے اوس مے کے تو دو چار دے جام
سخن کو عشق کے مین دون سرانجام

حلب مین تھا پسر اک شیشہ گر کا
نہایت لاڈلا مادر پدر کا

پدر کا وہ دل و جان و جگر تھا
پدر عاشق وہ معشوق پدر تھا

بنایا حق نے سب سے دو ر اوسکو
پری پہونچے نہ ہرگز حور اوس کو

چمن کی سیر کو جاتا جو گھر سے
تو مان کہتی تھی یون اوسکے پدر سے

سبب ہوگا یہ رد چشم بد کا
تصدق سرو کو دو اوس کے قد کا

پیالی بیچ دان نرگس کے جا کر
کچھ آنکھون سے بھی تم دیجو چھوا کر

غرض حسن و وجاہت مین تھا مشہور
دل اوس پر خلق کا جون شیشہ تھا چور

پدر سے سیکھتا تھا شیشہ سازی
نہ تھا کچھ کام اوسے با عشقبازی

قضا کا کیا کہون آگے مین نیرنگ
کہ مارا اوس پہ ناگہ عشق نے چنگ

ہوا مائل وہ اک زرگر پسر پر
دیا آئینۂ دل اک نظر پر

بہار اوس کی خزان کرنے لگی زرد
نسیم آسا لگا بھرنے دم سرد

کبھو آنکھون مین اپنے اشک بھر لائے
کبھو ہنسکر وہ آپی آپ رہجائے

جو پوچھو کیون ہے تیرا رنگ کاہی
گئے معقول بولے گاہ واہی

رہے وہ صبح سے تا شام بیخواب
کہ جیسے چودھوین شب کا ہو مہتاب

کہا کرتے تھے ہمدم اوس کو یہ ورد
خدا کے واسطے تو ایک دم سو

سوے کس کروٹ آجی پر بنی تھی
کہ ہر مو تن پہ برچھی کی انی تھی

نگہ کرتا تھا حیرت سے بہر سو
حباب آنکھین تھین گویا بر لب جو

نہ فکر روزی و نہ خواہش قوت
ہوا زرگر پسر کو دیکھ مبہوت

ہوئی یہ دیکھ مادر تو دیوانی
پدر کو تلخ اپنی زندگانی

پدر تھا لیکن اس حالت سے غافل
کہ دے بیٹھا ہے یہ ظالم کہین دل

ہوا تحقیق کرنے کے وہ درپے
کہ سمجھے اوس کو یہ احوال کیا ہے

لگا وہ پوچھنے اوس سے بہ تکرار
نہ تھا جز خامشی اوسکو سروکار

بلا کر اوس کے ہر اک ہمنشین کو
رکھ اون کے پانؤن پر اپنی جبین کو

لگا کہنے کہ تم ہو اسکے دلخواہ
کریگا تم کو راز اپنے سے آگاہ

خدا کے واسطے ٹک کیجیو غور
کرو تفتیش حال اوس کا کسی طور

اونھون نے دیکھے جب اوسکے یہ حالات
کہی ہر ایک نے اک طرح کی بات

کوئی بولا کہ سایہ ہے پری کا
عمل ہے اس پہ یا جادوگری کا

کوئی بولا کہ یہ وہم غلط ہے
پری کی آپ ہی تو یہ نمط ہے

بنایا حق نے اوس کو حور پیکر
ہوا سکا چاہیے سایہ پری پر

بھرا ہے اسکی آنکھون مین وہ جادو
دوانہ ہووے ساغر دیکھ جس کو

لگا اونین سے کہنے ایک ذی فہم
کہ گذرے ہے مرے دل مین تو یون وہم

یہ لڑکا تھا تو شمع بزم افروز
کیا پیدا دل پروانہ کا سوز

بقدر فہم ہر کس یک گمان تھا
سخن ہر اک طرح کا درمیان تھا

اوسے تو چڑھ رہی تھی عشق کی تپ
پڑا دہکے تھا وہ گیا روز کیا شب

نگہ پڑتی جب اوسکے پیرہن پر
نظر آوے تھا خاکستر وہ تن پر

نہ کرتی تھی اوسے تدبیر کچھ سود
بدن پر مو سے تھے یوں آتش پہ جوں دود

پر آخر سایہ اوسپر سب نے ٹھانا
کوئی مُلا کوئی لایا سیانا

کسو نے اوسپہ جب کچھ پڑھکے پھونکا
اوٹھا اوس آگ سے دونا بھبھوکا

بسبب جوش عشق بیقرار شدن پسر شیشہ گر بجانب صحرا رفتن از خانمان آوارہ شدن و آگاہ شدن پدر و تجسس کردن

پہونچ ساقی تو لیکر بادۂ درد
کہ ہو راز دل عشاق بے پرد

مجھے اوس مے سے کر جوں شب سیہ مست
سخن آوارگی سے بولوں یکدست

نہ کرتی تھی اوسے تفتیش کچھ سود
ہوئی یاں تک یہ حالت اوسپہ افزود

کہ یک شب پھاڑ کر اپنا گریبان
برنگ گل وہ گل روتا بدامان

چلا اسطرح گھر سے بے سر و پا
کہ جاتا ہوں کدھر جا کر کردن کیا

ولے وہ شب تھی ایسی تیرۂ و تار
کہ ہو روز سیہ کو جس سے زنہار

عجب شب تھی بزیر چرخ وہ شب
بھری ہو جوں دوات اندر مرکب

چراغ و شمع کا یوں نور نایاب
سیاہی میں ہوں جیسے قطرۂ آب

ثوابت یوں فلک پر تھے سراسر
عرق کے قطرہ جوں زنگی کے مُنھ پر

ہوئی تاریک یاں تک چشم انجم
کہ رہ کی سبعۂ سیارہ نے گم

اور ایسے وقت وہ مجنون دلریش
ہوا راہی نہ دیکھا کچھ پس و پیش

تن تنہا وہ اور کوئی نہ تھا ساتھ
کہ ڈِگتے پاؤں کو تھامے پکڑ ہاتھ

چراغ داغ دل جھٹ روشنی اور
نہ تھی بستی بلندی جس سے ہو غور

نہ تھا وہ یوسف ثانی کچھ آگاہ
کہ میرے سامنے خندق ہے یا چاہ

کسی در پہ گرے تھا کھا کے ٹھوکر — کسی دیوار سے جا لاگتا سر
گرے تھا جا بجا با جان ناشاد — فغان کرنے مین اور اوٹھنے مین فریاد
کٹے تھی اوسکو ہر کوچے مین یون رات — کھڑکتا باؤ سے پھرتا ہو جون پات
بیان کیا کیجیے اوس رات کا طول — فلک گویا سحر کرنا گیا بھول
کٹی جب اس طرح سے وہ شب تار — ہوئی عالم مین صبح اوس دم نمودار
پدر بالین تلک اوس کے جو آیا — تو بستر خالی اوس کا اوس نے پایا
لگا کرنے تجسس اوس کی ہر سو — کسی جا گہ نپایا گھر مین اوسکو
تب اوس کا نام لے لے کر پکارا — محلہ گرد سے سب ڈھونڈھ مارا
پھرا گھر گھر مین وہ حیران و خاموش — گرا بستر پہ اوسکے ہوکے بیہوش
ہوئی اوس حال سے مادر جو آگاہ — کہا بھر کر دل ناشاد سے آہ

از جوش عشق آوارہ شدن از خانہ پسر شیشہ گر در شب سوئے صحرا و آگاہ شدن پدر و مادر و تجسس کردن آنہا

گھر آ جان دل محزون مادر — نہ کر قتل پدر اور خون مادر
جہان ہے وان سے تو جلدی پہونچ اب — پدر تیرا پڑا ہے جان بر لب
کسی نے تجکو جانے مین نہ ٹوکا — نکلتے چاند بدلی سے نہ روکا
غرض جون رعد مان اوسکی تھی نالان — در افشان چشم ہے جون ابر نیسان
جو ہمسایہ سے تھے اوسکے ہمدم و یار — ہوئے اس ماجرے سے سب خبردار
کہا ڈیوڑھی پہ یون ہر ایک نے آ — کہ مادر جزع سے اب فائدہ کیا
خدا کیواسطے ٹک دلکو دے صبر — جدائی اوسکی ہمپر بھی تو ہے جبر
کریگا جستجو ہم مین سے ہر یک — لے آوینگے اوسے ہر طرح تجھ تک
اسی ہی گفتگو مین تھے وہ باہم — کہ آکر ہوش مین با چشم پر نم
پدر اوسکا لگا کہنے کہ یارو — مجھے بھی ساتھ تم بہر خدا لو
کہا اون سب نے بہتر اس سے کیا ہی — ہمارا بھی یہی کچھ مدعا ہے

غرض ساتھ اوسکے سب بھرتے دم سرد
لگے کوچون مین کرنے گشت ہر سو
نہ تھا غیر از تلاش اونکی اونھین کام
لگا پوجب ہوئی زائد ز مقدور
لگی جانے ہوئی جب صورت یاس
اونھون نے چند مدت یون بسر کی
کٹے رمال کے یان دنکو اوقات
اونھون کو ایک دن رحم ان پہ آیا
نہ ہو تم زندگی سے اوسکے مایوس
پر ایسے وہ بیابان مین کہین ہے
مگر جاوے کوئی ایسا ہی جانباز
کہا اوسکے پدر نے سو وہ ہم ہین
خدا پر کر نظر جاوینگے ہم وان
نہین ہے ہمکو حفظ اوسکے سے انکار
جھون کے ساتھ ہو حفظ الٰہی
غرض وان سے اوٹھے یہ شاد و خرم
گھر آکر اپنے یارون کو بلایا
وہ بولے ہم بھی ہین چلنے کو حاضر
یہ کہکر سب نے مارا ہاتھ پر ہاتھ
پھر اوسکے بعد باہم ہوکے یکدل
غرض پہونچے یہ جون تون بعد یک ماہ
پڑے نزدیک جسدم ان سے وہ ٹھانون
لگے کرنے سب آپس مین پس و پیش
پھر آخر کیون نہ ہو زہرہ پدر کا
اسی پر گردش افلاک ہووے

چلے روتے وہ جو تھے صاحب درد
پھرے ہے جسطرح آب چکا بو
نہ دن کو چین ہے نہ شب کو آرام
تھکے ڈھونڈھ اوسکو جب نزدیک اور دور
منجم کے وہ اور رمال کے پاس
سکونت چھوڑ دی دن رات گھر کی
منجم کے پڑے رہتے تھے گھر رات
عمل سے اپنے ان کو یون بتایا
طرف مشرق کے یان سے ہے وہ سو کوس
گذر انسان کا جس جا نہین ہے
جو اپنی زندگانی سے ہو ناساز
کہ روز و شب میان درد و غم ہین
اور اوسکو ہر طرح لاوینگے ہم یان
ہوئی گلزار ابراہیم پر نار
بچین سو طرح کی کھا کر تباہی
کیا عزم سفر دل پر مصمم
منجم کا سخن اون کو سنایا
جہان ہو وہ چلینگے اوسکے خاطر
کہ ہے یہ قول ہم ہین آپکے ساتھ
چلے طے کرتے یہ منزل بمنزل
نواحی بیچ اوس صحرا کے ناگاہ
جگر کس کا کہ پھر آگے دھرے پاؤن
جہان تک تھے وہ کیا بیگانہ کیا خویش
کہ لخت ایسی جگہ جس کے جگر کا
تو وہ جی اوسکے پیچھے کیون نہ کھووے

دکھنا پہلے وہ اس ویرانہ اندر — کمر ہمت پہ اون سب کی بندھا کر
نظر آیا عجب صحرا لق و دق — کہ دیکھے سے جگر ہو شیر کا شق
عجب وہ موضع خوف و خطرناک — دیا اون گرد کھانیں زیر افلاک
بیابان تھا وہ ایسا وحشت انگیز — کہ وحشت جسکی تھی عالم کی خونریز
نہ جاوے جند کی اس سمت آواز — کرے بوم اوس طرف منھ کر نہ پرواز
کسی رو بندگی سے تھا نہ وان بات — ہزاروں طرح کی اوس جا بلیات
نظر آئین وہ حالات عجائب — نہ دیکھا ہو کسی نے وہ غرائب
کبھو آتش سے جون دہکے ہے جنگل — کبھو اس طرح جون برسے ہے بادل
کہین نظروں سے تھے وان روز و شب گم — کہین تھے یک جگہ خورشید و انجم
لگے وان سوز تھا اور گاہ وان ساز — لگے رونے کی گہ ہنسنے کی آواز
ہوا کا نام اوس جا تھا نہ زنہار — مگر تھی اوس جگہ اژدر کی پھنکار
نظر آتا کبھو اون کو جو وہ دشت — تو جھکتے دیکھو تھے دم جہان گشت
بیان کیا کیجے یہ انسان تھے یا جن — کہ ایسی جا نہ سمجھے رات اور دن
پڑے پھرتے تھے وان بیتے ہوے پے — کرین دریافت یہ تا وہ کدھر ہے
کہ ناگہ اک نسیم آئی اودھر سے — جہان بیٹھا تھا وہ آوارہ گھر سے
گئی یوسف کی جب یعقوب تک بو — پدر نے ڈھونڈھ کر پایا پسر کو
نظر آیا اوسے یون ان کا دلبند — کہ اوس میں وحشت اوس صحرا سے وہ چند
دل اوس کا وان نہ تھا خوف و خطر مین — وہ صحرا بلکہ تھا اوس سے حذر مین
بہے تھا گرم یہ آنکھوں سے خون ناب — کہ تھا گرد اوسکے اک آتش کا گرداب
جمی تھی چہرے اوسکے پر زبس گرد — کرے پاک اوسکو ایسا کون تھا مرد
وہ آنکھیں جس پہ جی دیتا تھا عالم — نہ تھیں کچھ رخنۂ دیوار سے کم
پڑے تلووں مین خار دشت سے چھید — قدم تک ہوئے سر تھے صورت بید
جب اس صورت سے پایا وان یہ مہوش — پدر تو دیکھتے ہی گر گیا غش
جو اوسکے اور وان تھے ہمدم و یار — لگے کہنے وہ یون با چشم خونبار
یہ تیرا حال کیا ہے اے فلانی — نہ تو نے قدر حسن اپنے کی جانی

نظر بھر دیکھ تو حال پدر کو — خدا کیواسطے چل یان سے گھر کو
ارے ظالم تری مان کا ہے یہ حال — لیے ہے خون مین تر آنکھوں سے رومال
کبھو پوچھے مجھ سے کہو تم کہو — وہ میرا مہ ہوا ہے کس طرف گم
کبھو رمال سے قرعہ پھنکاوے — کہ میرا لال گھر مین کب تلک آوے
جوانی پر نہین اپنی اگر غور — تو پیری پر نظر کر اوس کے ہر طور
قد اوسکا بار غم سے نے یہ کیا خم — کہ ساق پا سے ہے اوسکا عصا کم
ہوئی تحلیل تجھ غم مین وہ یہ دوست — نہ اوسمین استخوان نے گوشت نے پوست
بجز موے سفید اوسمین نہین کچھ — نہین جون آکھ کی بڑھیا نہین کچھ
کسی کے منھ کی پھونک اوس تک اگر آ — کہین سے وہ کہین اوڑتی چلی جائے
خدا کیواسطے اس عمر مین یار — نہ رکھ اوسکو غم اپنے مین گرفتار
غنیمت زندگی اوسکی تو اب جان — کہ وہ تیری کوئی دم کی ہے مہمان
ہمارے حق صحبت کو بھی مت بھول — محبت مین نہین یہ بات معقول
اوسے سمجھا رہے تھے ملکے سب یار — کہ اسمین باپ اوسکا ہوکے ہشیار
لگا کہنے کہ سن لے اے مری جان — مین تیرے دم دم اوپر سے قربان
کہیگا تو جو کچھ وہ ہی کرونگا — رضا مین تیری جیونگا مرونگا
پر اب بہر خدا چل گھر کو یان سے — تجھے بیزار مت کر میری جان سے
یہ کہکر اوسکے قدمون پر گرا جب — ہوا راضی وہ گھر کے چلنے کو تب
غرض منت سماجت کر کے ہر ایک — بہر صورت لے آئے اوسکو گھر تک
اونھین تھا فضل حق ازبسکہ ملحوظ — طلب ہو بچے بلیاتون سے محفوظ
پسر نے مان کو جب صورت دکھائی — لبون سے مان کے تن مین جان آئی
ولے جس روز سے وہ گھر مین آیا — کسو نے خوش اوسے اک دم نہ پایا
رضا جوئی مین تھے سب اوسکے ہر چند — رکھا کرتے تھے پر اوس کو نظر بند
جو کچھ پوچھے تھا کوئی گاہ بے گاہ — جواب اوسکو وہ دیوے تھا با کراہ
زبان تو آشنا تھی گفتگو سے — نہ کہہ سکتا تھا پر دل کی کسو سے

ظاہر شدن عشق اوبر ہمگنان وبیرون رفتن از خانہ بطرف زرگر پسر

پلا ساقی شراب آتش آمیز — مجھے جلدی پیالا کر کے لبریز
مجھی کو اوسکے ہے پینے کا یارا — کھنچی ہوے جو آتش پر دوبارا
جب آیا تنگ وہ گھبرا کے اک روز — چلا پھر گھر سے بھرتا آہ جانسوز
چلے ساتھ اوسکے سب روتے ہوئے زار — کہ جون شبنم سے ٹپکین گرد گل خار
اور اوسکے والدین اُن سب مین غمناک — برہنا پا سرون پر ڈالتے خاک
ہوا جسوقت یہ احوال طاری — در و دیوار سے تھی آہ و زاری
ہر اک اس واردات اوپر نظر کر — کفِ افسوس ملتا آہ بھر کر
کہے تھا یہ سخن با چشم پُر نم — اس آہو نے کیا بستی سے پھر رم
کوئی تھا دیکھ اس صورت کو گریان — کوئی انگشت حسرت زیر دندان
غرض اسدن تو ملکر مرد اور زن — لے آئے گھر اُسے باحیلۂ و فن
پر آخر آخر اوس کا یہ ہوا حال — کہ جس کوچے مین وہ اطفال نونہال
سحر سے شام تک پٹتا تھا یہ رنگ — تن نازک تھا اوسکا مورد سنگ
سراپا سے وہ جب ہوتا تھا مجروح — اوسے ہوتی تھی اوسدم فرحت روح
گذر اوس کا کبھو جنگل کبھو شہر — دل اوس کے آ گئی جسطرح کی لہر
یہ شب بستی مین گر رہنے کا تھا ٹھاٹ — کسی کے در کسی بقال کے ہاٹ
اگر جنگل مین رہجاتا کسی رات — درختون مین کہین کٹ جاتی اوقات
نہ بیم گرگ اوسے نے خطرۂ شیر — ہوا تھا زندگانی سے زبس سیر
جو دیکھی والدین اوسکے نے یہ شکل — حرام اون پر ہوا کیا شرب کیا اکل
تھکے جب سو طرح کی کر کے تدبیر — کیا ناچار اوس وحشی کو زنجیر
پڑی زنجیر تو اوس کے قدم مین — ہوا اک خلق کا دل قید غم مین
پر اوسکو تھا نہ کچھ زنجیر سے غم — بیاد دوست اپنے شاد و خرم

تصور مین تھا اوسکے اسقدر غرق ۔ نگر شکل اوسکی سے کرتی نہ تھی فرق

جو آجاتا کبھو آئینہ درپیش ۔ کرے تھا سجدہ بہ عکس رخ خویش

چھپانے سے محبت کب نہان ہو ۔ کہ پنبہ مین شرر مخفی کہان ہو

حجاب آخر اوٹھا راز نہان سے ۔ ہوئے سرزد یہ شعر اوسکی زبان سے

دلا مین تجھ سے کہتا تھا کہ زنہار ۔ محبت ہے بُری آتش خبردار

نہ مانی بات تو کیجو نہ وہ کام ۔ کہ اس آتش کے جلتو نہین ہو بدنام

گریز اب اس سے خفت کو بکو ہے ۔ اسی آتش کے اندر آبرو ہے

نہ سمجھا تو شراب عشق ہے زہر ۔ ڈری موج اوسکی سے کالے کی ہی لہر

چراغ عشق مین تو دے کے روغن ۔ نہ کیجو عاشقون مین نام روشن

کہے یہ پنبہ روغن سے کہین ددر ۔ نہ پکڑے خون عاشق بن کبھو نور

جہان مین عشق اگر شان عسل ہے ۔ مزا لینے مین اوسکے یہ خلل ہے

جو کیسا ہی کوئی ہو صاحب ہوش ۔ بچے گر نیش سے جیتا تو ہے نوش

ہوا ہے تو اگر پروانۂ عشق ۔ تو جانبازی مین رہ مردانۂ عشق

تلے تیغ جفا کے سر علم رکھ ۔ بسان شمع یان ثابت قدم رکھ

یہ باتین سنکے سب حیران تھے ذہوش ۔ رہا کیونکر یہ راز آتش مین خس پوش

سخن یہ جو کوئی خاطر مین لایا ہے ۔ اوسے عاشق کسی کا ان نے پایا ہے

ہوا تفتیش کا ہر ایک مائل ہے ۔ کہ دے بیٹھا ہے یہ ظالم کسے دل

ملاقات کردن زرگر پسر از پسر شیشہ گر بجذب محبت و کشش عشق عاشق و معشوق

الا اے ساقی فرخندہ فرجام ۔ طرب کی مے سے کر لبریز وہ جام

کہ جسکو پی کے ہون مین مست و سرشار ۔ کردن پھر وصل سے دونون کی گفتار

ملاقات اسطرح دون یک دگر مین ۔ کہ آئینہ ہو جون سونے کے گھر مین

تجھے بھی ہو کہین الفت تو آ دیکھ ۔ یہ تخم عشق کی نشو نما دیکھ

جو ہین چونکا غرض وہ دیکھکر خواب　　چلا گھر سے نکل ہو سخت بیتاب

بہے بھتے ہر مژہ سے اشک کے خیل　　چلا سر مارتا ہر سمت جون سیل

اوسے وان جذب کامل کھینچ لایا　　چلا جس گھر با کے ساتھ آیا

جہان تھا وہ محبت کا گرفتار　　کھڑکتی تھی بپا زنجیر ہر بار

سُنی زنجیر کی جب اون نے آواز　　کھلا ہے دلپہ اوسکے پردۂ راز

ہوا سنتے ہی شوق اوس کو دوبالا　　قدم پر اوسکے سر جاتے ہی ڈالا

لگا کہنے کہ میری جان عاشق　　مین سرتا پا ترے قربان عاشق

جو تو عاشق ہے مین معشوق تیرا　　تو مین عاشق ہون تو معشوق میرا

اب اوٹھ کریان سے تو چل گھر کو میرے　　کرون شانہ مین بالون بیچ تیرے

سلاسل تیرے پاؤن سے نکالون　　مین تیرے موے سر دھو دھوکے پالون

سپش سر سے ترے چن چن کرون دور　　تری خدمت مجھے نورٌ علے نور

ترے پنڈے کو مین مل مل کے دھوؤن　　تری کلفت کو سرتا پا ہی کھوؤن

تجھے تن زیب اور خاصہ پنھاؤن　　تجھے فرش اپنی آنکھین کر بٹھاؤن

بجالاؤن ترا سب طرح فرمان　　ترے جاؤن سدا قربان قربان

یہ باتین دوست کی جسدم پڑین گوش　　تو بولا ہوش مین آکر وہ مدہوش

ترا گھر اس سوا ہے کونسا گھر　　ترے گھر سے ہون مین کس آن باہر

جہان بیٹھا ہون مین سو گھر ہے تیرا　　یہ ہر حلقہ قدم مین در ہے تیرا

سمجھے یہ جو مری زنجیر پا ہے　　ہتھوڑی کی تری اسمین صدا ہے

نہین یہ جھنجرے مین سانس میری　　یقین ہے مجکو وہ چھنگنی ہے تیری

کٹھالی دل مرا اور داغ آتش　　محبت وہ طلا جس مین نہین غش

مرے سرتا قدم تو مو بمو ہے　　مین آپ ہی کو سمجھتا ہون کہ تو ہے

یہ باتین کرکے مت کر تنگ مجکو　　دوئی کا مت لگا اب ننگ مجکو

محبت کا جہان سرسبز ہو نخل　　من و تو کے ثمر کو وان ہے کیا دخل

دیا حق نے جو کام اون کا سرانجام　　اور آپس کے سخن پہونچے باتمام

ملے باہم گلے بعد اوس کے رو رو کر　　بہے دو بحر آتش ایک ہو کر

غرض دونون کی سُن سنکر وہ گفتار — کھڑے اوس جاے یہ روتے تھے حضار
پڑے کانون جب یہ حرف دلکش — کیا بہتون نے سُنکر یہ سخن غش
کیا کتنون نے چاک اپنا گریبان — ہوے اکثر بروے خاک غلطان
ہوئی جسطرح کی اوس وقت تاثیر — نہین کی جاتی اوس عالم کی تقریر
کسی سے مین نے یہ قصہ سُنا تھا — براب اظہار سے یہ مدعا تھا
طلب مین وہ جوان اک شیشہ گر کا — ہوا عاشق جو اک زرگر پسر کا
رہا از بسکہ عشق اوسکے مین محکم — ہوے اک روح وہ دو قالب باہم
جو کوئی آپ کو اس طرح کھووے — خدا کا وہ خدا تب اوسکا ہووے
ہوا زرگر پسر جون اوس مین موجود — محبت یون ہو تو ہو عبد معبود
محبت حق کی جس مین یون در آئی — کرے ہے بندگی مین وہ خدائی
جو حق کے عشق مین ثابت قدم ہو — مکان دیر بھی اوس کو حرم ہو
جو آگے اوس کے ہو دیوار یا در — نہ سمجھے حق سے خالی ہے یہ اب گھر
خدا اک عشق کو ایسے کے مانے — جو اوس کو ہر جگہ حاضر نہ جانے
سُنی حضرت نے یارو یہ کہانی — اگر سمجھین زراہ نکتہ دانی
تو لون مین دوڑ کر اونکے قدم چوم — دگر نہ یان ارادت اپنی معلوم
بھلا ٹک منصفی سے ہوکے درپے — کہو یارو یہ سچ ہے یا غلط ہے
لگی ہو گر بُری تم کو یہ تقریر — بحل تو کیجیے سودا کی تقصیر

دربیان دعائیہ مدح شاہ عالم پادشاہ ظل اللہ و نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر

پہونچ اے ساقی میخانۂ ہوش — لبالب دے مجھے پیمانۂ ہوش
کہ تا سرخوش مین اوس بادہ سے ہوکر — کرون کچھ تازگی سے اب سخن سر
سمجھ اے خامہ یان چاہے ادب ہی — کہ یہ مدح شہ عالی نسب ہے
زبان آب گہر سے پہلے دھو کر — بروے صفحہ تب کیجو سخن سر

جہان پر مہ سے روشن تر حسب ہین ۔ برنگ آفتاب اپنے نسب ہین
ترقی ہو اسے دل خواہ عالم ۔ کہاوے تا ابد یہ شاہ عالم
مدام اوس کو الٰہی کامران رکھ ۔ سدا زیر نگین اوسکے جہان رکھ
وزیر اعظم اوس کا تا قیامت ۔ رہے آفاق مین یارب سلامت
کرم کے بحر کا یکتا ہے وہ دُر ۔ جہانین آصف الدولہ بہادر
رہے وہ مسند آرائے وزارت ۔ کہ ہے وہ رونق جائے وزارت
فزود اوسکا سدا جاہ و حشم رکھ ۔ اوسی کو صاحب سیف و قلم رکھ
جہان مین اب جو ہے خوان نعم کا ۔ ہو اوس کے ریزہ چین خوان کرم کا
اوسی کے سایے مین ہو خلق مسرور ۔ زمانے کے رہے آفات سے دور
کمیت خامہ کی سودا عنان لے ۔ سخن کو زیادہ اس سے طول مت دے
خزف ریزے کو اپنے مت گہر جان ۔ سخن کا رتبہ اپنے آپ پہچان
کہین ہین گو کہ سب اس فن کے ماہر ۔ گہر تیرے وہ خوش ہونیکے خاطر
سخن تیرے پہ ہر اک ہی جو مصروف ۔ قبولیت پہ ہے یہ بات موقوف
خصوصاً خان عالم خان بہادر ۔ سخن جنکا ہے گوش فہم مین دُر
زراہ دوستی بولے وہ سنکر ۔ نہین یہ مثنوی ہے گنج گوہر
خیال اس مثنوی کا تجکو کب تھا ۔ محرک ہونے کا اون کے سبب تھا
رہین وہ شاد یارب صبح اور شام ۔ کہ آغاز اوس کا پہونچا تا بہ انجام

مثنوی بطور خط

خان صاحب مشفق والانشان ۔ مظہر لطف و انیس و مہربان
بعد اظہار تمنا سے دلی ۔ درجواب نامہ لکھتا ہون جلی
ہاتھ مین ہے خامۂ گوہر فشان ۔ تا کرون دُرریزی معنی بیان
معنی رنگین اگر لبریز ہو ۔ صفحۂ قرطاس سب گلریز ہو
کیون نہ ہو شیرین کلامی کا اثر ۔ بند بند اس کا ہے مثل نیشکر
سرنگون رہتا ہے کیا شام و پگاہ ۔ جبہہ فرسا ہے سدا یہ روسیاہ

گرچہ ہے مہر خموشی بر دہان
ایک قلم ہے کام مین اوسکے زبان

غور سے دیکھو نظر آتا ہے صاف
جون در مقصود ہے سینہ شگاف

رفتہ رفتہ پا سے لیکر تا بفرق
عشق الفت مین سدا رہتا ہے غرق

سب یہی کہتے ہین اسکے اہل فن
ہے بجا شیر نیستان سخن

گرچہ سینہ صاف یان رکھتی ہے لوح
لیکن اس کے سامنے ہے سادہ لوح

کیا کہون تعریف اوس کی سر بسر
آستین سے جھاڑے ہے لعل و گہر

سر بسر تحریر خط ہے دل یہ اب
مو بمو کیجے رقم احوال سب

آپ کا پڑھکر خط بہجت نمط
کچھ ہوئی تسکین نہ اس دلکو فقط

شکل نرگس ہے یہ چشم انتظار
رہگئی وا دیکھکر بے اختیار

ہے خیال اس دلمین یانتک آپکا
ابتدا کو ہو نہ جس کا انتہا

کیا لکھون بیتابی درد فراق
دیکھنے کا ہے تمہارے اشتیاق

تاب دوری کی نہین ہے دلکو اب
یون جلون ہون دن کو جیسے آفتاب

آپ سے صاحب نہین کچھ دور ہین
گردش افلاک سے مجبور ہین

شمع سان سر رشتہ الفت تمام
سب یہ روشن ہے کہ ہی تم سے مدام

کچھ نہ پوچھو ماہی بے آب ہون
تشنۂ دیدار ہون بیخواب ہون

تم بن اب با چشم نظارہ کنان
روز و شب حیران ہون آئینہ سان

یاد مین شب کو بیاض صبح کی
چشم اختر سے لگی ہے ٹکٹکی

چشم طوفان خیز ہے کیا اپنی آہ
تار مژگان ہے رگ ابر سیاہ

دل گرفتہ غنچۂ تصویر ہون
وا شد سر غنچۂ تقدیر ہون

مختصر کر کے کرون مین کیا رقم
قصۂ فرقت نہین ہوتا ہے کم

آپ نے لکھا تھا ہم نے چند خط
تمکو بھیجے یان نہین پہونچے غلط

خط اگر آتا تو لکھتے ہین جواب
اے کرم فرمائے من وہ ہین شتاب

صورت مہر لفافہ چشم یان
انتظار خط مین تھی وا مہربان

یہ نہ تھا معلوم کچھ کیجے یقین
ڈاک بیٹھی ہے اودھر کو یا نہین

خط کے آنے پر نہ کرتا انتظار
نامہائے شوق لکھتا لاکھ بار

گر پہونچ سکتے نہ جلدی ڈاک مین — یک قلم نرگس بنظرہ تاک مین
بھیجتا با آرزو ہاے تمام — اپنی آنکھون سے تمھین اے نیکنام
کیا لکھون بس حال مہجوری بھلا — جب قلم کا سینہ شق ہونے لگا
اضطراب دل کی یہ مین نے لکھا — موج دریا کاغذ ابری بنا
چاہیے اپنی خبر لکھا کرو — بے قراری دور ہو تسکین ہو
تا ابد رہوے یہان بھی اور وہان — حرف رسم خط کتابت درمیان
رو کے کہتی ہے قلم اب مجکو تھام — ختم کرتا ہے یہ لکھکر والسلام

مثنوی چہارم بطور خط

پہلے پہونچے مری طرف سے سلام — کہ یہی ہے طریقۂ اسلام
پھر جو ہے اشتیاق ملنے کا — وہ قلم کی زبان سے کب ہو ادا
یہ سخن جانو یقین کر کے — شوق جس مرتبہ لکھا تم نے
جو گنا اوس سے ہے ہمین واللہ — راست کہتا ہون مین خدا ہے گواہ
رسم دنیا مین ہے یہ مدت سے — کہ جہان واسطے ہے الفت کے
دلکو دل کی خبر پہونچتی ہے — چھپ سکے کیونکہ دوستی سی شے
بیت ہر ایک تازہ مضمون تھی — نئی طرحون سے خوب موزون تھی
ہوئی دلکو مطالعے سے خوشی — آفرین کی ہر ایک جاگہ تھی
خط نہ لکھنے کا جو لکھا تھا گلا — جب پڑھا وہ تو محض تھا بیجا
ہم نے سو طرح مہربان کیا — لتبہ ملنے کا کیون گمان کیا
دیکھیے اسمین کس کی تھی تقصیر — جس کی ثابت ہو کیجیے تحریر
نہین اب خوب زیادہ طول کلام — یہین تک خط کو مین کرون ہون تمام
لکھی رندانہ اک دوٹی بات — ہے بکھیڑا خرابی اوقات
لیکن اب دل کی بیقراری ہے — وصل کے دن کی انتظاری ہے
اب قدم رنجہ کیجیے جلدی — کہ نہین تاب صبر کی باقی
دل جو مشتاق ہووے ملنے کا — خط کتابت سے اوس کو فائدہ کیا

چاہیے یون کہ خط کے دیکھتے ہی
دو ہین تشریف لائیے جلدی

حد سے افزون ہے اشتیاق مجھے
نہین اب طاقت فراق مجھے

یہی ہے دلمین آرزو دن رات
کہ سدا ایک جا کٹے اوقات

مثنوی پنجم در بیان معانی بیت مثنوی مولوی روم

حق تعالے نے بہر صاحب کمال
کی عطا منہ مین زبان بہر مقال

مدعا پردہ مقال اس سے نہین
گفتگو دنیا کی جس مین ہو کہین

یا سخن ایسا کہ جس مین ہووے شر
پہونچے اپنی جنس کو جس سے ضرر

چاہیے نکلے زبان سے وہ سخن
آفرین جس پر کرے ہر مرد و زن

سنکے عالم جس سے ہووے ستفید
سر بسر ہو فائدہ اوس سے پدید

نطق سے کے ہے باغ کا پھل اور پھول
ذکر قال اللہ یا قال الرسول

یا کلام عارف باللہ ہے جو
سوے تحقیقات جس کی راہ ہے

پس مین اس صورت مین یارو یہ سوال
اون سے کرتا ہون جو ہین صاحب کمال

یاد ہے وہ شعر مولانائے روم
جس کے معنی سو طرح اہل علوم

بیٹھکر آپس مین کرتے ہین بیان
پر نہین ہوتے بہم خاطر نشان

شعر وہ یہ ہے کہ دو تم گوش ادھر
دل کو ٹک لاؤ بفہم و ہوش ادھر

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام
ہفتصد و ہفتاد قالب دیدہ ام

اسکے معنی سے تناسخ ہے پدید
گر یقین کیجے تو ہے کفر شدید

مولوی ایسا سخن کیونکر سے کہے
جس کو نسبت کیجیے الحاد سے

کلمۂ کفر اوس سے کب ہووے ظہور
سمجھیے گر یون تو ہے نقص شعور

کوئی کہتا ہے کہ مستی کا کلام
مولوی پی کر مے عرفان سے جام

بول جاتا ہے وہ اکثر اس طرح
بن پیے اوس مے کے سمجھین کسطرح

کوئی کہتا ہے بھلا ٹک کیجے غور
معنی گذرے ہین مری خاطر مین اور

مدعا اُگنے سے ہے نشو و نما
ہر جگہ کرنا خودی سے ہو فنا

ہے غرض قالب سے دل ہر ایک کا
خلقت خالق مین بد اور نیک کا

لیکے انسانات سے تا وحش و طیر　دیکھنی قالب سے مطلب اونکی سیر
یون کلام مولوی دے ہے خبر　یعنے مین جس دل مین دیکھا پیٹھکر
کچھ نظر آیا نہ غیر از اوس کی ذات　اس قدر پایا محیط کائنات
معنی ہم اس شعر کے سمجھے ہین یون　اور کی فہمید مین کچھ اور ہون

حکایت

سلف کے زمانے کا تاریخ دان　یہ لکھتا ہے احوال وارفتگان
کہ ملک عجم کا تھا اک بادشاہ　خداوند دیہیم و تخت و کلاہ
قضا کار وہ والی نامدار　ہوا درد قولنج سے بیقرار
طلب کی اطبا کی تجویز سے　طبیعت کی تلئین ہر چیز سے
پہ اوسکو نہ ہوتا تھا کچھ سود مند　ہر اک لحظہ تھا درد اوسکا دوچند
دوا سے نہ دیکھی جو شہ نے فلاح　کی ارکان دولت سے اپنے صلاح
کہ دست دعا کیجیے گر طلب　بہ نسبت دوا کے مناسب ہے اب
گئے ملکے سب اک قلندر کے پاس　کیا واقعہ اوس سے سب التماس
کہا دست دعوت کرون مین دراز　اگر بادشاہت کرے وہ نیاز
سُنا شاہ نے جب گدا کا سوال　یہ کچھ کر کے دل بیچ اپنے خیال
کہ جب جان ہی ہاتھ سے جائیگی　تو کس کام پھر سلطنت آئے گی
غرض لکھ کے اقرار اک فرد پر　دیا بھیج اوس مرد کامل کے گھر
رکھا اوسکو اور کرکے اون نے وضو　دعا انکے حق مین کی ہو قبلہ رو
نہ گذرا تھا اس بات کو ایک دم　جو زائل ہوا نفخ درد شکم
جو مسدود تھی ریح روده نکے بیچ　ہوئی دفع کھلتے ہی سدد نکے پیچ
بہر حال تب شہ نے پائی شفا　کہا کر یے وعدے کو اپنے وفا
کہا مرد درویش نے اے عزیز　اسے چاہیے شخص پر بے تمیز
کہ خواہش مین اوس سلطنت کے دکجان　کہ وابستہ اک گوز پر تھی ندان
یہ دنیا جہان جائے یک چند ہے　عبث دل ترا اس جگہ بند ہے

ہے درپیش اک عمدہ تجکو سفر — رکھ احوال ٹک وان کا مد نظر
کہ یان تو جو کچھ پیش آجائے گی — بہر حال دو دن مین کٹ جائیگی
اگر ہے گدا یان وگر بادشاہ — ہے دو دن کا زیہ زمین خوابگاہ
مسلم ہوا جب کہ ہونا ہلاک — چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک

حکایت

سُنا ہے کہ اک مرد آزادہ طور — جز اپنے نہ رکھتا تھا اسباب اور
جہان تھا وہان فارغ البال تھا — ہر اک حال کے بیچ خوشحال تھا
کہا اوسکو اک شخص نے کیا بعید — اگر ہم بھی خدمت مین ہون مستفید
کوئی دن تو اس جا پہ کیجے معاش — معین ہو یکجا بہم بود و باش
کہا گرچہ یہ بات ہے بے وصول — ولے خوب خاطر سے تیرے قبول
لے آیا یہ اوسکو بہ طیب تمام — دیا خاص کر اپنے گھر مین مقام
یہ جب تک کہ اوس گھر مین کرتا انند — درخانہ رکھتا سدا قفل بند
مگر وان سے جاتا کہین بہر کار — کھلے چھوڑتا اوسجگہ کے کوار
کھلی جب کہ ہمسایگان پر یہ بات — سبب کو یہ سائل ہوے اسکے سات
اس عقدے کو کیجے گا ہمپر بھی صاف — کہ وضع جہان سے ہے یہ برخلاف
کہا چیز کیا اس مین اشکال ہے — موافق تمھین سے تو یہ چال ہے
محافظ اسی گھر کے ہین سب عزیز — جہان ہے کچھ اجناس یا نقد چیز
غرض کو سنا ہے مرا اختراع — کسی کی ہے کچھ مین ہون اپنی متاع
غرض یہ کہ جو عارف اللہ ہین — وہ کیا ہے کہ اپنے سے آگاہ ہین
جو غافل تو کچھ سمجھے اپنے تئین — کوئی چیز یان تجھ سے بہتر نہین
جو رکھتا ہے کچھ اپنے دل مین ہوس — تو اس رمز سے اک اشارت ہی بس

حکایت

سُنا جائے ہے اک ہوس کا حال — کہ رکھتا تھا نت کیمیا کا خیال

یہ کچھ کر کے دل بیچ اپنے قیاس ۔ گیا ایک درویش کامل کے پاس
رہا اونکی خدمت مین تا چند سال ۔ کیا ایک دن وقت پا کر سوال
اگر کیمیا آپ کو یاد ہو ۔ تو بندے کو بھی اپنے ارشاد ہو
کہا ہے یہی گر ترا مدعا ۔ تو بہتر ہے دیتا ہون تجکون بتا
یہ اجزا ہین اسکے تو جا اور لے آ ۔ یہ ترکیب ہے اس طرح سے بنا
غرض طور جب کر لیے سب بیان ۔ کہا اسمین اک شرط ہے درمیان
یہ نسخہ تو جسوقت لے کر بنائے ۔ کبھو دلمین بندر کا خطرہ نہ لائے
کہا اینی یہ بات ممکن نہین ۔ جو خطرہ ہو دلمین وہ جاوے کہین
تمھین اس کا دینا جو منظور تھا ۔ تو اس حرف کا کون مذکور تھا
نہ سمجھا غرض اوسکے رمز نکات ۔ کہ پردے مین تھی مرد عارف کی بات
کہ جب دلکو خطرے پہ قادر کیا ۔ تو پھر اسیچ ہے خطرہ کیمیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل ۔ تب دل دے بقدر خواہش دل
وہ دل دے ہو جو نیش غم سے معمور ۔ مشبک سر بسر جون شان زنبور
ہو شور انگیز چشم گریہ آلود ۔ لب زخم جگر کو رکھ نمک سود
رہے یون کلفت تن مین دل پاک ۔ کہ پنہان ہووے جون اختر تہ خاک
کرامت کر وہ عشق آتش انگیز ۔ کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلگریز
مدام اک ناز پروردے جراحت ۔ کرے خلوت مین دلکی استراحت
ہمیشہ جون رگ تاک بریدہ ۔ ہو آنسو تا سر مژگان رسیدہ
ز موج اشک دے خنجر گلو کو ۔ نیابت جون سنان کے مو بمو کو
اُمیدونکے اوٹھا خاطر سے وسواس ۔ انیس شخص دل کر شاہد یاس
کر ایسا مشتعل داغ جدائی ۔ ہو روشن جس سے شمع آشنائی
کھلے دلپر بدنیسان باب توفیق ۔ کہ بے پردہ عیان ہووے تحقیق

نہ ہون من بعد محو پوچ بافی
کرون اصل سخن سے موشگافی

در حمد باری تعالیٰ

بنام آنکہ عشق آموز دل ہے
چراغ افروز شمع سوز دل ہے

عطا کی اون نے گل کو شکل زیبا
کیا بلبل کو اون نے ناشکیبا

جہان ہو اسکا غم ہنگامہ پرداز
ہے ماتم کے تئین شادی پہ وان ناز

لگا کر مو سے تا خار و خس و طور
ہین اوسکے شوق نظارہ مین معمور

ہر اک پردے مین پنہان ہے وہ خورشید
تو اس دھوکے مین ہے یہ عمرو یہ زید

جو دیکھے ہے تو اس عالم مین موجود
ہے اوسکی بود سے ان سب کی بہبود

نہ ہو اوس سے اگر ذرّہ کو تائید
اسے کیا رو کہ چاہے وصل خورشید

دم ماہی ہے جس صورت سے پانی
اوسی سے ہے ہر اک کی زندگانی

جو دیکھے تو ہر اک دم کو بامعان
تو کچھ سمجھے ہین یہ گیدھر کی فیضان

فضولی ہے اب آگے حرف و گفتار
کہ یک مشت ممنون بس ہے زخردار

اگر دریافتی بر دالنشت بوس
دگر غافل شدی افسوس افسوس

در نعت حضرت سید المرسلینؐ

الا اے ساقی فرخندہ فرجام
ادب کی مے سے تو آتش کا بھر جام

کہ یان نقد فضولی ناروا ہے
نہین یہ حمدؐ نعت مصطفا ہے

زہے سر دفتر ارباب ملّت
تداوی بخش صد انواع علت

محمدؐ وہ کہ ہین جتنے پیمبر
ہین اوسکے مرتبے سے سب فروتر

نہ ہوتا وہ اگر زینت دہ خاک
تصدق خاک کے ہوتے نہ افلاک

جہان مین ہے یہ جتنا کچھ ہویدا
ہوا اوسکے لیے سب کچھ یہ پیدا

غرض جو کچھ کہ اس کا مرتبا ہے
خدا ہی عالم اوسکا یا خدا ہے

یہ منہ اوسکی ثنا لائق نہین ہے
ثنا گر دانکا جبریلؑ امین ہے

بس اب بہتر ہے اس جاگہ خموشی
کہ ہو عجز سخن کی عیب پوشی

سکوت برمحل ہے دل کی تفریح
سخن پر اوسکو سو درجہ ہے ترجیح

دربیان مُناجات

خداوندا بپاے آل پیمبر / بحق باطن ہر چار سرور
مین ہون گر قابل نار جہنم / پہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم
شفیعون پر تنک میرے نظر کر / اوس آتش کو تنک اس پانی سے تر کر
کہ جس جاگہ ترا فضل و عطا ہے / مین کیا اور کسقدر میری خطا ہے

دربیان شروع حکایت

الا اے چارہ ساز بادہ نوشان / زبان گویا کن خاک خموشان
ہے عرصہ دل یہ خاموشی سے اب تنگ / رہے کبتک یہ آئینہ تہ زنگ
مری اس خاک کی دہو دل سے کلفت / کہون مین داستان جذب اُلفت
شب اک ماتم سرائے خانۂ عشق / بیان کرتا تھا یون افسانۂ عشق
کہ تھا پنجاب مین اک مرد درویش / گرفتارِ بلاے حالت خویش
ہمیشہ دست دل سے پاے کوبان / سدا آشفتہ ہجون زلف خوبان
حزین عشق مانند دم سرد / بسان جان عاشق سربسر درد
گداز تن سے تھا از خویش رفتہ / ہو جون محو چکیدن موم تفتہ
بتجویز جنون دلدادۂ عشق / ولے عاشق نہ تھا آمادۂ عشق
برنگ شمع سر سے پانون تک نار / یہ تھی اک اشتعال کہ اوسکو درکار
مقام اوسکا تھا اک جاگہ سر راہ / بوضع تکیہ ہے جس سے تو آگاہ
مدام اوس جا کو رکھتا اسقدر پاک / کہ گوئی آب گوہر سے ہے یان خاک
اگر تنکا تو وان سے ڈھونڈھ لاوے / تن لاغر سوا اوس کے پناوے
عجب ہے لُطف سے شاداب خرم / کہ ایسا قطعہ دیکھا ہے بہت کم
کئی اک صحن مین اوس کے خیابان / وہ گویا انتخاب باغ رضوان
شجروان کا ہر اک اتنا عجوبی / نہ ہووے جسکی کیفیت کو طوبیٰ
بہم اسطرح شاخین تھین نمودار / گلے مین باہین جون ڈالین ہین دو یار

غرض سایہ کے وان کے ہو سلاسل / کشان تھی سو طرب سے دامن دل
مسافر جو کوئی اوس راہ آتا / وہ دل سے یاد منزل بھول جاتا
سرائے دہر تھی گویا وہ جاگہ / کہ جو آیا وہ بھولا منزل و رہ
وہ ایک احوال سے بیچارہ درویش / مقیم اوس جا مین تھا باخاطر ریش
نہ اوس سے دلکو اک چیونٹی کے آزار / نہ اوس پر نیک و بد سے خلق کے بار
بسر کرتا تھا جس صورت سے دنرات / کہان پائی فرشتہ نے یہ اوقات
خوشا احوال یاران گذشتہ / کہ جنکی زیست تھی رشک فرشتہ
اک ہم ہین خلقت انسان بے ننگ / کسی سے ہم کوئی ہم سے یہان تنگ
ہے بدتر مرگ سے وہ زندگانی / کہ جب تب دل پہ ہو بیم فلانی
بہشت آنجا کہ آزارے نباشد / کسے را با کسے کارے نباشد
غرض جبتک وہ تھا اس خاکدان مین / بخوبی شہرہ تھا سارے جہان مین
بد و نیک جہان سے چشم بستہ / ہمیشہ بر در دلہا نشستہ
دلون کا پاس تھا آرام اوس کا / تھی خدمت ہر کسی کی کام اوس کا
قضا نے اس مین یہ بازی اٹھائی / کہ ناگہ اک برات اوس راہ آئی
زبس دیکھی جگہ مطبوع و جا سرد / اوتر بیٹھے ہر اک سو عورت اور مرد
جہان پر قافلہ اوترا تھا سارا / وہین اک سمت دولھن کو اوتارا
ہوئی گرمی سے ڈولی کی وہ جب تنگ / کیا اون نے ہوا کھانے کا آہنگ
نکالین انگلیان پردے سے باہر / رکھین اک ڈھب سے پشت دست اوپر
تعالی اللہ چہ فندق اوچہ انگشت / کہ دین تھین خونبہائے خلق بکمشت
وہ کافر دیکھنے مین آنکھ کے موبج / وہ شوخی مین کرے تھی برق سے گوبج
کہون کیا بات منھ کی جسکے آگے / کیے خورشید کو چک چوندھ لاگے
جو دیکھے یک نظر وہ روئے زیبا / نہ ہووے پھر کسی رو سے شکیبا
دوچار اوس سے ہوا یہ مرد درویش / گیا بیچارہ اک جھپکی مین از خویش
نہ جانے تھی نگہ یا تیر یا بار / کہ بے تحریک وہ دل سے ہوئی پار
کوئی یکدم جو تھی یکجا وہ خرسند / ہوئے باہم ہزاران عہد و پیوند

نگاہون مین رہا صد بحث و تکرار
نہ تھا ہر چند وان امکان گفتار

محبت نے کی دونون دل مین تاثیر
ہوا پر خانہ وہ تودے مین اک تیر

پر اس عرصہ مین کچھ دھیمی ہوئی دھوپ
مس خورشید کا سیمین ہوا روپ

طلب کی دل نے ہر اک نے اجازت
کہ چلیے اب نہین اتنی تمازت

الا اے ساقی خون جگر نوش
نہ کر یان تک حق صحبت فراموش

کوئی یہ بھی دل آزاری کا ڈھب ہی
کہ مین مرتا ہون تو رخصت طلب ہی

عجب رہ ہے یہ راہ آشنائی
نہ ہون گر جا بجا خار جدائی

ولے یہ بات اندیشے مین کب آئے
کہ عشق و وصل یک جا گرہ کھائے

کہین دو دل نظر آئے نہ خرسند
کہ لیوین کام دل باہم وہ یک چند

چنانچہ لوح سنج بزم تاثیر
کرے ہے اسطرح یہ بات تقریر

کہ جب وہ قوم اور یہ ماہ رخسار
ہوئے چلنے کو اوس تکیے سے طیار

وداع یار نے یہ کی منادی
کہ یان آخر ہے غم انجام شادی

کسے جون زخم گردون نے ہنسایا
کہ ہنسنے مین نہ خون اوسکو رولایا

غرض ایدھر تو جلتی تھی یہ دلریش
اودھر لوٹے تھا آتش پر وہ درویش

نہ اوس کو کچھ سخن کہنے کا یارا
نہ اس کو جز خموشی اور چارا

یون ہی باہم تھے یہ محو بلا ہائے
کہ ناگہ وان سے وہ ڈولا اوٹھایا

ہوئی وہ قوم جب تکیہ سے راہی
اجازت اون نے اس محزون سے چاہی

کہا اون نے نگاہون مین کہ مختار
بد اقسمت مین کہ یون تھا تو ناچار

گئے وہ اوسطرف اور یان یہ غمناک
سے کہے تھا زیر لب با چشم نمناک

کہ اے گردون دون یہ کیا کیا تین
وہ دل سا نقد یون ارزان دیا مین

کوئی دیتا ہے اوس ظالم کو بھی دل
کہ جاوے چھوڑ صید نیم بسمل

وہ کیا دیکھی خطا مجھ سے کہ اک بار
کیا تین وقف جان صد نیش آزار

مین جس خطرے سے نت لرزے تھا بر خویش
وہی آفت مرے لایا تو در پیش

بھلا اے سفلۂ دون زا ز فتوت تو
یہی ہوتی ہے عالم مین مروت

مین ہون وہ تشنہ کام دشت حسرت
نظر آیا جسے پانی بکثرت

گیا نزدیک جب اوسکے پس از دیر | تو دیکھا اک سراب خشک اور سیر
غرض پھر خلق مین آمادہ رنجور | جو نظرون سے گیا ڈولا کچھ اک دور
کھڑے ہو کرکے اون نے ایکدو دم | کہ آہمین بڑھ گیا آگے وہ کچھ اور
چڑھا اک پیڑ پر وہ شعلہ آسا | تف دل سے لہو کا اپنے پیاسا
جہان تک قوت منظر تھی | یہ تھا یان اور نگہ اوس کی اودھر تھی
نظر آنے سے مطلق رہ گیا جب | ہوا وہ روز اوس پر تیرہ جون شب
گرا اوپر سے نیچے وان یہ مجروح | گئی دنبال ڈولی کے چلی روح
اوٹھا ہر سو قیامت کا سا اک شور | کہے تو پھونکی اسرافیل نے صور
گریبان چاک گرد اوسکے یک عالم | کرے تھا نوحہ و فریاد و ماتم
دل اوسکے غم مین لاکھون کلفت اندود | ہزارون چشم و مژگان گریہ آلود
نہایت بعد جزع و فزع بسیار | صلاحاً یہ لگے کہنے ہر اک یار
کہ یہ جا اوسکے جیتے ہی تھی مرغوب | یہین رکھیے اگر اسکو تو کیا خوب
غرض جس طور پہ ہے رسم و آئین | کیا اوس مرد کا تجہیز و تکفین

در بیان تاثیر عشق درویش بدل عروس و مذکور آن ہو

الا اے ساقی خمخانۂ عشق | ادھر دے ٹک دو سہ پیمانۂ عشق
یہ کیا پیمانۂ لب ریز غم یار | ہو جسمین سر بسر فرقت کا تکرار
نہ جانے یہ محبت کیا بلا ہے | کہ جسکی آگ سے عالم جلا ہے
نہ تنہا عشق اوس سے شیون آہنگ | ہین خوبان بھی اسی اندوہ سے تنگ
جہان پاوے گا تو آشفتہ بلبل | پھٹا دیکھے گا جیب طاقت گل
ہوا پروانہ جلکر کس جگہ ڈھیر | وہان کھینچی ہو چندے شمع نے دیر
چنانچہ واقف راز نہانی | کرے ہے اسطرح گوہر فشانی
کہ یان درویش نے جو وقت دی جان | وہی ساعت وہی لحظہ وہی آن
وہ شوخ اسطرح وان آشفتہ تر تھی | گویا اس حال سے اوسکو خبر تھی
غرض یہ عشق جب کھولے ہی پردے | جو حائل کوہ ہو تو شیشہ کردے

یہ ادنےٰ اک محبت کا اثر ہے
پہ وہ پختہ اُسے جانے ہے اے خام
کہ یہ دو شخص گو ظاہر مین ہین دو
خیال و وہم اونکے بیچ اسطرح
جو کچھ اول مین تین دیکھی ہی تمثال
سے ہے یہ بھی بلکہ اک حرف گدائی
نہین اتنی بھی وان آپس مین تفریق
سُنا ہے مین کہ تھا لیلیٰ کا یہ قصد
ہوا فصاد حاضر حسب ارشاد
ہر اک نشتر تھا اوسکا شوخ سر تیز
سلیقے کا کہون اوسکے مین کیا حال
جہان ہوتا تھا گرم دستکاری
اوسے خلوت مین جب اون نے بُلایا
ہوا گردون دون اوس سے ساعد
کہ جس کے ناز کا انداز محرم
غرض جس شکل سے تھی خواہش دل
ہوا جاری رگ لیلیٰ سے یان خون
ہزار افسوس اوس جا گہ نہ تھے ہم
یہ کیا معنی کہ اک حجام بے مغز
ارے اے ساقی خمخانۂ ہوش
دے وہ مے تا یہ سب خطرہ بھلاؤن
جو کوئی یان رکھے ہے طالع شوم
اگر گوہر کہین سے ہاتھ مین لاوے
دگر باوے طلائی دشت افشار
چنانچہ نقد کا اس زر کے صراف

کہ دلکو حال سے دل کی خبر ہے
پڑا ہو جسکو اس صورت سے کچھ کام
پہ باطن مین نہین فرق سر مو
دو آئینہ مین اک صورت ہو جسطرح
بعینہ ہے وہی ثانی کا احوال
جہان ہوتی ہے باہم آشنائی
ہے میرے قول کی یہ بات تصدیق
کہ بہر دفع وحشت لیجیے فصد
پہ کیا فصاد اس فن کا اک اُستاد
کہ مژگان سے کسو کافر کا خونریز
کہ جیسے تھا وہ آنکھین موج گربال
رگ خار اسے خون کرتا تھا جاری
یہ لے آلات خدمت وان در آیا
لی اپنے ہاتھ مین اون نے وہ ساعد
اگر ہوگا تو کچھ مجنون مین تاہم
کیا کام اون نے اوس ساعد سے حاصل
چھٹی ہے نیشتر وان فصد مجنون
کہ اپنے ہاتھ سے کرتے لہو کم
لے اپنے ہاتھ مین وہ ساعد نغز
مین بد جلوے سے کی منزل فراموش
سخن کوتہ کرون مطلب پہ آؤن
جو ہے بال ہما ہو جائے وہ بوم
برنگ ژالہ پانی ہو کے بہ جائے
وہ ہو جون موم اوسکے ہاتھ مین خار
کہے ہے اسطرح احوال اسلاف

کہ جب وہ نازنین گھر پہنچ آئی / دیا ہر ایک نے جی رونمائی
کیے سب نے نچھاور اس قدر در / کہ صحن خانہ گوہر سے ہوا پر
ہوئی جو چشم اس رو پر نظر باز / کیا اوس چشم پر نظارہ نے ناز
شغب سے وان ہر اک دلکا تھا یہ رنگ / کہ مثل غنچہ تھی تن پر قبا تنگ
زن و مرد و قبائل تھے جو کچھ وان / خوشی سے ہمدگر تھے تہنیت خوان
نہ اوس کو صبر نہ طاقت نہ آرام / ہمیشہ گریۂ و زاری سے تھا کام
ہر اکدم تازہ اوسکو اک خلش تھی / مقیم سینہ جائے دل تپش تھی
برنگ زلف گہ آشفتہ اطوار / گہے چون نرگس مخمور بیمار
جگہ غانے کے منہ اوپر وہ بیتاب / کرے تھی گریہ سے تزئین مہتاب
بجان سب گھر کے لوگ اوسکے تعب سے / ولے واقف نہ تھا کوئی سبب سے
بقدر فہم ہر یک کو چک دپیر / کرے تھا اوسکے بہ ہونے کی تدبیر
پر اوس کا حال تھا ہر دم تباہی / تپان تھی جس طرح خشکی مین ماہی
نسیم آسا اوڑاتی تھی کبھو خاک / کبھو جون گل کرے تھی پیرہن چاک
کبھو نوچے تھی سر کے بال غم سے / کبھو نالان تھی فرقت کے الم سے
کبھی کہتی تھی ظالم ہے یہ مظلوم / گیا ہے کن امیدون ساتھ محروم
دماغ اپنا جلاتے تھے زن و مرد / ولے افزود تھا ہر لحظہ وہ درد
غرض یہ دکھ ہے کچھ ایسی ہی بابت / جہان حیران ہے سو طب اور طبابت
نہ ملا پا سکے ہرگز یہ اسرار / عبث ضائع ہے یان تعویذ و طومار
عناصر سے ہو گر زیادہ کوئی چیز / طبیب اوسکی کرے تشخیص و تجویز
نشستہ ہووے جون دردتہ آب / اگر سودا تو کیجے فصد و جلاب
دگر صفرا کرے صحت کی غارت / ہو تبرید ون سے اطفائے حرارت
مگر وہ جس کو اس کالے نے مارا / نہین جز مرگ اوسکا کوئی چارا
بہت کھینچی جب اوس دکھ نے درازی / نظر آئی یہ سب کو چارہ سازی
کہ اس مجروح غم کو سوئے خانہ / بہر تقدیر بھیجے اب روانہ
یہ لکھیے خط کہ تا لینے کوئی آئے / اسے جس حال سے ہو گھر کو لیجائے

ارے اے بادہ نوش گردش دہر
نہ دینا جام مجکو ہے یہ کیا قہر

ہون تشنہ لب نہایت مثل خامہ
دے وہ مے کہ جس سے ہون سرگرم نامہ

نامہ نوشتن و فرستادن قاصد بطرف مادر و پدر عروس

دبیر واقف تفصیل و اجمال
باین تقریب لکھتا ہے یہ احوال

کہ اے تاج سر قوم و قبائل
سراسر شفقت و اشفاق مائل

وہ گوہر جسکے رشتہ سے ہر اک یان
بخود بالیدہ تھا مانند مرجان

نہ جانے کیا ہوا اسکو تب و تاب
ہوا چاہے ہے کچھ آپ ہی آپ بے آب

وہ نادیدہ خزان گل برگ نوخیز
ہے جون شاخ کہن ہر دم ورق ریز

خدا جانے کہ اس کو کیا بلا ہے
بدا تقدیر کا کیونکر ہے کیا ہے

جہانتک چارہ دان تھے سب ہین ناچار
یہ کچھ سمجھا نہین جاتا یہ آزار

مگر بعضے کوئی بعد از تامل
کرے ہے اس طریقہ پر تعقل

کہ تھی یہ اقربا اپنے سے مالوف
ہے صحت اوسکی وان ہونے پہ موقوف

سو یہ گھر اور وہ گھر ایک سا ہے
یونہین گر مصلحت ٹھہرے بھلا ہے

کسی کو بھیجیے ادھر روانہ
کہ لیجا اسکو یان سے سوئے خانہ

کیا یہ لکھ کے خط ملفوف جدم
ہوئے اس مصلحت سے سب وہ خرم

لکھا تقدیر کا ہرگز نہ جانا
کرے گا کیا کوئی دم مین زمانا

دیا یہ خط کسو اک پیک کے ہات
کہ جانا یان سے وان تک جسکو اک بات

زہے تقدیر ہے اوس کی سراسر
ہے کیا دانش جو ہووے اوسپہ دائر

ہمارا کس قدر تو یہ سراے
کہ اوسکی کنہ ماہیت کو وہ پاے

کرین ہین حسب ظاہر ہم بھی تدبیر
یہ کیا جانے ہے کیا اسرار تقدیر

چنانچہ یون سنا ہے مین کہ جس دم
ہوا یہ پیک اوس منزل کا محرم

تھے اوس گھر کے جہانتک پیر و اطفال
ہوئے اوس سے وہ سب پرسان احوال

پس از تبلیغ چندین حرف جان کوب / دیا اون نے اونھین آخر یہ مکتوب

لیا اور بعد پڑھ چکنے کے یکسر / ہوئے اس ماجرا سے سب وہ مضطر

کہ یان سے گر ابھی چلیے تو ہی خوب / کہ ہو معلوم وان کا کیا ہے اسلوب

پس از بس ہو گیا تھا موسم شام / وہین وان رات بیتی کام وناکام

اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ / شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ

عجب حالت رہی اون سب پہ طاری / نہ تھا کچھ کام جز اختر شماری

اونھون کا حال بد کرنے سے ادراک / گریبان صبح صادق نے کیا چاک

شفق نے طرح اوس گل پیرہن کی / رنگی لوہو مین سب پوشش بدن کی

پڑی پھیکی جو رنگ شب کی سیاہی / ہوئے وان کو کچھ اونکے لوگ راہی

پس از قطع مسافت یہ عزیزان / ہوئے وارد جو وان زفتان وخیزان

جہانتک اوس جگہ کے تھے اکابر / ہوئے خدمت مین اونکی آکے حاضر

کھلائین کمرین اور جھاڑے سرورو / بٹھایا اونکو اور بیٹھے ہر اک سو

ہین جس صورت سے خدمت کے سرانجام / بجالائے وہ سب انواع اکرام

غرض بیٹھے یہ جب وان فارغ البال / ہوئے اوس خستہ سے مستفسر حال

کہ اب اونکے مرض کا ڈول کیا ہے / اوسی صورت سے ہے یا کچھ شفا ہے

دکھایا ہے جنھین اس کو مکرر / کرے ہین کیا وہ بیماری مقرر

سر حرف وحکایت بسکہ وا تھا / کہا ہر اک نے جو کچھ ماجرا تھا

بہم ملتے تھے سب افسوس سے ہات / یہ ناآگاہ اس سے ہے یہ کیا بات

غرض جبتک کہ یہ اجماع وان تھا / ہر اک اس ذکر سے رطب اللسان تھا

کر آخر صبح کا چلنا مقرر / ہوئے یہ مائل آرام یکسر

در بیان رخصت شدن عروس بر بخشش در عشق درویش

الا اے ساقی جام مے ناب / رہیگا کب تلک تو بے خور وخواب

تنک اوٹھ اور سر انجام سفر کر ‎ صبوحی سے لب ساغر کو تر کر

مجھے کر یک دو پیمانہ مین اٹک لال ‎ کہ لکھنا ہے مجھے رخصت کا احوال

نہ رخصت یہ کہ اوس مہ کی ہو یا نسے ‎ یہ رخصت ہے ارے ظالم جہانسے

ارے اے گردش افلاک بے مہر ‎ ملائے خاک مین کیا کیا تو مہ چہر

وہ کس بنرے نے ایسا سر اوٹھایا ‎ نہ جس کو خاک مین تونے ملایا

کوئی پاکیزہ گوہر یان نہ چھوڑا ‎ جسے سنگ جفا سے تین نہ توڑا

ترے ہاتھون سے بلبل نالہ کش ہے ‎ تجھی سے گل سدا آشفتہ وش ہے

دی تونے جان شیرین پل مین برباد ‎ ترے سر پر ہے ثابت خون فرہاد

ہین یہ باتین تو یک مدت کی جو ہین ‎ کیے ہین حال مین کیا کیا ستم تین

ہے کل کی بات وہ مارا تین درویش ‎ ہے آج اس نازنین کا فکر درپیش

چنانچہ مشعل افروز معانی ‎ کرے ہے اسطرح آتش فشانی

کہ جب شب پر ہوا خورشید فیروز ‎ پڑا ہر چار جانب غلغل روز

ہوئے اُس خواب نوشین سے یہ بیدار ‎ کیا سب ساتھ کے لوگون کو تیار

کرین تھے گھر مین اس مہرو کی تزئین ‎ ہے دنیا بیچ جیسی رسم و آئین

پہنا کر وہ قبا تن مین وہ بے باک ‎ کرے تھی مثل گل دامن تلک چاک

یہ سب کرتے تھے ساتھ اوسکے مدارا ‎ پہ وحشت اوسکی ڈھونڈے تھی کنارا

نہ تھا اوسکو کسی کے ساتھ آرام ‎ وہی دیوانگی سے دمبدم کام

نہایت اک کنیز کہنہ عصر ‎ کہ دلکش نظم سے جسکی ہر اک نثر

جہان گرم سخن ہوتی تھی وہ زال ‎ تھی وان دلالۂ محتالہ کیا مال

ضعیفی سے کردن اوسکی مین کیا بات ‎ کہ جسنے کی تھی بڑھیا آکھ کی بات

جھکا تھا بسکہ پیری سے وہ قامت ‎ تھی سر پر ٹھوکرون سے نت قیامت

رکھے ہے ہات مین لپنے جو چقماق ‎ کہین تھی اونچی اوس سے بالونکی ساق

غرض تھی ڈول پر یہ کاروائی ‎ تھی گویا مادر گیتی کی نانی

ہوئے درپے فسون سازیکی یہ جب ‎ ہوئے اوس سے جدا جتنے تھے وان سب

نہ جانے کیا کی اوس کافر نے تدبیر ‎ گیا دو ہی سخن مین اوس کو تسخیر

جب اس حالت سے آئی کچھ سر راہ ‌ ‌ سواری مین وہ بیٹھی اور یہ ہمراہ
تھا گویا شاق اوس مہ پر کلف دار ‌ ‌ یہ کیا سمجھے ہے لازم گنج کو مار
مگر وہ غم تھا کچھ اس کے لیے کم ‌ ‌ کہ گردون نے دیا اس غم پہ یہ غم
غرض جب وان سے چل نکلی سواری ‌ ‌ ہوئی دونی وہ اوس کی بیقراری
نہ تھا صبر و سکون اوس کو نہ آرام ‌ ‌ یہ وہ باتو نہین کرتی تھی اسے رام
کبھو کہتی تھی خویش و قوم کا حال ‌ ‌ کہ تجھ بن زندگی ہے اوس پہ اشکال
بہ نحوے قصۂ و دستان معقول ‌ ‌ کبھو رکھتی تھی اوس وحشی کو مشغول
کہ اوسکے دل سے کیون ہی غم غلط ہو ‌ ‌ یہ جو ہوتا نہ ہو وہ کس نمط ہو
ہین دلجوئی کے جس صورت سے انداز ‌ ‌ سر زلف سخن کرتی تھی وہ باز
کہین اس مین علیٰ وضع روایت ‌ ‌ کی اوس تکیہ سے بھی اون نے حکایت
کہ اک جا آئے ہے آگے سر راہ ‌ ‌ بہشت دلچسپ اور مطبوع دل خواہ
جگہ اتنی تو کیا اک مختصر ہے ‌ ‌ عجب کچھ لطف سے پر سبزہ تر ہے
زمرد تو نہ کہیے اوس کو زنہار ‌ ‌ یہ خاتم سے ہے عالم کے نگین دار
گلو نہین سبزہ یون لہرائے ہے وان ‌ ‌ ہون جیسے مور مستی مین پرافشان
غرض وانکے خیابان کی ہر اطراف ‌ ‌ ہے سینے سے بھی مہرویونکے کچھ صاف
چل اب بیٹھینگے اوس جاگہ کوئی دم ‌ ‌ فزون ہوتا دل محزون سے کچھ غم
گلونکے ساتھ وان کرنا تو بازی ‌ ‌ ہوتا بلبل کے دل کی چارہ سازی
پریشان گل پہ کیجو تار سنبل ‌ ‌ بہم شرمندہ ہوتا سنبل و گل
نہین گل شاخ پر البتہ مرغوب ‌ ‌ جو پہونچے ہاتھ تک تیرے تو ہی خوب
سنے جو اون نے وہ حرف فسون دم ‌ ‌ ہوئی دل مین نہایت شاد و خرم
پر اک نحوے تغافل سے وہ عیار ‌ ‌ کرے تھی اس سے وان جانیکا اقرار
کہ تیری مصلحت گر ہے اسی طرح ‌ ‌ نہین سر بیچنا مجکون کسی طرح
ہے اس سے اور کیا بہتر جو اکدم ‌ ‌ خوشی سے گذرے یکجا گہ پہ باہم
اسی صورت سے تھا یہ ذکر و اذکار ‌ ‌ کہ وہ تکیہ ہوا تا گہ نمودار
ہوئی اوس سے جدا یہ دایۂ پیر ‌ ‌ دیا ہر اک کو وان نے غرض تدبیر

کہ مین غمگین نپٹ پایا ہے اس کو | سو کچھ باتون مین پر چلایا ہے اسکو
مرض کا اسکے مین سمجھا ہے اب پیچ | اسے اک کلفت خاطر ہے اور بیچ
مناسب ہے جو یان او تیرے کوئی دم | فرو ہوتا دل محزون سے کچھ غم
زبس یہ بات تھی مقرون تفہیم | ہر اک نے اوسکی کی تصدیق و تسلیم
کیا حضار نے وان سے کنارا | اسے پردا کرا وس جاگہ او تارا

در بیان رسیدن عروس بمکان درویش و بجاے درویش گور یافتن و ترقیدن قبر و در آمدن دران عروس

الا اے ساقی میخانہ ناز | نہ رکھ مے کو لب ساغر سے تو باز
غنیمت ہے ارے ظالم کوئی دم | ہے عرصہ زندگانی کا نپٹ کم
کہ شمع بزم ہستی آہ فریاد | سدا رہتی ہے زیر دامن باد
نہ کر یہ تنگ عرصہ مجھ اوپر تنگ | خدا جانے زمانہ کیا کرے رنگ
تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے | مرے دل کے جراحت کی قسم ہے
قسم ہے تجکو اپنے زلف درو کی | قسم ہے تجکو گل کے رنگ و بو کی
قدح کو آتش تر لے کے بھر تو | طراوت دے گل داغ جگر کو
تنک بہکے جو اوس مے سے مرا کام | حدیث جذب الفت تا ہو انجام
خوشا تاثیر جذب عشق کامل | سراپا ہے اثر جس سے ہر اک دل
نہ لیجا کہربا اس طرح سے کاہ | کرے جو جذب جانان جان آگاہ
تصرف تا شریک آب و گل ہے | کشان آہن کو مقناطیس دل ہے
کیا ہے دل نے آئینے کو حیران | دیا ذرہ کو دل نے شوق طیران
کرے عاشق کا یہ ظالم اگر کام | نہ دے معشوق کو بھی ہرگز آرام
فسون سازی یہ اپنی جب کبھو آئے | جنازے پر نہین تو گور پہ لائے
اسی صورت سے اس کافر کے ہین ڈول | چنانچہ ہے اوسی راوی کا یہ قول
کہ جب وہ نازنین تکیہ مین آئی | جگہ درویش کی اک ڈھیر پائی

وہ نیش غم جو تھا خاطر مین مرکوز
ہوا جون نیش عقرب نار آموز

کیا صد آہ آتشناک نے جوش
پہ غیرت اوسکو کہتی تھی کہ خاموش

چھپے دل سے ہزارون نالے تا لب
و لے دل جانتا تھا اوس کو یا لب

ہزارون گریہ کے اوٹھتے تھے طوفان
نہ تھا اک رشتہ لیکن زیب مژگان

غم دلکا کرے تھی سو طرح ضبط
یہ ضبط و عشق لے غافل ہی کچھ ربط

شرار غم نے کی آخر شرارت
بدن مین یک بیک آئی حرارت

لگا کرماہ سے اور تا بماہی
نظر مین چھاگئی یکسر سیاہی

گری بیطاقتی سے وان یہ غمناک
طرح پانی کے لرزی ہر طرف خاک

پکڑ ملتے تھے اوسے ہر چند احباب
پہ نکلی جاتی تھی ہاتھون سے جون آب

گلون پر تھی اوسے یون اضطرابی
انگارون پہ ہو جون سیخ کبابی

اسی صورت سے یہ غلطان تھی کچھ دور
کہ جذب عشق نے تکڑے کی وہ گور

اوٹھا دود دل اُس جا کہ کچھ ایسا
نظر آتا جسے کہتے ہین کیسا ہو ہو

نہ جانے پھر کہ وان کا حال کیا تھا
یہی وہ گور تھی یا اژدہا تھا

کیا جن نے تامل ایک دم مین
لیا اوس ناز پرور کو شکم مین

اسے اُس گور نے اس طرح کھایا
نہ ماہی بیچ یون یونس سمایا

ہوئی جون آپ پنہان یہ نہ خاک
رہے باہر وہ سارے مثل خاشاک

الا لے ساقی درد وہ غم
اوٹھا ہووے یہ ساری بزم ماتم

نہین یہ دور مے دور جہان ہے
تنک فرصت کو یہان عرصہ کہان ہے

شتابی کر ٹک لے ظالم شتابی
نہین گر جام لا ایدھر گلابی

جو کوئی آب و گل سے یان بنا ہی
مآل اوسکا یہی آخر فنا ہے

ہر اک کو یان یہی ہی عقدہ درپیش
ہو شاہ خانہ یا تکیہ کا درویش

چنانچہ لوح خوان بزم ماتم
کرے ہے اسطرح سے نالش غم

کہ اس حالت کو گذری جب کچھ اک دیر
لگا آنے نظر درویش کا ڈھیر

نہ دیکھا رخنہ اُس جا گہ مین نے درز
مسلم جس طرح تھا وہ اوسی طرز

جو تھے اون نازنین کے اقربا وان
ہوئے اس ماجرے سے سب وہ حیران

کہ یارب کسطرح اب گھر کو ہم جائین بھلا جائین تو منھ کیا لیکے دکھلائین
جو پوچھینگے ہمین خویش و برادر کہان چھوڑی وہ تم نے ناز پرور
جواب اسکے سوا ہم کیا کہین گے کہ شرمندہ سے ہوکر چپ رہین گے
اگر ہم جانتے ایسا سرانجام نہ لیتے یان کے رہنے کا کبھو نام
برنگ گل گریبان چاک و مضطر پڑے یونہین تھے اوس مرقد کے اوپر
کوئی کرتا تھا تن پر پیرہن چاک کوئی ڈالے تھا تن پر متصل خاک
کوئی کہتا تھا کھودین اس جگر کو ہو شاید اوس تلک لیجائین رہ کو
تھے غنچے وانکے سب اس غمسے دلتنگ نہ تھا پھولون کے منھ پر مطلقاً رنگ
ہوا جو سرد اس حالت سے آگاہ بنا سرتا قدم وہ صورت آہ
سرو شاخ وہن اوس جاگہ جو تھی پات ملین تھین ہمدگر افسوس سے ہات
اک عالم انکے گردا گرد ہوا جمع ہوئے پروانون کی جون کثرت سر شمع
پھر آخر جسطرح ہے رسم و آئین لگے کرنے اونھون کی لوگ تسکین
کہ گو کیجے ہزارون نالہ و آہ نہین وان کے گئے کو پھر ادھر راہ
ہے یان دم مارنے کا کس کو یارا نہین بندے کو غیر از صبر چارا
چلا آیا ہے اول سے یہی ڈول یقینی ہے کسی عارف کا یہ قول
اگر صد سال باشی ور یکے روز بباید رفت زین کاخ دل افروز
نہ جان اشکال عالم دیدہ پا ہین یہ سب سیلی خور دست قضا ہین
بگاڑین ہین ہزارون روے و کاکل بنائے اس چمن کا سنبل و گل
یہ جتنا تختہ روے زمین ہے ہر اک خطہ یہ یان اک نازنین ہے
جو آیا اوس گذرگہ مین سو گذرا نہ وامق ہی رہا آخر نہ عذرا
نہین جز نام کچھ ہمین سے اب یاد کہان شیرین گئی کیدھر ہی فرہاد
یہ کل ہونا ہے اے فرصت غافل کہ ہم مطلق متعطل ہون تہ گل
یہی خورشید ہووے اور یہی ماہ یہی وضع زمانہ اور یہی راہ
کچھ اشیا دن سے یان کے کم نہ ہووین یہ سب کچھ ہو ہین اور ہم نہ ہووین
پس اس صورت مین کیجے کس کا ماتم ہے اپنا حال جائے گریہ و غم

غرض سمجھا کے اون کو چار و ناچار ‏ کہا ہر ایک نے ہے صبر درکار
نہ دیکھا جب اونھوں نے بھی کچھ حاصل ‏ غم خاطر سے غیر از کاہش دل
اٹھایا رخت غم وان سے بصد جبر ‏ کیا صرف گریبان رشتۂ صبر
گئے گھر کو بچندین محنت و غم ‏ ہے جس صورت سے رسم اہل ماتم
بس اے سودا خموشی پیشہ کر تو ‏ سخن کے طول سے اندیشہ کر تو
کہ اس حسن تکلم پہ طوالت ‏ مبادا ہو کسی دل کو ملالت
سخن ہے گرچہ اے دل میوۂ لب ‏ پہ خاموشی کو کرتین شیوۂ لب
کہ اکثر بات مین سہو و خطا ہین ‏ نہ کہنے مین یہ سب مطلب ادا ہین
کسو جا گر یہ تین دیکھا ہو تو کہتا ‏ کہ ہووے معترض حرف نگفتا
وگرہ شاخ سخن طوبی کی ہے نخل ‏ ہے دائم ساتھ اوسکے تیشہ کو دخل
چنانچہ مین جو یہ قصہ کیا نظم ‏ کہ ہووے تا قیامت رونق بزم
کئی ہفتہ دماغ اپنا جلایا ‏ بہت سا خون دل بیہودہ کھایا
بہر صورت کہا کہتے تو لیکن ‏ یہی اب سوچ خاطر مین ہے ہر دن
کہ یارب پڑیو اک ایسے کے یہ ہاتھ ‏ کہ جو کھولے اسے اشفاق کے ساتھ
اگر دیکھے کہین سہو و خطا سے ‏ کرے پوشیدہ دامان عطا سے
بقدر وسع در اصلاح کوشد ‏ اگر اصلاح نتواند بپوشد
الا اے ساقی خلوت سرانجام ‏ کلاہ سر دے مینا کر گل و جام
کہان تک لب پہ آئے یہ ترانہ ‏ ہو مشغول حدیث واہیانہ
اوٹھی سب بزم آیا وقت خفتن ‏ ہے اب گفتن سے اولی تر نگفتن

مثنوی

اک مشفق ہین ہمارے مہربان ‏ خوب صورت خوب سیرت نوجوان
ناگہان اک روز ہم سے مل گئے ‏ دیکھتے ہی شکل جون گل کھل گئے
جب ہوئے آپس مین ہم اور وہ دوچار ‏ آہ نکلی دل سے اک بے اختیار
دیکھتا کیا ہون کہ عالم اور ہے ‏ گرد رخسارون کے خط کا دور ہے

ٹک دھوان سا اوٹھ رہا ہی آگ سے — اوڑ گئے ہین جیسے منہ کے بھاگ سے
نے وہ شوخی نے وہ لڑکا پن رہا — نے وہ صورت ہے نہ وہ جوبن رہا
پڑ گئین ہین منہ کے اوپر جھائیان — ناک پر بھی آ گئی ہین سیائیان
چہرہ مسون سے ہے سارا بدنما — رنگ منہ کا اُڑ گیا جیسے ہما
چاند پر بادل کہ جیسے چھا گیا — مورچہ جون مغربی کو کھا گیا
منہ پہ سبزی اور سیاہی جم گئی — جس طرح پانی پہ کائی جم گئی
ہوگیا اک مرتبہ ہی سبز رنگ — جیسے آئینے کو کھا جاتا ہے زنگ
تب کہا مین یار یہ کیا ہے بلا — کہنے لاگا ذکر اُس کا مت چلا
چپ ہی بہتر ہے کہ اس مذکور سے — سُنیے آواز دہل کو دور سے
بیاہ کے کرنے سے ہوتی ہے خوشی — مین نے دیکھا تو یہ ہے مردم کشی
جب تلک اک عالم تجرید تھا — ہمکو جو دن تھا سو روز عید تھا
کیا کرین اپنی مصیبت کا بیان — ہووے کم بختی کسو کی مہربان
کہ خدائی کا ہے جب سے اتفاق — زندگانی ہوگئی ہے جی پہ شاق
ہوجیو مشاطہ کا خانہ خراب — ہاتھ سے جسکے ہے اپنا جی کباب
کیا کہون مین اوسکے رنگ اور ڈھنگ سے — لعل کو پھوڑا ہے جس نے سنگ سے
ایسا بدصورت ملا یا آدمی — کہیے کیا اپنی ہے قسمت کی کمی
دوست و دشمن کا نہین کچھ اسمین دوس — آسمان سے پڑ گئی یہ مجھ پہ اوس
رنگ جون گل اڑ گیا ہے سر بسر — ہوگیا ہون غم سے کانٹا سو کھکر
درد دل کو کس سے ظاہر کیجیے — غنچہ سان اب اپنا لوہو پیجیے
گو کہ ہے طاؤس بانقش و نگار — پاؤن اپنے دیکھ وہ ہے شرمسار
گرچہ تھا مین نازنین بدر کمال — ہوگیا ہون لیک اس غم سے ہلال
اپنی صورت کا تو اتنا غم نہین — پر یہ صورت ہے تو اکدم ہم نہین
جو کوئی آٹھون پہر غمناک ہو — شکل صورت اوسکی پھر کیا خاک ہو
آہ کیا جانے وہ کیسی تھی گھڑی — جس گھڑی مجھ پر مصیبت یہ پڑی
بیاہ کی تھی رات مجھ پر یون کٹھن — چاند کون لگتا ہے جیسے کہ گہن

ڈومنی جلوہ لگی دینے جو ہیں
اور وہاں ماتھا مرا ٹھنکا دو ہیں

آرسی مصحف لگا جب دیکھنے
آسمان اوپر لگا تب دیکھنے

ایسی ہی دکھلائی دی اک شکل زشت
پھر گئی آنکھوں کے آگے سرنوشت

جو ہیں پڑتی ہے مری اوسپر نگاہ
سے ہے گویا اک پارۂ ابر سیاہ

آنکھ سے آنسو چلے بے اختیار
جیسے برسے ہے کوئی ابر بہار

ابر غم کا دل کے اوپر چھا گیا
آنکھوں کے آگے اندھیرا آگیا

دیکھتے ہی جی گیا اپنا دہل
روح قالب سے گئی دو ہیں نکل

جان برون رفتن زتن نزدیک شد
عالمی در چشم من تاریک شد

ہوگئی اوسوقت اک صحبت عجب
ملگئے آپس مین گویا روز و شب

شکل سے اوسکے ہوئی جب آگہی
ہوگیا جون ماہِ نو قالب تہی

کوئی اوس صورت کا دیکھا نے سنا
دیکھتے ہی مین نے سر اپنا دھنا

جب مین دیکھی شمع صورت اوسکی شان
رہگئی انگشت حیرت در دہان

منھ قضا کا دیکھتے ہی رہ گیا
جو پڑی سر پر غرض سب سہ گیا

ہوگیا اوسوقت غمگین اور ملول
سینگ دے سر پر خدا تو ہے قبول

شمع بھی رونے لگی وان میرے ساتھ
شعلہ بھی ملتا رہا اس غم سے ہاتھ

چاندنی کالک سے ملے تھی منھ کے تئین
خاک اوپر لوٹتی تھی چاندنین

ایک میری ہی نہ تھی وان چشم تر
روتی تھی شبنم بھی میرے حال پر

قطرۂ شبنم کہ از گردون چکید
ہمچو اشک از دیدۂ پرخون چکید

چشم انجم سے گرے پڑتے تھے اشک
جون گہر افلاک سے جھڑتے تھے اشک

اور ثریا عقد گوہر بار تھی
چشم پرخون اشک خون افشار تھی

آستین رکھ منھ کے اوپر کہکشان
روتی تھی بادیدہ ہاے خون فشان

ایک تو اس غم سے دل شب تھا دو نیم
تسپہ آہِ سرد بھرتی تھی نسیم

صبح صادق نے کیا سینے کو شق
خون دل پینے لگی اپنا شفق

کیا کہون مین جیسی کچھ گذری تھی رات
صبح کو رخصت ہوئی وانسے برات

آئے اک ماتم زدہ سے گھر کے بیچ
جب رکھا ہم نے قدم کو در کے بیچ

ہر طرف سے اک مبارک باد تھی　　پر ہمین دشنام سے وہ زیادہ تھی
لوگ تو خوشوقت اور خرم ہوئے　　یک گرفتار مصیبت ہم ہوئے
بارے اپنے گھر مین اب رہنے لگے　　چرخ کے جور و جفا سہنے لگے
گذرے جب اسبات کو کتنے ہی روز　　ایک دن بولا وہ ماہ دل فروز
تم جو یون میرے مجازی ہو خدا　　جس طرح سے امر ہو لاؤن بجا
جس سے اب فرمایئے اوس سے چھپون　　کس کے آگے ہو نہین اور کس سے چھپون
جب سنی یہ بات مین نے ہنس دیا　　عرض اپنا اون کی خدمت مین کیا
جان میرے ہو جیے سب کے حضور　　لیک اس عاصی سے رہیے دور دور
اپنا منھ سارے قبیلہ کو دکھاؤ　　پر خدا کیواسطے مجھ سے چھپاؤ
سنکے مجکو یہ دیا اوس نے جواب　　عورتون کو چاہیے سب سے حجاب
روئے نامحرم سے بہتر چشم کور　　ہر نہ دکھلاوے خدا جز روئے گور
جی مین سمجھا مین یہ اوس کی زرگری　　عصمت بی بی ست از بے چادری
تب سے یون بیٹھا ہے جی پہ اعتقاد　　اوٹھ گیا ہے دل سے اپنے اعتماد
گر نشان دے کوئی مجکو حور سے　　بھاگ جاؤن دیکھ اوسکو دور سے
جب سے ہو نہین اس بلا مین مبتلا　　رات اور دن ہے مری یہ ہی دعا
یہ تو جلدی سے کہین یارب مرے　　ایسا پیتا ہو جو بیاہ اب پھر کرے
سن چکا جب اوس سے یہ مین ماجرا　　ہو چکا قصہ سے اوس کے آشنا
تب کہا مین عقل سے یہ دور ہے　　کون سا اے یار یہ مذکور ہے
جب سے دنیا مین ہے انسان کی سرشت　　کوئی روئے خوب ہے اور کوئی زشت
ماٹی کی مورت بناوے ہے کمہار　　کوئی بد صورت کوئی ہے تاجدار
بس ہے کیا لازم کہ صورت خوب ہو　　آدمی جو ہو سو اک محبوب ہو
جسکو جیسا کچھ بنایا بن گیا　　شکل انسان مین جو آیا بن گیا
دیکھ بد صورت کو مت ہنس کھلکھلا　　اسمین ہو جاتا ہے صانع کا گلا
جس کو دیکھا ہمنے سو معیوب ہے　　فارغ اس سے اک وہی محبوب ہے
گنج کوئی مار سے خالی نہین　　دامن گل خار سے خالی نہین

چاند کو کیسا دیا حق نے شرف — لگ گیا ہے ساتھ اوسکے بھی کلف
صورت اور سیرت کا باہم اتفاق — ایسا ہوتا ہے بہت کم اتفاق
خوبرو اکثر ہین اپنے مہربان — لیک بدباطن ہین اور وہ بدگمان
آدمی کے بیچ سیرت چاہیے — بر اسے چشم بصیرت چاہیے
آشنا سیرت سے ہوئے میری جان — صورت ظاہر تو ہے یہ کوئی آن
کر اسی سے تو قیاس اے میرے یار — کوئی دن تھی آہ تجھ پر کیا بہار
اب ترا وہ رنگ و روغن ہی کہان — وہ تری صورت وہ جوبن ہی کہان
کیجیے صورت کا بس کیا اعتبار — کوئی دن ہے یہ بھی جون فصل بہار
خوبصورت یار بھی اپنے گئے — مونس و غمخوار بھی اپنے گئے
جیسے عبد الحے تابان ہو چکا — ساتھ اوسکے اک سلیمان ہوچکا
گرچہ تھا وہ ماہ کنعان وقت کا — ہوچکا وہ بھی سلیمان وقت کا
یوسف مصری سے مصری کم نہ تھا — تلخی دوران سے جس کو غم نہ تھا
نام تھا اک خوبصورت کا عزیز — جان سے زیادہ ہین تھا وہ عزیز
اوٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے — کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے
ہوچکا مالک بھی ملک حسن کا — تھا وہ بخشی الممالک حسن کا
میر قطبی قطب تارا ہو چکا — کیا کہون مین زور پیارا ہوچکا
سانورون مین اک گمانی زور تھا — ہند مین جس کے نمک کا شور تھا
حسن و خوبی مین غرض یہ طاق ہے — کیا کہون مین شہرۂ آفاق ہے
ایسی صورت کے ہزارون خوبرو — ہوچکے ہین یار اپنے روبرو
ایک ہو تو جس کی خاطر روئیے — آہ اب کس کس کی خاطر روئیے
ایسی کتنی مورتین یان مٹ گئین — کیسی کیسی مورتین یان مٹ گئین
ہم سے اب کوئی نہین ہمدم رہا — وہ زمانہ اب نہ وہ عالم رہا
کیسے کیسے لوگ یان سے اوٹھ گئے — خوبرو سارے جہان سے اوٹھ گئے
حسن و خوبی ساتھ اپنے لیگئے — لالہ سان اک داغ دل پر دیگئے
غم سے یارونکے ہے دل ایسا ہی داغ — حشر تک روشن رہیگا یہ چراغ

کیجیے آگے بس اب قطع کلام
یار اس کہنے کا تھا یہ مدعا
آدمی کو چاہیے وارستگی
زندگانی کا نہ ہو جب اعتبار
پائداری ہے اوسی کی ذات کو

دوستون کا غم نہ ہووے گا تمام
تا کہ اپنا دل کسو سے مت ملا
صورت فانی سے کیا دل بستگی
شکل و صورت کا تو ہی کب اعتبار
بس ہے سودا نفی کر اثبات کو

تمت القصائد و المثنویات

بتوفیق ناظم امور عالم کہ مصرعۂ موزون قد شاہدان و بیت پر مضمون ابروے شوخ نگہان را بخوے آراستہ کہ آہو گیران را مجال نیست کہ بروے ناخن انگشت عیب بینی زنند و رباعی عناصر و خماسی حواس نبوعی بر داختہ کہ خردہ بابانرا یارا نہ کہ جز قبول حرف گیریش نمایند تا این زمان از مجموعۂ کلیات فخر شعراے زمان و فخر نظماء دوران میرزا رفیع السودا کہ شاہین بلند پرواز فکر متینش صید مضامین را تا بعالم بالا نمی گذارد و شنقار سخت گیر خیال والا ایش شکار معنی را از عرش اعلے می آرد خوشخیالی و خوش فہمی کہ دوران را باین دوران شبا روزی نظیرش در عالم کون بنظر نرسیدہ و بلند فکری و اعلے دریابی کہ باہمہ کہ چرخ چنبری را از کہن سالگی پشت بخم آمدہ تا این زمان عدیلش را مشاہدہ نکردہ خاقانی اگر زندہ بودے در پیش گاہ شاعریش کاسۂ درویشی بدست گرفتہ دریوزہ تلمذ استدعا نمودے و عرفی اگر بقالب حیات ماندے آوازہ معروف نظمش مجہول گردیدے قصائد و مثنویات باہتمام رسیدند و ازینجا دیوان فارسی شروع گردیدہ واللہ الموفق بالاتمام و بیدہ المرام۔



دیوان فارسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزل

ایکه در چشمم بهر صورت تو منظوری بیا / وے بدل نزدیک من از من چرا دوری بیا
در ملاقاتم بخود بهتان مجبوری مبند / منکه می دانم ترا نوعیکه مجبوری بیا
من بدل جور ترا بهتر ز مهر انگاشتم / گرچه در ذیل ستم کیشان تو مشهوری بیا
مانعت امروز لے چشم و چراغم گر کسی است / شب بکش در دیدهٔ او سرمهٔ کوری بیا
نامهٔ وصل ترا خط بر رخت آورده است / رفت ایام فراق و وقت مهجوری بیا
یکسر مو شوکت حسنت نخواهد کم شدن / من گدائے کاسه در دست و فغفوری بیا
گوش عالم ز اشتهار عشق پاک من پر است / جان من از وارثان بگرفته دستوری بیا
منکه از خود میروم هرگه تو می آئی برون / اے بقربانت چرا در خانه مستوری بیا

بهتو گردون روز سودا از شب دیجور ساخت
اے سراپا رشک نور شمع کافوری بیا

غزل

گر بلبلت وا کند تا آن دو لعل بسته را / میخرد سودا بنقد جان درلب شکسته را
داد خواه کیست یارب اینکه از گل نوبهار / هر سحر بر چوب بندد جامهٔ خون بسته را
میکنم هرچند پنهان راز عشق اما چه سود / چاره نتوان کرده غمازی حال خسته را
غافل از حالم مشو صیاد ورنه مشکل ست / باز آوردن بسوے دام صید جسته را
جز صبا بند قبائے گل نه بکشاید که حسن / آورد در قید خدمت مردم وارسته را
بوالهوس کز خوی تو واسوخت باز آورا مخوان / کار با آتش دگر نبود سپند جسته را
مغتنم دان صحبت باهم که میسازد جدا / دهر چون با دام توام دل بدل پیوسته را
من امید سرقه کے دارم ز بیت پست غیر / دزد مایوسانه بیند خانهٔ نشسته را
کے امان جوید دل بشکسته از سختی دهر / اختلاط از سنگ باشد شیشهٔ بشکسته را
ما دل دیوانه بر طور خودش بگذاشتیم / کم نصیحت هیچ سودے نیست از خود رسته را

با دل صد پاره سودا میکند گلگشت باغ
میبرد دیوانه هر طرفِ چمن گلدسته را

من بساط عیش خود را بر نه چینم تا کجا
خنده زن بر شادی من اهل ماتم تا کجا

خون دل ما که خورد در سینه اندوه طرب
جان بفکر شادمانی طعمهٔ غم تا کجا

راضیم گر چرخ زیر تیغ بنشاند مرا
از برائے منزلے سامان بگردم تا کجا

جز نمک پاشی بخاطر ره نمی یابد علاج
بر جراحتهائے تیغ عشق مرهم تا کجا

همت فقرم نخواهد شاهی ناپائدار
زین کله بر خود حباب آسا ببالم تا کجا

اختلاط او بمن ناصح دو روزی بیش نیست
صحبت جنس پری با نوع آدم تا کجا

غافل از بدنامیم منشین که ناموس ترا
می برد رسوائیم والله اعلم تا کجا

هیچ سگ چون من بعالم تابع امر تو نیست
گفتهٔ هر گه بد و گاهے نگفتم تا کجا

در فراق رفتگان با غم نسازم تا بکے
در مقام فرقتت چندین بگیرم تا کجا

از بیاض عمر مضمونهائے رنگین رفته است
یک ورق گردانی نا ندست اینهم تا کجا

از تلاش و سعی سودا با کمش پیرانه سر
حلقهٔ درها زدن باقامت خم تا کجا

خاشاک شمردم همه اسباب جهان را
با خس نبود دوستی آتش نفسان را

زخم دل کس بخیهٔ و مرهم نه پذیرد
باید که باندیشه کشتے تیغ زبان را

اهل نظر انند که چون شعلهٔ فانوس
بینند بیک پرده نهان را و عیان را

شایان جرس قافلهٔ ریگ روان نیست
کے ناله گلوگیر شود مرده دلان را

تنها نه موج خنده زند بر بقای ما
چشمک حباب نیز به نشو و نمائے ما

از کوچهٔ فراغت دل کے توان گذشت
آزادگی ما شده زنجیر پائے ما

بستیم در بروے دو عالم در اے یار
جائے فرشته نیست بخلوت سرائے ما

آئینه ایم و طعمهٔ زنگار گشته ایم
تا زشت را ملول نساز و صفائے ما

مه پیش یار در حق پر دین زبان کشود
یک خوشه چین حسن تو اینهم سوائے ما

ما را بدل امید رهائی خیال محض
دام از نگاه تست و قفس از وفائے ما

حیوان طمع ز جنس خود اصلا نمی کند
این ننگ هیچکس نپسندد سوای ما

نخورد آب بما هم دل درویشے ما
هست بیگانه ز ما رابطهٔ خویشے ما

سعی امروز کنیم از چه برای فردا
میزند خنده بما عاقبت اندیشے ما

ما ننالیم ز جور فلکِ دون خود را
شانهٔ زلف جفا ساخته دلریشے ما

کس برون زان کوچه نتوانگرد این دلداده را
باد بردارد مگر خاک من افتاده را

ما بنقش پای مردم قطع منزل چون کنیم
هر که ره گم کرد او جوید بصحرا جاده را

کفر و دین در عشق هم یارب نقیض دیگرند
یا بمن ده کفر یا دین آن برهمن زاده را

صد بهار آخر شد و از ساغر خود همچو گل
من بجز خون جگر گاهے نخوردم باده را

ناصح از راه کرم ما را نصیحت می کند
جز شنیدن هیچ نتوان گفت مرد ساده را

عاشق مهجور را از شادی عالم چه سود
روز عاشور ست روز عید غم آماده را

بسکه پابند علائق گشتم اے سودا مپرس
زندگانی دائم الحبس ست این آزاده را

زد شعله بر دل از نفس سرد داغ ما
روشن شود ز باد سحر گه چراغ ما

آتش بسان سنگ دهد آسیائے چرخ
خواهیم بهر نان چو شود گرم اوجاغ ما

از رهبری عشق بجائے رسیده ایم
صد خضر گم شود بتلاش سراغ ما

چون لاله از درون و برون پر ز آتش ست
طاقت کرا که تا بلب آرد ایاغ ما

از اختلاط او دل یک غنچه وا نشد
رنجنده رو نسیم برون شد ز باغ ما

از تیرگی اختر ما لرزد آفتاب
شهباز خائف ست ز جنگ کلاغ ما

ما گر شویم یا شود او گنگ تا کجا
سازد بهرزه گوئی ناصح دماغ ما

آید به پیش ما که ز معمورهٔ جهان
رد کرده چغد هم نه پرد سوی راغ ما

شاکی ز تنگدستی خود در جهان نیم
سودا النصیب شهرهٔ باشد فراغ ما

چون دل نتواند که کند ترک وفا را
انگاشته ام مهر به عشق تو جفا را

در سلسله ام نیست بجز درس اسیری — من طرفه لغت می شمرم لفظ رها را

بوئے که برد هوش ز نشگفتن گل نیست — تا او بچمن وا نکند بند قبا را

تقدیر بجا ماند چسان حیرتم اینست — آن روز که مژگان ترا کرد صف آرا

بود ار گرهٔ طرهٔ سنبل نه چنین سست — این عقده که وا کرد بهر سید صبا را

او قائل خلق ست هر آنکس که نیامیخت — در جلوهٔ حسن تو چنین ناز و ادا را

با من ببدی ذکر عزیزان چه ضرورست — بشناختم اے دوست بخوبی همه ما را

بیمار تو میگفت سحرگه به پرستار — در صحت ما دخل دوا را نه غذا را

ممکن که لبش تا به لب ما برساند — در کوزهٔ خضر آنکه کند آب بقا را

وے شد طرف باغ چو سودا اگذرا را — بودند همه مرغ چمن زمزمه آرا

ناگاه ز قمری چو شنیدیم صدائے
گفتیم دبیرستیم که عشق ست صدا را

باشد ز گریه ام دل سوزان من در آب — این طرفه آتشی ست که دارد وطن در آب

مانند شمع ز آتش سودائے جوش اشک — باشد سرم در آتش سوزان تن در آب

زان آتشی که عشق تو در جان من زدست — گوهر شرر شود چو فتد عکس من در آب

گردید بسکه آب ز شرم لبت عقیق — شد غرق همچو خطهٔ یونان یمن در آب

از جوش گریه مردم چشمم شب فراق — گردید همچو مردم آبی وطن در آب

گردد گهر بجرف صدف قطرهٔ گلاب — شوید چو روے خویشتن آن گلبدن در آب

سودا بگریه شور و فغانم نگشت کم
حرفیست اینکه نیست صدائے سخن در آب

آن شعله که در خرمن موسیٰ شرر اوست — دیدم بمقامی که لبم قفل در اوست

آتش بدلم میزند این رشک که آن شوخ — مخفی ست پس پرده و بیرون خبر اوست

اے شیخ ز جاروب کش میکده ام پرس — رازیکه نهانست ز تو در نظر اوست

آن مے که بیک جرعه ز خود برد جهان را — طرف دل عاشق بتلاش اثر اوست

کے مرغ دلم را هوس صدره نشینیست — در چنگل شهباز نسے بال و پر اوست

من معتکف دیر ازان گشته ام اے شیخ — زان در چو منے را که ترانند در اوست

آن شمع که در پردهٔ فانوس خیال است
این مجمع آراسته قربان سر اوست

گلدستهٔ دوران که باین رنگ و بهار است
نازنگه کیست که بند کمر اوست

قسمت چو بپرسید ز آب و خور سودا
منشی قضا گفت که خون جگر اوست

سد رهش زمانه چو جا نها نمیگذاشت
نازِ تو جانِ خضر و مسیحا نمی گذاشت

شد مبتلو مرگ و زیست چو یکسان زمانه کاش
بهتان زندگی ببر ما نمی گذاشت

دل آن قدر که تشنهٔ دیدار تست اگر
بودی به آب قطره بدریا نمی گذاشت

میداشت گر ز تندی خوی تو آگهی
آتش ز ترس دامن خارا نمی گذاشت

جنس دلم که پیش تو خوار است بهر اد
اکثر هجوم مشتریان جا نمی گذاشت

بودے کریم را چو بلا حوال ما نظر
کارے جزاے خلق بفردا نمی گذاشت

بستی چو دهر بر رخ هر صر درِ جهان
تا حشر خاک مادر اور ا نمی گذاشت

ترک تعلقش ز جهان می شدی درست
عنقا چو نام خویش بدنیا نمی گذاشت

باد آن زمانهٔ که پسر را پدر بشهر
ناصح ز اشتهار تو تنها نمی گذاشت

پشت فلک نه بار تو ملے عشق مے شکست
تقدیر گر بنا ے تو برپا نمی گذاشت

جانباز کس ندید چو سودا براه عشق
جای که سر ز تن برد و پا نمی گذاشت

غم ز ایام جوانی یادگارے مانده است
نشئہ می شد برون لیکن خمارے مانده است

حسن جاے عشق میگیرد که بعد از کوہکن
نقش شیرین را ببین در کوهساری مانده است

مغتنم دان در قفس مرغ دلم را چند روز
ورنہ بر بالش ز چندین دام تاری مانده است

آهوے چشمت به پهلو دار داز دنباله پر
آنکه زخمی نیست از دست شکاری مانده است

ذره هم از عشق ما در دل بود غافل مباش
شعله روزی میکشد سر گر شراری مانده است

عشق او نگذاشت اے ناصح بمن هیچ اختیار
اختیارم گریهٔ بی اختیاری مانده است

رحم کن بهر خدا بر غربت سودا که او
درد یارت دور از خویش دیارے مانده است

دانم که عشق همچو منے قابل تو نیست
گز مهر و کینہ هیچ زمن در دل تو نیست

باآنکه من بدُرونه باده ساختیم — آنهم بکام تشنه ام از محفل تو نیست
باید که زیر تیغ تو دم برنیاورد — برخاک بسملی که طپد بسمل تو نیست
خود را درون پرده نهفتن چه حاصلست — صد پرده پیش اہل نظر حائل تو نیست
جز چاشنی درد تو دل را چه لذت ست — ای وای بر کسی که دلش مائل تو نیست
بی سوز سینه کس بتو حاشا نمی رسد — جز داغ دل چراغ در منزل تو نیست
لیلی وشی نماند درین بزمگه که او — مجنون صفت روانه پی محمل تو نیست
صد کار دست بسته برآید از دیگرا — رحمی بجان و دل شده کار دل تو نیست

سودا شبی بواقعه دیدیم شاد باش
جز تیغ ناز یار اجل قاتل تو نیست

سخن ز ما بجهان وز دیگران گہرست — بگو که گوش ترا میل با که بیشترست
سپرده تیر تو پیکان وزان مرا خطرست — که دل ز زخم سنان خانهٔ ہزار درست
ز سنگ و تیشهٔ فرہاد ہر طرف خبرست — بداد ما نرسد کس که ناخن و جگرست
بگل دفا چو نباشد ز باغبان مہرے — درین حدیقه ازین ہر دو ہیچ در نظرست
ز ما پیام بآن گو که می برد ہیہات — زبان بریده بجای که صد پیامبرست
ہمین مے چه عجب گر شوم ز عصیان پاک — در آفتاب شود خشک دامنی که ترست
کدام سوخته را با تو گرم جوئیہاست — که شمع نامهٔ و پروانه مرغ نامه برست
کدام گل ز چمن رفت باغبان کامروز — صدای مرغ سحر ہای ہای نوحه گرست
گمان مبر که شد از گریه خشک چشم ترم — ہنوز سد رهِ اشک پارهٔ جگرست
بیا بیا نفسی چند شمع بالین شو — که خستهٔ غمت امشب بحالت دگرست

بذیل بی ہنر الست کو ہکن سودا
کسیکه دل ز طلب کند صاحب ہنرست

ساختم از حال دل آگاه یار از دست رفت — کرده ام کاری بنادانی که کار از دست رفت
شہسوار عرصهٔ عشقم دلی در کوی دوست — تا گذر کردم عنان اختیار از دست رفت
گفتگوی ترک عشقت گرچه بست اما چه سود — میکند باور کسی چون اعتبار از دست رفت
آنچه ما بردیم از دنیا ہمین داغست و بس — گر جفای چون تو یاری ہمچو یار از دست رفت

قدر خاک عاشقان معلوم خواهد شد ترا
جان من روزی که این بخت غبار از دست رفت

بال مرغ نامه بر فرسود پای قاصدان
چشم شد از کار و کار انتظار از دست رفت

خوبی چشم بتان وابستهٔ حسن خط ست
باده بی لطف ست چون فصل بهار از دست رفت

داد از دست تو ای صیاد قصد صید من
کردهٔ وقتی که هنگام شکار از دست رفت

ماز شوق وصل در اثنای ره خواهیم مرد
طاقت از پا سیر و صبر و قرار از دست رفت

توبه دیشب کردم امروز ای از جوش خم
آنقدر خوردم که سیر لاله زار از دست رفت

موجب خاموشیم سودا چه می پرسی که من
داشتم دل نام شخصی غمگسار از دست رفت

بچهره راه خط مشکبار نتوان بست
در حدیقه بروی بهار نتوان بست

تو میروی ز بر ما بگو چه چاره کنیم
که پای عمر درین رهگذار نتوان بست

من از معاملهٔ خط و حسن دانستم
ز خضر شهر ره شهریار نتوان بست

ولا حدیث حسودان بکس نباید گفت
که بیشاهده تهمت بیار نتوان بست

بقدر ماز تو غیر از حریم جانان نیست
کمر بصید حرم روزگار نتوان بست

بگریه راه نوردی بدشت غربت گفت
که راه آبله بر روی خار نتوان بست

گشاد کار من از دهر موجب تنگی ست
گره چو وا نشود استوار نتوان بست

بگرد حسن تو یوسف نمی رسد لیکن
بروی خلق در اشتهار نتوان بست

علاج شانهٔ زلفش چه سازم ای سودا
ره گزند بدندان مار نتوان بست

افسوس پای عیش جهان را قیام نیست
جز گردش زمانه درین بزم جام نیست

نام و نشان مخواه بعالم که گشته اند
چندین نشان بخاک برابر که نام نیست

آخر مآل کار ترقی تنزل ست
جز کاستن بطالع ماه تمام نیست

فهرست روز و شب همه دیدم خموش باش
ایفای وعدهٔ تو درین صبح و شام نیست

ما مرغ پرشکستهٔ گلزار عالم ایم
پرواز ما بسوی چمن بیخرام نیست

قاضی اگر نگه بسوی قاتلم کند
خون مرا بمحکمه اش انتقام نیست

افتادگی مشاهدهٔ پخته مغز یست
کی آن ثمر بشاخ بماند که خام نیست

آزادگی با من اسیرے نمی رسد
در گوشۂ قفس خطر و خوف دام نیست

مومن زحور گوید و ترسا ز دخت رز
ما را دماغ بحث حلال و حرام نیست

از فکر زادِ راه چه غافل نشستهٔ
این منزل خراب محل قیام نیست

از شیشۂ فلک مطلبے که این دنی
جامے بماه می دهد این هم مدام نیست

میخواست پا بخلوت خاصش نهد ملک
دامن ادب کشید که باش اذن عام نیست

سودا بجای نامه هما استخوان برد
کس را بپیش یار مجال پیام نیست

عشق تو ز پروانهٔ تا تا بمگس سوخت
این شعله چو برخاست ز جا ناکس و کس سوخت

در مجمرۂ چرخ نه عودیم نه عنبر
این سفلۂ دون بهر چه ما را بهوس سوخت

گردید شرر اشک ز آهِ دل گرمم
این قافله را شعلۂ آواز جرس سوخت

گاهی که برویم در خلوت بکشاوی
چون شمع ولم پیش تو از ضبط نفس سوخت

گر نکهت گل باد سحر سوئے من آرد
جایم بگرفتارگی مرغان قفس سوخت

میداد دل ما سبق ناله به بلبل
بود آنچه به گلزار از خار و چه خس سوخت

اندیشه نداریم ز خورشید قیامت
سودا تن ما تاب و تب عشق ز بس سوخت

جوهر آئینه از تاب رخش سوخته است
حسن در آب عجب آتشے افروخته است

خرمن صبر مرا میزند آتش هر دم
برق انداز تبسم ز که آموخته است

بر تن و توش مشو غره که خیاط ازل
جامۂ جسم تو از تار نفس دوخته است

جز غم درد خود از عاشق دلخسته مخواه
دیگر از دولت عشق تو چه اندوخته است

منهدم کفر شد از دولت اولاے سودا
شیخ ایمان بجهان اینهمه نفروخته است

چرا روم بگلستان درین بهار عبث
که هست سیر چمن بے مے زنگار عبث

کسے بکشور خوبان بداد دل نرسید
فغان و ناله بود اندرین دیار عبث

مرا که بے مے و مطرب بوجد می آیم
سماع نغمه و صهبائے خوشگوار عبث

برنگ نخل خزان دیده ایمن ست از سنگ
نهال من نفشاندست برگ و بار عبث

زگرد کینهٔ ما صاف کن دل اے سودا
مدار آئینهٔ خویش پر غبار عبث

در پردہ بما ناز سزاوار تو باشد
گو دیده که او قابل دیدار تو باشد

یوسف چه بجز مهره ببازار بار زده
آنکس بجز دهر که خریدار تو باشد

در آئینهٔ مهر بچشم همه ذرات
پیداست که عکس مه رخسار تو باشد

دل دارم و جان دارم و دین دارم و ایمان
از من بستان انچه که در کار تو باشد

بودن پے آزار دل ما بتو آسان
غیر از نگه لطف که دشوار تو باشد

گوشش بشناسد بجهان این دو صدا را
آنکس که دلش محرم اسرار تو باشد

گر بانگ صلواة ست و گر نالهٔ ناقوس
این زمزمهٔ مرغ گرفتار تو باشد

جان دل و دین و تن زارم نه عزیز ست
چیزیست که اینهم پی ایثار تو باشد

سودا بنگاهی نخرد ظل هما را
تا در نظرش سایهٔ دیوار تو باشد

در کشوریکه ناز و ادا می فروختند
عشاق جان به نرخ گیا می فروختند

داریم سادگی که ببازار خود بتان
دزد دیده دل ز ما و بما می فروختند

افلاک را اگر بجهان قدر ما بدے
ما را چرا بطالع ما می فروختند

یوسف اگر بعهد تو می بود در جهان
او را که میخرید و کجا می فروختند

ایمان بجز من نه گرفتم که شک در دست
این اهل اتقا بریا می فروختند

از مفلسی بهند هنر بر ان سرفروش
اسپ و یراق روز وغا می فروختند

شد تشنه بسمت از تشنگی فنائم
جائیکه موج آب بقا می فروختند

از دست شان بدیده بدامت فتاده ام
آنانکه صید را بهوا می فروختند

سودا از ان بلاد سعادت نشان بنم
کانجا بجاے جغد هما می فروختند

شادم اگر بهلے دلم یار بشکند
این شادی دگر که ببازار بشکند

جنس دل مرا تو بمن باز پس مده
این کار قدر فهم خریدار بشکند

یارب به پیش آن ستم آموز من باد
صیاد بال مرغ گرفتار بشکند

بیماری مرا بدلاسای کس چه سود
هرگه طبیب خاطر بیمار بشکند

کس جز شکستگی به بر دلبریم ندید
چون شاخ پر ز میوه که از بار بشکند

دل برد از من و چه به بیرحمیش شکست
چون محتسب که شیشهٔ میخوار بشکند

پیمان یار نیست کم از رنگ در وی من
عهدش دل من است که هر بار بشکند

بهر شکستنش ندهم دل چو ناصحا
ترسم از آن که خاطر دلدار بشکند

بر سر بنه کلاه مبادا که گردنت
زاهد ز بار گنبد دستار بشکند

بلبل بخواب باز نه بیند غرور گل
او گوشهٔ کله چو بگلزار بشکند

سودا بچشم سنبل و گل را چه عزتست
جائیکه یار طره برخسار بشکند

شود دلم چو بهدم و دچار نالد و گرید
ستم رسیده بر غمگسار نالد و گرید

مدام این دل سرگشته گرد آن چه عجب
بچرخ آید و دولاب وار نالد و گرید

سحر در آئینه یارب ببیند او رخ خود را
چو من مباش بشبهای تار نالد و گرید

دلم از آن مژه فواره وار گشته سبک
عجب مدار که چون آبشار نالد و گرید

کرچشم تر کند اندر عزای چون من بیکس
بغیر ابر که او بر مزار نالد و گرید

بسینه خون شده از ضبط آه و گریه خدا را
اجازتی که دل بیقرار نالد و گرید

عجب مدار بچندین جفا و جور که دارد
ز دست ظلم تو گر روزگار نالد و گرید

مکن تو جور بجدی که بیدلی ز جفایت
به پیش حاکم روز شمار نالد و گرید

تو خنده میزنی ایدوست بر خرابی حالم
عدو چو بیندم از درد زار نالد و گرید

چنان مکن که ز دست جفا و جور تو سودا
ز دور شهر تو در هر دیار نالد و گرید

هر کی خواهان دل از جنس خوبان میشود
تا بدست آورد ظالم درپی جان میشود

کی کند از بیدماغی صبح گلگشت چمن
آنکه از عکس رخش آئینه بستان میشود

هر شبی مانند تصویرات فانوس خیال
گرد آن شمع شبستان بزم قربان میشود

رسم ملک عشق را نازم که در حق مریض
از طبیبان بعد مردن فکر درمان میشود

هیچکس یارب بجس باشد علی الرغم اینچنین
من اگر کافر شوم آن بت مسلمان میشود

از پریشانی درین بستان دلا غمگین مشو
غنچهٔ گل میگردد اینجا گر پریشان میشود

بارها گفتم نمی آید ز پند خویشش باز
ناصح از گفتار خود روزی پشیمان میشود

می مخور سودا که آخر زاهد از یمن عصا
بر در جنت بروز حشر دربان می شود

چون قدم بیرون ز مجلس آن بت بیباک زد
حلقهٔ بزم نکورویان گریبان چاک زد

خلقت آدم چه نسبت داشت با هیجان عشق
چرخ این آتش چرا بر تودهٔ خاشاک زد

روح پاک ما سزاوار تن خاکی نبود
دهر از بیجوهری بر گوهر ما خاک زد

مشت خاکی نیست در کویش که بر سر ها کنند
بر زمین آب آنقدر این دیدهٔ نمناک زد

ولی بر زاهد که صائم ماند در فصل بهار
ای خوشا رندی که او ساغر بزیر تاک زد

بیتو اکثر داد اشک من بطوفان ابر را
شعله اندر جوهر برق آه آتشناک زد

جز قصور فهم خود سودا بکنهش پی نبرد
پشت پا آخر ابروی قوت ادراک زد

گردنم را چو بآن تیغ سرو کار افتد
ای خوش آندم که سرم در قدم یار افتد

کار از دست من افتاد و ازان میترسم
که سر بخت زبون دست من از کار افتد

بیرسی از در خود گر بنهم پا بیرون
خار در راه طلب از سر دیوار افتد

مژدهٔ وصل تو ای شوخ بدان میماند
خبر عفو چو در گوش گنهگار افتد

قصد گلگشت چمن بیتو گر آید بخیال
پای این دل شده چون سرو ز رفتار افتد

سر مکن ناله به تقلید من سوخته دل
آتش ای مرغ مبادا که بگلزار افتد

شیخ در صومعه ما خلوتیان را دیدیم
ای خوش آن مست که او بر در خمار افتد

مذهبی ده بمن ای عشق که از دولت او
گاه تسبیح بگردن گهی زنار افتد

خم درین باغ نگردد بطمع قامت ما
زیر هر نخل اگر از ثمر انبار افتد

میفروشم دل خود را بنگاهی لیکن
ترسم آن راز که در سمع خریدار افتد

پیش این مشتریان حال دلت ای سودا
همچو کالای بدی کو سر بازار افتد

تا کار من دل شده با سلسله افتاد
در بادیهٔ قیس عجب زلزله افتاد

خارِ رہ تفسیدہ ام و تشنہ لب برق
چشم طلبم کے بہ نم آبلہ افتاد

گم شد بطریقے رہ دیر و حرم از من
کز شیخ و برہمن بہ پیم قافلہ افتاد

در عشق تو شہرت کہ بخواری نگرفتیم
رسوائی ما از نظر غلغلہ افتاد

از وسعت ظرف دل عشاق مپرسید
عاشق نہ چو منصور تنک حوصلہ افتاد

از گوہر انسان چہ بگویم کہ ز دریا
روزیکہ جدا شد بچۂ مزبلہ افتاد

در دین و دل و صبر و خرد تفرقہ رو داد
عشق تو پلنگ ست میان گلہ افتاد

ہر راہ نوردے کہ بکوے تو قدم زد
از آتش عبرت بدلم آبلہ افتاد

در شعر خیانست توارد کہ بگردن
گویا پسر از عقد زن حاملہ افتاد

ہر عضو من از من بجہان تفرقہ گیرد
وقتے کہ میان من و تو فاصلہ افتاد

گہ جان ز تنم بردی و گہ تن ز سرے جان
اے عشق بدست تو عجب مشغلہ افتاد

گر دسخن پیر خرابات نگردیم
امروز بگوشم سخن از مسئلہ افتاد

سودا از حرم تا بہ نجف رفتم و دیدیم
دُر در کف پایم عوض آبلہ افتاد

نے گلے در باغ رنگ و بوے او در خواب دید
نے گل مخمل صفائے روے او در خواب دید

شد ملک دیوانہ گشت از دست طفلان سنگسار
گر سویش نرگس جادوے او در خواب دید

بر سر راہش فتاد آشفتہ خاطر صبح و شام
آنکہ بر رخسارہ اش گیسوی او در خواب دید

سر داز خاک مزارش سر کشد تا روز حشر
ہر کہ یکشب قامت دلجوی او در خواب دید

ہیچکس را اینچنین شبہا بہ بیداری گذشت
من ندانم چشم من چون سوی او در خواب دید

واعظا باز آ ز پند خود کہ دیشب چشم من
بر زغوغای قیامت کوی او در خواب دید

حق بدست اوست مفتون گشت اگر بر ماہ مصر
کے زلیخا این رخ نیکوے او در خواب دید

جز سیہ بختی برای او دگر تعبیر نیست
آنکہ چشمش وسمہ برابروے او در خواب دید

چشم ما نا لید سودا قابل زنجیر گشت
صبح یا زلف عنبر بوے او در خواب دید

در دم زد و لے تو فزون شد شدہ باشد
آنہم اگر از بخت زبون شد شدہ باشد

عشق تو بصد رنگ چو بگداخت دلم را
این شیشہ اگر بوقلمون شد شدہ باشد

در عاشقی از مرگ چه پروا که پی دل
جانهم اگر از جسم برون شد شده باشد

آن ساقی بیدرد من اندیشه ندارد
گل در نظرم ساغر خون شد شده باشد

هرگز بر امید نچیدیم ازین باغ
از باغ ثمر شاخ نگون شد شده باشد

گاهے بدل از سحر نشد رام خیالش
در شیشه پری گر بفسون شد شده باشد

گفتم ز غم عشق تو دیوانه ام اے شوخ
گفتا اگرت خبط و جنون شد شده باشد

کے داشته بودیم ازینها طمع خام
گو کاسهٔ نه چرخ نگون شد شده باشد

کس موجب قتل من از آن شوخ چو پرسید
گفتا خبرم نیست که خون شد شده باشد

از رفتن سودا چه غمم آن شاه بتان را
دیوانهٔ از شهر برون شد شده باشد

آنانکه بدست تو دل زار فروشند
صبر و خرد و دین همه یکبار فروشند

گر جور تو اینست بجانب که دگر بار
عشاق ز جنس دل اگر تار فروشند

از حلقهٔ خوبان بدر آ نرخ بیفزا
آن گل بود ارزان که بگلزار فروشند

ما صورت داد و ستد دل چه بگوئیم
چون مرغ اسیری که ببازار فروشند

عزلت نگزیند چه کند شیخ که رندان
ناکرده ز تن خرقه ببازار فروشند

مردم چه ببازار جزا عزه بفضل اند
رحمت نخرند از تو کردار فروشند

گر لذت درد کف پا را کنم اظهار
هر خار بنرخ گل و گلزار فروشند

اندیشه ز کالای دکاکین بیان کن
اینها همه یکدست خریدار فروشند

مایوس ز اقرار شود دل که خریدار
چسپان چو شود جنس بانکار فروشند

از خوبی سودا چو زدم حرف بفرمود
بالله که صاحب چه قدر یار فروشند

عید شد عالمت ثنا خوان باد
دشمن دولت تو قربان باد

تا قیامت ملازم در تو
عید با عشرت فراوان باد

بر جناب تو تا بروز قیام
کرم و لطف شاه مردان باد

خوان نعمت بگستری در دهر
خلق مرهون لطف و احسان باد

خلق گردند حلقه در گوشت
حکمت از هند تا بایران باد

دل و دست تو روز بخشش و جود
رشک عمان و غیرت کان باد

همچو بحر محیط ابر کفت
بر همه خلق گوهر افشان باد

آستان تو باد قبلهٔ خلق
بر درت روے حق پرستان باد

روے بهبود از تو باد مرا
مشکلم جمله از تو آسان باد

دشمنت همچو چشم قربانے
بر سر حال خویش حیران باد

هر یک از اولیاے دولت تو
چون گل تر همیشه خندان باد

صد هزاران ثواب حج یابے
لطف حق بر تو قبلهٔ جان باد

باد و صد فرخی مبارک عید
بر تو تا دور چرخ گردان باد

دشمنانت کنند قربانے
دائم این رسم عید قربان باد

این دعاے تو میکند سودا
دعوت او قبول یزدان باد

هرگز نمیرود ز تنش تا که جان رود
عاشق کجا ز کوے تو اے مهربان رود

در گوشش ار ز قصهٔ من داستان رود
آن گل تناز بالش خواب گران رود

رفتن ز باغ دهر بود ماتم عظیم
گل میدرد قبا چو ازین گلستان رود

زلفش چو منتشر شود از جنبش نسیم
آتش شود بلند بالا دخان رود

سرگرم عجب گشتنت اے یار خوب نیست
دولت که آوری بکفت رائگان رود

چون شعله هر کسی که کشد سر بآسمان
مثل شرر شتاب ازین خاکدان رود

شاه نجف که هست درش قبلهٔ مراد
یابد مراد هر که بران آستان رود

بر درگهش نشسته ام امیدوار لطف
نومید بنده زین در دولت چسان رود

یارم به بزم غیر رود گر ز روے قهر
سودا ستم بجان من خسته جان رود

چیست الفت کیمیا کاندر جهان شاذست شاذ
دوستی در دوستان این زمان شاذست شاذ

در فراموشی شعاران کم بود یاد آورے
تو نویسی خط بما اے مهربان شاذست شاذ

گردش دوری بود در آسیاے نه سپهر
خلق را آرام زیر آسمان شاذست شاذ

خالی از حکمت نخواهد بود ربط تازه اش
با منش این اختلاط اے دوستان شاذست شاذ

بود کی چشم که تشریف آوری از عین لطف　　این کرم لی مایهٔ آرام جان شادست شاد
بیوفائیها شعار او بود خود دیدهٔ　　ای دل انداز وفا از دوستان شادست شاد
تا در انصاف از زلفش دهی بس نادرست　　از تو یا بد داد دل این خسته جان شادست شاد
کم کسی در کفر بر گردد با یمان درست　　در دیار هند جنس اصفهان شادست شاد

گفت سودا شب شنید او نالهٔ من گم کرد
گوش از دو فرمودن شور و فغان شادست شاد

نی همین زان لعل خندانست طغیان گهر　　باشد از روی عرقناک تو طوفان گهر
صاف دل هرگز نباشد زپی آزار خلق　　لب گزیدن یا نخی آید ز دندان گهر
آب میگردد برنگ قطره سر تا پا ز شرم　　تاب حسنت گر به بیند چشم حیران گهر
در جهان قدر سخن از مستمع گردد بلند　　میشود پیدا بگوش دل نوا شان گهر

راز ما ر دشتدلان سودا کی پوشیده نیست
هست سوراخ جگر زخم نمایان گهر

عشرت مطلب بباغ تصویر　　کی ماه دهد ایاغ تصویر
غم نیست ز چرخ بیخبر را　　ایمن ز کمانست زاغ تصویر

نظاره مجوز چشم حیران
بی نور بود چراغ تصویر

سودی ازین جهان خرابی ندید کس　　گوهر بکف ز موج سرابی ندید کس
کی لذت غمت به تنک مایگان دهند　　خون جگر بظرف حبابی ندید کس
تخم امید ما که ترشح نصیب نیست　　بر کشت ما گذار سحابی ندید کس
یوسف بگرد شهرهٔ حسنت نمیرسد　　با آنکه صورت تو بخوابی ندید کس
مردم بغمگساری دل تفتگان نیند　　تر آستین ز اشک کتابی ندید کس
کاوش ترا بجاست فقط ورنه محتسب　　چون چشم یار مست خرابی ندید کس
آئینه را مقابل رویم گرفت زنگ　　خالی مرا بچشم بر آبی ندید کس
اشک از گداز دل چو نشد سرخ عیب نیست　　خوبی رنگ گل بگلابی ندید کس
سودا خموش کم دو حرفست شرح عشق　　درباب این مقاله کتابی ندید کس

زاندم که برد جلوهٔ صیاد در قفس
نے گل بخاطرم ز چمن یاد در قفس

شادی نه از بهار و نه غم از خزان بدل
زین هر دو این اسیر شد آزاد در قفس

گل را نمی شناسم و نه روشناس گل
هستم ز تخم مرغ قفس زاد در قفس

نگشود کس بسلسله ام چشم در چمن
از بیضه تا برون شده افتاد در قفس

باشد نصیب سامعهٔ صید پیشگان
از بلبلان شنیدن فریاد در قفس

تیرست از براے دل درد آشنا
هر نالهٔ ز مرغ چمن زاد در قفس

سودا شنیده ام که بعهد اسیریم
ق روزے عجیب حادثه رو داد در قفس

من مردم از تغافل داد شد بقید غم
آزاد گشت بلبل و صیاد در قفس

در میکدهٔ ما چو رسیدی ز حرم باش
این خانه چو آن خانه نه تنگ ست تو هم باش

در محفل مستان به ازین پیشکشے نیست
یک جام بگیر از من و هم پهلوے جم باش

شب طفل سرشکم ز غضب بیتو جهانرا
میخواست کند غرق که فریاد ز دم باش

قربان غلط کردن راه تو شوم من
گر آمدهٔ گرد تو گردم دو سه دم باش

سودا تو قدت بزر و زور ندارد
اے شوخ بمنت بسماجت بقسم باش

باشد ز زهر آب به تیغ زبان خلق
اے واے بر کسے که فتد در دهان خلق

گشتیم سر بسر همه بازار دهر را
خالیست از دماغ محبت دکان خلق

گوهر معین بجز ز دریا جدا بود
عارف خداست گرچه بود در میان خلق

زان پیش کآفتاب شود شمع بزم دهر
پروانهٔ چراغ رخت بود جان خلق

آگه اگر ز طینت اهل جهان شود
هرگز غبار سگ نخورد استخوان خلق

آن شوخ چون سوار شود بر سمند ناز
از دست اختیار رباید عنان خلق

گر خواهی اینکه واصل درگاه حق شوی
سودا بکش تو پاے خود از آستان خلق

از بس ز بوے زلف تو گردید خوار مشک
مانند عاشقانست بروزگار مشک

جز زلف یار من که چکد مشک تر ازو
هرگز ندیده ام که بر آید ز مار مشک

دارو ز بسکه بیم شب خون ز خط یار
بر گرد خود ز ناف کشیده حصار مشک

خوش خلق را ز بخت سیه هیچ باک نیست
نبود ز تیره بختی خود بی وقار مشک

آب سیاه گشت و ز ناف غزال ریخت
از بس ز بوی زلف تو شد شرمسار مشک

تنها نه سنبل ست ز زلفش به پیچ و تاب
در خون نشست از آن خط عنبر بهار مشک

سودا عبیر طرهٔ او کرده بر صبا
خیزد ز صحن باغ بجای غبار مشک

دوست در عشق تو ما را دشمن جان در بغل
تیر مژگان ترا دل گشت و پیکان در بغل

در فراق از داغهای دل مرا عیش ست عیش
بی تو شبها میکنم سیر چراغان در بغل

ناله میخیزد بجنبیدن رنگ از دل روز و شب
ساخت عشق او مرا شیر نیستان در بغل

افسر شاهی بسر دارم ز خاک کوی دوست
گوشهٔ خاطر به از ملک سلیمان در بغل

بر سمور و قاقم و سنجاب پشت پا زدم
میگذارم دست هنگام زمستان در بغل

درد دل را با که گویم آه ازین بنزان هند
بهر زخمش هر یکی دارد نمکدان در بغل

پای عیش این جهان در لغزش ست ای بیخبر
گو که جام امشب بمست لست جانان در بغل

می برد جز هیچ از دنیا کسی الا که من
برده ام چیزی تمنا نام پنهان در بغل

ان بهار عمر کو سودا بایاسی که من
صبح میرفتم سوی مکتب گلستان در بغل

جان ستم رسیده من داد خواه دل
دل آنچه کرده است بجان من گواه دل

بستانم از که این دو عدو خونبهای جان
دل جرم چشم گوید و چشم گناه دل

یارب بدرد بی اثری ناله جرس
گردیده مهر قافلهٔ اشک آه دل

دل گشت ناتوان و نداریم در نظر
جز نوک خنجر مژه اش تکیه گاه دل

در برگ هر گلی بچمن رنگ حسن اوست
صاحبدلان چو سیر کنند از نگاه دل

ای شیخ گر بسوی حرم میروی چه سود
با صاحب حرم نرسی جز براه دل

یکشب اگر به بزم خودم جا دهی چو شمع
روشن شود بجان تو روز سیاه دل

دلوار حرف ما شنود خلق سوی اوست
گوئیم در جهان بکه حال تباه دل

سودا بگو کجا بردم من ز دست دل
باشد اگر صلاح روم در پناه دل

گہ کعبہ راز کوے تو بہتر نگفتہ ام
اے بت بخاک او کہ برابر نگفتہ ام

احوال خود ز تیغ تو دیگر نگفتہ ام
تسکین دل بدان کہ مکرر نگفتہ ام

رنگین تر است قصۂ دل خون شدن ز گل
لیکن بپاس خاطر دلبر نگفتہ ام

دل را ادائے شکر تو ہر گہ کہ تنگ ساخت
حرف از شکایت تو بجز گر نگفتہ ام

ساقی بگو کہ دست کشیدی ز من چرا
پرسیدۂ ز پا اگر از سر نگفتہ ام

نامحرم ست خضر بجاے کہ میروم
نام مقام دوست بر رہبر نگفتہ ام

در رشتۂ جفا دل من از چہ سفتہ گر
دل گفتہ دادہ ام بتو گوہر نگفتہ ام

آتش نخوش کند چہ کند گر مزاج تو
گاہے سخن بروے سمندر نگفتہ ام

خون مرا بریز اگر بہر دعوئیش
ناصح ترا نوشتن محضر نگفتہ ام

از بہر دستگیری خود در میان آب
جان دادہ ام ولے بشناور نگفتہ ام

مے گشت چون دو آتشہ از ہوش میروم
زان وصف چشم یار بساغر نگفتہ ام

ق
سودا برائے جرعۂ آبے درین دیار
ہرگز بخضر ہمچو سکندر نگفتہ ام

احوال تشنہ کامی خود را بہیچ کس
گاہے بغیر ساقی کوثر نگفتہ ام

بچشم مردمان از رہگذار سرمہ می آیم
منم آن نور کز پشتہاے تار سرمہ می آیم

خراش پردۂ گوش کسی نبود سوال من
گدائے بے زبانم از دیار سرمہ می آیم

دُر دریاے فیضم رائگان ہرگز نخواہم شد
شکستم گر دہد دوران بکار سرمہ می آیم

بنوعی بیزبان افتادہ ام در دامن گیتی
کہ گویا طفل اشکم از کنار سرمہ می آیم

جز این جائے پناہم نیست از گفتار کج بحثان
برنگ مردمک اندر حصار سرمہ می آیم

ز حرف ہرزہ گویان مائل خاموشیم چندان
کہ نزد سرمہ دان بہر نثار سرمہ می آیم

ز عشق آرایش خوبان دلم را باز میدارد
کہ قلاش آنچنانم زیر بار سرمہ می آیم

بچشم کم مبین بنہار اوج خاکساری را
غبار راہم و در رہگذار سرمہ می آیم

رسائی نیست فریاد دلم بارے بگوش من
مگر آن داد خواہم کز دیار سرمہ می آیم

بیاد چشم او سودا چنان از خویشتن رفتم
کہ من آلودہ چون اشک از غبار سرمہ می آیم

خارے بجگر از گل رخسار تو دارم
زردی رخ از نرگس بیمار تو دارم

چون شانۂ دل چاک و پریشانی خاطر
از پیچ و خم طرۂ طرار تو دارم

تفسیده لب زخم یکے قطرہ تمنا
از آب دم خنجر خونخوار تو دارم

بر بوے گلے بستم و نالان و دل افگار
بلبل بنواسنجی منقار تو دارم

خاموشم و نقد دل و جان سخن امروز
لے سیمبران قیمت گفتار تو دارم

خاموشم و گنج گہراے اشک بدامن
از بہر نثار سر گفتار تو دارم

تا زلف فرو ہشتہ بر عارض چون ماہ
بس روز سیاہی ز شب تار تو دارم

آن سنگدل آخر سر بالین تو ناید
حیرت زدہ از مردن دشوار تو دارم

دل را کشید جانان تا در بر تبسّم
ز دمیج رنگ لعلش گل بر سر تبسّم

بیجاست لے جفا جو برپا کشیدن تیغ
مارا کہ می توان کشت از جوہر تبسّم

ہنگام ناز دارد پرواز خندہ روئی
چین جبین او ہم بال و پر تبسّم

کو چشم تا بہ بیند انداز شوخیش را
سرتا بپا چو برق ست یک پیکر تبسّم

شادیم اے ستمگر از زخمہائے تیغت
شد باز بر دل ما صد جا در تبسّم

ما در قیب یک جا ہر گاہ می نشینیم
با ما سخن بہ تضحیک با او سر تبسّم

کو ما ہر بستم تا گویمش بہ بیند
اینجاست دست قدرت ہان گر بتسّم

انداز خندہ او با غیر سوخت مارا
داغیست سینۂ ما از اخگر تبسّم

کاریکہ بر نیاید سودا ز جوہر تیغ
آن کارے بر آید از گوہر تبسّم

در قتل گہم آئی و من روے تو بینم
یک خلق ہر امید و من سوی تو بینم

صد بار بردیا بگذارم دم برگشت
نقش قدم خویش چو در کوی تو بینم

کو طالع بیدار کہ ہر صبح من از خواب
تا چشم بمالم رخ نیکوے تو بینم

ہر خواستن آئندہ بشمشیر چہ حاجت
آرم بکف از جنبش ابروے تو بینم

سازم بچنین مرگ عوض عمر ابد را
سر را چو دم نزع بزانوے تو بینم

بکشا گرہ از زلف کہ دلہا بتان را
تا حلقہ بگوشش خم گیسوے تو بینم

بخرام که خواهم سر شمشاد قدان را
پامال خرام قد دلجوے تو بینم

گفتم که من از عشق تو دل بر کنم ای شوخ
تا کے بسر خود ستم از خوے تو بینم

گفتا که بود باور من حرف تو سودا
هان زود بکن قوت بازوے تو بینم

یار را بر دیدن آئینه مائل کرده ام
مهر و ماهی تازه با هم مقابل کرده ام

شرح بیتابی فراوان بود بهر اختصار
نامه بر امروز مرغ نیم بسمل کرده ام

دعوی خونم بفرزندان من کے میرسد
منکه خون خود بمنت وقف قاتل کرده ام

ساکن دیر و حرم با هم غبار خاطر اند
من بهر جائیکه رفتم خانه در دل کرده ام

با ملیحان زاهدان اکنون که ساغر میزنم
من نمک حرمی ز تشنیع تو داخل کرده ام

داشت خط بندگی از من رخ بموے تو
آرزوے خط مشش آن شوخ باطل کرده ام

خاک کویش تا نگردد سرمهٔ چشم رقیب
من ز خوناب جگر آن خاک را گل کرده ام

سینهٔ من کان صد جوهر بلا در دل
این در یکتا ز بحر عشق حاصل کرده ام

بسکه سودایت تنم کاهید هنگام بهار
من ز موج اشک خود دریا سلاسل کرده ام

هرگز بدان بوصل تو بیجا گریستم
امروز به جدائی فردا گریستم

از پردهٔ تا بردن نقد از عشق دوست
رفتم برون ز شهر و بصحرا گریستم

کشت مجبتم نشد از آب دیده سبز
گویا چو ابر بر سر دریا گریستم

چون چشمهٔ چشم من نشد از گریه بهره مند
روزانه گریه کردم و شبها گریستم

یک خلق را بگریه در آورد گریه ام
گاهے نشد بیاد تو تنها گریستم

چون نخل آب دیده زباران بباغ دهر
یادش نموده از همه اعضا گریستم

کردم زبسکه بر سخن ابلهان عمل
آخر بحرف مردم دانا گریستم

سودا دمال یار بعمرے چو دست داد
در بر کشیده تنگ من او را گریستم

جلوهٔ حسنش بهر جا بود و من می سوختم
داغ عشق او بدلها بود و من میسوختم

آتش هجر آنچنان تیز ست کآب چشم من
از سرم یک نیزه بالا بود و من میسوختم

چہرہ ات را شعلہ کس میگفت و کس مانند شمع — ہمچو تشبیہات بیجا بود و من میسوختم
عالم آب امشب آتش زد مرا در بزم او — با رقیبان بادہ پیما بود و من میسوختم
وعدہ ہاے وصل با اغیار ایفا می نمود — با منش امروز و فردا بود و من میسوختم
بسکہ با روے تو نسبت داشت شمع انجمن — بر رخش پروانہ شیدا بود و من میسوختم
بیتو لے رشک گل گلزار در فصل بہار — لالہ آتش زن بصحرا بود و من میسوختم
خط بگرد عارض آن شمع رو چشمم ندید — دود از یک شعلہ پیدا بود و من میسوختم

جنس حسن او فتاد آخر چو در بازار عشق
ہر یکے سرگرم سودا بود و من میسوختم

اگر خاکم کنی یارب بکوے دلربا افتم — بپاے رہ نوردان تا کجا خیزم کجا افتم
غرور یاد ایامے کہ ہرگز سر فرو نارد — اگر صد بار چون رنگ حنا در دست و پا افتم
تو ہر جورے نہ خواہی کن زمن ہرگز نخواہد شد — میان داد خواہان تو در روز جزا افتم
گلستان بلبل طبع مرا شد معنی رنگین — چو شاخ گل بگرد مصرع من از نوا افتم
اجل از جست و جوے او مرا کے باز میدارد — شوم گر خاک در عشقش کہ دنبال صبا افتم
بعشق خویش نگاہان رضیم گر صد جفا بینم — خدا آن روز ننماید کہ از چشم وفا افتم
بآب خضر کے لب تشنہ ناز تو رو آرد — لب خود در السنازم تر چو در آب بقا افتم
بلباس عارضی آزادی من بر نمی تابد — کہ چون من سایہ میخواہم ز چشم خود جدا افتم

بابناے زمان کے ہمت من سر فرود آید
بروے خاک لے سودا اگر از پشت پا افتم

ہرگز بجہان ماغم دستار نہ داریم — چون مہر ز عریانی سر عار نہ داریم
چون گوہر ناسفتہ از اسباب معیشت — وابستگی خویش بیک تار نہ داریم
در کعبہ یہودیم و مسلمان بدر دیر — آرام بجز خانۂ خمار نہ داریم
با نالہ بسازیم عزیزان کہ دل خویش — در سینہ کم از مرغ گرفتار نہ داریم
ما بندۂ عشقیم و متبرا از مذاہب — با شیخ و برہمن سر پیکار نہ داریم
بلبل دل نالان و خیال رخ او گل — با بلبل و گلزار جہان کار نہ داریم
بر عرض تمنا بدہی گوش چو امروز — فرداست کہ ما طاقت گفتار نہ داریم

آئینۂ غبار از نفس ما نه پذیرد　　برخاطر کس ز اهل جهان بار نه داریم

ناز و نگه و غشوه بهاے دل سوداست
زین هرچه خریدار که انکار نه داریم

اشک از بسکه گره گشته مرا بر مژگان　　مینماید بنظر رشتۂ گوهر مژگان
شب خیال سر زلف تو بچشمم بگذشت　　گشته چون سنبل فردوس معطر مژگان
بسکه بر یاد لبش گریۂ خونین کردم　　سرخ چون پنجۂ مرجان شده یکسر مژگان
نے همین دیده ز خورشید رخش یافته نور　　همه چون خط شعاعی ست منور مژگان
چشمم از لخت جگر غیرت آتشکده شد　　مینماید بنظر بال سمندر مژگان

این قدر آب نماند از تف دل اے سودا
که با فشردن چشمم بشود تر مژگان

از دلم چون آه آتشناک می آید برون　　دود از هر یک خس و خاشاک می آید برون
می برآید آنچنان از کلبۂ احزان من　　چون ز جسم خسته جان پاک می آید برون
طاقت و صبر و تحمل را تغافل مے برد　　جان ز تن زان غمزۂ چالاک می آید برون
صید گردیدم بانداز که بر احوال من　　خون ز چشم حلقۂ فتراک می آید برون
اشک را نسبت نباشد هیچ با چشم صدف　　این گهر از دیدۂ نمناک می آید برون
تا بلب از برون ساغ نیفتن شد بر دلم　　مے بذوق بوسه ات از تاک می آید برون
غافلی از حال آن بیمار کاندر خانه اش　　هر که خرم میرود غمناک می آید برون
آخر شبها بکوے او نمیدانم که کیست　　یک صداے از دل صد چاک آید می برون
حرف اے سودا برائے اعتراض معترض　　از زبان هر یک بیباک می آید برون

از تو می پرسم بمرگ من ترا لطف از سخن
تا نباشد قوت ادراک می آید برون

لاله بیدود چراغ ست چه می بینی تو　　اینهم از دست تو داغ ست چه می بینی تو
سینۂ تفتۂ ما در دل سوزان و درد اے　　هیچو اخگر باو جاغ ست چه می بینی تو
گل درین باغ ندیدست کسی اهل نظر　　خون بلبل بایاغ ست چه می بینی تو
چشم را بسته درون دل یک حلق در آ　　این عجب کنج فراغ ست چه می بینی تو

چون نظر کرد سوے نامۂ من گفت رقیب
خلل اورا بدماغ ست چہ می بینی تو
گفت رندے بتامل چو ترا دیدم شیخ
برزخ انس و الاغ ست چہ می بینی تو
ہمنشین دور زدور نظر ما گلشن
گلخن امروز بباغ ست چہ می بینی تو

سوے دنیا منگر زیر فلک اے سودا
جیفہ بہر سگ و زاغ ست چہ می بینی تو

بسکہ بریاد قدش بگریستم درپای سرو
زد سرشکم خویش چون فوارہ از بالاے سرو
ہست پیش چشم تر دائم خیال قامتش
راست میگویند باشد برلب جوہاے سرو
در دیار حسن میدارد بہار بے خزان
ہیچ معشوقے نباشد در جہان ہمتاے سرو
رشک آن شمشاد قامت بسکہ آتش زد بدل
شد برنگ شمع صرف سوختن اعضاے سرو

سر دم سرکش ز آئین تواضع فارغ ست
سخت دشوارست سودا خمیدنہاے سرو

تلاش مردم دانا نہ کردی کاش میکردی
سراغ خضر چون موسیٰ نکردی کاش میکردی
ز رخ بند نقاب وانکردی کاش میکردی
جہان را بہر من شیدا نکردی کاش میکردی
سر راہے بامید نگاہے برتو بگرفتم
فغان کز شرم سر بالا نکردی کاش میکردی
زحرف خویشتن اے ماہ کنعانی در چہ افتادی
زاخوان راز خود اخفا نکردی کاش میکردی
دل از دستت رمیدہ پرفریبی کرد تسخیرش
تو رام این مرغ وحشی را نکردی کاش میکردی
ببین تاثیر آہ گرم ما ظالم کہ بت کردی
حذر از شعلہ دلہا نکردی کاش میکردی
بخلوت ہم گہے بند قبا از ناز نکشودی
مرا این عقدہ از دل وا نکردی کاش میکردی
تو اے مہ از غرور خویش خود بر آسمان رفتی
تماشا روے زیبا را نکردی کاش میکردی

بدست محتسب آخر گرفتار آمدی سودا
تو غافل توبہ از صہبا نکردی کاش میکردی

بنادانی دل ما را ز دست انداختی رفتی
فغان کز گوہر شہوار را نشناختی رفتی
قیامت رفت برسر آن زمان محفل نشینان را
تو چون از انجمن قامت بناز افراختی رفتی
بمن بسیار زد شیخ لاف از عقل و دانائی
سرت گردم بیک نظارہ کارش ساختی رفتی
در اول چشم روشن ساختی اے گوہر یکتا
در آخر چون صدف در سینہ چاک انداختی رفتی

پس از عمرے که با صد جستجو در راه برخوردی　　فغان کز سستی طالع مرا نشناختی رفتی

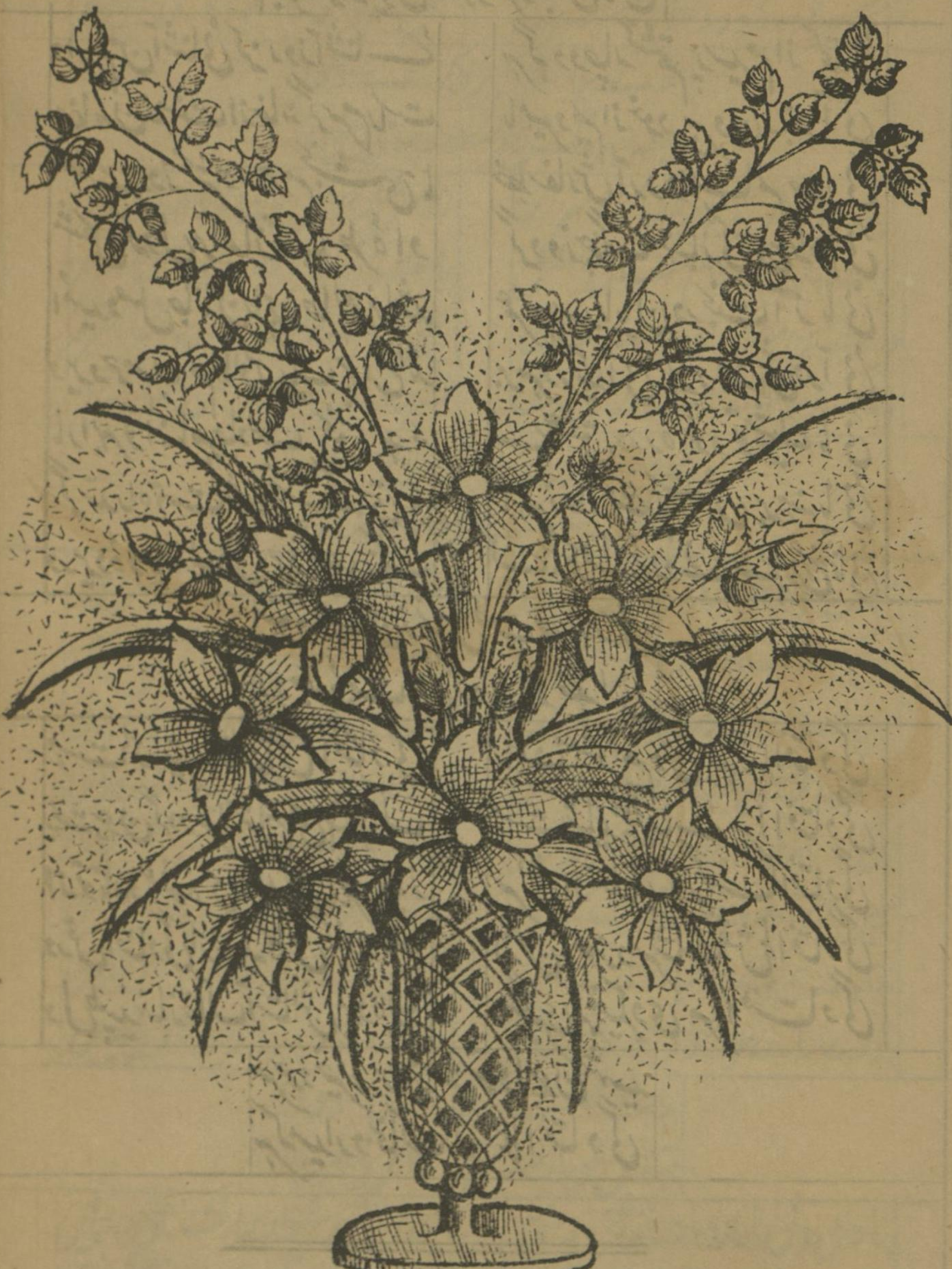
هزارت آفرین کاندر قمار عشق او سودا
جگرداران چون منصور سر را باختی رفتی

دارم من آشنائی کز روز آشنائے　　هر گه دوچار گشتم پرسیدم از کجائی
برنامدن زمنت از خانه گر سرم راست　　با میر دیم از خود بیرون در چو آئی
خطت بروز محشر در جرم بخشی ما　　خط سفارش آرد در عالم جدائی
مشکل که دل برآید از تاب طرهٔ او　　گردو ز چنگ شهباز کی مرغ را رہائی
اُمید وصل جانان این طالعم نباشد　　عمرم رسید با پایان در بخت آزمائی
دیر و حرم بعالم فانوس یک چراغ اند　　بر ہر در یکه آئی پروانه اش درآئی
مارا بهر تو از ما هر جا دلت نخواهد　　اے عشق در ره خود تو پیشوائے مائی
گر سد راه همت شد تنگدستی ما　　تا هم ز خار بخشد پوشش برهنه پائی
در پردهٔ دو عالم دل برده بصد رنگ　　اے آنکه وائے رونمے بے پرده رخ نمائی

سودا چسان زنم من لاف خداپرستی
رو جلوهٔ بت من گرداند از خدائی

هست از ما تیره بختان خوش نما افتادگی　　زلف معشوقیم و می زیبد ز ما افتادگی
پخته چون گردد ثمر از شاخ می افتد بخاک　　هست شاید پختگیهائے مرا افتادگی
از تو ناز و عشوه می زیبد ز من عجز و نیاز　　سرکشی از شعله آید از گیا افتادگی
در فن افتادگی از بسکه کامل گشته ام　　از من آموزد سرشک و نقش پا افتادگی
دل طپید بنا ز خاک آستانش برده بود　　دستگیری گر نمیکردی مرا افتادگی

سرخرو خیزد بروز حشر سودا چون شهید
هر که میدارد بخاک کربلا افتادگی



سلام و مراثی

مرثیہ چاندرات محرم

دن سے محشر کے نہین عالم مین کم یہ چاندرات　کہہ نہین سکتا جو کر گذری ستم یہ چاندرات
صفحۂ اوراق دین پر تھے جو وہ مطلب کے حرف　کر گئی حک اونکو وان سے یکقلم یہ چاندرات
نام کو شدت سے محرم مین کھڑے کرتے ہین لیک　غم کی ہر اک دلپہ گاڑے ہے علم یہ چاندرات
بار سے غم کے نہ تنہا پست ہے روے زمین　پشت نہ افلاک کو رکھتی ہے خم یہ چاندرات
کام مین اسکے جہان مین ہے جو کوئی ذی حیات　زندگی کے شہد کو کردے ہے سم یہ چاندرات
آب ہو بہتا ہے پتھر کا جگر کہسار مین　اسطرح کا خلق کو دیتی ہے غم یہ چاندرات
گل گریبان چاک و نالان مرغ و گریان آبشار　دے ہے باغ دہر کو اتنا الم یہ چاندرات
حال خلقت کا خدا کی پل مین کردے ہے تباہ　سطح پر دنیا کے رکھتے ہی قدم یہ چاندرات
صفحۂ ہستی پہ کیا انسان و کیا حیوان سے　رکھتی ہے خون جگر سے چشم نم یہ چاندرات
فاطمہ کو خلد مین لگوا پیمبر کے گلے　اشک خونی سے رلاتی ہے بہم یہ چاندرات
مہر تقدیر قضا سے محضر خون حسینؑ　لائی تھی دنیا مین گویا کر رقم یہ چاندرات
تن جگر گوشہ کا پیغمبر کے خاک و خون مین ڈال　کر گئی ہے سر کو نیزہ پر علم یہ چاندرات
تازہ کرنے کیلئے داغ غم سبط رسول　از سر نو ہر برس لے ہے جنم یہ چاندرات
سر پہ اہل بیت کے گذرا ہے جو کچھ ظلم و جور　یاد دلواتی ہے اسکو دم بدم یہ چاندرات

ضبط کرنے پہ بھی تجھے روئینگے سودا ہر گھڑی
دیتی ہے شاہ شہیدان کی قسم یہ چاندرات

سلام

ادب سے بھیجے ہے تجھپر ترا غلام سلام　قبول ہو تری خدمت مین یا امام سلام
تو وہ امام ہے جسپر کہ روح نبیون کی　درود بھیجے ہے دن رات صبح و شام سلام
پری و دیو و دد و آدمی و جن و ملک　ہر ایک بھیجے ہے تجھپر علی الدوام سلام
جو عرش پر ہے مخاطب بہ جبرئیل امین　ہمیشہ بھیجے ہے تیرا وہ لیکے نام سلام
تو وہ امام ہے جسپر نماز کے بعد از　جو مقتدی ہو سو بھیجا کرے مدام سلام

قبول ہو نہ عبادات روزہ داروں کی
نہ تجھ پہ جب تئین بھیجے یہ صیام سلام

جناب اقدس خالق سے روح کو تیری
ہمیشہ بھیجے ہے اے شاہ دین پیام سلام

رکھیں ہیں بات سے تیری یہ آرزو ملکوت
کہ سرنگون ہو کرین لیکے اس کے جام سلام

غرض زمین سے تا آسمان کی خلقت تک
بھون پہ دین تری بندگی ہی دام سلام

تری وہ ذات مکرم ہے اے امام شہید
کہ تجھ پہ بھیجین گے تا حشر خاص و عام سلام

یہ سودا عرض بعجز و نیاز کرتا ہے
شروع مرثیہ ہونیکو اب تمام سلام

سلام دیگر

حسین تجھکو یہ عرش برین کرے ہے سلام
وہاں لئے آن کے روح الامین کرے ہے سلام

فقط نہ گردون ہی تسلیم مین ہے تیرے خم
تجھے تو عیسی گردون نشین کرے ہے سلام

وحوش خاک پہ جتنے ہین اور ہوا مین طیور
جہان ہے جو کوئی تجھکو وہین کرے ہے سلام

فلک پہ جو ہے سو کرتا ہے بندگی تیری
ہر ایک ساکن روے زمین کرے ہے سلام

جو اہل شرع کا ہے رکن وہ سدا تجھکو
سمجھ کے صاحب شرع متین کرے ہے سلام

ترا وہ نور ہے جسکے تئین چہ مہر و چہ ماہ
ہر ایک خاک پہ گھسکر جبین کرے ہے سلام

تری وہ ذات مکرم ہے اے شہ دو جہان
کہ جسکو خلقت دنیا و دین کرے ہے سلام

تری جناب تو وہ خلق کی ہے خالق نے
جسے ہمیشہ تمام آفرین کرے ہے سلام

عبودیت ہے تری فخر ایک عالم کو
ترے غلام کو فغفور چین کرے ہے سلام

یہ نقش صفحۂ عالم پہ ہے ترا جس کو
ہر ایک صاحب تاج و نگین کرے ہے سلام

نہ موج آب ہی پیاسی ہے بندگی کی تری
حباب بھی بدم واپسین کرے ہے سلام

کسی خوشی مین ہو کوئی سنے جو تیرا نام
تو جان و دل سے وہ ہو کر حزین کرے ہے سلام

تری جناب مین ہووے قبول یا شہ دین
ادب سے سودا بصدق و یقین کرے ہے سلام

سلام

کہیں ہیں ساکن جنت بزیب و زین سلام
تری جناب مین یا حضرت حسینؑ سلام

علی کے لخت جگر اور نبی کے نور بصر
ہماری حضرت زہرا کی دل کے چین سلام

کہے ہے ناز سے حور بہشت سے آ کر
مرے محمد عربی کے نور عین سلام

ہمیشہ مشرق و مغرب سے ماہ اور خورشید
رسوخ دل سے کرین ہین زجانبین سلام

امام ہر دو سرا شاہ شش جہت تم ہو
شفیع روز جزا تم پہ فرض عین سلام

تمہین سلام کرین پہلے تو وے پاوین نجات
اوسی سے فرض ہوا ہی بمذہبین سلام

امید وار شفاعت کا تم سے ہی سودا
قبول ایک سے ہو اسکا تا بہ عین سلام

تجھ پر و رو جب سے کہے ابر سیہ پوش السلام
بولے اوسکے ساتھ برق شعلہ بر دوش السلام

ماہ ادھر دیکھا محرم کا کہا یہ غم ترا
بولتا ہے ہو کے ہر دل سے ہم آغوش السلام

دیکھکر ہر آن تیرے اہل ماتم کے تئین
درد سینے مین کہے ہے مار کر جوش السلام

غم دلون مین رات دن تسلیم کرتا ہے تجھے
بولتی ہے شادی خاطر فراموش السلام

طوطی و غنچہ پہ گلشن کے نہین موقوف کچھ
بولے تجکو دیکھ ہر گویا و خاموش السلام

کچھ نہ تنہا دیکھکر تجھکو طواف کعبہ مین
بولتا ہے زاہد سجادہ بر دوش السلام

یاد کر تیرا جمال اے ساقی کوثر کے نور
میکدے مین کہتے ہین سب مست و مدہوش السلام

اس چمن مین جب پڑھی سودا نے تجھ پر صلوٰۃ
بولا اُس آواز کو کر گل نے در گوش السلام

سلام

نبی کے نور بصر پر کہو درود و سلام
علی کے لخت جگر پر کہو درود و سلام

کہے ہے عرش کے سکان سے جبرئیل سدا
امام جن و بشر پر کہو درود و سلام

شجر جو باغ نبی مین ہے بہتر از اشجار
اب اُس شجر کے ثمر پر کہو درود و سلام

خدا کا امر ہے لے آدمی سے تا بہ ملک
سحاب دین کے گہر پر کہو درود و سلام

ہوا ہے سبعۂ سیارہ تک یہی اب حکم
کہ فاطمہ کے قمر پر کہو درود سلام

امام بر حق و مطلق پہ حق تعالیٰ کا
ہے امر شام و سحر پر کہو درود سلام

یہ جبرئیلؑ کا مطلب ہے یعنی اے سودا
حسینؑ تشنہ جگر پر کہو درود سلام

سلام

مین بھیجتا ہون تجھے فاطمہ کے لال سلام
علی کے باغ کے اے سرو نونہال سلام

تمام حور و ملک صبح و شام جنت مین
کہین ہین دیکھ ترا سرخرو جمال سلام

نہین ہے بدر ہی تجھ در پہ کچھ جبین فرسا
تری جناب مین جھک جھک کے ہر ہلال سلام

ہمیران سلف جا ہیے کرین تسلیم
جو بھیجے ہے تجھے ہر گاہ ذوالجلال سلام

بزیر چرخ زمین پر یہ جتنے ہین ساکن
وہ لے جنوب سے بھیجین ہین تا شمال سلام

سما درود پڑھے گر ستارون کی تسبیح
ہمیشہ بھیجے ہے ہم ارض و ہم جبال سلام

غلام از دل و جان ہے ترا جو یہ سودا
بدن کا اسکے تجھے بھیجے بال بال سلام

سلام

سورۃ الفتاح ہل اتی پہ سلام
معنی حرف انما پہ سلام

صدق دل سے مدام بھیج ولا
صاحب شان قل کفی پہ سلام

روشنی بخش چشم اہل یقین
مظہر نور کبریا پہ سلام

جنکے حق مین ہے بضعۃ منی
فاطمہ سیدالنسا پہ سلام

لحمک لحمی جنکی شان مین ہے
بھیج اوس جزو مصطفیٰ پہ سلام

متقی ہووے جسکی یاد سے خلق
کہ تو اس شاہ اتقیا پہ سلام

صورت شمر دیکھ شرمایا
کہ تو اس صاحب حیا پہ سلام

کہتے ہین ساکنان باغ بہشت کو
گل و گلزار مرتضیٰ پہ سلام

صدق دل سے یہ کہتا ہے سودا
ہر دم اس شاہ انبیا پہ سلام

سلام

ادب سے دور ہے التجا یہ اے محرم سلام اپنا
خدا بھیجے ہے جن اشخاص کو ہر دم سلام اپنا
دو عالم میں یہ کچھ رتبہ وہ ذات پاک رکھتے ہیں
اگر سچ پوچھیے واں ہم تو حکم خاک رکھتے ہیں
بچشم فہم ٹک دیکھو کہ انکا رتبہ ہے کیا کچھ
انھوں کے رتبے کے آگے سلام اپنا ہے ایسا کچھ
جہاں ہے بید اوسکے جھکنے میں کورنش کا عالم ہے
جدھر دیکھو گے ٹہنی گل کی وہ تسلیم میں خم ہے
جنھوں کا مرتبہ نزدیک حق دو جگ میں ہے خالق
جناب ایسے میں تم بھیجو سلام اپنا نہیں لائق
صلواۃ اوپر خدا بھیجے محمد نام ہے جس کا
ادب سے دور ہے وہ اور مانع کون ہے اسکا
غلامی بندگی چھٹ گہ نہ اے سودا کچھ التجا گہ
نظر چشم عنایت کی اگر کرے وہ مہر جس جا گہ
خطا اس میں ہے کہتا ہے جو واں عالم سلام اپنا
کریں جز بندگی واں عرض کس منہ ہم سلام اپنا
کہ سرور پر انھیں کے سجدیگو افلاک رکھتے ہیں
نہ بھیجیں چاہیے واں حضرت آدم سلام اپنا
انھیں کیواسطے ہے یہ دو عالم میں ہے جتنا کچھ
کہ جیسے بحر بے پایاں کو بھیجے نم سلام اپنا
جو پھل ہے شاخ پہ سر اسکا واں سجدے میں ہر دم ہے
کیا باغ جہاں نے انکو کس موسم سلام اپنا
ملائک کے ہوں جو کورنش و تسلیم کے شائق
تمھیں زیبا ہے یارو بھیجنا باہم سلام اپنا
سلام اولاد پر اسکی ہے کب معقول جس تک کا
جو پہونچے مرتبے کے یکدگر ہم جم سلام اپنا
کہ رتبہ ہے امامت کا کہاں اور تو ہے کس جا گہ
سمجھ واں خاک کے ذرے سے بھی ہیں کم سلام اپنا

سلام

اُس منبع حیا کو خدا کا سلام ہے
اُس راضی رضا کو خدا کا سلام ہے
آتے تھے جسکے در پہ مدینے میں صبح و شام
غلطاں ہے خاک و خوں میں دو جگ کا وہ امام
سو کربلا میں جا کے شہید اسطرح ہوا
کربل کی خاک و خوں میں جو تنہا پڑا رہا
چالیس روز دشت بلا میں وہ شاہ دین
اُس معدن سخا کو خدا کا سلام ہے
اُس شاہ کربلا کو خدا کا سلام ہے
آدم سے لیکے حور و ملک جملہ خاص و عام
اُس شاہ اولیا کو خدا کا سلام ہے
باقی رہا نہ جسکے کوئی خویش و اقربا
اوس مصدر عزا کو خدا کا سلام ہے
بے سر پڑا رہا تھا فقط بر سر زمین

گذرا یہ جسکے تن پہ زبیداد اہل کین
ماتم مین جسکے روتے ہین انسان اور ملک
یہ غلغلہ سما سے ہوا جا کے تا سمک
نانا ہے جسکا حضرت پیغمبر خدا
مان جسکی ہووے حضرت خاتون کبریا
جسکے پدر کو لحمک لحمی کہا نبی
حضرت حسین تمکو کہین ہین سبھی ولی
جن نے خدا کی راہ مین اسطرح سر دیا
غیر از رضائے حق نہ کیا اون نے جو کیا
سودا خموش اب کہ جگر آب ہو بہا
جس شاہ اولیا کا لکھا تو نے ماجرا

اس کشتۂ جفا کو خدا کا سلام ہے
پیٹین ہین اپنے سر کے تئین تا بہ نہ فلک
اُس غم کے مبتلا کو خدا کا سلام ہے
اور باپ ہے علی ولی شاہ مرتضیٰ
اُس شاہ قل کفا کو خدا کا سلام ہے
نازل ہے اُسکو ناد علیا سی تجلی
اُس لطف لافتا کو خدا کا سلام ہے
گذرا جو اُسکے تن پہ اُسے صبر سے لیا
اُوس حامل بلا کو خدا کا سلام ہے
جز اشک کچھ بھی آنکھو نمین باقی نہین رہا
اُس رمز انما کو خدا کا سلام ہے

سلام

حسین کی جناب کا جو کوئی غلام ہے
وان عرض بندگی کا مری صبح وشام ہی
کہتا ہے جبرئیل اُنھونکو بصد یقین
من بعد اوسکے بولے ہی یون بادل حزین
پیدا ہوا تمھارے لیے جنت النعیم
نازل تمھاری شان مین ہی آیت عظیم
سب ساکنان جنت اعلیٰ ہین اب امام
آپس مین متفق ہو یہ کہتے ہین یا امام
وہ جو تمھارے واسطے ہی جنت برین
کہتے ہین پھول پھولنہی ہر گل زمین
تم نے جو کربلا مین سہے رنج اور تعب
روح الامین کہے ہی تجھے دیکھ خشک لب

اُنکے غلام کا یہ غلام اب مدام ہے
جنکے جناب بیچ خدا کا سلام ہے
حق کیطرف سے آن کے سو بار آفرین
یا شاہ تمکو عرض وسما کا سلام ہے
اللہ نے کیا ہی وہان کا تمھین مقیم
تمکو وہان کے صبح ومسا کا سلام ہے
یا ذکر ہے درود کا یا ورد ہے سلام
تا حشر تمکو اہل وفا کا سلام ہے
ناز و ادا سے اُسمین خرامان ہی حور عین
تمکو وہان کی باد صبا کا سلام ہے
کسکی مجال ہی جو بیان کر سکے وہ اب
یا شاہ تمکو صبر وحیا کا سلام ہے

جتنی ہے کائنات جہان زیر آسمان
تجھپر فدا ہے اے خلف شاہ انس و جان

سودا ترا غلام ہی اے شاہ دو جہان
اس خاکپاے اہل ولا کا سلام ہے

سلام

ہر سحر لیجا ادب سے اے صبا میرا سلام
پہونچے انکو جو ہین دین کے رہنما میرا سلام

اولا لیجا پیمبر کے تئین مجھ سے درود
بعد ازین نزد علی مرتضی میرا سلام

جا کے پھر مدفن پہ اوسکے دے بصد عجز و نیاز
جو ہوا ہے کشتۂ سم دغا میرا سلام

بعد اسکے دیکھیو جا کر بدشت کربلا
ہے جو وہ مقتول شمشیر جفا میرا سلام

اُسکے پھر فرزند کو کہہ باہزاراں اندوہ و غم
وہ جو تھا اک مورد رنج و بلا میرا سلام

حضرت باقر امام پنجمین برحق جو ہین
خلد مین خدمت مین اُنکی کہکے آ میرا سلام

بعد ازان پہونچائیو جا کر شتابی سے صبا
حضرت جعفر کو باصدق و صفا میرا سلام

موسی کاظم امام رہنما ہین گے جو وہ
جا کے اُنکی بندگی مین کر ادا میرا سلام

بعد اُسکے پہونچ کے شہر خراسان کیطرف
کہیو جا کر جانب موسی رضا میرا سلام

بعدہ حضرت تقی کو کہہ باداب تمام
وہ جو برحق ہین گے شاہ اتقیا میرا سلام

عرض کیجیو پھر نقی سے باخشوع و باخضوع
ہر دو عالم کا ہے جو وہ پیشوا میرا سلام

اُسکے بعد از کہنے کو جا نزد حسن العسکری
دو جہان کا ہے جو وہ اک رہنما میرا سلام

تجھسے کہتا ہے یہ سودا اس سخن کو دمبدم
مہدی ہادی سے کہہ صبح و مسا میرا سلام

سلام

اے محمدؐ کی دو عالم مین نشانی السلام
اے امام رہنما حیدر کے ثانی السلام

کہتے ہین قرآن ناطق شیر حق کی ذات کو
اُس کلام اللہ کے تم ہو معانی السلام

فخر ہی آدم کی خلقت کو تمھاری ذات سے
اے خدا کے مظہر راز نہانی السلام

بضعۂ منی کہا خیر النسا کو مصطفے
اُس سرور سینۂ احمد کی جانی السلام

کہتے ہین جسکو شہادت رتبۂ اعلی ہی وہ
اے امام رتبۂ اعلی کے بانی السلام

عرصۂ دنیا پہ ہے سایہ ترا تا روز حشر
نور چشم شاہباز لامکانی السلام

دین و دنیا مین یہی امید ہے اے شاہ دین
رکھیو سودا پہ تو اپنی مہربانی السلام

مرثیہ حضرت امام حسین علیہ السلام

نہین ہلال فلک پر مہ محرم کا
دل اسطرح سے یہ گھائل کریگا عالم کا
چڑھا ہی چرخ پہ تیغا مصیبت و غم کا
کہ وان نہ لگ سکے ٹانکا نہ پھایا مرہم کا

دلونمین آتش غم یہ رکھے ہی اب تب و تاب
کہ اُسکو یاد جو آل نبی پہ بند تھا آب
کہ مور خاک مین اور مرغ ہون ہوا مین کباب
ہر ایک چشمہ رواں ہوگا چشم پر نم کا

زمین پہ زیر فلک ہے جو خلقت آدم
جدھر کریگی خوشی منھ تو یون کہیگا غم
سرون پہ ڈالین گے خاک اپنے اپنے ہر کدم
ادھر نہ آئیو ہرگز یہ گھر ہے ماتم کا

خوشی رہیگی نہ موجب سے اُسکے پوچھے بن
اسی مہینے کے مارا پڑا وہ دسوین دن
کہیگا غم او سے آسودگان کی اُے ساکن
شرف جو آدمیونکا تھا فخر آدم کا

کرین نہ اہل جہان کسطرح سے شیون و شین
ہوا ہی آج کے دن قتل کربلا مین حسین
سرون کو اپنے نہ پیٹے سو کیون وہ کر کے بین
یہ تعزیہ ہے رموز خدا کے محرم کا

بڑا کیا تھا محمدؐ نے جسکو گود مین پال
گیا جہان سے پیاسا وہ فاطمہ کا لال
بھرے تھا ساقی کوثر کے دوش پر مہ و سال
عطش ہی تن سے ہوئی روح کی سبب رم کا

ہزار طرح کے دریا روان تھے دنیا مین
کئی غریب جو تھے کربلا کے صحرا مین
جو کوئی تھا سو وہ سیراب تھا ہر اک جا مین
نصیب اُنکے نہ قطرہ ہوا کسی یم کا

یہ ظلم کسکی زبانکو ہے کہنے کا یارا
جو اُنمین طفل تھا ششماہہ اُسکو بھی مارا
نبی کا قتل کیا ظالمون نے گھر سارا
کیا نہ عمر ونے کچھ فرق زائد و کم کا

قضا کی تیغ کا جب سبکو کھا چکا جوہر
زبان نکال کے بولا یہ شمر کا خنجر
رہا نہ اُس شہ مظلوم کا کوئی یاور
کہ مین ہی اب تو ہون اک آشنا ترے دم کا

کہے جو تو تجھے جد کے کنے مین لیجاؤن
ترا اخی جو ہی کہ اُسکے ساتھ ملواؤن
جو مرضی ہووے تو والد کے پاس بٹھلاؤن
ملا یپ چاہے جو تو اس شہ مکرم کا

سخن یہ سنکے لگا کہنے وہ شہ آفاق
رضائے حق کی ملاقات کا ہون مین مشتاق
انھونکا دلکو مرے اسقدر نہین ہے فراق
جو ہووے ایسے مین تو ہو ملاپ باہم کا

خدا کی مرضی سے دلکو مرے محبت ہے
جھنون کے ذائقہ سے دور اسکی لذت ہے
جو آب تجھ مین ہے مجھ تشنہ لب کو شربت ہے
اثر مزاج مین انکے رکھے ہے یہ سم کا

ہمین یہ مرتبہ پشتین سے چلا آیا
اور اب جو مجھ تک اوسے تیرے ہاتھ بھجوایا
مرے پدر کو بھی حق نے یہ جام پلوایا
ہمارے واسطے احسان ہے یہ ہیم کا

سن اسکو دشمن گلے شہ کے لگ لہو رویا
شہ اس سے ملکے فراغت سے اسطرح سویا
غبار تن پہ جو تھا اپنے اشک سے دھویا
کہ تا ابد نہ کھلے پردہ چشم پرنم کا

حرم کی اور کہون پھر کیا نصیبون کے
فلک نے پھینک دیا سر پہ ان غریبونکے
گرینگے لخت جگر چشم سے حبیبون کے
سمیٹ کر ستم و جور سارے عالم کا

چلے جو شام وہ آفت رسیدہ ہوکے اسیر
سنا کیے ہین کہ عابد کی تا بہ عمر اخیر
نجانے انھین کسطرح سے کیا زنجیر
نشان گیا نہین گردن سے طوق پرخم کا

نہ ساتھ تھا کوئی ایسا بجز خدا کی ذات
سکتے تھی جنکی رفاقت سے راہ مین ذرات
تھکے جو پاؤن تو اس ناتوانکے پکڑے ہات
جگر پہ داغ پدر دل مین غم نبی عم کا

پیادہ وہ حرم اونٹون پہ بحجاب سوار
برہنہ پا وہ غریب اور دشت پہ پرخار
ہر ایک پاؤن مین زنجیر ہاتھ بیچ مہار
غبار ہوئے تھا گل خون سے اسکے مقدم کا

کبھو تو مانگے تھا پانی کسو سے وہ معصوم
کبھو کہے تھا کہ اے ولے قسمت محروم
کبھو تو چاٹے تھا ہونٹھ اپنے پیاس سے مغموم
پیالہ پانی کا اب مجھکو جام ہے جم کا

کوئی جو دیوے تھا پانی بھی تو اس امین سے
گراوے تھا وہ پلانے مین خاک پر کین سے
سکے تھا وہ کسے پی نہ اثر ونکا ین کسے
کہ تا نہ بھر کے چلو شہ معظم کا

ہر ایک عضو مین شدت سے تپ کی ایسا درد
گھڑی نے تپ پہ نہ دیتے تھے ٹک کہین نامرد
کہ رنگ چہرہ کبھو سبز اور گاہے زرد
پہ چلو چلو ہی سخن تھا ہر ایک اظلم کا

گذر انھون کا ہوا حرب گاہ پر ناگاہ
بھری وہین دل پرسوز سے اک ایسی آہ
پڑی جو اس تن بے سر پہ عابدین کی نگاہ
کہ وہم سب کو ہوا شعلہ برق کا چمکا

زمین وہ دیکھکے چھینٹون نے خون کے رنگین
کہا مدینے کو منھ کرکے اے رسول امین

خزان باغ رسالت مین مجکو علم نہین
چمن یہ پھول رہا ہے کدام موسم کا

یہ وہ حسین ہی بے سر پڑا ہی جس کا تن
یہ وہ حسین ہے جسکو ملا نہ گور و کفن
یہ وہ حسین ہے جس پر نہین ہے پیراہن
کہ جس حسین کا تو غمگسار ہر دم کا

چمٹ کے اُس سے گئے آبدیدہ ہوئے تھا
ہر ایک زخم سے یون منہ لگا کے روئے تھا
کہا پنے اشک سے اُسکا غبار دھوئے تھا
کہ جس طرح سے گرے گل پہ دانہ شبنم کا

کہا یہ روکے نہین سر جولے پدر تیرا
علم یہ سر ہی تن اس جا مدینہ گھر تیرا اٹھو
ہین سر کے تیرے تصدق کہان ہی سر تیرا
مجھے نظر نہین آتا ملاپ باہم کا

برہنہ ادہون یہ بے جان خواہر و مادر
چلے ہین شام کو یون چھوڑ کر نبی کا گھر
گلے مین اسکے نہ کرتا نہ اُسکے سر چادر
بیان اُنھونکے ہے یہ صورت مجسم کا

عمل یہ کیا کیا ان اشقیائے امت نے
کہ فائدہ نہ کیا کچھ تری نصیحت نے
اُنھونکو یان نہین گھیرا ہے اُنکی شامت نے
تجھے نواسا نہ سمجھے رسول اکرم کا

غرض وہ نعش پدر سے یہ حرف کہتا تھا
شفیق اس کے ایسا وہ کون رہتا تھا
اور اُسکا خون دل آنکھونکی راہ بہتا تھا
لہو جو پاک کرے اُس کے دیدۂ نم کا

اگر خوشی سے کبھی غم نے یہ حکایت سب
ہر ایک روویگا تا روز حشر روز و شب
تو پھر جہان مین یار و خوشی رہیگی کب
بجا کرے گا دمامہ حسینؑ کے غم کا

زہے نصیب جو سودا رولاوے یار و وے
یہ روسیاہ تو ایسا نہین جسے ہو وے
جز اشک نامۂ اعمال کس طرح دھو وے
تلاش مرثیہ گوئی سے دام و درہم کا

مرثیۂ امام قاسم

یارو ستم تو یہ سنو چرخ کہن کا
سنجوگ یہ کچھ باندھا ہی دولہا سے دلھن کا
ٹھانا ہے عجب طرح سے بیاہ ابن حسن کا
جو تار کفن کا ہے سو ڈورا ہے لگن کا

دھرنا لگن اس بیاہ کا زنہار نہ مانون
گرد اُسکے کھڑے پیٹے ہین سب سینہ و زانون
گرداب فلک مین نہ سمجھتا ہون تو جانون
بھر طاس دھرا خون کا ہے نام لگن کا

غم دلیہ خلائق ہے کے عوض منڈھے کے چھایا
دولھن کو بدل جوڑے کے رنڈ سالہ پنھایا
سہرے کا جگہ تیل کے نیزے پہ چڑھایا
ہے خلعت نوشہ کیلئے فکر کفن کا

اور کیا کہوں میں بیاہ کی نوبت جو دھرائی
گھر کو بعوض روشنی کے آگ لگائی
چھاتی ہے زن و مرد کی دن رات پٹائی
لے ستلی سے ہر گز نہ بچا تار رسن کا

کیونکر یہ تماشے نہ کرے چرخ نظارے
ہر نالے سے لپٹے ہوئے آتے ہیں ترارے
آہیں تو ہوائی ہیں اب اور اشک ستارے
منھ دلکا اناروں کی ہے ارژنگ دہن کا

آرائش اب اُس بیاہ کی کیا میں کروں اظہار
ہر زخمی کے واں گھاٹ تھی اک تختۂ گلزار
کس طرح تھی وہ چشم خلائق میں نمودار
ہر لوتھ پہ چادر تھی گویا رشک چمن کا

سینے کو یہ کچھ دیکھ زن و مرد نے کوٹا
آرائش شادی کے بدل گھر کو یہ لوٹا
لش کو ہجوم آکے تماشائی کا ٹوٹا
چھوڑا کسی سمن کے نہ پھر رخت بدن کا

رنگ کھیلنے کا شادی کے دیکھا یہ عجب طور
معلوم ہوا تب جو براتی میں کیے غور
جز خون کی چھینٹو کے نہ تھا کپڑوں پہ کچھ اور
رنگ کھیلنے کی جا تھیں میدان تھا رن کا

کاٹا ہوا وہ سر تھا جو ساچق کا جتا دا
دولھن نے لیے آ تیئں دولھا کی چڑھادا
گردن کا خط زخم تھا مٹکے کا کلادا
ساچق کا یہ دستور ہی کہ کس کے وطن کا

جو خوان کہ دولھن کے لیے منہدی کا آیا
دولھا کا لہو ہاتھو نمیں دولھن نے لگایا
تھا خسرو خسر پورہ کا خون اسمیں جمایا
یہ رنگ ہی شادی میں زمانے کے چلن کا

دولھن کو شب عقد جو ہیں ملکے سنوارا
جسکے لیے سب کچھ تھا گیا رن میں وہ مارا
بولا یہ رنڈا پا کہ خدا سے نہیں چارا
کیا فائدہ اب اُسکے سنگار اور برن کا

نتھ کو تو اُتار اُس سے کر و میرے حوالے
لوتھ آئی ہی اُسکی ہیں کہاں بیٹھنے والے
اور خاک کہو اسکو سر اپنے میں یہ ڈالے
اب وقت نہیں اور کسی حرف و سخن کا

کیا شہ کی سواری کی کوئی قصے کو باندھے
سہرے کے تئیں سر ہی سے کھاٹ کے باندھے
بن سر لیے آتے ہیں اُسے چار کے کاندھے
اسطرح چڑھا بیاہنے شہزادہ مدن کا

گرد اُسکے براتی سر و صورت سے ملے خاک
فریاد و فغان اونکی سے پر گنبد افلاک
سب چاک گریبان کیے بادیدہ نمناک
نے اتنک تھا مرد کا یہ دیکھ نہ زن کا

کہتا تھا ہر اک دیکھ کے دولھا کی یہ سنگت
ماں باپ کی لڑکی کی گئی ہائے کدھر مت
اس گبرو کی شاید ہوئی ہی گور سے نسبت
چھوڑیگا سہاگ اُسکا نشان اسکے نہ تن کا

دولھن کے جو گھر پہونچے تو سب جہز پہ مل گرد
پیٹے سر و صورت کو بہم ملکے زن و مرد

کہتا تھا ہر اک رد رویہ بھر بھر کے دم سرد   تھا عقد کہ عقدہ تھا یہ پانی دیون کا

گھٹتا تھا سر و سینہ بجائے دبل و دف   ماتم کی بجھی شادی کے منڈوے کے تلے صف
تھا عود کے مجمر کے عوض سینہ پر تف   ہر ایک کا دل آمین تھا انگارا اگن کا

دولھن کی گل انجھوان کی لڑی موتیوں کا ہار   دولھا کے لیے سہرا تھا لوہو کی ہر اک دھار
چھاتی پہ نظر آتا ہے جس تیر کا سوفار   دیتا تھا نشان خلق کو یان خوردہ دہن کا

شربت کی تو وان رسم کا کیا ذکر تھا اس آن   پانی کیلیے سارے قبیلے کی گئی جان
یہ جو بھون کی جگہ خون جگر کھا گئے مہمان   شادی تھی کہ طوفان تھا اک رنج و محن کا

دولھا جو سلامی کے لیے ساہوری آیا   گھوڑا تو کہان تختۂ تابوت بنایا
اور اسکے لیے خلعت شادی جو رنگایا   ڈوبا لہو مین بیاہ کے دن رخت بدن کا

لیجائینگی دلھن کے مین کیا لاؤن زبان پر   آگے تو جدا تن سے ہو دولھا کا چلا سر
پیچھے تھی دلھن ناقے پہ بے مقنع و چادر   تھی ہاتھ مہار اسکے جو تھا بھائی دلھن کا

مان کہتی تھی دولھن کی یہ رو رو کے ہر اک دم   بیٹی کے رنڈاپے سے بھی ہے مجکو بڑا غم
اب لوگ کٹم کے یہی کہتے ہونگے باہم   اس دولھا کو پیراہنوا نیک دلھن کا

یہ بولتے ہونگے جو وہ ہین لوگ جوائی   کرتا ہے شب تخت کوئی گھر سے جدائی
دولھا کے تئین سکنہ دولھن کی خوش آئی   دیکھ آرسی مصحف جو کیا قصد عدن کا

کوئی تو کہیگا ہے عجب بھاگ کی دولھن   بیوہ یہ کہانے لگی ہوتے ہی سہاگن
بولی کوئی مین کیا کہون شادی کا یہ اوگن   گھر کھوج رسالت کی مٹا سرو سمن کا

چھیدے ہین کلیجے کو مرے خلق کی باتین   سن سن کے گذرتی ہین بھے بیٹی راتین
اور خلق سمجھتی نہین یہ دہر کی گھاتین   کیا فکر کرون انکی زبان اور دہن کا

بیٹی کا جلایا جو ہے کیونکر وہ بتاؤن   بن سر تن داماد مین کس کسکو دکھاؤن
آنکھین کہو کسطرح مین سمدھن سے ملاؤن   اس شادی مین جب نور گیا اسکے نین کا

منھ دیکھنا بیٹی کا مری اسکو ہوا ننگ   اس بیاہ مین اب زندگی اپنی سے وہ ہے تنگ
شیشے سے فلک کے یہ شب عقد گرا سنگ   تن ٹکڑے کیا جن نے کہ یون اسکے رتن کا

کرتے تھے جہان مین غرض اب مادر دختر   اسجا یہ نظر آئے تھا ہنگامۂ محشر
چھوٹا اسکے کہون کیا کہ مین ان بانو نکو آکر   ہوتا تھا جگر آب زمین اور زمن کا

سودا نہ لرز اپنے تو اعمال سے جون بید
جس روز تمازت پہ قیامت کا ہو خورشید
اس مرثیہ کے کہنے سے رکھ دل مین یہ امید
سایہ ہو ترے سر پہ شہیدونکے چرن کا

مرثیہ

احوال روزگار مورخ لکھا کیا
تحریر جب سے واقعۂ کربلا کیا
کوئی پڑھا کیا اُسے کوئی سُنا کیا
ملحد کہین ہین پڑھکے ملاعین نے کیا کیا

راوی کہے ہے جنگ نے پایا جب انصرام
کاٹا تھا چڑھکے چھاتی پہ جن نے سر امام
آل نبی کے خون سے وضو کرکے اہل شام
پیچھے کھڑے ہوا سکے دوگانا ادا کیا

پڑھکر نماز جمعہ کی اور خطبۂ یزید
لوٹا سب اسطرح سے کہ نے دیدنے شنید
غارت کیو اسطے دھسے خیمے مین وہ پلید
گھر سیل نے بھی یون نہ کسی کا صفا کیا

یہ دخل کیا بچا ہو کسی پاس تار نہ زر
باہر کیا نکال کے سب کو برہنہ سر
چادر رہی حرم مین کسو کے نہ سر اوپر
جتنے تھے اہل بیت انھین بے ردا کیا

پہلے یہ چاہتے تھے لعینان کربلا
بولا انھونمین ایک نہین کام یہ بھلا
خیمہ سمیت اہل حرم دیجیے جلا
شاید کہے یزید مری بے رضا کیا

آپس مین پھر یہ بولے کہ مت لوٹ پر مرو
نیزون پہ اپنے اپنے انھین جلد تم دھرو
لوتھون سے جو ترا ہوون کے سر جدا کرو
مال و منال تھا جو کچھ ہم ایک جا کیا

القصہ پہلے کاٹ کے سر انکے وہ لعین
پھر کاٹ سر انھونکے جو تھے اور مومنین
اُن لوتھونمین جو تھے کوئی ذی رحم شاہ دین
نیزونپہ لینے رکھکے انھین برملا کیا

بیسر مین جو لوتھین دیا خاک وخونمین ڈال
پہونچا جو ایک شیر تو ڈرانُ سے وہ شغال
چاہا کہ اُنکو گھوڑ دلنسے کرواوین پائمال
اپنے خیال خام کو دل سے جدا کیا

پھر ابن سعد پاس وہ آئے سیاہ رو
نیزونپہ سر کٹے ہین یہ ہم اُنکو دیکھ لو
بولے کہ کیجیے وہ بھی جو کچھ اور کام ہو
کچھ دو ہمین کہ کام یہ ہم نے بڑا کیا

سنکر یہ اوس لعین نے دیا اُنکو یہ جواب
اب گھیر لاؤ جاکے اسیرون کو تم شتاب
جا شام مین یزید سے تم ہوگے فیضیاب
مین قصد اس مکان سے اب کوچ کا کیا

لانیکو جب حرم کے گئے سب وہ نابکار
اونٹونپہ مار مار کے کرنے لگے سوار

بوسے حرم کو مارے تم اپنے گناہگار
ہم سے نہین تمھارا گناہ و خطا کیا

کاٹے ہمارے وارثون کے تمنے اب گلے
اب پالنے تم بتاؤ کدھر ہمکو لے چلے
لوٹے لٹائے راکھ پہ بیٹھے ہین گھر جلے
چھوڑے ہمین کہ اپنا تم اب مدعا کیا

گذرے ہین وارثون کے مُوے آج تین دن
کانٹے ہماری حلق مین پڑ گئے ہین بن بن
آنسو نہین ہمارے اُبھنے ہین ایک چھن
جنگل کا چارپایہ بھی پانی پیا کیا

پانی سے بھی نہ تمنے کیا آجتک سلوک
آتی ہے منہ پہ بولنے مین لوہو کی ہلوک
قطرہ تمھارے ہاتھ کا ہے ہمکو خون خوک
اس غم مین بسکہ سینہ ہمارا اکٹا کیا

سمجھو جو یہ گناہ کہ جتنے ہین آج تک
مرنیکو تو مرینگے کبھو اسمین کیا ہے شک
جگ مین کوئی موا نہین بن آے اجلک
مرتو نہ سکے پر آب کو ہم ادھ موا کیا

لوتھین ہم اپنی گاڑین فرصت تم اتنی دو
آل نبی پہ اتنی تو اب مہر تم کرو
جیدھر کو جا ہو پھر ہمین اودھر کو لے چلو
جو کچھ کہ کر چلے ہو سو تم نے بھلا کیا

اس سے زیادہ ہمکو تم اب زار مت کرو
رسوائے شہر و کوچۂ و بازار مت کرو
چڑھوا کے اشترون پہ ہمنو خوار مت کرو
کم ہے یہ جور تم نے جو ہم پر روا کیا

بہتر ہے گر کرو ہمین رخصت مدینے کو
ٹھنڈا کرو ٹک ایک تو زہرا کے سینے کو
دل سے بھلاؤ آل محمد کے کینے کو
مدت ہوئی کہ ہاتھ تمھارے جلا کیا

کہتا تھا عابدین یہی با منت تمام
مانین تھے یہ سخن کوئی وہ زادۂ حرام
رخصت انھون کو تم کرو لیجاؤ مجکو شام
اپنا ہی اُن لعینون نے آخر کہا کیا

القصہ نحشتو نہ وہ عمارت کو کر کے بار
نقارہ دے رواں ہوئے کر دل سے نابکار
اہل حرم کو جبر سے اونٹوں پہ کر سوار
چالیس دن مین آپ کو وان پہونچا کیا

لکھتا ہے آگے ناقل جانسوز یہ سخن
بولا یہ سن یزید وہ ملعون سگ دہن
پہونچے حرم جو شام مین با رنج و با محن
اس دغدغے سے فوج نے مجکو رہا کیا

اچھا انھون نے دلکو مرے شاد کر دیا
لا کر مجھے حسین سے غاصب کا سر دیا
اس خرمی کو میرے سراپا مین بھر دیا
جو کچھ کرون اب انکے تئین سب بجا کیا

جسدم سنا یزید سے شقیون نے یہ بیان
اسکے حضور لے گئے بس ہوکے شادمان
رکھ طشت زر کے بیچ سر شاہ دوجہان
اس سر کو دیکھ دیر تلک وہ ہنسا کیا

من بعد انبساط کے کہنے لگا وہ یون
بیعت مری قبول کرین جون یہ چاہتین یون
نہین چاہتا نہ تھا یہ قتیل ان جفا سے ہون
پر اپنے جہل سے نہ مرا مدعا کیا

پھر بعد اسکے اہل حرم وان گئے طلب
عابد انھو مین ضعف کے مارے تھا جان بلب
آئے حضور باغل و زنجیر سب کے سب
آگے سب ان اسیرون کے اسکو کھڑا کیا

پوچھا یہ اس لعین نے ان سب کے پیشوا
بولے وہ عابدین ہی بیٹا حسین کا
یہ کون ہی بتاؤ تم اسکا ہے نام کیا
ان سب نے اسلیے ہم اسے پیشوا کیا

سن اسکو عابدین سے ہنسکر کیا خطاب
اکبر لڑا ئیو نہین ہوا ہے وہ فتحیاب
دادا ترا کہ کہتے ہین سب جسکو بوتراب
تیرا پدر بھی تا دم آخر لڑا کیا

بھائی ترے بھی آنکے میدان مین لڑے
مر نیکو یکہ گر کے نہ دیکھا کیے کھڑے
ہو کر رفیق باپ کے سب ٹکڑے ہو پڑے
تو نے تردد آکے لڑائی مین کیا کیا

عابد نے یون جواب دیا سنکے وہ کلام
مرضی بغیر حق کے نہو ہم سے اور کام
مین بھی امام اور مرا باپ بھی امام
جو کچھ کیا ہے ہمنے سو حق کے رضا کیا

دنیا مین تم ہمن کے طمع کی دلق کو
معلوم روز حشر یہ ہو ویگا خلق کو
کاٹا ہے گو کہ باپ ہمارے کی حلق کو
کن نے عمل بھلا کیا کن نے برا کیا

سنکر لعین یہ کہنے لگا ہو کے زہر خند
تدبیر سے ہوئے ہین سدا ہم تو بہرہ مند
تقدیر اور رضا کے نہایت ہوا ہے بند
جس سے تمھارے باپ کے سر کو جدا کیا

عابد یہ سنکے بولے کہ سمجھے ہو جسکو سود
یان جسطرح سے چاہیے کر لیجیے نمود
آتی ہے اس سے نار جہنم کی بوے دود
نقصان ہے وہ جن نے تمھین فائدا کیا

اتنا ہی اس کلام کے لکھتے ہین راویان
تو بھی تو اسکا پوتا ہے آخر لے نوجوان
بولا یزید تھا ترا دادا بھی پہلوان
کشتی سے تو بھی آپکو کچھ آشنا کیا

میرے بھی ایک بیٹا ہے تیرے ہی سن و سال
دونو مین دیکھین کسکو ہے اس فن اب کمال
مجھسے وہ کشتی لڑنیکا رکھتا ہے اب خیال
تم مین سے کس نے کشتی کا فن خوب سا کیا

سجاد نے غضب سے کہا ہو کے چشم تر
کشتی ہی کام اسکا جو ترا سا ہو پسر
کشتی کا لڑنا کار اراذل ہے بے خبر
یہ کام کس امام نے کہہ تو بھلا کیا

یہ بات تمین کہی ہے سمجھکے مجھے خفیف
نزدیک حق قوی ہی تو سمجھے ہے جسے ضعیف

چاہے جو تو کہ کشتی مین مجکو کرے خفیف
مردی جو آزماے تو یہ مان میری بات
آپس مین ہم لڑین کرین نظارہ کائنات
اس امر مین سو کب مین یہ تیرا کہا کیا
اک تیغ آپنے بیٹے کو اک تیغ میرے ہات
دیکھین کہ کس کی تیغ نے کسکو دوتا کیا

کشتی لڑون مین اُس سے جو مجھسا ہوا امید
قاتل ہو اُسکے باپ کا بھی مجھسا اک یزید
باپ اُسکا میرے باپ کے مانند ہو شہید
تب کشتی لڑکے سمجھون کہ مین نے بجا کیا

نانا بھی اُسکے باپ کا ہو ختم مرسلین
زہرا سی اُسکی دادی ہو سجود اہل دین
دادا علی سا اُسکا ہو سالار مومنین
جسکو خدا نے حامی روز جزا کیا

اور باپ کے الم مین گرفتار مجھسا ہو
بیدست و پائی اپنی سے ناچار مجھسا ہو
غربت مین بے برادر و بے یار مجھسا ہو
اتنا سو کس کو دہر نے بے اقربا کیا

سٹے بٹریون مین کسنے کی چالیس دن کی راہ
تیرے پہ سر کو باپ کے کرتا ہوا نگاہ
کھینچی مہار اونٹونکی تا شام از پگاہ
یون کن نے تجھ تک اپنے تئین پہونچا کیا

ایسا حضور تیرے جو کوئی ہو مجھ سوا
بیٹے سے تیرے کشتی کی نسبت مجھے سو کیا
تب کشتی اُسکے ساتھ تو میرے تئین لڑا
کیجے وہ کام تا کہے کوئی بھلا کیا

خاموش ہو رہا یہ سخن کہہ کے عابدین
دیوان سے اُٹھا وہ لعین ہو کے شرمگین
تاثیر حرف اُسکے سے روتے تھے حاضرین
عابد کے حق مین پھر نہین معلوم کیا کیا

سودا خموش ہو کہ یہ ہی نظم دل فگار
محشر مین اسکی دیوے جزا تجکو کردگار
روئے بہت سا عاقل و مجذوب و ہوشیار
حق مرثیہ کے کہنے کا تو نے ادا کیا

مرثیہ حضرت امام حسینؑ

فلک نے کربلا مین ابر جس دن ظلم کا چھایا
سوا پیکان کے اک قطرہ نہ اس ظالم نے برسایا
کمان جور کو قوس قزح کی طرح چڑھوایا
کہون کیا تیر باران سے نبی کے گھر کو ڈبوایا

صدائے العطش فریاد سے مورونکی تھی کیا گم
کیا تھا لے بہ پے چلنے نے وان تیرونکی عالم
زمین پر عنکبوت سرخ خونکی بوند تھی ہر دم
گھٹا مین وار کر پلکون کی یہ گیری کو دکھلایا

نظر کر کو کلا کوکے تھی اوس ساون کی اندھیاری
وفور آب پر اتنی فلک ایسی جفا کاری
بھرے مین جل تھل اور پانی جہان دیکھو وہان جاری
جگر گوشے کو پیغمبر کے پیاسا ذبح کروایا

یہ موسم وہ ہے جسمین ہر کوئی چھپر چھواتا ہے بکھیرو تنکے چن چن گھونسلا اپنا بناتا ہے
کوئی اسوقت چھوٹے سے بھی ظالم گھر چھوڑاتا ہے پڑا ہے سرورِ دین وان جہان نہ سر ہے نہ سایا

مقام ہو نظر آتا ہے وہ دشت بلا سارا جو شب کو برق چمکے تو اُجالا ورنہ اندھیارا
پڑا ہے اسمین وہ بیجان وطن سے ہو کے آوارا کہ جسکو فاطمہ نے بر مین پیغمبر کے پلوایا

فراہم اُس جگہ حشرات اس موسم کے سارے ہین تن نازک پہ اُسکے ڈانس جا جا ڈنک مارے ہین
اندھیری رات ہے چارونطرف جھنگر جھنکارے ہین پڑا ہے اسطرح مذبوح وان زہرا کا وہ جایا

زمین اُس دشت کی جن نے سر فصل آکے جوتائی کبھو اُسکی زراعت مین سے اک پتی نہ مرجھائی
بنی کے کھیت کے کشتہ کی صورت یون نظر آئی جو سر کو یان پڑا دیکھا تو پاؤن وان پڑا پایا

پپیہا منھ مین لا کر وان کہین سے بوند پانی کی اُڑے ہے آکے ہر اک نعش پر کہتا ہوا پی پی
پیے پانی تو وہ کوئی کہ جسکے تن مین ہووے جی ترحم لیکن اُسکے دلمین اُس کے حال پر آیا

روایت ہے کہ جب ان کافرون نے روک کر پانی کیا تنگ اُس جگہ عرصہ ز راہ نامسلمانی
حرم پر تشنگی کی دیکھکر عباس طغیانی مسلح ہو کے پانی کے لیے مشکیزہ منگوایا

طلب کی رخصت اُس بھائی سے کر میدان کی تیاری کیا عرض اب جسے چاہو اُسے سونپو عملداری
یہی آئی ہے دلمین لہر سن عورات کی زاری دیا سر یا تو مین دریا پہ جا یا مشک بھر لایا

سُنا عباس سے جب اسکو شاہ دین و دنیا نے گرو رون در کرو رون اشک آنکھونسے لگے آنے
کہا جان برادر اپنے جیتے جی نہ دون جانے کہیگی خلق سر بھائی کا آگے دیکے کٹوایا

غرض رخصت پہ کیدیگر مین یہ الحاح و زاری تھی کبھو جون ابر باہم منھ پہ منھ رکھ اشکباری تھی
کبھو مانند برق آپسمین انکو بیقراری تھی مرخص اسطرح سالار دین نے اسکو فرمایا

چلا عباس جب قربوس زین پر مشک کو دھر کر تو لائے رو بمیدان کافر اُسکے قصد پر اکثر
رکھا جن نے قدم تک آکے اپنا چھوڑ کر لشکر جہنم کو اُسے دو مین اجل کے ہاتھ بھجوایا

جگہ سے اپنی کوئی خوف کے مارے نہ ہلتا تھا چلے تھا نیزہ اُس جا سے جہانسے تیر چلتا تھا
کوئی دیکھ اُنکے حربونکو وہ اپنے دہن سے ملتا تھا لب دریا تلک اپنے تئین ہر طرح پہونچایا

جو نہین چاہا پیے چلو مین پانی بیش و کم بھر کر بیاد تشنگان وہ رہگیا پھر سرد دم بھر کر
چلا پیاسا ہی وان سے مشک کو سوے عدم بھر کر عنان کو پھیر کر مرکب کے دریا سے نکل آیا

یہ ماری بانگ تب لشکر پہ ابن سعد ملعون نے کہ یہ تنہا چلا کر خانہ زین سیکڑون سونے

جو پہونچا مشک اب لیکر تو مارے جاؤگے دونے
اسے بجھنے دیا تم نے تو سب کو قتل کروایا

یہ سنکر فوج شام اُس پر گھٹا سی چھا گئی آکر
پر اُن نے بھی علم کر تیغ اُسکے سامنے جاکر
کیا جون رعد یہ نعرہ طرح بجلی کے بل کھاکر
کہ بہتون کا جگر پھٹکر لہو آنکھون سے تر آیا

کہا اتمام حجت کے لیے عباس نے اُس دم
سنو میرا سخن اے بدترین خلقت آدم
جو اس پانی کو تم دوگے تو کیا دریا سے ہوگا کم
دو اب اپنے کو جس پانی سے تم نے سیر کروایا

حرم کے بیچ مستورات میری راہ تکتی ہین
زبانین تشنگی سے اونکی تالو سے چٹکتی ہین
نبی کی دخترین اک بوند کے خاطر بلکتی ہین
اُنھین پانی پیے کو آج یہ دن تیسرا آیا

کیا ہے بند فرزندو نپہ آب از چار سو تم نے
جگہ رکھی نہ پیغمبر کے دکھلانے کو رو تم نے
سخن میرا یقین ہی جان لو اس مشک کو تمنے
جو خالی آب سے کی گور کو آتش سے بھروایا

اگر اس مشک کو مین جاکے دون فرزند حیدر کو
قسم لوگر قصاص ظلم کا لون روز محشر کو
عوض اس آب کے دون بلکہ آب حوض کوثر کو
غرض سب طرح ان شقیونکو اُس سرور نے سمجھایا

سنا نا جب تو پیٹھا فوج مین وہ اشجع عالم
لگی تب صف بصف لشکر کی ہونے درہم و برہم
جدھر کو رخ کیا کشتونکے پشتے وان ہوئے اُس دم
اُدھر خون کے بہے نالے جدھر اُسکا پڑا سایا

کہون کیا جسطرح چھایا تھا ابر آہن کا اُسجا پر
سنان پر تیغ برسے تھی پڑی اور تیغ پر خنجر
نہ جانے آہ واویلا کہ اسمین کن نے وان آکر
حوالے تیغ کی اُسکے کہ دست چپ لٹک آیا

جوانمردی سے وہ مین مشک دست راست پر یون کی
کہ بوند اُس مین سے پانیکی زمین اوپر نہ گرنے دی
فلک نا خوش ہوا اتنا شجاعت دیکھ یہ اُس کی
کہ دست راست بھی اُسکا دو مین شانے سے گروایا

جو تھا بھی مشک دانتون سے تو کی بوچھار تیرونکی
لگی چارونطرف سے ہونے مارا مار تیرونکی
ستم کیشون نے کی پیکان اپنی پار تیرون کی
کر اُسکو مشک سے اک پل مین کر غربال دکھلایا

سبب زخمونکے حالت اُسپہ جب طاری ہوئی غش کی
ندا کرتے ہوئے کی یا اخا ادرکنی ادرکنی
سدا جو مین یہ شاہ کربلا کے کان مین پہونچی
بسان ابر گریان آکے وہ اُس پاس پہونچایا

پر اس احوال کو راوی نے یون اخبار مین لکھا
کہ جب تک پہونچے ہی پہونچے سرور سینۂ زہرا
بطعن نیزہ تن کا گوشت اُسکے لے گئے اعدا
نشان جز استخوان اُسکا نہ شاہ دین نے کچھ پایا

چشم سودا کو گریان بہائے جاینگے نالے
ہوئے ہین اولتی مژگان خلق اور چشم پرنالے
جہانکو دیکھتے آئے جہانکے دیکھنے والے
فلک نے لیکن ایسا مینہ نہ دیکھا ہی نہ دکھلایا

مرثیہ

کہا اساڑھ نے یون جیٹھ کے مہینے سے
گیا ہی بادیہ پیما فلک سے کینے سے
طپش یہ پوچھ نبی کے سرورسینے سے
جسے نکال کے اس دھوپ مین مدینے سے

جو چارپایہ ہی جنگل مین ہپ ہپاتا ہے
گھر اندرون کوئی چیونٹی سے بھی چھڑاتا ہے
پنکھیرو یا تو ن مین رکھونکے منہ چھپاتا ہے
ہوا ہے گیا یہ عمل سرزد اس کمینے سے

مثال آگ کے تپتا ہے کوہ اور ہامون
سوار گھوڑے پہ باچند کس دل محزون
زیادہ آنچ سے ہی گرم ان دنون کی لون
جلا وہ جاتا ہے منہ پوچھتا پسینے سے

گئے جاوے اہل حرم کے لگے ہوے دنبال
نڈھال شدت گرما سے انمین وہ اطفال
مخدرات سراسیمہ اور پریشان حال
کہ دل جنھون کے ہین نازک تر آبگینے سے

غبار راہ سے چہرہ تمام گرد آلود
ہوا ہے سوچ مین دونون جہانکا وہ مسجود
شعاع مہر سے سانولا کے ہوگیا ہی کبود
ہراس جائے ہے چھوٹے بڑے کے جینے سے

تمام روز ہی اس پر تمازت خورشید
جہان ہو شام تو منزل کی پھر نہین ہے قید
جو جا ہے چھانو نہین ٹھہرے تو روکھ ہی ناپید
سحر کسے وہین ہوجائے ہے شبینے سے

غرض مین کیا کہون اس شکل سے شہ مظلوم
وہ رو رو وان گیا آخر جہان رہا محروم
کرے تھا قطع منازل کٹانے کو حلقوم
تن اس غریب کا چالیس دن دفینے سے

ادا ے شکر کیا جب وہ کربلا پہونچا
مین اور وقت مرا یان برابر آ پہونچا
کرام حق کا وہ لینے کو پیشوا پہونچا
کہے یہ جا کوئی ہر ساکن مدینے سے

غرض کہ گذرے جب اس بادیہ مین دن دو چار
طبیب سے مرے پوچھو کہ ہی یہ کیا آزار
لگا ہر ایک سے یون کہنے عابدین بیمار
کہ اس ہوا مین کیا منع پانی پینے سے

خدا کیواسطے گرمی پہ ٹک کرو تو قیاس
یہ بات سنکے شہ کربلا نے جا کر پاس
جیونگا کیونکہ بجھے گی اگر نہ میری پیاس
کہا اس اپنے جگر گوشۂ نرینے سے

طبیب کا سخن اس امر بیچ واہی ہے
تڑپ تڑپ ہمین مرنے مین بادشاہی ہے
ہماری پیاس مین کچھ حکمت الٰہی ہے
سواے مرضی حق پانی پیکے جینے سے

جو تجھو نین کہ ملے آب یان دیے سے زر
تو پاس یہ دگیان حرم کے ہے زیور

ولے عدو عوض آب چاہتے ہین سر
غرض نہ مال سے بالفعل نے خزینے سے

نکال ہاتھ سے انگشتری کو پھر شہ دین
اسے دہن مین رکھا اپنے خدا یہ کر کے یقین
لگے یہ کہنے اُسے دے کے عابدین کے تئین
بجھیگی پیاس تری اسکے اب نگینے سے

لکھے ہے آگے یہ راوی کہ شاہ دین نے پیام
غرض تو مجھسے ہے تمکو نہین کسو سے کام
دیا بجانب سر کردہاے لشکر شام
رکھو نہ تشنہ لب اورونکو میرے کینے سے

قصاص میری عداوت کا اور کچھ کیجو
بخار دل جو ہین میدان مین دور کر لیجو
عوض اس آب کے کل تم مرا لہو پیجو
آل کا رہتین کیا ہے پانی پینے سے

مخالفون نے دیا سنکے عابدین کو جواب
اور اپنے قبضے مین ہووے اگرچہ انکا آب
سبب عطش کا جو کیسا ہی تمتپہ ہو تب وتاب
رکھین گے باز تجھے ایک قطرہ پینے سے

عبث کرے ہے تو پانی کیواسطے منت
اگر یونہین نہ چلے شام کرنے کو بیعت
بغیر اسکے تو ہرگز بندھے نہ یہ صورت
کہ جسطرح سے تو آیا ہے یان مدینے سے

سخن یہ سنکے لعینون سے شاہ خلق پناہ
اجل کو اپنی جو کچھ خویش وقوم تھے ہمراہ
خموش ہو رہے کر آسمان کی سمت نگاہ
وہین سمجھ گئے اس بات کے قرینے سے

اب آگے کیا ہی کہون امین آہ واویلا
برائے آب بدریائے خون سمیت از شاہ
سوائے عابد بیمار جتنے تھے ہمراہ
ہر ایک کو دیڑا بحر کے سفینے سے

خبر ہے یون وہ لعین بعد قتل آن سرور
زمین پہ ڈال گئے دھوپ مین تن بے سر
بسوے شام چلے رکھکے سر کو نیزے پر
دیا کفن نہ اُسکے چار گز گزینے سے

علی نے سجدہ مین لو ہو سر اپنے کا چاٹا
حسین تشنہ دہان کا گلے سے سر کاٹا
حسن کا ریزۂ الماس سے جگر پھاٹا
چڑھا ہے تیر پہ سر اس ستم کے زینے سے

جفا جو گذری ہے آگے سو اب کہون کس سے
پڑا وہ سوکھے ہے عریان دھوپ مین جسکے
خموشی خوب ہے اظہار کرنے سے اسکے
خوشی تھی فاطمہ کو پیرہن کے سینے سے

فلک نے کرتے تو کی سودا اگرچہ یہ بیداد
سمجھ نہ مہر کو بالائے چرخ بد بنیاد
براس گلے پہ چلا جب سے خنجر فولاد
یہ رکھیا ہی ٹھٹک ہاتھ بار سینے سے

شہا تو دے مجھے توفیق گریۂ و زاری
کیا کرون مین ترے تعزیے کی تیاری
اور اُسکے ساتھ کسی مملکت کی سرداری
ہمیشہ آگے محرم کے اک مہینے سے

مرثیہ دیگر

مین ایک نصاریٰ سے یون از رہ نادانی
عیسیٰ کے نواسے کو ہم عید کی قربانی
فرزند اگر ہوتا اپنے بھی پیمبر کے
کہتے کہ مسلمان ہین تب ہم بھی یہ منھ بھر کے
جسوقت کہی مجھسے یہ بات نصاریٰ نے
سوچا مین جواب ایسا کیا دن کہ جسے مانے
من بعد تامل کے یہ اس کے سخن کا رد
نزدیک ہمارے تو کافر سے بھی ہین وہ بد
سنکر یہ نصاریٰ نے بولا متبسم ہو کے
مومن ہی یزید اسکی لعنت کے مزاحم ہو
از روے کتب ہم یہ سنتے ہین تمھارے یان
کی سعد کے بیٹے نے فریاد کی ہان یاران
سر جلدی سے کاٹ اسکا نیزہ پہ اٹھا لو تم
مت وقت نماز اپنا اس مجھلہ مین کھو تم
سنکر یہ ندا آئے صف باندھ وہ بد آئین
القصہ زمین اوپر کر قتل امام دین
کہنے لگے پھر باہم غارت بھی چلو کر لین
نیزونپہ اور اونٹونپہ آگے انھونکو دھر لین
یہ مشورہ کر ملعون پھر آئے جو خیمے پر
اسوقت ہوا برپا ہنگامۂ صد محشر
چادر سے حرم مین جو چہرہ کو چھپاوے تھا
شمشیر برہنہ کر اور اس کو ڈراوے تھا
ہاتھ ایک لعین رو رو سر اپنے پہ مارے تھا

پوچھا کہ مسلمان ہے بولا یہ وہ نصرانی
کرتے تو ہمین پھبتا دعواے مسلمانی
سر کے تئین ہم اس کے رکھتے تلے خنجر کے
اور اب تو ہین وہ کافر جن کا کہ نہین ثانی
ہر مو سے لگا میرے سنتے ہی عرق آنے
یہ پوچھکے کیون ناحق کھینچی مین پشیمانی
لایا کہ عمل ایسا جن سے کہ ہوا سرزد
کب راہ مسلمانی ان شقیونکی ہم مانی
یون دین مین تمھارے ہے تم جیسے کہ قائم ہو
ہرچند کہ وہ عاصی اس امر کا ہے بانی
گھوڑے سے گرا جسدم فرزند شہ مردان
ہو دیگی یزید آگے تم سبکی ثنا خوانی
فرصت نہ تڑپنے کی ذرہ بھر اسے دو تم
آخر تمھین شکل اپنی ایزد کو ہے دکھلانی
شمر آگے بڑھا سب کے لے ہاتھ مین تیغ کین
سب شکر کے سجدے مین گھسنے لگے پیشانی
تھا سب کچھ اسی خاطر سیم لین اور زر لین
سر کاٹ کے مردون کا کر زندونکو زندانی
تیغون سے سراپردونکو پھاڑا دھسے اندر
جسمانی سے لے کر تا عالم روحانی
ہر ایک لعین اس سے چادر وہ چھناوے تھا
کی اپنے پیمبر کے گھر پہ یہ ستم رانی
اور پاؤن سے زینب کے خلخال اتارے تھا

گو کہ یہ عمل کرنا قسمت مین ہمارے تھا
نزدیک خدا جس سے کھینچین گے پشیمانی

زینب نے کہا اُس سے گر تو یہ سمجھتا ہے
بولا نہین رہنی تم پاس تو اب یہ شے
خلخال چھنانے کے توکس لیے درپے ہے
بہتر ہے کہ رہ جاوین ہی یون تمسے تو ہے یہ جانی

اسطرح کیا غارت گھر اپنے پیمبر کا
چھوڑا نہ لعینون نے کپڑا بھی بدن پر کا
زیور کی جگہ ہرگز چھلا نہ رہا زر کا
لٹنے سے بچا وہ کچھ کہیے جسے عریانی

نکیا کے حرم سارے اور آگ دی خیمے کو
مقتل کی طرف لاکر کہنے لگے اب چل لو
ایک ایک شتر اوپر بٹھلا کے انھین دو دو
نعشین تمھین اپنون کی جاتی ہین جو پہچانی

زینب نے کہا رو رو ان شقیون سے یہ سنکر
دکھلاؤ ہمین تن سے ہر ایک ملا کر سر
تم سر تو ہمارو نکو رکھے ہی نہین تن پر
صورت ہمین اپنونکی جائیگی پھر کیا جانی

سنکر یہ لگے کہنے وہ حضرت زینب سے
سر کردون کی بے مرضی تیرا جو کہا کیجے
کچھ پاس بچا ہو تو اجرت مین وہ ہمکو دے
کیون کھینچتی ہے بے حاصل ناحق کی پشیمانی

تب کہنے لگی زینب اے قوم ستم پیشہ
بیمرضی حق لیکر تیغ و تبر و تیشہ
سرکردونکی مرضی کا آیا تمھین اندیشہ
وان جان نبی مارا جس جاگہ تھا پانی

فرزند کیے ٹکڑے فرزند پیمبر کے
مہر آئی نہ ذرہ بھر سن پر تمھین اصغر کے
لوہو مین کیے غلطان اعضا علی اکبر کے
اُسکا بھی نچھوڑا جی ہو کر عدوے جانی

لٹ سہرکی قاسم کے نیزے سے لٹکتی ہے
اور نوچنے کی خاطر بال اپنے جھٹکتی ہے
سر اونٹ کے کوہان سے دلھن بھی پٹکتی ہے
آلودہ ہے لوہو سے اُس بیوہ کی پیشانی

عابد جو بچارا ہے اُس بیوہ کا وہ بھائی
اُتری نہین تپ اُسکی جبدن سے آسے آئی
طوق اُسکے گلے تمنے من ایک کی پہنائی
اس حال یہ اونٹون کی سونپی اُسے سربانی

عباس جو دریا سے بھر مشک نکل آیا
مینھ تیر دنکا تب تم نے اس مشک پر برسایا
دانتون سے اُسے پکڑا جب ہاتھونکو کٹوایا
چھلنی کی طرح اُسمین آخر نہ رہا پانی

کیون طنز و تعرض سے باتین یہ بناتے ہو
آپسمین عزیزونکو اس طرح ملاتے ہو
جلتونکے تئین ناحق کاہے کو جلاتے ہو
یان لاکے مگر حالت یہ تھی ہمین دکھلانی

یہ عین کرم ہے گر اسطرح سے ملواؤ
تیر و نیزہ ہمارے بھی سر شام کو لے جاؤ
گر قتل ہمین بھی یان ساتھ انکے ہی کرواؤ
خوش ہوئینگے ہم تم سے یہ بات جو تم مانی

حیران ہوں کر محشر میں کس طور سے آؤ گے
افعال یہ پوچھیں تو کیا بات بتاؤ گے
عقبےٰ میں محمدؐ کو منھ کیونکر دکھاؤ گے
لعنت کرینگے تمکو کیا انسی و کیا جانی

یہ حرف سن اکثر کے آنسو چلے تر اکر
کتنے ہی شقی انمیں اس بات سے جھنجھلا کر
خاموش ہوئے بعضے دل اپنے میں بل کھا کر
خاطر میں لگے لانے یہ وسوسہ شیطانی

چاہا یہ لعینوں نے واں گھوڑونکو گرما دیں
عترت کے تئیں انکی یہ ظلم بھی دکھلا دیں
اس نعش مطہر کو سموں سے کھندلوا دیں
جس ظلم کو دنیا میں کہیے کہ ہے لاثانی

یہ ٹھان کے وہ ملعون گھوڑوں پہ چڑھے جس دم
اک شیر ہوا پیدا ہیبت میں یہ از رستم
نزدیک یہ تھا ہو دیں اوراق فلک برہم
اس نعش مطہر کی کرنے کو نگہبانی

ہیں بعد کہ واں انکے جتنے تھے گئے مارے
اور آل محمدؐ کے تھے قتل جو بیچارے
دے غسل و جنازہ پڑھ سوبنے بریں سارے
بے دفن و کفن چھوڑے انکے تن نورانی

اس کام سے ہو فارغ پھر لیگئے وہ ملعوناں
گذری جو غریبوں پر دن رات مصیبت واں
عترت کو محمدؐ کی کرتے ہوئے سرگرداں
انکے تئیں کیا کہیے قصہ ہے یہ طولانی

گر سمجھو کہ یہ قصہ کچھ ہم نے بنایا ہے
سنکر اسے اپنی تو خاطر میں یہ آیا ہے
تو دیکھ کتب اپنی واں کن نے لکھایا ہے
کچھ یہ بھی عمل ہوگا مشروط مسلمانی

قصہ یہ کہا مجھسے جس وقت نصارا نے
پھر آگے افاقے میں بولا میں جو تو مانے
یا تنک ہیں ردوا سنکر غش مجکو لگا آنے
دوں انکا نشاں وہ جو اس امر کے ہیں بانی

خلعت جو محمدؐ کو دی حق نے نبوت کی
ایمان کئی لائے تب راہ صداقت کی
ہر قوم کو حضرت نے اسلام کی دعوت کی
بہتوں نے کیا سنکر انکار مسلمانی

منکر جو ہے انکو ہر طرح سے سمجھایا
تب انکے لیے حق نے سرور سے یہ فرمایا
پر انکی نہ خاطر میں سرور کا سخن آیا
مارو اسے راہ دیں جن نے کہ نہیں مانی

جو امر الٰہی تھا پھر اس کو بجا لائے
تب مصلحتہً ڈر کر اسلام میں تو آئے
کتنے ہی جہنم میں شمشیر سے پہونچائے
پر تھی وہ محمدؐ کے دل میں عدوے جانی

اولاد وہ انکی ہیں جو آل محمد پر
لڑنے کے لیے لیکر تیغ و تبر و خنجر
آئے تھے یزید اپنا سردار مقرر کر
آخر وہ قصاص اپنا لے جگ سے ہوئے فانی

فرق اسمیں نہیں ذرہ جو کہ کہا ہی میں
یہ بات بھلا تک ہی سنتا ہے نصارا میں

اگر سنے کو یزید اور پر جو لعن کے مانع ہین
ہین نسل انھون کی وہ کیا اُن کی مسلمانی

سنکر یہ نصارا کو جب شک نہ رہا مطلق
بولا کہ تمھارا دین سب دینون مین ہی برحق
ایجاد سے تب نکلا کر کفر کا یہ وہ شق
آیا کلمہ پڑھکر اسلام مین نصرانی

لکھا ہے جو سودا نے یہ مرثیہ اس کد سے
محفوظ رکھے خالق تجکو نظر بد سے
پاوے گا صلا اسکا محشر مین محمدؐ سے
روتے ہین صدا سنکر ایرانی و تورانی

مرثیہ بجناب حضرت امام حسینؑ

کیا چرخ واژگون کا ستم اب کرون بیان
تاریک کر دیا ہے محمدؐ کا خانمان
سونا ہے بے مکین مدینے کا ہر مکان
پیٹے ہین سر کو آج ہی کیسکے انس و جان
خورشید آسمان و زمین نور مشرقین
پرورده کنار رسول خدا حسینؑ

کاری رین ڈراونی گھر مین ہوے نراس
جنگل مین جا سوے رہے گو ؤ آس نہ پاس

جب رن مین آکے ٹھور وہ سالار دین رہا
یون ہیک غم نے آکے وہین گھر یگھر کہا
آل نبی نے ہائے یہ کیسا ستم سہا
اہل حرم پھرے ہی یہ کہتا بہا بہا
کشتی شکست خوردهٔ طوفان کربلا
درخاک و خون فتاده بمیدان کربلا

دارو سے یان نیر بن کہیو بٹا کو مار
بری بھیے یا ناؤ گے بیچ ٹیک کے دھار

جب زیر تیغ آچکے دشت بلا مین سب
جز عابدین رہا نہ کوئی زینت نسب
ہیہات کیا بیان کرون اُسوقت کا تعب
جسوقت گرد خیمے کے پہونچے وہ بے ادب
آن دم فلک بر آتش غیرت سپند شد
کز بیم خصم در حرم افغان بلند شد

بیری ہیو نجے آے کے تیری دہلی پاس
بیگ خبر لو یا بنی اب پت کی نہین آس

جسدم گرا وہ زین سے بصحراے کربلا
جس لحظہ اسکے سر کو بدن سے جدا کیا
جس آن سب شہید ہوئے اُسکے اقربا
جسوقت خیمہ گاہ مین بیٹھے وہ اشقیا
کاش آن زمان سرادق گردون نگون شدے
این خرگہ بلند ستون بے ستون شدے

پچ پچ چھوں ادر سے پڑے وہ جالم ٹوٹ
بیودن کو ڈرپائے کے لے گئے گھر کو لوٹ

یوں لیچلے حرم کو سوئے شام جور کیش   اُونٹوں پہ بیبیاں ہیں دل افگار و سینہ ریش
نیزوں کی نوک پر تھے سر اقرباد خویش   سر شاہ دین کے دیکھ کے ان سب کے پیش پیش
روح الامین نہادہ بزانو سر حجاب   تاریک شد ز دیدن او چشم آفتاب

کہیں حرم سر پیٹ کر کھا کر اپنی لاج
ماٹی میں تو رل گیو دین دنی کے تاج

جس دم کہ قتل گہ میں حرم کا ہوا گذر   بھائی کے تن پہ جا پڑی زینب کی وان نظر
دیکھا کہ تن ہے خاک میں نوک سناں پہ سر   منھ کر طرف مدینے کے بولی یہ پیٹ کر
این کشتہ فتادہ بہاموں حسین تست   این صید دست و پا زدہ در خون حسین تست

سیس کاٹ کے لے چلے تن ماٹی کے بیچ
کہت حسینا دیکھ لے جگ کی اونچ اور نیچ

ایدھر پڑا حسینؑ ادھر اصغر حسینؑ   گرد اسکے ٹکڑے ٹکڑے علی اکبر حسینؑ
پشت شتر پہ بیٹھی ہوئی خواہر حسینؑ   کہتی ہیں اس سے ہوتی اگر مادر حسینؑ
اے مونس شکستہ دلاں حال ما ببین   مارا غریب و بیکس و بے آشنا ببین

بھائی بھتیجے سب ارہیں جو بجھے آئے
کوئی نہیں جو آئے کے منھ میں پانی چولائے

مر جان سے گئے پسر نے چھوڑا ہم سے اب وطن   کربل میں قتل و قید کیے سارے مرد و زن
نے پیرہن ہیں نہ انھوں نکو دیا کفن   چھوٹیں جو اس لعین سے تو پہونچیں سوے مدن
یا بضعۃ الرسول ز ابن زیاد داد   کو خاک اہلبیت رسالت بباد داد

جیت دیس کو پہونچو کٹھن ہے یا کی ہاتھ
ہتو سنگھالی مار کے بیری دینی ہاتھ

زہرا کا غم مجھے ہے ادسے تھا غم نبی   عابد کو غم حسین کا اس کو غم علے
پشتین سے ہمیں تو مصیبت نصیب کی   روز ازل سے ہمکو مصیبت ہی دی گئی
بر خوان غم چو عالمیان را صلا زدند   اول صلا بہ سلسلۂ انبیا زدند

منتر پڑھی بپت کہی کبھو نہ کچھو سکھ
بھرتے آئی ہمین ہمین جنم کو دکھ

اس دشت پر بلا مین تہ تیغ آب دار — لیکر ہوئے جوان سے تا طفل شیر خوار
پالان نہین ہی جنکے اُن اونٹونپہ ہم سوار — عابد برہنہ پاؤنکی بے ہاتھ مین مہار
تا چرخ سفلہ بود خطائے چنین نہ کرد — بر ہیچ آفریدہ جفائے چنین نہ کرد

دیکھین نے سنسار کی ہمون دیکھ کہی
کن نے جگ مین آئے کے ایسی بپت سہی

گو کوفیان ستم سے ہمارا ابھی جان لین — ظلم اُنکا اس جگہ تو کسی سے نہ ہم کہین
جتنا دیا ہی دکھ ہمین اس سے زیادہ دین — معلوم ہو رہیگا مزا حشر مین انھین
آل نبی چو دست تظلم برآورند — ارکان عرش را بتزلزل درآورند

جب دُکھیاری عرش کو پاؤن پکڑ ہلائین
تب ہین تمکو ایی کرتب جانین جائین

زینب غرض کہ کرتی تھی جسوقت یہ بیان — سُن سنکے اُن کی باتونکو روتے تھے انس و جان
کرتے تھے ہر چہار طرف نالہ و فغان — پھر سر اُٹھا خطاب کیا سوئے آسمان
اے چرخ غافلی کہ چہ بیداد کردہ — وز کین چہا درین ستم آباد کردہ

کھو یو تین نے نیر بن نبی کے من کو چین
جالم تیرے ہاتھ سون پیاسا گیو حسین

ہر چند ذات حق ہی مبرا الم سے اب — کیا کام اُس جناب کو شادی و غم سے اب
مطلب نہ ضحک سے نہ غرض چشم نم سے اب — لیکن یہ ایک رمز ہی تم سن لو ہم سے اب
ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال — او در دل ست و ہیچ دلے نیست بیملال

سنکے یہ غم نیر ہو پربت جائین بہہ
چپ ہی رہا مین سودا آگے کچھ مت کہہ

مرثیہ خمسہ بجناب حضرت امام حسینؑ و قاسمؑ

کہا یہ دل کو مین راضی ہی کیون تو چشم پرنم سے — محبت تجکو شادی سے نہین الفت ہی ماتم سے

یہ دل بولا کہ جا شادی نہ بک اے بیخبر ہمسے
اُسے پامال کروایا فلک نے پوچھ عالم سے
قدم پھر نیکو دے گر سال کے ماہ محرم سے

ہوئی تھی ایک شادی اب سے گنتے نسو برس آگے
اگر کیجے بیان اُسکا فلک نادادرس آگے
نہو مریخ کو قتل و قمع کی پھر ہوس آگے
عجب کیا ہے کہیں دردوکر وہ اے یار بس آگے
فلک بہ جائیگا پانی ہو اس تدکور بیم سے

تھے اُس شادی کے جو جو کارکن سو کیا بتاؤ تمہیں
غضب آفت بلا رنج و تعب ہو اُن تو دکھاؤ تمہیں
وگرنہ منکرِ ونکے پاس کاذب کیوں کہاؤ تمہیں
کہیگا ہر کوئی یہ بات کب خاطر میں لاؤ تمہیں
اُٹھے کب بیاہ ایسا خلقت انسانمیں باہم سے

وہ شادی کیا کہوں اک نوجوانکی کدخدائی تھی
نہ تھی وہ شادی یارو بلکہ اک آفت سمائی تھی
قضا مشاطہ ہو نسبت کا اُسکو رقعہ لائی تھی
مصیبت بہر تحقیق نسب ساتھ اُسکے آئی تھی
لگے دکھ درد غم کہنے نسب میں پوچھ لے ہم سے

نسب نامہ ہے یہ اُسکا اُٹھے ہے جسکی یہ شادی
حسن ہے باپ اور دادا علی اور فاطمہ دادی
وہ عبداللہ غم گردنیہ جس کے خط آزادی
یہ نوشا چاہتا ہے گور کے گھر خانہ دامادی
کہ تا چھوٹے زمانے کے جفا و جور ہر دم سے

مصیبت نے سُنا جب یہ تو از راہ وفاداری
یہ بولی کام اس شادی کا آنکھوں سے کروں جاری
کہا غم سے دل عالم یہ کر مہندی کی تیاری
لگن لو ہو سے رکھ بھر کر بزیر چرخ زنگاری
وہ رونق کر نہووے ہو جو اب تک عہد آدم سے

غرض جس وقت منگنی کا نشان اُس شہ کو آیا تھا
اُسے شربت کی جا قسمت نے خون دل پلایا تھا
عوض مصری کے دولھن نے جگر کا لخت کھایا تھا
اور اُسکے بیاہ ساچق کا یہ سامان کر دکھایا تھا
کہ ایسا کچھ نہ دیکھے گا کوئی پھر ہر دو عالم سے

غم دل آکے اس مجلس میں تیغ تو رے جتاتا تھا
جگر جو تھے کے واں خون جگر ہر ایک کھاتا تھا
نہ سمجھے گے کسی کو آکوئی شربت پلاتا تھا
جو اشک آنکھوں سے بہکر تشنگان کے منہ کو آتا تھا
سمجھتے تھے اُسے بہتر وہ آب چاہ زمزم سے

نہ تھی کچھ وضع وہ شادیکی تھا صدمہ زمانے کا
کہ جب یہ طور ہو دولھن کے گھر ساچق کے جانیکا
حوالہ دست اور سینے کو تھا نوبت بجانے کا
صدا شہنائے آہ و نالہ تھا بجنا شہانے کا

فغان گرنا مانا تھی اسرافیل کے دم سے

گل آرائش کے تختہ پر ہوئے جا جا شہید نکلے
دل از خون تھے شکستے رنگ سے گر اُن برگزیدونکے
بجائے مشکیان نیزونپہ سر تھے خون چکیدونکے
اب آگے کیا کہوں احوال اُن آفت رسیدونکے
جو ٹپکے خون ہو دل سامعونکی چشم پرنم سے

کہوں کیا نقل مہندیکی جو مہندی لانیوالے تھے
سیاہ شام کی شمشیر خنجر تیر بھالے سے تھے
طبق مہندیکے اس صورت مین دنیا سے نرالے تھے
زمین پر پنجہ ہر اک جگہ لوہو کے تھالے تھے
زبس ٹپکے تھا خون ہر ایک جا تنہائے بیدم سے

لگا ناشہ کی قسمت سے کب اُس مہندی کا ملتا تھا
قبیلہ دیکھ دیکھ اُسکو کھڑا اسب ہاتھ ملتا تھا
نظر کر رنگ مہندیکا جگر دولھن کا جلتا تھا
زسرتا پاتن اُسکا آتش غم سے پگھلتا تھا
مقابل تھی دلھن اس رات شمع بزم ماتم سے

سواریمین جو نوشہ کی اصول شادیانے تھے
فلک کو سینہ و زانو و سر غم مین بنانے تھے
صدا ہر نوحہ گر کے وان بدھاوے اور شہانے تھے
یہ نوبت اور نوبتیونکو شور و غل مچانے تھے
کہ لرزے تھی زمین ہر آن سینونکی دھمادم سے

دلونکی آہ آتشبار چھٹنا تھا انارونکا
جو قطرہ اشک کا تھا گنج تھا سو وہ ستارونکا
ہوئے نالہ تھا ہر ایک اُن غربت کے مارونکا
بیان کس منہ سے کیجے اور حال اُن بیقرارونکا
جو رم اُنکے تھے زیادہ تر جو علینی کے تھی وہ دم سے

سواری چلنے کا اسلوب غوغا حشر کا سا تھا
سر و نمین جھومتا نیزہ پہ سر دولھا کا جاتا تھا
غبار اور گرد اُس رہ کا چھا در شہ کے سر کا تھا
نہ تھا کچھ بیاہ وہ آفاق مین اک فتنہ برپا تھا
کہ جسکی شادی بدتر تھی الم سے غم سے ماتم سے

کوئی تن دیکھکے پوچھے تھا دولھا کا کہاں ہے سر
کوئی کہتا تھا اُس سے دیکھ وہ جاتا ہے نیزے پر
کوئی سر دیکھ کے بولے کہ تن اس کا ہے کیدھر
کوئی اس سے کہے یان ڈھونڈھو ہوگا خاک و خون اندر
کوئی سوچے جدا تنہ کا سر تن کیون ہے باہم سے

کہوں مین کس زبان سے حال اُس شادی کی مجلس کا
مشابہ وہ بغیر از مسلخ قصاب ہو کس کا
پڑا تھا ٹکڑے ٹکڑے وان پہ تن ہر ایک بیکس کا
زمین پر ہر طرف جاری تھا خون خلق جس تس کا
یہ مجلس اور وہ مسلخ تھی ایک نہج ہم ہم سے

جو شربت بزم میں پوچھو تو آب تیغ قاتل تھا
غنا آواز تھی مذبوح کی رقاص بسمل تھا
گلے میں یار سب کے زخم شمشیر حمائل تھا
پر از خون جو دہن تھا پان کھانیکے مقابل تھا
یہ بزم و حشر کچھ باہم نظر آتے تھے توام سے

یہ بند ہنوز شادی کی بندھی دولھا دولھن کے گھر
قبیلہ کٹ گیا زنجیر میں دونوں کا سر تا سر
منڈھا یہ تھا کہ غم چھایا گیا آفاق کے دلپر
چڑھایا تیل دولھا کو لہو سے تا قدم ملکر
بندھا طرہ جو اسکے سر سو وہ نیزے کی پرچم سے

بوقت آرسی مصحف نمائی بیان بن ہو
کہ دولھا رونمائی جان دے اور بیوہ دولھن ہو
سر نوشتہ تو نیزے پر ہو خاک و خون میں تن ہو
پگھل جاوے یہ سنکر حال جو دل مثل آہن ہو
جفا و جور جیسا اُنپہ گذرا چرخ ظالم سے

ستم کی تیغ سے سب اقربا دولھا کا جب کوٹا
پھر اُسکے بعد لشکر شام نے دولھن کا گھر لوٹا
جفا کیشوں نے آرائش بمنظا سطرح سے لوٹا
کہ تن کے کپڑے دے کوئی نہ دست ظلم سے چھوٹا
گزی گاڑھا تلک چھوڑا نہ تنزیب و شبنم سے

جفا و جور کیا کیا کیے اُس قوم ستمگر نے
کہ جب خیمے میں بیٹھے طمع پر مال و زر کر کے
نہ چھوڑا ہاتھ میں چھلا دولھن دولھا کی مافر کے
ردا تک سب کے سر سے لیگئے وہ دھجیاں کر کے
جب اُن غربت زدوں سے کچھ نہ پایا دام و درہم سے

غرض میں کیا کہوں دولھا کا سر ساتھ دولھن کو
گیا نیزے پہ سوئے شام زمین چھوڑ کر تن کو
جلایا غم نے اس شادی کے اک عالم کے تن من کو
تاسف حشر تک اسکا رہیگا مرد اور زن کو
اوٹھی شادی نبی کی آل میں قاسم کی جسدم سے

محبو اوس گھر میں جو یہ شادی کی صورت ہو
محبت کیونکہ شادی سے مجھے ہو راست بولو تو
کرو غور اسکو تم کہتا ہوں جو یہ بات میں ردرد رو
سخن کا میرے اے نادان جواب انصاف سے تم دو
مجھے الفت زمانے میں نہو کسطرح ماتم سے

جو دھویا چاہتا ہے نامہ اعمال اے سودا
تو رو رو کر بھگو رومال پر رومال اے سودا
خوشی کو رات دن کر غم کہ تو پامال اے سودا
الم سے اپنے رکھ سینے کو مالامال اے سودا
بچاتا ہے اگر تو آپ کو نار جہنم سے

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین علیہ السلام

جو مجھ سے کہتے ہین کہ مرثیے سوا کچھ اور
کہو نہ ہین تو کہو ن لکھے ماورا کچھ اور
وہ چاہتے ہین زبان سے مری سنا کچھ اور
الم سے آل محمد کے ہی بھلا کچھ اور

حدیث آئی ہی جب من نبی کی مجکو یاد
اس امر مین جو ہوا ہو نبی سے یون ارشاد
بغیر مرثیہ سمجھون ہون اسکو مین الحاد
مخالفت ہی بھلا اسکی کفر یا کچھ اور

ہر اک عزای زمانہ ہوا ہے جب سے خلق
پر اس ستم کو تو دیکھو کہ کاٹا کس کا حلق
وہ دل نہین نہ ہوا ہو الم سے جسکو فرق
عزا ہی لاکھ طرح کی پہ یہ عزا کچھ اور

سمجھتے ہو کہ یہ ماتم ہی واسطے کس کے
کہا نبی نے جسے ہین سو والدین اسکے
علی و فاطمہ ہین مادر و پدر جس کے
مرے حسین کو مجھسے نہ جاننا کچھ اور

یہ گفتگو ہے محمد کی اس سخن پر دال
گلا یہ کاٹ نبی کا کیا ہی خون سے لال
رسول کا ہے وہ قاتل جو ہی کشندۂ آل
مین اس گلے سے گلا وہ نہ سمجھونگا کچھ اور

حدیث لحمک لحمی سے یون ہوا مفہوم
سر حسین جو رکھ لے چلے وہ مرتد شوم
دوئی جو چاہو نبی اور علی مین سو معلوم
سر نبی ہی تھا نیزے پہ وہ نہ تھا کچھ اور

جو اشقیا نے لٹایا میان خون اور خاک
کیا جو ظلم کے دشنے سے سینہ اسکا چاک
تن حسین نہ تھا تھا تن رسول پاک
نہ تھا وہ سینہ بجز صدر مصطفی کچھ اور

کیا حسین کا جب کام ظالمون نے اخیر
پلٹ قساوت قلبی سے کر انھونکو اسیر
غریب وہ جو بچے تھے ز طعمۂ شمشیر
کہون مین کیا کہ پھر ان پر کیا ہی کیا کچھ اور

جو انکے پاس تھا سب لوٹ کر کیا یہ سوال
کہا انھون نے تمھارا غلط ہی وہم و خیال
بتاؤ وہ بھی ہین گر رکھا ہے مخفی مال
برہنگی کے سوا ہم کنے رہا کچھ اور

کسو طرح کا نہین سایہ جز خدا کی ذات
جو سوئین شب تو جگہ تکیے کے سرہانے ہات
ہماری کٹتی ہی روزانہ دھوپ مین اوقات
نہ فرش خاک یہان ماسوا بچھا کچھ اور

بٹھا کے اونٹو پہ جب لے چلے حرم کے تئین
جفا تو ہو چکی ہم پر گروہ دشمن دین
لگی یہ کہنے ستم کیشون سے وہ پردہ نشین
جفا و جور کے درجے سے ہی بقا کچھ اور

دیا جواب لعینون نے انکو یہ سنکر
پسر کسی کا موا ہم مین اور کسی کا پدر

عوض میں اُسکے جفا کچھ نہیں ہے یہ تمیز — جفا نہ جانیو تم اسکو ہے جفا کچھ اور
جو بیٹا باپ کو آتا ہے باپ بیٹے کو یاد — تو ایک ایک کی خاطر کرے ہے یان فریاد
زمین یہ رہنے نہ دین ہاشمی کی ہم بنیاد — عوض میں اُسکے نہیں ہمکو سوجھتا کچھ اور
اسیطرح تمھیں لیجائیں گے نزد یزید — تب اُسکے ہاتھ سے دیکھو گے تم جفائے شدید
تمھارے فائدہ رکھتی نہیں یہ گفت و شنید — غرض کہ کہتے ہو تم یان ہے مدعا کچھ اور
قصاص میں تمھیں اپنے نہ جیتا چھوڑینگے — نہ منہ کو قتل سے زین العبا کے موڑینگے
تمھارے خون سے دامن کو سب نچوڑینگے — نہیں تسلی دل اپنی اس سوا کچھ اور
نہ کی حرم کی انھوں نے یہ تشنگی پہ نظر — کہ قطرہ آب سے ہو خلق خشک انکا تر
غذا کا ذکر تو کیا ہے بغیر خون جگر — ملی نہ عابد بیمار کو دوا کچھ اور
نت اُنکے پیاس سے اُسکا بدن گیا تھا سوکھ — بغیر پانی کے ہو جائے خشک جیسے روکھ
لگے تھی جب کبھی منزل میں اُس غریب کو بھوکھ — غم پدر کے بن اُسکو نہ تھی غذا کچھ اور
ہر ایک لعنتی کیا کیا نہ اُس سے بکتا تھا — جو کچھ کہے تھا کوئی منہ وہ اُسکا تکتا تھا
نہ نکلی اس سے وہ از بس نہ بول سکتا تھا — بغیر پاؤنکی زنجیر کے صدا کچھ اور
نہ کوئی محرم حال اُسکا نے کوئی ہمراز — سخن دلاسے کا اُس سے کرے نہ وہ دمساز
کہیں سے گوش تلک اُسکے پہونچی یہ آواز — نہ اُن نے طعن و تعرض سوا سنا کچھ اور
سوال کرکے روا انکا غرض وہ دشمن دین — کشاں کشاں گئے لیکر سوے یزید لعین
نہ لے گئے وہ نکال اُسنے اپنے دلکا کین — سوائے لعن کے دنیا سے بھیجنا کچھ اور
نہ کر بس آگے تو سودا یہ ذکر رہ خاموش — فلک کی پشت سے گذرا ہے سامعوں کا خروش
لہو ہر اک کے جگر کا یہ مارتا ہے جوش — کہ انکی چشم سے جز خون جگر بہا کچھ اور

مرثیہ بجناب حضرت قاسم

نئی یہ شادی بیاہ کی کسکی تو نے فلک اُٹھائی ہے — کس نے کھیاری کا ہے جایا کس دکھیا کی جائی ہے
سر چھاتی نقارے ہیں فریاد و فغان شہنائی ہے — سوز جگر ہے آتشبازی ہر ایک آہ ہوائی ہے
آرائش کے تختوں اوپر بہا ہو نہیں ہوں شمع و چراغ — اُسکے بدلے یان ہر ایک کی چھاتی پر ہیں لاکھوں داغ
عجب طرح کا وقت سواری نوشہ آکے پھولا باغ — روشنی کے جھاڑ دینگے بدلے گھر کو آگ لگائی ہے

نوشہ کے ہمراہ براتی وہ جو پیچھے آگے ہین
گہ پیٹین ہین سر اپنا گہ خاک اُڑانے لاگے ہین
اپنے اپنے لہو سے اُنکے سب کے سوہے باگے ہین
لوگ کہین یہ دولہا ہی یا لوتھ کسی کی آئی ہی

جلوہ کی رات اور ونکے گھر مین ہنس دلھن سنوارین ہین
دولھا کے مکھ اوپر دیکھو سبھی لہو کی دھارین ہین
ناک سے نتھ ماتھے سے بینا پان رو رو کے تارین ہین
جون کفنی کر چاک گریبان خلعت بر مین پہنائی ہی

کسی نگر مین بیاہ کا یارو کہین یہ دیکھا ہے دستور
کاندھے سے نوشہ کے چچا کے ہاتھ پڑین ہین کٹکر دور
پیاس کے مارے مرین براتی تال تلیان ہون معمور
شربت کا مذکور سو کیا جب پانی پر یہ لڑائی ہی

ابتک دیکھا ہی یہ کسی نے بیاہ کی شادی کا معمول
صندل کی جا ہر سمدھن نے منھ سے اپنے ملی ہی اپنے دھول
پان جو بھل ہین سو جمدھر کے پھول جو ہین دولھا کے پھول
ہارونکے بدلے اب ہر اک زنجیر پہن کر آئی ہی

بیاہ ایسا دیکھا ہی کسی نے جب سے ہی یہ دور ستم
ہرے ہرے بنگڑے توڑ دولھن نے پٹکا اپنا منہ در پر
تن دولھا کا خاک مین لوٹے سر جاتا ہو نیزے پر
نوشہ کے لوہو سے منھدی بھر بھر ہاتھ لگائی ہی

تڑپ تڑپ کر پڑا ہی جسجا سر کٹے اس دولھا کا تن
سمجھو ہو یہ کون ہی دولھا یعنی قاسم ابن حسنؑ
لہو کی چھینٹون سے وہ جاگہ ہوئی ہی گویا رشک چمن
چاؤ سے جس نے بنرکی یہ پھولونکی سیج بچھائی ہی

آگے بھی ہوتے دیکھے ہین لوگونکے گھر بیاہ برات
کوئی دولھن چھوٹ اس دولھن بے قضانے لاکر لگن کی رات
اس شادی کی ہم نے یارب جو دیکھی سو انوٹی بات
مائیون بدلے دولھا کے ماتم مین لا بٹھلائی ہی

شادی مین اور ونکو باہم بیٹھ کھلادین شیر و شکر
لوگ کٹم کے پیٹ سر اپنا اونکے اوپر کر کے نظر
انکے آگے طبقون مین یان کٹے ہوئے آئے ہین سر
کوئی کہے یہ بابا ہی میرا کوئی کہے یہ بھائی ہی

لوگونکے گھر منڈھے کے نیچے بیٹھ شہانا گاتے ہین
کسی کے بھی دولھن کو گھر سے یون لیکر جاتے ہین
نوحہ گر ونکو یان بلوا کر شہ کو تیل چڑھاتے ہین
پشت شتر پر ساس کے پیچھے محمل پہ بٹھلائی ہی

کہے ہی یون دولھن کی مان اب کوٹکے اپنے سینے کو
شربت مین دولھا کی مان کے کہان سے لاؤن پینے کو
یہ بھی ہی کوئی زیست ہماری حیف ہمارے جینے کو
آب خنجر نے دولھن کے بابا کی پیاس بجھائی ہی

کیا کہتی ہو گی وہ جسنے مجھ گھر بیاہا اپنا پوت
وان دہیز آگے جو پوچھو ملا نہین یان کچا سوت
جوڑے کی جا پہنے ہی کفنی گھوڑے کے بدلے تابوت
سر دولھا کا لٹ یہ ڈھنگا نا جیورا انکھ دکھلائی ہی

مان یون بولی دولھا کی اب لہو کے آنسو بہتے ہین
سانجھ پڑی جنگل کے پنکھیرو چر چگ آ گھر رہتے ہین
بنا بنی اب سبھین کیسی یہ دوری کے دکھ سہتی ہین
پھر تم نے منہ کیا نا ادھر جیسے پیٹھ دکھائی ہی

روٹھ گیا ہی سہرا تیرا کہتے ہین سب بنی سے گنے
لیکن وہ یہ سمجھ چکی ہی یون جو روٹھے سو نہ منے

کہے ہے یون سر پیٹ کے اپنا لوگون ہے ہائے بنے
بہلا انیکو مجھ دکھیا کے کیا کیا بات بنائی ہے
کیا جانے کس ٹھور پڑے ہو کونسی ہے وہ بیلے ٹھائین
دھوپ تمہارے تن پر ہے یا جنگل کے روکھونکی چھاؤن
نہین ہے معلوم اب مجکو کچھ حال تمہارے کا سر پاؤن
جلد بدن کی ہے تازی یا پانی بن مرجھائی ہے

گل سا تو نکھرا اٹھا تیرا سنبل سے تھے تیرے بال
سو جھبا بر چھے کا پایا ہے انکو ہم کرتے ہین خیال
حسن تیرا ایسا ہی تھا پر کیا کہیے اے میرے لال
گردون کو وہ شکل نہ بھائی یہ صورت خوش آئی ہے

مین دکھیا جا کس سے پوچھون کون بتاوے ہائے پسر
بیٹھو ہون مین نہین ہون واقف ڈھونڈھنے جاؤن کہوکدہر
نکلون یان سے مین کس کو لیکر ساتھ اپنے رہبر
لوگ کہین گے مان قاسم کی گھر سے باہر آئی ہے

کہوتین کس سے بپت کی ماری کون سنے مجھ دلکی پیر
گھر سے تو باہر انیکو شرم ہوئی ہے دامنگیر
جو دکھین سے تھے اپنے سنگھاتی فنا ہوے سب کھا کر تیر
خبر تری لاوے سو کس کو ایسی پیر پرائی ہے

ہیکل مین ڈالے تھے تیرے لاکھ طرحکے مین تعویذ
بری گھڑی کچھ کام نہ آوے ہے جو حفاظت کی کچھ چیز
تجھسا بچہ مارا انھون نے سب ملکر جو تھی وہ چیز
قضا نے ہاتھ انہیں کے تیری گردن آپ کٹائی ہے

غرض کہ جسدم مان قاسم کی رو رو کرتی تھی یہ بین
خلقت چارون عنصر کی سیماب کی صورت تھی بےچین
لہو نہ جنسے برسا ہوے ایسے تھی وہ کس کے نین
ان یا تون نے دنیا غم کے دریا بیچ ڈبائی ہے

بھیج درود اب آل نبی پر سودا اگر تو ختم کلام
روئے بہت اس نظم کو سنکر جتنے تھے وہ خاص عام
ساقی سے کوثر کا ملیگا بھرا ہوا ایسا ہی جام
آنکھ ہر ایک کی آنسو سیتی جیسے بھر بھر آئی ہے

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین

کربلا سے شام ہو کر جب مدینے آئیان
زینب و کلثوم دونون فاطمہ کی جائیان
رو رو کہتی تھین کہ طعنہ دینگی یون ہمسائیان
کھو کے سارے وارث اک عابد کو جیتا لائیان

دیکھکر ہمکو بھی آپسمین بولین گے وہ لوگ
کیا دلونکو آلگا یا ہے انھون نے غم کا روگ
کربلا جا کر بھتیجے بھائیون کا اپنے سوگ
تحفجات اہل وطن کیواسطے لے آئیان

تشنہ لب بھائیکو جسدن ذبح دریا پر کیا
اور بھتیجون نے تڑپ کر آنکھون آگے جی دیا
رات باقی تم نے اسدن جینے کی خاطر پیا
حیف یہ کچھ دیکھ جینے سے نہ تم شرمائیان

جبکہ دلبند ونکی لاشین تم نے دیکھین خاک پر
اور نظر آئے گئے تمکو جگر گوشون کے سر
کیونکہ تم جیتی رہین وہ گل سی شکلین دیکھکر
نیزون اوپر تابش خورشید سے مرجھائیان

کیا جواب اسکا کوئی دے جب کسو نے یہ کہی
اب تک آنکھوں مین تمھاری کیونکہ بینائی رہی
رہین تن سے جوے خون ایسی عزیزونکے بھی
جب فلک نے موتین اسطرح وہ دکھلائیان

طعن اگر وہ یہ کرین ہمپر تو ہم بولین سو کیا
منھ تمھارا دیکھنا ہمکو نہین یان ٹک روا
بہنین جیتی آئین سر بھائی بھتیجون کا کٹا
بچ چلین وانسے تمھاری ہوجبان یہ چھائیان

طعن ہمپر سب درست انکے نہین لیکن یہ سچ
وہ کشمکش زندگی اپنی ہی سے آیا ہے بچ
کھو کے وارث سب کے اک عابد ہی کی جینے کی بچ
ورنہ وہ کب جیوے یہ ایذائین جن نے پائیان

کب یقین تھا ہمکو یون جیتا پھریگا عابدین
لیگئے کربل سے جون تا شام اُسکو اہل کین
پر اجل اسکی حفاظت کو ہوئی اوس پر تعین
چرخ کو کیا جانیے کیون وہ جفائین بھائیان

دیکھ لے کوئی رکھے ہی آج تک وہ ناتوان
اور تپ بھی اُسکو شدت سے زیادہ تھا روان
گردن اور پاؤن پہ اپنے طوق و بیڑیکا نشان
دیکھتے ہین یہ کہین ہم چرخ کی دکھ پائیان

پاؤن ننگے سر برہنہ جاوے تھا وہ دلفگار
پشت پا اپنے سے ہر منزل مین اُن نے بار بار
اونٹون پر بیٹھے تھے ہم اور ہاتھ مین اُسکے مہار
نوکین کانٹونکی بھری لوہو ہی مین دکھلائیان

صبح سے تا شام تھا اُسپر یہ کچھ رنج و تعب
گر سیاہ شام سے پانی کیا اُن نے طلب
وہ مریض ناتوان جاتا تھا منزل تشنہ لب
برچھیون کی آبدار انیان اُسے بتلائیان

بسکہ اُسکو ہاتھ سے تھی ظالمونکے کشمکش
رو کے ہمکو جب پکارا وہ کہ پھپھون العطش
پیاس کے مارے اُسے ہر بار آجاتا تھا غش
بوندین اشک اپنے کی منھ مین اسکے ہم ٹپکائیان

پانی ہی وہ شے کہ جسکو آدمی سے تا دواب
سمجھین فرزند محمدؐ کے نہ دینے مین ثواب
پینکے ہون سیراب اور اُس شے کو وہ خانہ خراب
تھے مسلمان وہ خدا نا ترس نا ترسائیان

پیاس کی حالت تو یہ تھی اُس جگر بریانکی
اور ہم اپنی مصیبت کیا کہین اُس آن کی
لاکھ اذیت اس سوا خواہان تھی اُسکی جانکی
واسطے غارت کے جب خیمہ پہ فوجین دھائیان

آئی ہی شقیون نے دی جو بیٹھ کر خیمے کو آگ
لیکے لڑکے بالے مستورات نکلین وانسے بھاگ
سمجھے ہم کیا فتنہ محشر اُٹھا سوتے سے جاگ
بھنس مرین آپمین تھا نزدیک یہ گھبرائیان

دست برد اسطرح پھر کرنے لگے وہ نابکار
آخرش اُن چادرون تک بھی سر و تنسے لی اُتار
نے زر و زیور نہ چھوڑا جنس سے کپڑیکا تار
وقت رخصت بھائی لے جو چادرین اُڑھوائیان

بعد ازان اونٹون پہ بٹھلا ہمکو سوے قتل گاہ
لائے وہ ملعون بارے شامیان روسیاہ

جا پڑی جبدم ہماری جانب مقتل نگاہ
کیا کہون آگے غرض تھے سر انکے نیزون پر
اور یوتھین ڈال ساری خاک و خون مین ڈالکر

سب کے لاشے نام لے لے کر ہین تبلاٹیان
حضرت خیر البشر کے جو تھے دلبند جگر
اپنے خویش و اقربا کی لاشین سب دفنائیان

ظالمون نے یون ستم سب کے عزیزونپر کیے
طعنہ زن کا جرم کیا گر ایسے کو طعنہ دیے

دیکھے کچھ اور وہ دنیا سے فانی مین پچھے کو
زیست نے باتین تعرض کی ہین سنوائیان

ہین سزاوار اسکے ہم جو دین وہ طعنہ بار بار
مرگ کو ڈھونڈھا کیے تھے دن سے ہم سر مار مار
اسطرح باہم وہ کہتی تھین بچشم خونفشان
سامعو نہین تاب ہین سودا نہ کر آگے بیان

مرنے جینے مین نہین یہ کچھ کسی کا اختیار
تن سے جی نکلا نہ اور لاکھون تپھاڑین کھائیان
جو جو سنتا تھا یہ باتین اشک تھے اسکے روان
ابر مژگان نے تو بوندین خون کی برسائیان

مرثیہ حضرت امام حسینؓ

بانو کہتی تھین کہ رن کا قصد مت کر سائیان
ایک تو تنہا رہا جاتا ہے کیدھر سائیان

مر چکے تیرے تو سب خویش و برادر سائیان
تجھ بن آفت آئیگی ہم سب کے سر پر سائیان

تو چلا مرنے ہمین کسکے حوالے کر چلا
کیونکہ تجھ بن ہمکو اس جینے سے مرنا ہی بھلا

کاٹ اپنے ہاتھ سے پہلے ہمارا بھی گلا
لوٹ لیوینگے ہمین یان سب ستمگر سائیان

تجھ سوا کسکا ہی اس جنگل مین ہم کو آسرا
رحم ہمپر کسکو آوے یان بغیر از مصطفا

کون ہی حامی ہمارا یان بجز ذات خدا
کون پہونچاوے مدینے ہمکو پھر کر سائیان

کون ہی جسکو ہمارے حال پر افسوس آوے
کون ہمکو اس بپت مین آکے ٹک ڈھارس بندھاوے

کون بچونکو لگا چھاتی سے پہلو مین بٹھاوے
کس سے اپنا دکھ کہین اس بن کے اندر سائیان

تو ہمین یان چھوڑ کے جاتا ہی تنہا یا نصیب
دشمنون کا ہی ہمارے گرد بلوا یا نصیب

آسرا کس کا کرین ہم وا ورنیا یا نصیب
دیکھتے ہین آنکھ اٹھا کر آج جیدھر سائیان

یہ حقیقت تیرے نانا نے نہین شاید سنی
دیکھین ان معصوم بچونکی وہ ز اتشنہ لبی

جو نہ آئے اب تلک لینے خبر حضرت نبی
مرتے ہین پیاس سے یہ سب آل پیمبر سائیان

کیا نہین پہونچی جنان مین مرتضی کو یہ خبر
ظالمون نے سب کو اس بن مین رکھا ہی بند کر

ہائے سر پر ہی ہمارے ظلم ناحق کس قدر
کی علی کی قتل سب اولاد اطہر سائیان

ہائے تجھ بیٹے کی حالت سے ہین غافل مرتضیٰ
کیون نہین لیتے خبر پیاسونکی اس جنگل مین آ
کیون نہ آئے اب تلک افسوس ہے شیر خدا
کیون نہ پانی لائے یان ساقی کوثر سائیان

حضرت زہرا تری امان نے کیا یہ ماجرا
کیا عدن مین جا کسی حور و ملک نے نین کہا
پیاس سے مرنیکا فرزندونکے مطلق نہین سنا
ابتلک آئی نہین زہرائے اطہر سائیان

دیکھین تجھ بیٹے کو جو مرنے چلا ہے رنمین آج
دیکھین معصومونکی روحونکو مسافر ہین آج
مجھ بہو کو دیکھین ہو گی رانڈ جو اس ہین آج
دکھ سنگھاتی آکے ہون خاتون محشر سائیان

دیکھین آکر کس طرح اکبر مرا مارا گیا
بے کفن بے گور ہے خیمے کے اندر وہ پڑا
کسطرح ہو کر وہ زخمی جو رگھوڑے سے گرا
جسکی صورت تھی بلا تشبیہ پیمبر سائیان

وہ شباہت اُسکی ثانی اور لہو مین اٹ گئی
اُسکی حالت دیکھکر میری تو چھاتی پھٹ گئی
ہائے تن پر سے یکایک گردن اُسکی کٹ گئی
رات دن ہون اُسکے غم مین خاک برسر سائیان

پھول سا مکھڑا یکایک اُسکا کیون کمہلا گیا
کیا برا دن ہائے مجھ ماں کو تئین دکھلا گیا
بند بند اُسکا برنگ شاخ گل کاٹا گیا
ہائے یون مارا گیا جب کہ وہ دلبر سائیان

دیکھین آکر اپنے پوتے شیر خوارے کی طرف
دیکھین اُس معصوم بے تقصیر مارے کی طرف
دیکھین حلق اُسکی مین کھپرے کی گذارے کیطرف
دیکھین اور کہہ کے رووین ہے ہے اصغر سائیان

ہائے اب جھولے مین مین لیکر جھلاؤن گی کسے
ہائے مین دودھ پلا نیکو جگاؤن گی کسے
ہائے مین ٹوپی شلوکا کسی پہناؤن گی کسے
ہائے کسکو کہہ پکارون جان مادر سائیان

دیکھین اُسکی ننھی سی گردن کے ڈھل جانیکو ہائے
دیکھین آکر میری پھر چھاتیکے پٹوانیکو ہائے
دیکھین اُس بچے کو لوہو مین نہا آنے کو ہائے
پار ہے گدی سے اُسکی تیر کا سر سائیان

ہائے وہ بالی سکینہ پیاس سے ہے جان بلب
جیبھ پر اُسکی ہین کانٹے پڑ گئے یکلخت سب
مرتی ہے پانی کی خاطر یہ ستم ہے ہے غضب
ہے کوئی ساعت کی مہمان اب وہ دختر سائیان

اک طرف شانے کٹا عباس ہے خیمے کے بیچ
سخت دہشت ہے غضب وسواس ہے خیمے کے بیچ
لاشہ اکبر کا ہے اُسکے پاس ہی خیمے کے بیچ
ایسے جینے سے تو اب مرنا ہے بہتر سائیان

مشک لیکر کیون گیا پانی کی خاطر ہے غضب
کیون گیا ان ظالمونکی فوج مین گھر ہے غضب
کیون نہ آیا وان سے وہ جیتا ہوا پھر ہے غضب
کیون کٹا کر شانے آیا وہ دلاور سائیان

دھوپ مین لاشے ہین بے گور و کفن عریان پڑے
خاک ماٹی مین اٹے لوہو مین سب غلطان پڑے

سب بزرگ و خرد مین اس دشت مین یکسان پڑی
یہ مصیبت سر پہ پہونچی ہے سراسر سائیان

تیرے جانیکے الم سے جان اپنی کھوتی ہین
کوئی دم مین جان سے بیجان دونون ہوتی ہین
بیٹھتی ہین سر کو اور آنکھونسے آنسو روتی ہین
زینب و کلثوم ہر اک تیری خواہر سائیان

ہائے اس دشت بلا مین یہ مصیبت تھی دھری
ہائے روے ہین ہمارے حال پر جن و پری
ہائے ہے ہمسے دشمنی قسمت نے ایسی کچھ کری
ہائے تھا تقدیر مین یہ کچھ مقدر سائیان

ہائے وہ فرزند میرا عابدین بیمار ہے
ہائے وہ مرنیکو تجھ سے پیشتر تیار ہے
چارپائی سے جسے اُٹھنا بہت دشوار ہے
ہونٹھ سوکھے اُسکے ہین اور چشم ہے تر سائیان

تو نجا میدان کو جب تک آئین حضرت مصطفا
یا نہ جب تک یان پہونچ لیتین اُن کی خیر النسا
یا کہ آپہونچین نہ اس دشت بلا مین مرتضا
مجکو جب تک چھوڑ کر مت جا و مضطر سائیان

مجکو یہ تبلا تو لے سرور کہ جب تو رَن مین جاے گا
کون یان تیری خبر تحقیق مجکو آ سنائے
دشمنونکے ہاتھ سے کیسا غضب وان تجھپہ گئے
زندہ ہے یا مر گیا بانو کا شوہر سائیان

آ بنا ہے مجکو اب میدان مین جانا شتاب
دیکھیے ظالم دکھادین اور کیا کیا کچھ عذاب
ہائے میرا سب طرف سے ہو چکا خانہ خراب
تھا مرے سر پر ترے سایہ کا افسر سائیان

ہائے مین بیکس ہوئی اب سب طرحسے نا اُمید
ایک ساعت مین نظر آتا ہے یہ قوم یزید
کیونکہ اس جا گہ مقدر ہے تجھے ہونا شہید
پیاس مین تجکو پلادین آب خنجر سائیان

سجدہ کرنیکی بھی دین فرصت نہ تجکو اہل کین
خون تیرا اسقدر جاری ہو بر روے زمین
چڑھکے چھاتی پر ترا سر کاٹ لے شمر لعین
جسمین بال دیر ڈبو نکلے کبوتر سائیان

جب کرین وہ قوم ظالم سر ترا تن سے جدا
رکھکے نیزے پر ترے سر کو کرین قبلہ نما
تب کرین دل مین نماز جمعہ کا قصد ادا
پھر کہین تکبیر سب اللہ اکبر سائیان

داد اس ظلم و تعدی کی خدا دلوائے گا
یا وصی اُسکا علی مرتضیٰ دلوائے گا
یا رسول پاک اُس کا مصطفا دلوائے گا
فاطمہ لکھوائے گی اس خون کا محضر سائیان

مرحبا ہے تجکو سودا مرثیہ ایسا کہا
دین و دنیا کے ترے بر لائین سارے مدعا
سنکے پتھر بھی ہے جسے یکبار پانی ہو بہا
حضرت شبیر شاہ بندہ پرور سائیان

✕∴✕

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین علیہ السلام

آج وہ دن ہی کہ سب اہل جہان روتے ہین
خاک مین مور جہان دیکھو تو وان روتے ہین
جتنے ہین زیر فلک پیر و جوان روتے ہین
مرغ ہو کر بجہان بال فشان روتے ہین

اولیا کو نہین حواس اور نہ نبیون مین ہوش
سرنگون گر محمد کے بہم دوش بدوش
طاقت نالہ نہ انکو نہ اُنکھین تاب خروش
چپکے بیٹھے ہوئے سب خرد و کلان روتے ہین

عرش سی حورین تو دیکھ بیٹھین ہین دیوار کو پشت
اور روح الامین افسوس کے مارے انگشت
سینے کو اپنے ملک کوٹتے ہین باندھکے مشت
شمع کی طرح لگا کر بہ وہان روتے ہین

شرح اس غم کی کسیطرح نہین کی جاتی
لکھنے بیٹھے ہین تو کاغذ کی پھٹے ہے چھاتی
شارحون کے تئین کچھ بات نہین بن آتی
جون قلم حرف کے آتے بزبان روتے ہین

داد و بیداد ز دست فلک دون پرور
صورت کار جہان دیکھکے سو نیز دون پر
سر اُنھون کے جو کہاتے ہین دو جگ کے سرور
تن کے زخمون کی طرح خندہ زنان روتے ہین

جو بلا بر مین محمد کے سوا اُسکا تن پاک
اُسکو دے اہل حرم کر کے گریبان کو چاک
آج بے سر ہی پڑا دشت مین آلودہ بخاک
موے سر اپنے پراگندہ کنان روتے ہین

اُسکی عترت کی کہون کیونکہ مین لٹنے کا حال
پاک کرنے کے لیے اشک نچھوڑا ر دمال
نہ رہی دست مین انگشتر و پا مین خلخال
مثل شبنم وہ مصیبت زدگان روتے ہین

روز و شب پیتے ہین وہ خون جگر کی پیالے
بل مین بندھ جاتے ہین اُس جا پہ لہو کی تھالی
زخم ہین اُنکے دلون کے ابھی اُسنے آلے
جس جگہ بیٹھکے وہ ماتمیان روتے ہین

نہ کوئی مونس اُنھون کے نہ کوئی ہے غمخوار
جو مدینے کی طرف لاکے یہ دن مین صدبار
کہ کرین درد دل اپنے کو یہ اس سے اظہار
اس طرح سے غم دل کر کے بیان روتے ہین

یا نبی اپنے یتیمون کی خبر لو آکر
گوشۂ دامن اشفاق سے پونچھو آکر
اس مصیبت مین تسلی ہمین ٹک دو آکر
کب سے با دیدۂ خونناب چکان روتے ہین

جسکے بن دیکھے نہ تھا ایک گھڑی تمکو چین
رن مین بیجان تمھارا ہی سو وہ نور العین
دور نظر دن سے ہوا ٹک تو پکارے کہ حسین
اُسکے ماتم مین ہم افسردہ دلان روتے ہین

خنجر اُس پیاسے کی گردن پہ دو دھارا ہو نچا
پانی میٹھا نہ اُسے اور نہ کھارا ہو نچا

حال یون دست تظلم سے ہمارا ہو پہنچا
دیکھ جنگل کے ہمین جانوران روتے ہین

نہ رمق باقی ہی اصغر مین نہ اکبر مین دم
رن مین بیجان پڑے اونکے تن نازک درہم
اور قاسم کی کہین گیا جو ہوا اسپہ ستم
دیکھکر زخمی شمشیر و سنان روتے ہین

اقربا آپکے سب قتل ہوئے بزیر شمشیر
دیکھ دیکھ اونکی پڑی خاک مین ہونہین ہم اسیر
نہ رہا ایک کبیر انمین سے نے ایک صغیر
ابر کی طرح بفریاد و فغان روتے ہین

بسکہ اس دشت مین اگروہ حق اپنی یہ لڑے
ہم مصیبت زدگان قتلگہ اُن کی مین کھڑے
جو زخمی ہو بدن خاک مین بے سر ہین پڑے
تن یہ ہر ایک کے جون نوحہ گران روتے ہین

چرخ کی ہمسے عداوت کی تئین کیجے سیر
اور فرزند تمھارے جو ہین سو آب بغیر
وحشی سیراب ہین جنگل مین ہوا مین ہین طیر
لب دریا وہ کھڑے تشنہ لبان روتے ہین

دین کا جسکے خلائق کے تئین دعوا ہے
پوچھتا ہو جو کوئی تمپہ مصیبت کیا ہے
اُسکی اولاد کے سر پر یہ ستم برپا ہے
دشت غربت مین پڑے بیوطنان روتی ہین

کربلا سے ہمین جاتے ہین لیے شام لعین
گرتے ہین خاک کیے سر یہ اُتر گہ بزمین
ہاتھ سے ہمکو ستم کیشون کے آرام نہین
گاہ ہم چڑھکے بہ پشت شتران روتے ہین

غرض اب کہتے ہین اسطرح سی دکھ اہل حرم
دیدۂ جن و ملک خون سی دل کے ہین نم
تھرتھراتے ہین پڑے سُن کے جسے لوح و قلم
روز و شب لخت جگر آدمیان روتے ہین

اس ارادی یہ تو کر ختم اے سودا یہ کلام
شام سی صبح تلک صبح سے لیکر تا شام
کہ تجھے حشر مین بخشائے وہ مظلوم امام
سُنکے عالم مین اسے عالمیان روتے ہین

مرثیہ بجناب حضرت امام حسینؑ

بدن پہ زخم ستم رن مین جب اُٹھائے حسین
اُٹھا کے سر یہ کہا تب کہ لے خدا ئے حسین
گرے بردے زمین پشت زین سی ہای حسین
جو کچھ کہ تیری رضا ہو سو ہی رضا ئے حسین

چنانچہ یون ہی روایت کہ بعد قتل امام
کہا ہی حق نے یہ سوگند تجکو بعد سلام
دیا یہ نعش کو روح الامینؑ نے آکے پیام
جو کچھ حسین کہے دون مین خون بہائے حسین

دیا جواب یہ اُس نعش نے معاذ اللہ
آ گئے اور اُسکے تئین کاٹین پھر کے یہ گمراہ
وہ مین ہون خاک سے جسکے جو سر بجای گیاہ
تو کبریائی سے اُسکے نہ منہ پھرائے حسین

جفاے چرخ مجھی پر نہین ہے تنہا کچھ
عوض مین اسکے کسی نے کبھو نہ مانگا کچھ
پیمبران سلف پر ہوا ہے کیا کیا کچھ
اس امر مین نہین طاقت زبان ہلاے حسین

ہوا ہے آرہ سے دو ٹکڑے زکریا کا تن
تمھین یہ کہتے کٹا تا اگر نہ مین گردن
دیا ہے کھینچ کے عیسی کو دار رنج و محن
کہ سب ہین تابع مرضی حق ورا ے حسین

دیا مین اس لیے سر زیر خنجر برّان
توابعین رضاے خدا جہان مین وہان
کہ روز حشر کہین مجکو یون نہ محشریان
کھڑا ہے آج سوے حبیب سر نواے حسین

مجھے ہی یاد کہ اک روز مین اور ابراہیم
نبی کی گود مین بیٹھے تھے کرکے جا تقسیم
تو دیکھ دونون کو کہنے لگے رسول کریم
یہ دونون آنکھین ہین میری پہ ہین فداے حسین

کہ امین تم تھے لے آئے پیام کرکے نزول
خدا کہے ہے کہ مرگ انہین سے ہی کسکو قبول
تو دلمین سوچ کے اسدم خدا کا وہ مقبول
کہا کہ لے جسے چاہے تو ماوراے حسین

جگر مرا ہی جلاویگا داغ ابراہیم
پھٹے گی چھاتی حسن کی یہ سنکے رب کریم
کرے گا دل کو علی کے غم حسین دو نیم
کہے گی فاطمہ یون جھگڑکر واے حسین

اس اور مرتبہ بس مجھپہ ہو گئے ہین تمام
ولے ہی میرے تئین اپنی بندگی سے کام
کہ مین ہون سرو علن مین امام ابن امام
مجھ اس تعب سے یہ کیا معنی دین لائی حسین

جو مجھسے پوچھو ہو روح الامین دیت کے سخن
کہ خلق گر گرے مجھ ردم ردم پہ گردن
برب کعبہ کہے جاؤنگا یہی مین سخن
یہی ہے امر اسیطرح سے کٹاے حسین

یہ جو کہ راہ خدا مین ہوا جدا تو ہوا
لب فرات پہ عباس جا موا تو موا
گلوے تشنہ سے میرے لہو چوا تو چوا
کہا کیا کہ دم آب از براے حسین

یہی نہ پانی سے تر کرکے لب کیا نہ گیا
کرے ہی پیاس سے شکوہ کوئی پیا نہ پیا
کہو تو پانی بھی کچھ چیز ہے دیا نہ دیا
رہے رہے کوئی دن تشنہ اقرباے حسین

غریبی بس ہی وطن کی حرم چھٹا تو چھٹا
قضا کی تیغ سے مین بھی جو اب کٹا تو کٹا
رہینگے دھوپ ہی مین خیمہ گو لٹا تو لٹا
اگر کٹے تو کٹے رن مین دست و پاے حسین

بخاک معرکہ گر یہ بدن رلا تو رلا
مرے لہو سے جو زینب نے منہ ملا تو ملا
سنان نیزہ پہ سر بھی اگر چلا تو چلا
اگر روئی تو روئی کرکے ہاے ہاے حسین

زمین ہی بس ہی بچھونا ردا رہی نہ رہی
برہنگی تو ہی تن پر قبا رہی نہ رہی

جو چیز کام سے ہو نا سوار ہی نہ رہی	یہ خاک و خون بھی فرش ہے برائے حسین
اگر مرا ہے محاسن سبھی لہو سے لال	تو یہ دعا ہے کہ تو سرخ رو ہے روز قتال
جلال ہے کہ سمجھتا ہون اوسکا عین جمال	کسیطرح نہ لگی اس سخن سے رائے حسین
مرے ہر ایک موالی کی آج صورت و سر	دھرے ہین ظالمون نے کاٹکے یہ نیزے پر
یہ وہ کہے کہ جو انصاف پر رکھے ہے نظر	ہے سر بلند دو عالم مین آشنائے حسین
ہوئی جو شادی قاسم تو کچھ خیال نہین	دلھن جو ہوگئی بیوہ تو کچھ ملال نہین
بجز سکوت پر اس امر مین مجال نہین	کہ حرف شکوہ شکایت زبانپہ لائے حسین
نیام تیغ ہو گر عضو عضو اکبر کا	ہر استخوان ہو قندیل تیر اصغر کا
گلے مین طوق پڑے عابدین کے من بھر کا	حقوق حق نہ کبھو دل سیتی بھلائے حسین
جو پھوٹ نکلی مرے تن سے ایک تیر کی بھال	تو خوش ہوا اُسے یون دلین اپنے کرکے خیال
کرونگا اس ہی پہ مین شکر قادر متعال	زبان تازہ ہوئی خلق از برائے حسین
جو زخم تیغ کا اُس آن بیچ مجھ پہ لگا	کھلا وہ زخم بدن پر بشکل دست قضا
تو مین بھی کی بجناب خدا یہ استدعا	حلاوت اس کی نمک ہو اگر تو پائے حسین
غرضکہ ایسی ہی لذت اُٹھائی ہو کے شہید	یقین ہی جانیو روح الامین نہین یہ بعید
نہ جو اس اگر ٹوٹ کر کے تیغ یزید	بجائے سبزہ اُگے خاک سے قفائے حسین
مری طرف سے گرد جالگے جبرئیل یہ عرض	فرج تیرے کا مین نے ادا کیا ہے قرض
ادائے دین پدر ہے پسر پہ کرنا فرض	دیت لی تب کی سر اپنے کو جب کٹائے حسین
کہا امام سے روح الامین نے اے سرور	جو عرض مین کرون ارشاد ہوے بار دگر
دیت یہ اُنکے تئین دیوے خالق اکبر	شہید تیغ ستم وہ جو ہے سوائے حسین
کہا امام سے روح الامین نے پھر اُسدم	دیت اُسے کے دینے مین اُنکے مجھے نہ شادی و غم
خدا کی راہ مین آکر قتیل تیغ ستم	اگر موئے تو موئے خویش و اقربائے حسین
نہ درد بیٹے کا مجکو نہ دکھ ہے بھائی کا	نہ فکر بیٹی کا دل مین نہ غم جدائی کا
یہ روم روم تصدق ہے کبریائی کا	حسین اُس پہ فدا ہے یہ سب فدائے حسین
سمجھے تو عین ہی راحت ہوا یہ رنج و تعب	دیت ہی دینے مین حق نے اگر خوشی ہو اب
پر اس عطا سے بھی منھ پھیرنا ہی سوے ادب	تو ہو یہ امر کہ امت کو بخشوائے حسین

یہ سن امام سے روح الامین نے بھر دم سرد
حسین جان گرامی فدائے امت کرد
چلایہ عرش کو کہتا ہوا بروز نبرد
روا است امت اگر جان کند فدائے حسین

بحق شاہ شہیدان ذبیح تیغ ستم
نہ ہووے چشم بھی اُس کی بجز محرم نم
الٰہی غم نہ ہو سودا کو جھٹ حسین کے غم
جو بعد مرگ ہو مدفن تو کربلائے حسین

مرثیہ حضرت امام حسینؑ

جسکو دیکھا زیر فلک سو غم سے آج مکدر ہے
بھیگ رہا خونابۂ دل سے جسکا دامن کیا تر ہے
غور کرو دیوار سے در تک جس گھر کو فا کے بیچ
آہ و فغان سے بھری ہوئی ہی نگر نگر کی گلی گلی
غم ہی کا کس کا جی مین برابر سر ہین برہنہ شاہ و گدا
ماہ رکھے ہی داغ جگر پر مہر کے دلکو ہی تب و تاب
آمد و شد شادی والم کی رائج تھی ہر سینے مین
سو چون ہون یہ دلین اپنے غرا ہی کسکی یہ جس سے
ایسا کوئی اور نہین ہی جسکی مصیبت ایسے یون ہو
سو یہ مصیبت جان پہ اُسکی نہین ہی اعدا ایسی تھا
ظلم کے دریا مین کیون یارو ڈوب گیا ایسا انصاف
پانی آجس جا گہ ہوین مور و ملخ سبحان اللہ
قطع ہوا ہی تن پر اُسکے مظلومیت کا جامہ
ایک تن تنہا کی خاطر اتنے حربی ہوئی جمع
تیر جو بیٹھا سینے پہ اُسکے جور و جفا کی چڑھکے کمان
تیغ و تبر کے زخمون کا مین حال کہون کیا ہائے ستم
خنجر کا کیا زخم بتادون ہائے مصیبت وا ویلا
فاطمہ کیکر جسکو سنو مین کیسے کیا قسمت کی بات
دودھ سے وہ دھو پالا جسکو ظلم نے تا سال بسال

اب جو صورت نظر پڑی ہی خاک کی ڈھیری سر پر ہی
جسکی اشک آنکھون سے ٹپکے ہی لخت جگر کا ہر ہی
بھرا ہوا لوہو سے سر کے اُسکا ہر اک تھر ہے
جون کوچہ زنجیر کا ہووے یون شیون سے گھر گھر ہی
بڑے چھوٹے ماتم مین یکسان شکل کلاہ و افسر ہی
جتنے ثوابت ہین سو حیران جو سیارہ سو مضطر ہی
خوشی کے آنیکو اب دلین یہ غم سد سکندر رہی
چھوٹے سے لے بڑے تک احوال سبھونکا بدتر ہی
مگر وہ جس کا باپ علی ہی فاطمہ جسکی مادر ہے
پیاسا وہ پانی پیاسا اسکے خون کا سارا لشکر ہی
حال یہ جسکا سنو ہو تم سو ابن ساقی کوثر ہے
پیاس کے مارے ان جیب اسکی حلق و دہن ہی باہر ہی
واسطے اُسکے تیر سے لیکر تیغ و تبر یا خنجر ہے
مہر تلے کیا آج قضا کے قتل کا اُسکے محضر ہی
ایدھر تو سو فارہی سکا بھال سر پہ سب ادھر ہی
سر سے لیکر تا بقدم سب ٹکڑے ٹکڑے پیکر ہی
قہر کیا ایسا کچھ ان نے جسکے سبب وہ بے سر ہے
سو وہ خاک کے اوپر یون اب لے بالش بے بستر ہی
سو پرچم اب نیزے کا وہ ہر گیسوئے معنبر ہے

اسے تو وہ دن بیکس کر مارا گھر کو گیا، ہے یون تاراج
برگ سے گل کے تلوے نازک تر ہین جسکے سو ہیہات
اُسکے سوا اک اور مصیبت واسطے اسکے کام تمام
نہین گذرتا اتنا ہر گز جی مین اہل شقاوت کے
جاتی ہین جو خوار و نزار اونٹونکی پشت پہ بے محمل
جھون کی جانب یا ہیں ادب سے نہ کی ملک نے کبھو نگاہ
شام لیے جاتے ہین اُنکو اس صورت سے ہای ستم
پرے چلو جتنا دے پکارین ٹک ہمسای اہل عناد
کون ہے ایسا رحم کرے جو حالیہ اُنکے آج کے دن
غرض جو کچھ گذرے ہے اُسپر تاب کسے ہے سننے کا
عقل فلاطون حیکر مین ہے کون اس جور کا ہی موجد
اشک کی جاگہ خون کے قطرے ہر اک چشم سے گرتی ہین

نہ بیٹے کے سر پہ چہرہ نہ بیٹی پر چادر ہے
پاے برہنہ جاتا ہے ہر خار جنگل کا نشتر ہے
دھوپ کی شدت سے ہر کنکر روے زمین پر انگرا ہے
قتل کیے سب ہمنے باقی ایک سبط پیمبر ہے
کوئی مان انمین ہے اُسکی کوئی اُسکی خواہر ہے
صورت وسر پر اُن لوگون کے نے مقنع نہ چادر ہے
کوئی نہ اب مونس ہے اُنکا کوئی نہ اُنکا یاور ہے
نے تاثیر اُنکے نالے مین نے فریاد موثر ہے
کس سے کہین وہ درد کو اپنے دادرس انکا داور ہے
بس تو اب خاموش ہو **سودا** حالت صبر کی ابتر ہے
جو ظلم اُسپر آج ہوا مقدور فلک سے باہر ہے
خوب رُلایا سب کو تو نے اسکی جزاے اکبر ہے

مرثیہ

کیا ہوا ہاے خدا آج حسین مظلوم
کشتہ تیغ جفا آج حسین مظلوم
تشنہ کربل مین موا آج حسین مظلوم
کس جگہ ہوگا پڑا آج حسین مظلوم

کتنے سے کوفیون کے کرب و بلا مین آکر
تیغ اور تیر کے زخم اپنے بدن پہ کھا کر
خویش و فرزند و برادر یہ سبھی کٹوا کر
ذبح خنجر سے ہوا آج حسین مظلوم

مکر سے شامیون نے اسکے تئین بلوایا
آخر الامر سر اپنے کے تئین کٹوایا
قول و فعل اُنکے سے وہ کرب و بلا مین آیا
کھا گیا اُن کی دغا آج حسین مظلوم

لڑنے میدان مین سپاہی جو کوئی جاتا ہے
ٹکڑے اسطرح کوئی آپ کو کرواتا ہے
یون بھی ہوتا ہے کہ لڑ بھڑ کے وہ پھر آتا ہے
ٹھور جون رہین رہا آج حسین مظلوم

لاڈ کی بات نبی جن کی سدا سہتا تھا
جسکو آفاق حسین ابن علی کہتا تھا
رات دن دوش مبارک ہی پہ جو رہتا تھا
اُسکو عالم نے کہا آج حسین مظلوم

وہ جگر فاطمہ کا اور علی کا دلبر
خاک پہ دھوپ مین تن اُسکا پڑا ہے بے سر

ظلم کی تیغ سے کربل کی زمین کے اوپر
سیس میدانمین بیٹون کا پڑا ہے نیارا
اوسکا بھائی لب دریا یہ پڑا ہے مارا
سویا لوہو مین بہا آج حسین مظلوم
ٹکڑے داماد کا دیکھو تو بدن ہے سارا
لے عزیزون کو گیا آج حسین مظلوم

راوی لکھتا ہے کہ جب چور ہو وہ زمین گرا
امر بر خالق اکبر کے ہو راضی برضا
کہا گھوڑے سے کہ جا کہ یہ سوے زین عبا
کر گیا جان فدا آج حسین مظلوم

جس طرح سے ہو رضا حق کی تو راضی رہیو
گاہ مین حرف شکایت نہ زبان سے کہیو
گذرے جو سر پہ ترے رنج و محن سب سہیو
یون مجھے کہہ کے گیا آج حسین مظلوم

تابع مرضی حق میرے الم مین رہیو
اور دعا دوستون کو میرے وطن مین کہیو
جو بعدی ہو ترے سر پہ اُسے تو سہیو
یہ سخن کہہ کے ہوا آج حسین مظلوم

جانا قسمت سے اگر ہووے مدینے کی تئین
سب حبیبونکو کہیا کشتۂ اعدا دین
یار اور دوست سے کہیو تو مری پاس آئین
کہہ سلام اور دعا آج حسین مظلوم

پوچھے گر تجھ سے سکینہ کہ نہ بابا آیا
پھر یہ کہیو جو نہ مانے وہ ترا ابتلاما
کہیو مین منزل مقصد مین اسے پہونچایا
زین جا چھوڑ رہا آج حسین مظلوم

کہیو زینب سے سکینہ کو کیا کیجو پیار
تم سوا اور کوئی اُسکا نہین اب غمخوار
اُسکے تم درپے دلداری ہی رہیو ہر بار
اُس سیتی دور پڑا آج حسین مظلوم

اس وصیت کے ہوا بعد جو مقتول وہ شاہ
یون زبان اپنی مین کہنے لگا وہ بھر کر آہ
بھر جبین لوہو سے لی گھوڑے نے خیمے کی راہ
گیا کٹوا کے گلا آج حسین مظلوم

ہو گیا دیکھ اُسے محشر کا حرم مین آئین
رو رو کہتے ہین حرم اُس سی باواز حزین
کر نظر لوہو سے گھوڑے کی بھری ہوئی جبین
تین کہان جا کے کھوو آج حسین مظلوم

بولی زینب کہ جبین پر یہ ہی ترے خون کسکا
بولا گھوڑا کہ نشان خاک مین دون اب کسکا
جلد کہدے تو مجھے اب یہ لوہو ہی کس کا
پشت سے میری گرا آج حسین مظلوم

حلق کے کٹنے مین اُسکا جو ہوا خون رُوان
واسطے کہنے کو وصیت کی مین آیا ہون یہان
میری پیشانی پہ اُسکے ہی لہو کا ہی نشان
ہی پڑا خون سے جا آج حسین مظلوم

سنکے گھوڑے سے وصیت کو حرم مین برپا
تاب آگے نہین سودا اُسے بولون سو کیا
ہو گیا روز قیامت کا سا اُس دم غوغا
حیف یون جگ سے گیا آج حسین مظلوم

مرثیہ

چمن مین آئی ہی کیسی یہ رت مری بین سے کوئی نہار کے
جو جیا ہے اک لحظہ جگ مین آدمی نہین ہے یہ فصل خوشدلی کو
مجال آنی نہین ہے کیون ہی نسیم گلشن مین ضعف غمسی
زمین سے نرگس کے نیند ایسی گئی الم سے کہ پھر نہ آئی
تمام شب آج پاؤن سیکی کھڑی ہوی آہ بھر رہی ہین
یہ رنگ نالے کا ہے الم سے ہر ایک بلبل کا شاخ اوپر
کوئی یہ سوچ کر یاد سوسن کی نیلی کسوت کا کیا ہے موجب
فقط نہ لالیگی پھول ہی کچھ جگر یہ کھاتی مین داغ غم سے
بلا گے پاٹی مین جیسے پانی لحد کے بھر نیکو سانتے ہین
نہ آہ گلشن مین سرو ہی کہ جگر کو تھا کھڑی ہی سو ہین
بندھی ہے نرگس کی ٹکٹکی یون طرف ہزار کی ہر چمن مین
صبا کھلاتی ہے جن گلونکو تو تیغ زخمونکے وہ نئے ہین
ادھر جو دیکھو تو صحن گلشن مین دھاڑ مار اکثار رو دین
نہین ہے بوجہ کچھ یہ حالت خبر تو جلدی کہ آج کوئی
مجھے تو معلوم ہوئی ہے یون یہ شخص وہ ہے کہ جسکو جب تب
سوا اسکے تن پر سولے شمشیر و تیر و نیزہ کے زخم ہین یہ
کنارے دریا کے یہ ہوا ظلم یو رسا کی کوثر اوپر
جگر کا پیوند فاطمہ کا پڑا ہے یون آج حوض خون مین
پڑی ہین گرد اسکی ٹکڑی ٹکڑی جو خویش و فرزند خاک و خون مین
سر اسکا ان گیسوؤن سی باندھا ہے ظالمون نے سنانکی اوپر
سرونکو ساتھ اسکی سر کے نیزونپہ آگے رکھ لیچلے ہین ظالم
جو ایک فرزند تیغ کین سی عزیز دین اسکی بچ رہا ہے
چھال اسکا ہے تشنگی سے بغیر پانی قدم قدم پر

ہوا کی چھائی پہ بال ہر مرغ کھینچتا ہے الم کے آرے
فلک سے گویا غم و الم کی بھری بنیا ہے باغ جہان اجارے
پھڑک پھڑک کر چمن کے مالی سکھا سکھا کر سحاب مارے
کمانی لہلہہ کے طوطے ہارے تھکا ہے ہدہد بھی دے کے ہنکارے
ابتک کی اورنگ اپنی پگڑی برہنہ سر ہو گئی ہین سارے
کسیکی جسطرح نعش اوپر کھڑا ہو نوحہ گر پکارے
سبب اس آشفتگی سنبل کا دین اپنے کوئی بچارے
تمام ٹکڑے ہوا ہے اپنا الم سے لوچلین مین منہ ہزارے
چمن مین رو رو کے رات شبنم اسیطرح سے کری ہے گارے
جو نعرہ قمری کا جا کے سنیے تو وہ بھی دل کی ورق اتارے
کہ لوتھ جسطرح خون ناحق کی ہو کے حیران کوئی نہارے
جو اور غنچہ کہ ادھ کھلی ہین گنی گلونکی مین وہ انبارے
ادھر کٹاری سی موج جو کے حباب ہر ایک پیٹ مارے
ہوا ہے پیاسا ستم کی خنجر سے ذبح دریا کے جا کنارے
رسول کہتے تھے گود لیکر ترے تصدق حسین پیارے
قیاس کیجے تو نہ فلک پر نہ ہونگے اسقدر ستارے
کہ دھار پانیکی حلق اسکی گئی نہ غیر از خنجر دو دھارے
کہ اسکی رگ رگ سے چھٹ رہے ہین لہو کی سر تا قدم پھوارے
نہ گور انکو ہی نہ کفن اب نہ انکو تابوت نہ گہوارے
کہ جنکو دھو دھو کی شانہ کر کر مدام نبت نبی سنوارے
اسیر اونٹونپہ اسکے بچھی ہین اہلبیت اسکی سب بچارے
کوئی ڈراتا ہے اسکو برچھی سے کوئی لے تازیانہ مارے
کہ ایک قطرہ کی واسطے جون دہن کو اپنے صدف پسارے

نہ ساتھ ایسا رفیق کوئی سنبھالے اس ناتوان کو آکر   نہ ہاتھ اسکے عصا ہے ایسا چلے وہ جسکے ذرا سہارے
سکینہ دختر جو انکی ہے سو لہو کے آنسو سے رو رو کر اب   سر اپنے بابا کا دیکھ نیزہ پہ بابا بابا ہی کہہ پکارے
سوا اسکے ہی یہ مصیبت اب نہ یارو سو کیا کہون مین   ہنوز ٹپکی ہے خون کانونسے جن کے چھینے ہین گوشوارے
کہین ہین زینب سخن یہ ہر دم طرف نبی کی منہ کر اپنا   خبر ہماری لو یا محمدؐ نہین ہے تم بن کوئی ہمارے
سوا تمھارے نہین اب ایسا کہ جس سے کہیے مصیبت اپنی   جو والی وارث تھے تن انھونکے پڑے ہین تنہا بن سر و بنا رے
زمین کربل کی آل تیری کسیواسطے اب ہوئی ہے مسلخ   کہ اس جگہ مین ہوئی ہین تیغ ستم سے اکثر یہ ذبح سارے
ہے لخت دل انمین کوئی تیرا کوئی ہے تیرے جگر کا ٹکڑا   یہ جتنی لوتھین پڑی ہین یہین تری سب ہین عزیز پیارے
بڑے ہی ظالمون نے جیتا رکھا نہ چھوٹی تلک ہمارا   کسیکو ہوویگی یہ شقاوت جو چھ مہینے کا طفل مارے
انھون نے امت کہا کی تیری یہ ظلم ہمپر کیا ہے امتو   یہ روز محشر مین منہ کو اپنے دکھاوینگے تجھکو کیا ابکے
غرضکہ زینب یہ باتین کرتی تھی رو رو مقتل مین شاہ دین کے   سرشک گرتا تھا یون ہین جیسے فلک سے ٹوٹے ہین جون ستارے

بس آگے خاموش ہو تو سودا زیادہ اس سے نہین ہے طاقت
کہیگا کبتک کہ اس بیان کی ہوئی ہین بیہوش سننے ہارے

مرثیہ منفردہ

کیا نظر بھر بھر کے دیکھو ہو محرم کا ہلال   یہ مہینا وہ ہے یارو جس سے رو گردان ہے سال
تیغ غم کھینچے ہے اُن نے جس سے منہ پر خلق کے   پنجۂ مژگان کی ہتھوانسے رہے آنسوانکی ڈھال
آب ہے الماس آتش فشان آہین کہ ہے اس تیغ کا   زخم لے مرہم ہم دلون پر زخم شعلہ کی مثال
دانۂ تسبیح خاک پاک ہے ہر دانہ اشک   قطرہ جو گرتا ہے آنکھونسے پھر از گرد ملال
موجب اس غم کا نہ پوچھو مجھسے اے یارو کہ مین   کیا کہون تاثیر دور آسمان بد خصال
موتیونکی آب سے ظالم صدف کی کام مین   تشنہ لب مرجائین رہین ساقی کوثر کی لال
سننے والے اس سخن کی شرط ایمانی ہین دو در   پیکے آب سرد گر انکو نہ آوے انفعال
روز عاشورہ بھی کچھ کم روز محشر سے نہین   دین کا خورشید دنیا سے گیا وقت زوال
گوش تک جبرئیلؑ کی پہونچی نہ تھی جنکی صدا   آج رو رو یون پکارین ہین وہ سر پر خاک ڈال
یا رسول اللہ وہ گیسو بخون آغشتہ ہین   دیکھتا جنکا غبار آلودہ تھا تجھ پر وبال
شامیان کہتی ہین سر نیزہ پہ رکھ از راہ طنز   بار لایا شاخ پر باغ رسالت کا نہال

اسپ و خلعت لینے کی امید پر پیش یزید　　لیجیے ہین آج ہم اس باغ کا میوہ رسال
داد دلوا دی ہماری اب کہ نزدیک خدا　　ناقہ صالح سے تو بہتر کہین ہی تیری آل
ناقہ جو مرکب تھا صالح کا سوا اسکے واسطے　　اسکی امت پہ خدا کے امر سے آیا زوال
یہ تو راکب دوش کا تیرے تھا جسکے سر کو آج　　کاٹ نیزے پر رکھا اور تن لیا لوہو مین ڈال
اہل بیت اسکے جو ہم باقی رہے سو اب ہمین　　لیچلے ہین شام کو زنجیر کر یہ بدسگال
لکھتے ہین اکثر کتب مین راویان معتبر　　جس گھڑی وہ قافلہ وارد ہوا جائے قتال
جا پڑی نعش برادر پر جو زینب کی نگہ　　منہ بقیع کی طرف کر یون لگی کرنے مقال
یہ جگر گوشہ وہ تیرا ہے نہ لاتے تھے جسے　　آسمان نیچے نظر لگجانے کا کر احتمال
تابش خورشید سے سوکھے ہی گرد و خاک مین　　آج تک اسکے نہین دفن و کفن کا کچھ خیال
خلد مین کیا فارغ البال اسکی حالت سہ ہی تو　　آج زمین آکے دیکھ اسکو کہ ہی اسکا حال
عضو عضو اسکا جدا ایسا کیا ہے تیغ نے　　یون درخت خشک کا کاٹے نہ کوئی ڈالڈال
کھینچ ڈالے تیر جلے اسکی کس کو ہے خبر　　ٹوٹ کر تن مین رہی ہی موئے تن سے زیادہ بھال
آکے جنت سے شتاب اب کربلا کی دشت مین　　ٹکڑے ٹکڑے یہ حیدر رن مین جو ہی اس کو سنبھال
اولاً تجہیز و تکفین آکے کر اس نعش کی　　بعد اسکے خانۂ زنجیر سے ہمکو نکال
جلد ہمکو بھی چھوڑا ان ظالمونکی قید سے　　رات دن ہم پر اسیری مین مصیبت ہی کمال
بضعۃ منی پیمبر نے کہا تیرے تئین　　یہ روایت رکھ جگر گوشہ ہون تیری پائمال
گفتگوے دختر زہرا سے کر ختم سخن　　خون سے سودا ہوے تر اہل مجلس کے رومال

مرثیہ دیگر سوم

مین تم سے کیا کہون یارو یہ کیا سحر ہی آج　　کہ زیر چرخ جسے دیکھو چشم تر ہے آج
ہر ایک سمت جہانمین یہی خبر ہے آج　　سوم نبی کے جگر کا نگر نگر ہے آج

جو پھول باغ مین ہین آج سو مین اگی بھول　　ہی نرگس آج پیالے کا ارگجی کے اصول
صلواۃ بھیجے ہی بوٹی بھی اُٹھ ہو کے ملول　　چمن مین جو کوئی بلبل ہی نوحہ گر ہی آج

روے ہی سنگ سے سر مار آبشار چمن　　جگر کے خون سے لبریز ہی کلی کا دہن
سوائے نالہ نہین باغبان کے لب پہ سخن　　ثمر نہال محمدؐ کا خاک بر سے ہے آج

لکھے ہی راوی جانسوز اب باین آئین
کہا بلا کے یہ سرگروہ ہاے شام کے تئین
سوم کے روز شہ دین کے ابن سعد لعین
اٹھاؤ خیمے کہ یان سے مرا سفر ہی آج

اسیر ہین جو اُنھین نصف پیاس پانی دو
اب آب و نان سے لینا انھین نہ باز رکھو
غذا جو چاہین تو آدھا ہی پیٹ تم دیجو
کہ فاقہ تنبیہ اسجا ہین اُن اُپر ہے آج

کہا ہین اسلیے تم سے یہ تا نہ مرجا وین
جو پہونچین جیتے یہ انعام تو لو ہم پا وین
ہم اُنکو جیتے تو پیش یزید پہونچا دین
جو یان مرین یہ تو قصہ ہی مختصر ہے آج

زیادہ اس سے بشر بھوک پیاس سہتا نہین
تمھارے نفع کی پر بن کہے مین رہتا نہین
کچھ اُنکی دوستی سے مین یہ بات کہتا نہین
سخن مرا تو یہ قابل یہ آب زر ہے آج

غرضکہ لیگئے پانی حرم مین ملعونان
لگے یہ کہنے اُنھون پانی تم پیاؤ یہان
بڑے تھے غش ہوئے سب تشنگی سے خرد و کلان
کرم خلیفہ کے نائب کا تم اُوپر ہے آج

یہ سنکے عابد بیمار نے دیا یہ جواب
ہمارے باپ کو جس آب سے کیا سیراب
کرم ہی یہ جو پلاؤ تم اب ہمین وہ آب
یہ آب ہمکو تو خونابۂ جگر ہے آج

ہمارے باپ کے مرنیکو تیسرا ہے روز
ہمین جو پوچھو تو یہ آب ہی غیث جانسوز
بریدہ حلق سے جاری ہی اُسکے خون ہنوز
ہمارے دل یہ ہر اک قطرہ جون شرر ہی آج

پھر آگے اُسکی مفصل خبر نہین معلوم
غریب و بیکس و بیچارے وہ جو تھے مظلوم
ہوا کہ یا نہ ہوا اسدن اُنکا تر حلقوم
کہین تھے پانی ہمین زہر سے تبر ہے آج

نداں جیتے وہ مظلوم تھے کر اُنکو اسیر
سوار کر انھین اونٹون پہ لے چلے وہ بے پیر
جدا جدا کیا ہر ایک کے تئین زنجیر
چلو شتاب ہمین عزم بیشتر ہے آج

جو گذری اُنپہ سو بات وہ کہون سو کیا
تمام روز و شب ایسی ہی گذری تھی ایذا
کہ تھا سر اُنکے یہ تا باز گشت حشر بپا
بیان جسکا سبھون کی زبان پر ہے آج

سوم کا مرثیہ کیا خوب مین نے سودا کہا
ہوالیون مین ترا نام تا بحشر رہا
دیا ہی خون جگر چشم سامعون سے بہا
سنا ہے جن نے لسے اُسکا دیدہ تر ہے آج

مرثیہ دیگر

جب کہا ہو کر نبی نے زار امت کے لیے
بعد میرے کون ہے غمخوار امت کے لیے

تب نواسے کر اُٹھے اقرار امت کیلیے
سر بھی ہی حاضر جو ہو در کار امت کے لیے

ایک صاحب نے قبول اوس زہر کا پیالہ کیا
دوسرے نے بعد ازین شربت شہادت کا پیا
جن نے ٹکڑے سب جگر آناً فاناً کر دیا
ظالمون پر باندھکر تروار امت کیلیے

کچھ نہ آیا غم اُسے اپنے جوان و پیر کا
کربلا مین آنکر طعمہ کیا شمشیر کا
کر دیا سینہ سپر سب نے جفا کے تیر کا
سارے خویش و اقربا کیا ر امت کیلیے

آپکے بھائی بھتیجے جب تہ تیغ و تبر
آج فرزند محمدؐ نے کیا ہے آپ پر
تب لگا یون کہنے اپنا رکھکے سر زیر خنجر
سب طرح کے ظلم کو ہموار امت کیلیے

یون روایت ہی کہ بعد از قتل شاہ کربلا
گھر کی تاراجی کو اپنی نور چشم مصطفا
خیمہ لٹتے دیکھکر پھر آہ عابد نے کہا
ظالمون کو کر گیا مختار امت کیلیے

اوڑھکر اُسوقت سر پر چادرین اہل حرم
اے فلک اس سے اگر وہ چند ہو تیرا ستم
خیمے سے باہر لگے آنے یہ کہتے دم بدم
اس سے بھی ہمکو نہین انکار امت کیلیے

کیا کہون لیجانیکا اہل حرم کے مین اصول
پوچھے تھا جو راہ مین یہ کیا ہی فرزند رسول
یہ ادب سے دور ہی کر دیجے اس قصے کو طول
یون کہے تھا عابد بیمار امت کیلیے

دیکھکر پانی کہے تھا رو کے یون زین العباد
لیکن آئی تشنگی سے مین ہون خرم وہ ہی شاد
کیونکہ پیون پیاس بابا کی مجھے آتی ہی یاد
جام کوثر کا ہوا تیار امت کیلیے

پیاسے مرنیکے فوائد پوچھو اُس مظلوم سے
قطرۂ خون جو گرا ماتی پہ اُس حلقوم سے
حلق تر جسکا ہوا ہے آب تیغ شوم سے
خلد مین ہوگا گل و گلزار امت کیلیے

جب ہوا اس کاروانکا حرب گہ پر سے گذار
یون پڑا ہی خاک پر تیغ ستم سے بیشمار
دیکھکر نعش برادر بولین زینب آہ مار
اس تن نازک پہ کھا کر وار امت کیلیے

ہوا گر فرصت دھووُن اشکو نسے تیری تنکی خاک
کیا کرون پر بس نہین چلتا مرا ای جان پاک
سوزن مژگان سے مین اُنکا سیون ہر ایک چاک
یون رہا یان تجکے تو گھر بار امت کیلیے

ہائے بھائی تجھ بن اب پھرتی ہین سب ہم در بدر
کربلا کے آج میدان مین مع خویش و پسر
کون ہی ایسا کر دیوے مصطفے کو یہ خبر
جو مرا دین کا یہ سالار امت کیلیے

غرق یہ خونین بدن تیرا ہی ابن بو تراب
تجھ سوا تھی اس جفا سہنے کی کسکے دلکو تاب
یا شفق لیکر زمین پر گر پڑا ہے آفتاب
تو ہی سمجھا سہل یہ دشوار امت کیلیے

جو بہے خون حلقوم سے اکبر کے اے بھائی بھی
کچھ نہ آیا صد ہزار افسوس ان طفلوں کے بھی
گود خالی شہربانو کی بن اصغر کے رہی
جان کا خطرہ تجھے زنہار امت کیلیے

سوچ رہتا ہی یہی دلکو مرے ہر ایک آن
کر دیا اک پل مین اُسکو تونے ای خواہر کیجان
عابدین تنہا جیے گا کیونکہ زیر آسمان
بے برادر بے پدر بے یار امت کیلیے

جب کیا نانا نے بخشایش کا بندونکی سوال
نے تجھے بیٹی کا فکر آیا نہ بیٹے کا خیال
غیر تسلیم و رضا پائی نہ تو نے کچھ مجال
یان تلک تو ہو گیا ناچار امت کیلیے

چیز کیا قاتل تھے سمجھا تو شہادت فرض عین
ہو گیا راضی رضاے حق پہ ای میرے حسین
سر حوالے کر دیا اُن ظالمون کو مثل دین
ایک ذرہ بھی نہ کی تکرار امت کیلیے

ہین سوار بختیان بی بی حجاز اہل حرم
تن ہی خاک و خون مین غلطان تجکو یہ بھایا ستم
پیش پیش ان سب کے سر جاتا ہی نیزے پر علم
ہاے ابن حیدر کرار امت کیلیے

کاش مین بھی مرتی جسدم تو رہا میدان مین چھور
سر برہنہ تو پڑا ہو خاک و خون کے بیچ اور
مجکو جیتا چرخ نے رکھا دکھانیکو یہ جور
سر ترا ہو نیزہ کی دستار امت کیلیے

حضرت زینب عرض کرتی تھین دان یہ گفتگو
چپ ہو سودا اب بھلا اس رمز کو سمجھے گا تو
ہر سخن ارض و سما سُن سُنکے روتا تھا لہو
کر گئے جو دین کے سردار امت کیلیے

کیون نہ آخر ہو پیمبر کے نواسے واہ واہ
جان تک اپنی گنوا پیدا کی آمرزش کی راہ
جو سخن منہ سے نکالا تھا کیا اُسکا نباہ
ایسی بد اعمال و بد کردار امت کیلیے

مرثیہ حضرت

عزیز و روضۃ الشہدا مین ہمنے جو لکھا دیکھا
مصیبت اولیا و انبیا کی سی نہ کیا دیکھا
پڑھا ہمنے بھی وہ احوال اور سب کو پڑھا دیکھا
ولے دیکھا نہ وہ جو ماجرا ئے کربلا دیکھا

تعب آدم نے کیا کھینچی ہی حوا کی جدائی سے
پڑے مین تن مین کرم ایوب کے صبر آزمائی سے
عداوت بھائیون نے کی ہی کیا یوسف سی بھائی سے
بلا کے آرے سے تن ذکریا کا بھی دوتا دیکھا

غم فرقت سے حوا کے یہ آدم زار و گریان تھے
اور ایسا ہجر مین یوسف کے روتے پیر کنعان تھے
کہ آب چشم سے انکے سدا سیراب حیوان تھے
کہ اُنکی چشم مین نور نظر کن نے رہا دیکھا

سُنا ہو گا جو کچھ فرعون سر موسی کے لایا تھا
بظاہر دار پر عیسی کو امت نے چڑھایا تھا

ستم کی تیغ سے صالح کا ناقہ پی مین آیا تھا
تن یحیی سے ہر اک عضو عالم نے جدا دیکھا

نبی جو تھا رہا ہر آن مرضی الٰہی مین
پڑی طوفان کے باعث نوح کی کشتی تباہی مین
صعوبت کھینچی گیا یونس نی جا کر بطن ماہی مین
جو گذری ان پہ سو اہل جہان نے بر ملا دیکھا

خیال آتے ہین دلبر اپنے لاکھون رات اور دن مین
یہ سب کچھ دیکھتے پر ایک نے دیکھا نہ وہ انمین
کہ سختی کے زمانے کا ورود آکر ہوا کن مین
نبی کی آل سے جو اپنے سر پر نا روا دیکھا

تعب اک طرح کا ہر ایک پر عالم مین ہو گذرا
نہین کہنے کے قابل مصطفیٰ کے گھر پہ جو گذرا
کوئی فرزند کی خاطر کوئی یان رن کو رو گذرا
نہ کانو نے سنا نے آنکھون نے وہ ماجرا دیکھا

انھو نمین کا ہے کو گذری کسی کی یہ جفا سر پر
پسر کا تن نظر آیا پدر کو خاک و خون اندر
کہ ہر اک لوتھ پر بھائی کی جا اپنا کٹا دے سر
پدر کا سر پسر نے نوک نیزہ پر دھرا دیکھا

کسیکے سر پہ کا ہیکو حیا نمین یہ غضب ٹوٹا
مرے پروار تو نکے کسیکے یون ناموس کو لوٹا
بغیر از جی دینے یان طفل شش ماہہ نہین چھوٹا
کہ ہر اک بیوہ کے سر پر نہ چادر نی زدا دیکھا

ہوا ایسا ستم بیو و نمین کسکی دختر و زن پر
جو بیٹی کا بڑا ہاتھ اُس گھڑی امان کی دامن پر
کہ بعد از مرگ والی یہ غضب تو اہل بیتون پر
تو مان نے ہاتھ بیٹی کا کسی کو کھینچتا دیکھا

بدن بیٹی کا مان کو بیٹی کے عریان نظر آیا
بہن کو بھائی کا تن خاک پر غلطان نظر آیا
سر مادر بھی دختر کو برہنہ وان نظر آیا
بھتیجے نے پھوپھی کو اونٹ پر سر پیٹتا دیکھا

پھوپھی کو یون بھتیجے کیطرح گردون نے دکھلائی
چبھا تلو و نمین کانٹا نوک پشت پا نکل آئی
گلے مین طوق تھا ہر پاؤں نمین زنجیر پہنائی
ہر اک منزل مین یون اُس ناتوان کو پیادہ پا دیکھا

سسر داماد نیزے پر نظر مین ساس کے آیا
الم مین سمدھی کے سمدھن نے سو خون جگر کھایا
بہو نے ساس کو شوہر کے غم مین بیٹھتا پایا
گلے کو بھانجے کے اپنے خالا نے کٹا دیکھا

کہو تو تخت کی رات اسطرح سے کسکی آئی ہے
کبھو دولھن نے مہندی خون سے دولھا کے لگائی ہے
کہ رشتہ کے باندھتے ہی سہرے کے گردن کٹائی ہے
کسی نے اسطرح کا بیاہ دنیا مین سنا دیکھا

نہ ہو جس بیاہ مین نوبت بغیر از سینہ کوبی کے
گر آرائش سے پوچھو کچھ کنول جلتے تھے دل ہی کے
جو روشن مشعلین دیکھین تو وان جلنے سی ہر جی کے
کہون کیا جائے آتشبازی وان عالم نے کیا دیکھا

جو پوچھو پھلجھڑی سے کچھ تو ہر دم ہنگ یزان تھے
اناروں کی جگہ دل سے شرارے وان نمایان تھے
اگر مہتاب سے کہیے تو سارے چشم حیران تھے
ہوائی کے عوض وان نالہ سر در ہوا دیکھا

عجب شادی تھی جسمین خون دل شربت کا پیالہ تھا
بجائے پان دہان بھل کا کٹاری کے حوالا تھا
گلو مین اشک کی لڑیون نے سب کے ہار ڈالا تھا
مقام پاندان کاٹے سرون کو وان دھرا دیکھا

کہون کیا آہ اے یارو نشست اسجا مین مجلس کی
جو کچھ صورت تھی دولہا کی مصیبت کیا کہون اسکی
جدا سر سے پڑی تھی خاک و خون مین لاش جس تسکی
کہ پایا ادھر نظر آیا تو دست اودھر پڑا دیکھا

جھون کی شادی یہ کچھ ہو تو انکے غم کو کیا کہیے
پھر اُنکے عشق مین مارین ہین دم ہر دم کو کیا کہیے
جنہین ہم سنکے ایسا کچھ تو یارو ہمکو کیا کہیے
کیا جو غور ہم اپنے تئین دور از وفا دیکھا

پیمبر کا جگر گوشہ برائے آب دون تر سے
شفاعت پھر طلب کیجیگا عقبے مین پیمبر سے
ہین ہم آب سرد اُسجا رکھین امید کوثر سے
نہایت شرم دین سے ہم دل اپنے کو جدا دیکھا

سو ہین فرزند اُنکے خاک و خون مین ہم نہالی پر
مسلمان پھر کہاتے ہین ہم اس بے انفعالی پر
حرم خاک سیہ پر بیٹھین اور ہم فرش قالی پر
مروت سے نہایت آپکو نا آشنا دیکھا

نہ ہو ناموس پیمبر کو زیر چرخ جب پردا
نہ جائین کیا جواب اس بات کا دیونگے ہم فردا
بٹھا دین اپنے ہم ناموس کو پردے مین دا اور دا
کہ ہم اس امر مین ہر ایک کو دور از حیا دیکھا

ملے انکو نہ نان خشک وہ بھوکون سے دکھ پاوین
ہے پھر صبح کا خطرہ جو بعد از شام ہم کھاوین
اور اپنے واسطے ہم اطعمہ اقسام پکواوین
غرض اسطرح کے جلنے کو اپنے بے مرا دیکھا

محب پنجتن تو وہ ہی ہے جو اس دکھ کو سُن رو دے
مسلمان وہ ہے عمر اپنی اسی غم بیچ جو کھو دے
جہانمین دل اُسے کہتے ہین جسمین درد یہ ہووے
نہ یہ دین اب ہمارا سا کہ کفر اس سے بھلا دیکھا

ترے اس نظم پر سودا خلائق آب زن روئی
یہ دست آویز آمرزش کی ہے یا مرثیہ گوئی
سیاہی یکقلم نامہ سے عالم کے کئی دھوئی
کہ ہر اک بند پر جسکے در جنت کھلا دیکھا

مرثیہ دیگر

آج روتے ہین احمد مختار
ہاتھ ملتے ہین حیدر کرار
آج اُن کے جگر کے ٹکڑون کو
ظلم کی تیغ سے لیا ہے اُتار
راکب دوش کا محمد کے
آج نوک سنان پہ ہے سوار
دھوتے جن گیسوؤن کو پیغمبر
سو وہ آلودہ ہین گرد و غبار
آج فرزند ساقی کوثر
تشنہ دریا کے جا موے بکنار

آہ افسوس آج صید حرم
ہو گئے رزمین شامیونکے شکار

جن کی خاطر بنا ہے ارض وسما
خاک دخون مین پڑا ہے میرا لال
دو جہان چشم مین ہے اُنکی تار
کہین ہین فاطمہ پکار پکار

بدن نازنین پہ اس کے آج
ہوئے وہ گیسو برچھی کے جھبا
لگے تیغ ستم کے وار پہ وار
جن کو دھوتی تھکتی ہین سنوار سنوار

آج میدان کربلا کے بیچ
ہاتھ سے باغیون کے اب ہیہات
گھر کا گھر اُنکا ہو گیا مسمار
لٹ گیا دین کے باغ کا گلزار

آج بیکس ہین اہل بیت تمام
رو رو کہتے ہین وہ بچارے اب
نہین کوئی اُنھون کا یاور و یار
کیا ہوا آج دین کا سالار

جسکے مرنے سے ہم سبھی بیکس
چلے جاتے ہین اشترون پہ سبھی
ہو گئے سب طرح سے اور ناچار
قید مین شامیون کے زار و نزار

جسکا خادم تھا جبرئیلؑ امین
حیف صد حیف آج طوق گران
گھیرے جاتے ہین اُنکو یون کفار
عابدین کے ہوا گلے کا ہار

اور وہ پا برہنہ جاتا ہے
تشنہ اب کھینچنے کو صد افسوس
آج اُس دشت مین جو ہے پرخار
ہاتھ مین دی ہے اشترون کی مہار

ہاے اس بیکسی و غربت مین
طعن و تشنیع سے لعین ہر دم
کون اُسکا ہے مونس و غمخوار
کرتے جاتے ہین اُسکے دلکو فگار

باپ کے غم مین ہے وہ اتنا غرق
دن اُسے چین ہے نہ شب آرام
تاب آگے نہین ہے سننے کی
نہین رونے سوا اُسے سر و کار
یونہین گذرے ہے اُسکو لیل و نہار
خون اشکو لئے روتے ہین حضار

سودا اب تعزیے مین اُسکے تو
عمر طبعی تلک ہو ماتم دار

مرثیۂ مسدس حضرت امام درزبان پنجاب مع دوہرہ

گوکدی زینب پٹکے سر لو نسا دے جھنڈ کھپا دن
تجھ جیسا اک ویر گنوان کر کسنون مکھ دکھلادن

پنیڈی نون اے جان دے ناہین کنول ڈھونڈھن جاؤن ۔۔۔ جان وسا تو جیتی گھر اونہی کسنون نہ بھیج منگاؤن

بیرا تیندی حال دی بہن کھبر کب پائے
اُہتی حیسنون بھیجے اہتی پھیر نہ آئے

روس تو جاندا تو ہن بیرا تجھ نون جائے مناوے ۔۔۔ ہت پیرون مین پی کی تیندی جاندی جون گھلاندے
کھبر تو سانو جو کمنداہی گل اس دی پہی روہاندے ۔۔۔ ان گلان تین کھلک دے مینو باس لہو دی اندے

بہن مناون آوندی رس جالے جس بھاتو
کیا جانے کت ہویی وعب ہو اُت جہانو

ساڈی گول پھر اور ویون چھپدی بیو جائے ۔۔۔ کس گن چھانڈ گیا وہ مینو جس دے تون ماجائے
کنون وچ اس کل دے بوندی موت نہ سانو آئے ۔۔۔ اُس دکھیا نونکی سمجھاوان سمجھے کب سمجھائے

نذل او سنون بھانیا کیکر ہن سمجھائے ہو
سائین جبدا مبٹھ پھیر مکھ پھر ناد کھلائے

شہر مدینا جب تین چھدا اتہی وہ گھڑی کلہندے ۔۔۔ کاش لکھے نون تختو ندی مین اتہی جگہ سر سہندے
لوتھ تو تیندی جنگل دی وچ یون تو پئی نہ رہندے ۔۔۔ اصغر نون لے گودین بانو ردروہن یون گہندے

کون ستم دی مبٹھ وچ مجھے پولرے ہو ہو
مبٹھے نفع نون رو دندے پوچی تہ سی کھو

تیگر تیندی لو وچ بیرا چین دلاندا کھوندے ۔۔۔ تجھ کھیلو نے چھد گرا بنی بیو بیو کہہ روندے
لک لک اپنی کل مین مینڈی برچھی میک اچھوندے ۔۔۔ سوتی نون مین جون جون تھیکون تون ہیکل ندے

مینڈا وندے کی اکھی بن دے جون پنکھ
پھرک پھرک تھک چال وچ مبٹھین نیکہ پنکھ

تیندی کھاطر آج سکینہ پیٹ پیٹ سر روئے ۔۔۔ بانو دے بہلائے بھائی پکیل نیندر نہ سوئے
اکھو تو وہ دکھیا رو دو کیکر چیندنہ کھوئے ۔۔۔ جسدا بابا دشت بلا وچ ذبح پیاسا ہوئے

ہک دکھ تیندی مرن وابھالے منیدی نال
دوجے ساڈے میر پیا نتر دا جنجال

تیر تھا جو نیکا جیہا اصغر تیندا پیارا ۔۔۔ اُس نون بھی گودی وچ تیندی پیاسا تیرون مارا
اکبر وی کل کی آنکھو مین اسدا سیس اتارا ۔۔۔ کس کس نون ہن رو وان شالا مارا کنبا سارا

دل نون اپنے بھانیا مارے پیے وہ لوگ
ہک ہک کھڑے جو یا مٹے جسم نہ کتی لوگ

بین بین بانو اصغر دی بین بول یہ بولا کرے ؎
گرم نہیں کیوں چھاتی تیندی دوج کیوں ہے سردی
کیوں انکھیں بین تیندی مندی بین مکھ پر کیوں ہے جر دی
گسندی ہے یہ رو رو کر اور ٹھنڈی سانسین بھر دی

پیو نو سانوے گیا چنگا جیہا نال ؎
ہتھوں وچ پل مارتے بلا کہا تین لال ؎

جاندی بین جو کافر لینگے عہد نبی دا کینا
بچی تیندی پالدی سیکر مزدوری دا سینا
چھدنی دیندی کاہی تینو بیرا شہر مدینا
عمر دا ابی کٹ جاندا وان یون بھی سال مہینا

یہ تو قہر نہ دیکھدی اس بن اے بیر
اکبر وی گل ہو جہڑے حلق اصغر دی تیر

پاک وطن ڈلاگی سر کٹنے کربل وچ بکایا
ہک ہک تھنے اوپر اپنی جوبر دا پھل لایا
دریایاں بہتا تھا کیسر پانی نا دلوایا
ہر پیاری دا سیس اسانو برچھی پر دکھلایا

سائی جندی بیٹھکر گڈے سٹھے دکھ سکھ
سواری تین جلیم دی کٹ گئے دے رکھ

موت سے مینو نال جو تیندی ہو جاندا منہ پھیرا
دب گیا پانی زمین جب پیارو ندا بیرا
ساڈا ابھی یہ جگ جاندا برا عمر دا جھیرا
جاگے وطن نون سونا دیکھو گیگر وسدا کھیرا

جگ وچ جو دم ہوش تھی انکھو یوں موت سٹائے
زینب یہ کچھ دیکھکر وطن نون جیوندی جائے

لاڈلا اپنی اما دا تو بیودا اپنی پیارا
بناندی تو جگ اجیاری انکھیاں دا تھا مارا
نا نا تیندا دیکھ کے مکھ نون جاندا تھا بلہارا
کس پاپی نے مار کے تینو جگ کیتا اندھیارا

چڑھ چھاتی یہ کل تیری کھنجر دینا پھیر
کسی نہ پوچھا کی ہوا ایسا بیسا اندھیر

میلا دیکھ کے رو رو ڈھونڈین جن لون بی بی زہر
پھل ٹہنی پر مرجھایا سا سر تن سے پرو ندا
گتول بین جو فاطمہ اپنے من کا چین ؎
سو مختول ہے کیسو تیندی برچھی دی ہے جھیا
مکھڑا تیندا اگل جھپیا سو رہا ہے دھپ تین کملا
ہن دیکھیں اس حال وچ اکھین ہائے حسین

حاکم نوں جو منصف کوئی ڈھونڈنے جاواں
جب نوں جاوین ہو تیڈی کسنو کوک سناواں

لہو ہو بھرے جامے نوں تیڈی کسنوں جاے دکھاواں
لاب نہیں کجھ آکھیں دسدا تینوں [illegible] داں

کسنوں ایسی کونڈی نیاوتھیں تے آس
[illegible] جیدی [illegible] کوں لبھوسی پاس

جب دنیا وچ رہانہ کوئی داد دیون ہارا
لٹ لیا گھر بار اساڈا مارکے کنبا سارا

تب کربل وچ بڑا تینوں پیاسا تیروں مارا
داد جو مانگے کون [illegible] کسنوں [illegible] یارا

کردی پھراں بین بجائیا ملی جو سانوں داد
لوتھ لوں کاندھے ڈالکر نگر نگر فریاد

بہن توساں نوں چھیڈی بھائی یہ تینوں کی بھویائو
جاتا توسی یہ لال جو کیندا کاہی وچ ڈبو یائو

جو تو تجھے چھاوبھراداماٹی اوپر سویا
تن تینڈا بے سیس پیا ہی سرنوں کتول کھویا

بچھڑے ہوں کیکی گھڑی رو رو تینڈے کول
ماں جائے سے بھائیا صدکے تینڈے بول

چھاڈکے تینو کتول جانواں بیرا ہین گھو کھوئی
تنہائی نے تینڈی برچھی ساوی جگر چھوئی

غم دیچ تینڈی جنم جنم ہن رو واگی ورروئی
ناہیں کیداسچ ہی جگو چ وقت بُری واکوئی

ایسا تجھپر تفرکا پیا سرگ دے ہاتھ
سرتینڈا تن چھانڈکے چلا ہی تیرے ساتھ

ہوتا تینڈی قسمت واجو وطن دی وچ یہ ہونا
یاں توپیا اساںوں تینڈی گور گڈھی داداناتا

خاصی وانہ کفن لمدا تو گاڑھا دھوتر جھونا
مینو بھی ہن چھانڈ بھراوا پہلو تینڈی سونا

سکھ وچ تینڈی بھائیا کیتی تینڈی رنگ
کیکر چھڈیے دکھ ہی جنم جنم وا سنگ

موت کا تینڈی بہن نے دیکھا جگ سے چلن نرالا
ایسا قہر کسی دے سرپر دیکھا کتے ستالا

نے بھائی نوں کفن ملے نے بھاوج نوں نڈسالا
گور بنا تینڈی بیٹھونگی کر جگرا منھ کالا

جھاڑ دی تینڈی گور دی کرونگی اپنے کیس
کہتی جاداں چھانڈکر یہ ہو یاں پردیس

مطلب زینب یوں اکھے تھی کٹ کٹ اپنا سینا
کہندی تھی میں تجھ بن ہو گا کیکر ساوا جینا

تو ہو گرے وان مینڈا جس جا تینڈا اگری پسینا　　سو تینڈی ہین کول کروندگی چھدا شہر مدینا

گرتے دی آگے نہین ان گلاندی تاب
سُن [illegible] یون جس ین [illegible] آب

گلان نے زینب دے سودا ین [illegible] حال اُس جگ مین تو ہوی انجھو دیا
ما بھی نون اعمال دی اپنڑ ملل اُن نے دھویا　　امرزش دا تخم یہ تو نے خاطر سب دی بویا

رہے تو نت دین وچ احمد و آلِ رسول
دنیا مین سایہ تلے اُنکے پھل اور پھول

مرثیہ مسدس دوہرہ بند

جاؤ بھرے اے بنڑے قاسم تیری گھر مین رووے　　سیس کٹا کر لاوے کیکے تو بن یان سکھ مینڈ دن سووے
نول بیاہی تجھ بن دیکھے نول بیاہی جیکو کھووے　　جو تو صورت آن دکھاوے تو اب اسکو تسکین ہووے

لوگ کٹم کے سب تجھے یون کہتے ہین بات
چل بنڑے مل بنڑی سے آج تخت کی رات

تو ہو مین رنگ کر بیاہ کے کپڑے رنگ پہنا نوسا کہلایا　　کس ساعت مین باندھا سہرا جن نے تیرا سر کٹوایا
مان تیری سر ٹپک کہے ہے ایسا جیورا مفت گنوایا　　جوہر کر تو مجکو مرتا کیون یہ تیری دل مین آیا

تجھسا بیٹا بیاہ کے دن سر کو جب کٹوائے
مجھسی دکھیا مان تیری کیون نہ پچھاڑین کھائے

تیری لگن کے دن اے بنڑے موت مشاطہ ہو کر آئی　　جن نے کر بیوہ بنڑی کو ہاتھ مین تیری بٹھلائی
کٹوائی تن باندھے کے کنگنا ہاتھ کی اپنی آج کلائی　　کیونکر منہ اب اُسکو دکھاؤن تیری بنڑی جگ کی جائی

آرسی مصحف دیکھ کر ٹوٹی اُس کی آس
روویگی جب تک ہے سانس نند کے پاس

کون ہے ایسا جو کوئی اب تن سے تیرا سیس لگاوے　　ورس ترا تیری بنی گورن سے لیجا کر دکھلاوے
ڈالکے میری تن مین ہیلو اُسکے تجکو بٹھاوے　　کب تک دیکھون بہو کا یہ دکھ کاش مجھے بھی موت آوے

بیناتھ یہ سنگار سب جل مین دیو گنوائے
چادر اوڑھے ملگجی بیٹھ سیس نوائے

موت کی نیند آئی ہے تجکو کیونکر تو اب آنکھیں کھولے　　بیٹھکے دہک نہری کی اپنی رسن بتایں کسطرح سے بولے
چپکے ہو جانے سے تیرے ہیں مجھ دل میں لاکھ بلولے　　چھاتی میں اُس شوخ کے باعث غم کی اگن ہے پڑی پھپھولے

قاسم کرن ایسی گوندی نیاد جلین سے
گھونگٹ مین نہری تیری کی گودی ہوئے رو رو

روتے روتے یاد مین تیری اُنگلیاں ہے نہری کا دم　　[illegible] کے گودی مین اب وائے اُسکی چشم پرنم
اُسکی صورت دیکھ لگی ہے میرے دل پر برچھی پیہم　　جی میرا بھی تن سے [illegible]

بیٹا تو بے جان ہے یہ بہو کا حال
کیا اب جی کر مین کرون ہے زیست وبال

تیری بہن پوچھی ہے اُس سے بھابھی میرا بیر کہان ہے　　بتلاوے تو اُسکو مجھے بھی معلوم اُسکا اگر نشان ہے
وہ من مارے چپ ہے ایسی منھ مین نہین گویا کہ زبان ہے　　بہت جو پوچھو تو گھبرا کر پھر اُسدم فریاد و فغان ہے

دل مین اپنے وہ غریب کر بیٹھی یہ غور
جس جا سے آنا نہو گیا ہے وہ اُس ٹھور

کیسی کری وہ نول بیاہی دکھ سہتی ہے ہے ہے ہے　　لوہو کی ندی اُسکی نین سے اب بہتی ہے ہے ہے ہے
بیٹھتی ہے سر اپنا ہر دم وہ رکھتی ہے ہے ہے ہے　　بیوہ ہو کر یاد مین تیری یون کہتی ہے ہے ہے ہے

جو مین ایسا جانتی چھوڑ جاے گا موہ
تو نہرے مین بیاہ کر پل بچھوڑتی توہ

جرمی جلیسکیتن کو بھی سنکر غم سے بھولا چکنا چوگا　　ظلم ایسا جو گذرا نہر دنیا مین نہ ہوا نہو گا
قسمت مین تھا اس نہری کے ایسا نہ امر نہ جوگا　　جو سنتا ہوگا رو رو یہی سخن وہ کہتا ہوگا

جس نہری کا بیاہ مین نہ ایون مرجاے
کیا گذرا اب ہوئیگا اُسکے دلمین ہاے

غم کی شدت سے وہ بیٹھی سر اپنے کو نوچے ہے مو　　اور پچھاڑین کھا کر دکھیا زخمی کر دی ہے ناخن سے رو
دوست نہین ہے کوئی اُسکا دیکھتی ہے دشمن مین ہر سو　　کون ہے اب جو راہ بتاوے تیرے غم کٹنے کی اُسکو

روتی ہے نہری تری لے لے تیرا ناؤن
کہتی ہے تجکو نے چھوڑ کدھر کو جاؤن

جڑی نہ جانے کس ساعت مین ٹرھی ڈاکی پلنگ کی پاٹی　　پاؤن کے رکھتے اُسپر تری اب جو قضا نے گردن کاٹی

کیا کہیے جو بیان کرے ہی منہ سے وہ ململگر مائی سن سنکر یہ باتین اسکی چھاتی میری پھاٹی
کیون نہ ملون مین رانڈ ہو ملھ سے آج بھبوت
حاشا یہ بیاہی ساس جی موا تمھارا پوت

بنتی نہین ہی مجھسے ہرگز یون کہ کہ مین بہت منایا بیٹا بوجھ چچا کا تیرے پوت لپنے سے بیاہ رچایا
کیا جانے کیون اسکا قضا نے سہرے کی ۔۔۔ اپنی جو قسمت مین لکھا تھا اس شادمین سومین پایا
باندھا کنگن ترے سکھ کرنے کو ہاتھ
کیا مین جانے تھی بہو یون چھٹیگا ساتھ

نوشہ ۔۔۔ کی بہن جمع خرچ کی جو مجھسے کوئی دولھا کی مان بیاہ مین خوش ہو لو ہوگی مجھو سی من روتی
چاؤ مین شادیکی مین تیری راتو نکو بھر نیند نہ سوئی قسمت کا جو لکھا ہو پائے ہیت اسکی کب اکو کوئی
بیاہ کی شب سارا کنبہ سر پر ڈالے دھول
دولھا کی چوتھی کے دن سب تھے کے یون بھول

ایسی کسو نے بھی دیکھی ہو گنبے کی نوشہ کی حالت نانے بڑے مین گرد برانی تو ہو پی اپنا جای شربت
آرسی مصحف بھی تک دیکھین دی نہ فلک ذا اتنی مہلت دیکھی نہ یہ دولھا دولھن وصل ہو رو ز قیامت
دولھا کی قسمت مین مرنا بیاہ کے روز
جیوے دولھن جب تلک دولھا کا ہو سوز

کوئی بھی مان دیکھی ہی ایسی بیٹی کو جو بیاہنے جاوے بدلی ہو گی گھر مین اپنے بیٹے کے تابوت کو لاوے
کھانا جو اس بیاہ مین چاہی خون جگر وہ اپنا کھاوے پانی آنا ہو نہ میسر حلق مین جو مرتو نکا چواوے
یہ شادی دیکھی نہین سنتے ہون گے لوگ
جس شادی کی رسم مین لوہو رس بھوگ

جو رجو اس دولہانی سہارے کون جنا یہ سہتا ہوگا کس نوشہ کے آٹھ پہر لو ین تن سے لو ہو بہتا ہوگا
آتش غم سی شادمین اسکی دل عالم کا دہتا ہوگا پوچھتا ہو گا جو نام اسکا سننے والا کہتا ہوگا
بیٹا تھا یہ حسن کا قاسم اس کا ناؤن ہو ئد
بن مین جو بے سر پڑا یہ چھوڑ مدینہ گاؤن

دولھن تیری کہتی ہی تجکو دولھا ہے یہ میرا کیسا دولھا اور دولھن کا جگ مین دیکھا کسو نے سنجوگ ایسا
یا اور تجکو نہین وہ آتا حال اسکا کہتے مین جیسا میری طرف اس سے کہے یہ کون ہی میری پاس ایسا

قاسم کس کے کہنے سے آج رہا ہے روٹھ
سب کہتے ہین مر گیا مین جانون ہون جھوٹھ

کہتی ہے یون کہتی مین اُس سے ہوتا جو وان جانیوالا
غم سے پڑا ہے عجب طرح کے اس دکھیا کے دلکو پالا
دے مائی اُسکو [illegible] ہو جیتا ہو تو اُسکو منا لا
بیٹھ کے بس جا لہ روتی ہے لوہو کا اُسجا بندھی ہے تھالا

کرتی ہے غم مین [illegible] صبح و شام
پیٹے ہے وہ دم بدم سے لے لے تیرا نام

گہ رو رو کر سر پیٹے ہے گاہ کہے ہے یون گھبرا کر
چھوڑ دو مجکو واسطے رب کے ڈھونڈون اُسکو مین ہی جا کر
تم مین سے جو کوئی اُسکی خبر نہین دیتا ہے لا کر
مجھے دین یہ باتین اُسکی [illegible] بھی سی لگتی رہو آ کر

کرتی ہے اسطرح سے رو رو گریہ بین
غلقت مین ہے جو کوئی رہتا ہے بیچین

جو متنفس اس دکھیا کی شادی کا قصہ یہ سنے گا
وہم سے اپنی تخم خوشی رو رو کر بھر عمر چنے گا
غم کی اگن سے جی جیتے تک دل اسکا جون مرغ بھنیگا
اس دوہرے کو پڑھ پڑھا وہ سیس اپنا ہر آن دھنے گا

یہی دعا یارب مری مستجاب اب ہوئے
جبتک جیوے سائیان تب تک جیوے جوئے

سودا آل نبی نے نت اُٹھ دیکھا جور فلک سے
دیکھی بدی ہے مطلب اُنھون نے ساتھ اپنے ہر طور فلک سے
کب نظر آیا ظلم و ستم بن لیسونکو کچھ اور فلک سے
شادی مین بھی غم کی صورت انگو بندھی فی الفور فلک سے

شادی کا جن کے سنا تم نے یہ کچھ حال
غم کا اُنکے کیا کہون پوچھو مت احوال

مرثیہ مسدس

خامہ ام حرفے حکایت می کند
عالمے را ابر غارت می کند
غم بدلہا کار آفت می کند
گریہ بے حد و نہایت می کند

برق چشمک زن اشارت می کند
بشنو از نے چون حکایت می کند

شاہ دین نے جب مدینہ چھوڑ کر
کربلا کے عزم پر باندھی کمر

اب کہا ہر دوست سے با چشم تر　　حق نے یون چاہا نہ تھا قصد سفر
سب سے یہ بندہ چلا تھا کر مگر
از جدائیہا شکایت می کنند

میرے جینے کی خبر جب تک سنو　　ورگذر خط لکھنے سے مت کیجیو
بھول جانا تم نہ دور افتادہ [illegible]　　پر اٹھا کر جب قلم لکھنے لگو
[illegible] ر اپنا ٹک [illegible] یف دیگر کو
[illegible] اکر کے لگے یون [illegible] ایت می کنند

[illegible] کے جام قد پہ بولا پھر امام　　دل مین تھا زیر قدم ہون مین تمام
دہر نے چاہا نہ یان میرا قیام　　شکوہ ہر چند اس سے کرنا ہی حرام
پر یہ دل آزردہ اے خیر الانام
از جدائیہا شکایت می کنند

اس سفر کا دکھ کرون مین کیا بیان　　ساتھ ہے عابد مرے وہ ناتوان
تن پہ جسکے مین رگ و پے کا نشان　　سر سے لے تا پا ہی اک خشک استخوان
بات کرتا ہے تو کہتا ہے کہان
بشنو از نے چون حکایت می کنند

ضعف کے مارے اب اسکا ہے یہ حال　　اٹھ پھر اسکو پڑا رہنا ڈھال
اس مصیبت کو مری کیجو خیال　　ساتھ لیجانا تو ہے اسکا وبال
رہنے کو کہتا ہون تو میرا وہ لال
از جدائیہا شکایت می کنند

مین تو ہون سب طرح راضی برضا　　پر تاسف ہے تو اتنی بات کا
راقم تقدیر جب لکھنے لگا　　خامہ لیکر میری قسمت کا بدا
کیون نہ ان نے مجھسے اتنا کہدیا
بشنو از نے چون حکایت می کنند

عرض یہ کرتا ہے شبیر غریب　　کر مرخص جلد اے حق کے حبیب
کربلا تا پہونچے یہ محنت نصیب　　صبر نے سر مین نہ خنجر مین شکیب

اب بہم ہر اک بحالات عجیب
از جدائیہا شکایت می کنند

آل تیری اے زہے تا پا کرم
پر مجھے اس بات کا ہے سخت غم
عین لطف اپنے پہ سمجھے ہے ستم
جب جزا اس کام کی ہو گی رقم

راقم امت سے [illegible] کا مبہدم
بشنو از نے چو [illegible]

شاہ دین القصہ کرتا تھا کلام
ڈالتے تھے خاک سر پر خاص و عام
[illegible]
اقتدا ہی سے تھے زور و [illegible]

آگے پیغمبر کے اے یارو امام
از جدائیہا شکایت می کنند

جب چلا رخصت ہو وہ عالی نسب
دیکھیے بیاے دل محنت طلب
یوں کہے تھا بھر کے آہ سرد تب
سر کٹے ہے دوست بن تا روز و شب

خامۂ تقدیر کیا کہتا ہے اب
بشنو از نے [illegible] حکایت می کند

آخرش جس خانہ پایا قطرہ آب
تشنگی سے جب ہوا سینہ کباب
ڈالی واں بستی مدینہ کر خراب
تب کیا رو کر محمدؐ کو خطاب

سب طرح شاکر ہے بندہ بیحساب
از جدائیہا شکایت می کنند

آہ جس صورت سے ابن مصطفےٰ
ظالموں کے ہاتھ سے مارا پڑا
کربلا کے بن میں باچندیں جفا
میں مفصل کیا کہوں وہ ماجرا

دیکھ آگے خامہ اب کہتا ہے کیا
بشنو از نے چون حکایت می کند

ظالموں نے کر کے قتل بے سبب
دیکھ مشغول تلاوت اُسکے لب
شاہ دین کا سر کیا نیزے پہ جب
ہو رہے اکثر تو حیران کر عجب

بول اٹھے بعضے لعین بے ادب
از جدائیہا شکایت می کنند

لے گئے سر کو تو دین کے راہزن
دوراز تابوت و محروم از کفن
تلملا کر رہ گیا لوہو مین تن
شب کو تھا جس ماجرا مین وہ بدن
[illegible] ہے تفصیل سخن
بشنو از نے چون حکایت می کند

[illegible]
[illegible]
وارد اک محمل ہوا وان یک بیک
بولی اے فرزند سینے سے تنگ
[illegible] ہے کہ یہ دل آج تک
از جدائیہا شکایت می کند

کہ تو اب اے سبط ختم المرسلین
ذبح ناحق کیون کیا تیرے تئین
کیا ہوا تجھ سے گناہ اہل کین
سر تو اُس مظلوم تن پر تھا نہین
نرخرا بولا باواز حزین
بشنو از نے چون حکایت می کند

اے کہ سرتاپا مین تجھ پر جون سپند
سر ہوا نزدیک حق میرا بلند
غم نہ کر اس امر مین دل کے پسند
شکوہ تجھ دل ہی کو ہے اے دردمند
مجھ سے جو پوچھو تو میرا بند بند
از جدائیہا شکایت می کند

سر مرا نیزہ پہ تن بر روئے خاک
عابدین زنجیر مین معصوم پاک
اقربا تیغ ستم سے سب ہلاک
عترت اڈونیر اسیر اندوہ ناک
بولے گی آگے قلم ہو سینہ چاک
بشنو از نے چون حکایت می کند

تیغ گردن پر مری جس دم چلی
مین یہ سمجھا ہے رضائے حق بھلی
سر کے کٹنے تک نہ جاگہ سے ہلی
سانس بھی اس واسطے ذرہ نہ لی
تا کہے کوئی نہ یہ ابن علی
از جدائیہا شکایت می کند

فاطمہ یہ سُن کے ہو بے اختیار
روئین اس تن کے گلے لگ زار زار

دل میں آخر صبر کو دے کر قرار — پھر سدھارین ہو کے محمل پر سوار

خامہ ہی ختم سخن پر ابکی بار
بشنو از نے چون حکایت می کند

سودا تو خاموش ہو اب ایک تل — کہ قلم لوا ہے کاغذ سے نہ دل
اشک سے تنہا نہین ہی خاک گل — آب ہے اس حرف سی پتھر کی سل

حال ہی اب یہ کہ دل سے کہتا ہے
از جدائیہا شکایت می کند

[illegible] صبح وشام
[illegible]

مرثیہ حضرت قاسم [illegible] ترکیب بند

کیا کہ دن شادی قاسم کا مین احوال رقم — واسطے دیکھنے کے آرسی مصحف جو
بیاہ کی رات رکھا تخت پہ نوشہ نے قدم — گائے تقدیر و قضا نے یہ بدھاوی باہم

قاسم مرگ جوانانہ مبارک باشد
جلوۂ شمع بہ پروانہ مبارک باشد

ہوگی ہی بزم جہان کو الم افزا یہ برات — دولہے ہم تو ہو مین دکھین مین یہ رنگ کھینی رات
ای شہادت بصفا جلدی سی جل گھول نبات — جام شربت سی بھر اور رکھ کی ایک ایک کے ہات

ساقی و شیشہ و پیمانہ مبارک باشد
ہتو غلطیدن مستانہ مبارک باشد

لا کے لے مالنیان رن کی چمن سی پھلوار — گوندھو نوشہ کیلیے آج گل زخم کے ہار
تار گھتنے کا کرو بھر کیے لوہو کی دھار — گاؤ دروازے پہ تم باندھ کے یہ بندھنوار

غم این خانہ بہر خانہ مبارک باشد
درد کاشانہ بکاشانہ مبارک باشد

ہی عجب جشن کہ جسمین ہو یہ اسباب سرور — سینہ ہر ایک کھڑا کوٹی ہی دف کے دستور
غم بجاتا ہی یہ ناخن زن دل ہو طنبور — اجل آ رقص مین گاتی ہی یہ نوشہ کے حضور

غم جان تو بجانانہ مبارک باشد
چہ بخویش و چہ بہ بیگانہ مبارک باشد

کپڑے ہوتے جو پہننے کیلیے بیاہ کی رات
یون بدا تھا کہ سیے جاین کفن ووز کی ہات
کیا گھڑی تھی وہ کہ نوشہ کی ہوئی قطع حیات
شہ نے پہنے تو کہا موت نے کر تسلیمات

لذت خلعت شاہانہ مبارک باشد
جامہ پرخون شہیدانہ مبارک باشد

[illegible] اور رسم مین دی جان بنڑے نے [illegible]
سنگ بن [illegible] دیا اپنا سر
دیکھنا اسکو ہوا کا نہ ملا بھر کے نظر
لینے والون نے کہا خرم و شادان ہوکر

بتو این ہمت مردانہ مبارک باشد
بکفت [illegible]

پاس دولھن کے بٹھایا تھا کسو لاگی جب [illegible]
[illegible] لگی کہنے کہ اٹھ جلد ہو تو بیٹھ نہ یان
دیکھکر حصلت دوران نے یہ تڑپین وہ مکان
عیش دائم کے لیے تیری جگہ و ہمین نشان

حجلہ ات گور غریبانہ مبارک باشد
تا قیامت بتو آن خانہ مبارک باشد

تیری تو بات کا ای لاڈلے کھیلین چننا
دمبدم غم کے انگارو تپہ جگر کا بھننا
دیکھ دیکھ اور بنی کے تئین سر کا دھننا
لیتیہ ہر ایک کہ دمہ سے یہ سہلے سنا

بدلت حسرت جانانہ مبارک باشد
آشنائے ز تو بیگانہ مبارک باشد

چاہنا کھانیکا اس بیاہ مین ہی نادانی
چلو بھر مانگے ہی نوشہ جو کسی سے پانی
اجز کباب دل مہمان نہین یان پر یانی
کہتی ہی بیاہ کے یون سامنے آ مہانی

نادنوش غم جانانہ مبارک باشد
بتو این خوردن شکرانہ مبارک باشد

آخر کار کہون کیا مین زبانیکے کھوڑ
جس گھڑی ہجر ابد عوز کیا سہرا توڑ
دیکھ اُس چہرہ کو جو بدر سی رکھتا تھا ہوڑ
اُٹھ چلا کہکے بنی سے دل صد چاک کو چھوڑ

بہر زلف تو ہمین شانہ مبارک باشد
زینت و زیب عروسانہ مبارک باشد

یہ وہ شادی ہی کہ محشر تئین جس کا ماتم
نیچے اس اہیک تیلی کی کرے گا عالم

ہے یہی موجب آمرزش نوع آدم | سودا اب مرثیہ تو نے جو کہا اے غم

ہدل عاقل و دیوانہ مبارک باشد
چہ بشہر و چہ بویرانہ مبارک باشد

مرثیہ مسدس [illegible] بند

کس سے لے چرخ کہوں جا کے تری بیدادی | ہاتھ سے کون [illegible]
جو ہے دنیا مین سو کہتا ہے مجھے ایذا دی | [illegible] پہونچی ہے ملعون تری جلادی

[illegible] قاسم مسدس [illegible] ہے
کیوں مکافات سے اسکے تو نہیں ڈرتا ہے

وہ علی ابن ابو طالب و داماد رسول | وہ علی جس سے کہ بیاہی تھی محمد نے بتول
وہ علی جس کا سخن ہو ویگا محشر مین قبول | اسکے فرزند تری تیغ سے ہووین مقتول

آدمی ہی نہین تنہا ترے ہاتھوں غمناک
جن اور حور و ملک ڈالتے ہین سر پہ خاک

یہ وہ فرزند علی تھا کہ جسے صبح و شام | آکے روح الامین کرتا تھا مدینے مین سلام
اور کہتے تھے سبھی خرد و کلان مل کے تمام | جن و انسان ملک و حور کا بیشک ہے امام

اسکو کربل مین کیا ذبح پیاسا ہیہات
کیا دکھاویگا محمدؐ کو تو اب رو بد ذات

خویش و فرزند عزیز اسکے تھے جتنے پیارے | دشنہ و تیغ سے تین ظالموں کے سب مارے
اہل بیت اسکے جو باقی ہین سو ہین آوارے | قید مین کوفیوں کی جاتے ہین وہ بیچارے

نہ اُنھین چین ہی دن کو نہ انھین رات آرام
اس مصیبت مین چلے جاتے ہین کربل سے شام

لیے جاتی ہین وہ جس راہ سے ہے خارستان | نہین تالاب کوئین کا کسی منزل مین نشان
پابرہنہ چلے وان زین عبا تشنہ دہان | سر کھلے اور وہ اشخاص بہ پشت شتران

جنکے محمل کیطرف دیکھ نہ سکتا تھا فلک
مہر و مہ کی نہ پڑی جن پہ نظر آج تلک

اسطرح جاتے ہین گرد اُنکے چلے وہ کفار
کیسکے ہاتھ مین ہی دف کسی کے ہاتھ ستار
مست و سرشار ہر اک [illegible] کھینچتے ار[illegible]
عابدن کے تئین جاتے تھے ڈراتے ہر بار

[illegible] سامنے ہے [illegible] کا
بوسہ لیتے تھے ہر اک ان سمندس کا
[illegible] اب سوارونکے [illegible]
[illegible] کا
[illegible]

[illegible] جاتی ہی جو اُنکو یہ ظلم کی صف [illegible]
[illegible] اُمین نہین ایسا جو کرے انکی طرف
[illegible] یا شاہ نجف
سر بنا یا ہے مرے باپ کا نیزے پہ ہدف

گھوڑے دوڑا کے اُسی مارتے جاتے ہین تیر
جو کماندار تھے اُس فوج ستم مین بے پیر

ایک تو آتش غم سے جگر اُسکا ہے کباب
دوسرے شدت گرما سے نہبٹ ہی بیتاب
اور مانگے ہے کسی سے وہ اگر قطرۂ آب
عوض آب وہ دیتا ہے درشتی سے جواب

جو جگر ساقیِ کوثر کا ہو سبحان اللہ
پیاس کے غلبے سے اُس شخص کا ہو حال تباہ

غرض اسطرح کی ایذا دُن سے عابد کو تئین
لے گئے شام تلک ساتھ حرم کی وہ لعین
داخل کفر ہوئے چھوڑ محمدؐ کا دین
آخرہ کار لعینون نے بطشت زرین

لے گئے رکھکے بشاشت سے سر شاہ شہید
جس جگہ بیٹھا تھا دیوان کئے ملعون یزید

رجز پڑھتے ہوئے آئے وہ لعین لے کر سر
اسپ مانگے تھا کوئی اُن مین کوئی خلعت زر
شمر ملعون عمر سعد پھر آگے آکر
عرض کرنے لگے یون سامنے اُس طشت کو دھر

لائے ہین آج سر اُسکا ترے فرمانے سے
جس کا رتبہ ہے بڑا عرش کے بھی پائے سے

یہ وہ سر ہے جو رہا دوش محمدؐ پہ مدام
لائے کربل سے جسے رکھ کے سنان پرتا شام
اہلبیت اُسکے یہ زنجیر مین حاضر ہین تمام
دے شتابی ہمین جو تجکو ہی دینا انعام

کام ہم نے یہ خلافت کے لیے تیرا کیا
کہ سبب جسکے سے دین اپنے کو برباد دیا

مستقل تاکہ ہو تو دین سی ہم منہ موڑا
ایک کو آل محمدؐ سے نہ جیتا چھوڑا

لمزد تو دے ہین کس چیز کا ہی یان توڑا
کسی کو بخش تو گھوڑا کسی کو دے جوڑا

اتنے ہی واسطے کرتا ہے سا ہم محنت

[illegible] بغیر از خبر
تمھارے حق مین یونہین چاہئے

منگا کے پھر رکھا عمامۂ [illegible]
حسین ابن علی [illegible] یسانہ بے

جسکو پھر مجھسے خلافت کا نہووے دعویٰ
[illegible] نے انہین سے یہ سنکر کے کہا

ایک بیمار سا لڑکا ہے کوئی عابد نام
طوق و زنجیر مین رہتا ہی وہ اب صبح و شام

سو وہ اس حال سی البتہ نہین جینے کا
کہان مقدور ہے اب اسکو دوا پینے کا

جینے دیتا ہے کوئی داغ اُسے سینے کا
کیا ہے وسواس تجھے ایسے کے اب کینے کا

وہ بھی حاضر ہی جو حق اُسکے مین چاہے سو کر
جس طرح جانے ہمین مزد مین دے خلعت زر

سُن اُسے عابد بیمار کو باخیل حرم
رو بروا اپنے طلب کرنے لگا وہ اظلم

کیا کہون جیسی مصیبت سی وہ آئے اسدم
تاب عابد کو نہ اُس آن تھی رکھنے کی قدم

سر سے لے پاؤن تلک ضعف سی وہ لرزان تھا
دیکھ نیرنگی گردون کے تئین حیران تھا

اُس لعین نے یہ کیا دیکھ کے عابد کو خطاب
کیون ترا باپ لڑا گر نہ تھی لڑنیکی تاب

رد بیعت سی مری گھر کو کیا اپنے خراب
آپ تو جی سی گیا تجھ پہ یہ ڈالا ہے عذاب

ہے گلے طوق ترے پاؤن مین تیرے زنجیر
دیکھتے ہین تجھے اس حال سی برنا و پیر

سُنتے ہی اسکو وہ سرور یہ زبان پر لایا
کیا ہوا گر دش دورانسے جو مین دُکھ پایا

جو کیا باپ نے میرے وہ خدا کو بھایا
مفت اپنا تو جہنم مین مکان بنوایا

راہ مین حق کے مرے باپ نے باندھی تھی کمر
گو کہ کاٹا گیا اس راہ مین اب اسکا سر

اُس سخن سے جو ہر آشفتہ ہوا وہ شداد
قتل عابد پہ کیا امر بلا کر جلاد

دیکھ اس حال کو زینب لگی کرنے فریاد
اے یزید اتنا نہ کر ہمپہ تو آگے بیداد

رحم کر حال ہمارے پہ یہ بیکس ہے یتیم
روز محشر سے تو ڈر اور خدا کا کر بیم

جانتا ہے یہ ترے سامنے ہے [illegible] کا
گیسو دھوتے نہ کبھو بال جگہ سے کس [illegible]
بوسہ لیتے تھے ہر اک آن محمد کس کا
ظلم کی تیغ سے ٹکڑے کیا مین تن کس کا

قتل پر [illegible] تھا سرگرم
[illegible] دیکھے امام [illegible] حق سے محمد سے شرم

راوی کہتا ہے غرض جب یہ کہا زینب نے
رو دیا [illegible] پہ خون [illegible] کو لب سے نے
ایسی تاثیر کی ان باتون کے کچھ مطلب نے
اس ستمگر سے شفاعت کی کھڑے ہو سب نے

ہوکے ناچار وہ اس خون سے تو در گذرا
دغدغہ جینے کا عابد کے دلے اس کو رہا

سودا اب چشم محبان کو ہے یہ نظم جلا
تجکو جنت مین ہر اک بیت یہ گھر دیگی ولا
پاویگا اسکا محمد سے تو محشر مین صلا
سنتے سے جسکے یہ اشک آنکھونسے آتا ہی پلا

سنکے اس مرثیے کو بزم مین جو رووے گا
آب چشم اسکا گناہونکو ترے دھووے گا

مرثیۂ دیگر

کرے ہے خامۂ غم یون روایت اب تحریر
شہید کر چکی جب سب کو ظلم کی شمشیر
کہ سنکے خاک بسر ہون جسے جوان و پیر
رہا نہ اصغر و عابد سوا صغیر و کبیر

یہ حال دیکھ شہ دین نے آہ بھر کر تب
کیا خطاب زاہل حرم سوئے زینب
کوئی نہین ہی کہ بیمار عابدین کی اب
کرے وہ حلق مین پانی چوانے کی تدبیر

نہین رہا کوئی باقی کہ وہ کرے یاری
سلاح دو کہ اب اپنی کرون مین تیاری
سبھو نکو مار قضا لائی ہے مری باری
مجھے نظر نہین آتا بغیر اس کے گزیر

مین جا کے رنمین شہادت کا اب پیون ہون جام
تمھین مین سونپ چلا ہون یتیم اپنے تمام
سکینہ پر مری شفقت تم اپنی رکھیو مدام
نہ ہووے یون کہ مرے بعد یہ رہین دلگیر

دیا جواب یہ زینب نے رو کے اے بھائی
ہمین بھی آج کے دن ہائے کیون نہ موت آئی

که تیرے بعد نه هم کھینچتے یه رسوائی

تب اُس گھڑی یه کہا روکے شاه نے جون ابر
کچھ اور چاره نه تم ڈھونڈھیو بغیر از صبر

منگاکے پھر رکھا عمامهٔ رسول بسر
امیر حمزه کی پشت اپنی سے لگا کے سپر

که شور آه و فغان خیمے سے اُٹھا ناگاه
ابھی تو مت کرو اتنی فغان و وا ویلاه

کہا که دودھ بن اب جان بلب هے اصغر کا
اور آگے کیا کہون احوال اُس کی مادر کا

منگاکے مان سے تب اُس شیر خوار کو شه دین
گئے اودھر کو بچشم تر و دل غمگین

کہا یه اُنسے که اے قوم ٹک خدا سے ڈرو
تم اپنی لحد کو آتش سے اسقدر نه بھرو

بھلا جو نزد تمھارے گناهگار هین اور
روا نهین کسی مذهب مین اسپه کرنا جور

سن اس سخن کے تئین شاه سے دیا یه جواب
نه ایک قطرے سے تجکو کبھو کرین سیراب

پھر آگے کیا کہون یارو عداوت عدوان
جدھر کھڑے تھے لیے طفل کو شه دو جہان

وه تیر آه قضارا بحلق آن معصوم
تب اُسکو کھینچ کے شه نے ز بازو و حلقوم

حوالے کر اُسے مادر کو اُسکی فرمایا
تو شکر کر که خدا کو بهت یه خوش آیا

یه سُنکے مادر اصغر تو هو رهی خاموش
کوئی تو خاک بسر تھا کوئی پڑا بیهوش

خدا هی جانے که کس کس کے هاتھ هونگے اسیر

که میرے بعد هو کیسا هی تم په جور و جبر
تمھارے حق مین یونهین چاهیے هے اب تدبیر

[illegible]ره بهن کے حمائل کی ذو الفقار اُس پر
[illegible]ے جو حرب کا کر قصد حضرت شبیر

[illegible] آگے [illegible] حرم سے شاه
سبب یه کیا هے که رو[illegible]ے هین ملکے جمع کثیر

هوا ب[illegible] گو طفل ناز پرور کا
که قطره بھر نهین پستان مین تشنگی سے شیر

لے اپنی گود مین آئے درون خانهٔ زین
کھڑے تھے دشت مین جیدھر کو وه گروه شریر

هلاک آل نبی کو نه تشنگی سے کرو
برائے تشنه لبان آب دو قلیل و کثیر

تو خوب تشنگی اس طفل پر کرو تم غور
مرے هے پیاس کا مارا عبث یه بے تقصیر

همارے قبضه مین هووے اگر جهان کا آب
کرے نه جب تئین بیعت حضور رجم غفیر

که ایک اُنهین سے نامرد نے پکڑکے کمان
ملاکے فاق سے سوفار اُدھر کو پھینکا تیر

یون آلگا که چھدا بازوے شه مظلوم
گئے بسوے حرم لے کے نعش طفل صغیر

مین اُسکی پیاس تو کوثر سے جا بجھا آیا
رهی رضا یه رضامند زوجهٔ شبیر

برا قربا سے گیا تا فلک فغان و خروش
بچشم اهل حرم روز هو گیا شب قیر

کہا سکینہ نے اُس لاش کو لگا کے گلے
نہ ماں کی گود میں ششماہ سے زیادہ پلے
بہت شتاب تم اے بھائی ہمکو چھوڑ چلے
تمھیں نہ دیکھ سکا ہائے یہ فلک بے پیر

بیاں یہ کرتی تھی رو رو سکینہ با دل زار
جگر ہر ایک کا مجروح اور سینہ فگار
سنے تھا جو کوئی اُسکی بھی چشم تھی خونبار
کرے تھی دمبدم اُسکی زبان کی تقریر

زیادہ اس سے نہ کر اب تو سودا طول کلام
جزا ہو دو جہاں [illegible]
[illegible] بھیج شہیدوں پہ کر سخن کو تمام
سخن تو ترا رولاتا ہے شکل ابر مطیر

مرثیۂ دیگر

کہتا ہی غم ہمیں نہ کسی دم سے پوچھیے
گر پوچھنا ہی تو کسی محرم سے پوچھیے
یہ بات وہ نہیں جسے عالم سی پوچھیے
گذری جو فاطمہؓ پہ اسے ہم سے پوچھیے

نوع بشر میں ہی بشریت کا یوں اصول
برلے گئے جہاں سے تشریف جب رسول
جو دل ہی سو عزیز کے جانسے ہو ملول
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

آدم کے جب فراق نے حوا کو رو دیا
پر جب علیؓ سے فاطمہؓ ہونے لگی جدا
اُسکے بھی دلکو گرچہ نہایت الم ہوا
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

روح الامین نے جب پدر سید الانام
گریاں سب اہل بیت تھی پڑھکے یہ کلام
آ کر دیا شہادت حسنین کا پیام
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

دنیا سے کھا کے زہر چلے جس گھڑی حسن
مُنھ سے جگر کے ٹکڑے جب آئے سوی لگن
حور و ملک نے چاک کیے اپنے پیرہن
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

ماں پیٹتی ہے بیٹے کے مرنے پہ کرکے بین
پر کاٹ کر سناں پہ رکھا جب سر حسین
یہ بھی عجب نہیں ہی لہو روئیں اُسکی نین
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

کر ذبح اس غریب کو جس دم وہ روسیاہ
دنیا تو جن و انس پہ تاریک تھی پر آہ
غارت کیو واسطے جو چلے سوے خیمہ گاہ
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

غارت پہ خیمے بیچ کیا دست جب دراز
ہر چند اس مقام میں جو کیسے سچ ہی باز
نزدیک تھا کہ عرش تلک غم سی ہو گداز
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اہل حرم پہ واسطے دہشت کی گر نہیب
ڈھونڈھیں تھی وہ کسو کا گریباں کوئی جیب

جسدم اُتاری پاؤن سے زینب کی پائی زیب
گذری جو فاطمہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

چھوڑی نہ سر پہ ایک کے اُن شقیون نے روا
بد کانون سے سکینہ کی جب دُر لیے چھ
دامن نہ تھا کسو کے جو تن پر رہے قبا
[illegible] جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

زنجیر کر جب اہل حرم کو اسیر دار
اور دی اُنھون نے عابد بیمار کو [illegible]
اونٹون پہ لے حجاز و عماری کیا سوار
[illegible] جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جاتا تھا وہ غریب چلا خاک منہ ملے
جسوقت عابدین کو اس طرح لے چلے
زنجیر اُسکے پاؤن [illegible] گلے
گذری جو فاطمہؓ [illegible] سے ہم سے پوچھیے

تھا اُسپہ رحم تک نہ کسی روسیاہ مین
جب پاؤن بیچ اُسکے لگا خار راہ مین
منزل تمام کٹتی اُسے اشک و آہ مین
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

ازبسکہ ناتوانی سے کانپے تھا اُسکا تن
چلنے کا جب کسو نے کہا سخت اُسے سخن
چلنا تھا اُسکو راہ کا ہر یک قدم کٹھن
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جسوقت تشنگی سے ہوئی خشک اُسکی لب
اور کوزہ دیکے ہاتھ لیا چھین اُس سے جب
مانگا جوان نے پینے کو پانی کسو سے جب
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اُس محنت و صعوبت و سختی سے وہ لعین
جب بول اٹھا وہ قتل کرو اُسکے بھی تئین
زین العبا کو لیگئے پیش عدوے دین
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

حور و ملک یہ سنکے لگے رونے شکل میغ
پر جس گھڑی بٹھانے لگا اُسکو زیر تیغ
نکلی صدا یہ سنگ کی بھی منہ سے وادریغ
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جسدم سر حسینؑ کو مجلس مین وہ پلید
اور چھیڑنے جب اُسکو لگا لیکے چوب بید
لائے تو دیکھکر متبسم ہوا یزید
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسکے ہم سے پوچھیے

یہ حال دیکھ زینب و کلثوم نے فغان
جو کچھ کہو درست ہی پر سنکے وہ فغان
جسوقت کی تو کانپے زمین اور آسمان
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اے مہربان خبر نہین مجکو بھی من و عن
دعوا مرا غلط ہی جو کہتا ہون یہ سخن
بیتی جو فاطمہؓ پہ ہی آگاہ ذو المنن
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

مرثیہ مربع

رکھتی ہے داغ غم شاہ نمایان [illegible]
بھڑکی جسدم حس و خاشاک ہی سوزان آتش
شمع کے بھیس مین رات کو ہے گریان آتش
کر نظر شعلہ یہ ہی چاک گریبان آتش

جلکے اس غم سے کیا اپنے تئین خاک [illegible]
چشم دلسے [illegible] غم کو نگاہ
[illegible] باد دیا ہو کے صبا کے ہمراہ
اپنے جس غم سے نت اٹھ دیتی ہی یون جان آتش

یہ الم کرنے مین اظہار زبان قاصر ہے
کونسا [illegible] ظاہر ہے
سوز غم عرش سے لے فرش تلک دائر ہے
ہوئی ہر جگہ جگر سنگ مین پنہان آتش

اُسکی گردش سے یہ دیکھو ہو جو چرخ بے پیر
شفق اب اسکو نہ سمجھو ہوئی ہے دامنگیر
تشنہ لب آل نبی ذبح ہوئے بے تقصیر
جا کے گردون کی پئے خون شہیدان آتش

تیغ جب آل نبی پر یہ فلک نے سر کی
نہ رہا خانۂ دل جس مین نہ جا کر بھڑکی
دھڑ کو نے سر کی خبر اور نہ سر کو دھڑ کی
بسکہ اس غم کی ہوئی جگ مین پریشان آتش

جگ مین بھسمنٹ ہوا اس گردش افلاک کا طور
موسی کو مرتبہ دربانی کا جن کے تھا اور
بے تمیزی کو زمانے کی تنک سیجے غور
اونکے خرگاہ کی ہو گرد نگہبان آتش

ہی روایت کہ حرم کو وہ لعین بعد قتال
اور اُس وقت یہ تھا تابش خورشید کا حال
گر سوار اونٹو نپہ لے شام چلے وقت زوال
برسے تھی چرخ سے گویا بہ بیابان آتش

سب بے حجاب اونٹو نپہ بیٹھی ہوئی روتی تھی خون
اور آتی تھی چلی سامنے سے ایسی لون
تشنگی سے تھی زبان سب کے دہن سے بیرون
جسکی ہو جائے حرارت سی گریزان آتش

تو رو کھا حشر کا رو رو جو کیا آب طلب
پیاس سے پہونچے اگر جان تمھاری بر لب
تو وہ ناری یہی کہنے لگے ہنس ہنس کر سب
ہم نہ دین آب تمھین دین ہمین کو وان آتش

گود کا طفل طرح پھول کے مرجھاتا تھا
آب کو اُنھین سے وے رحم کے آتا تھا
سینے مین اُسکے کنول مان کا جلا جاتا تھا
دی رسالت کے جنھون نے بگلستان آتش

اُن غریبو نپہ شب و روز یہ رہتا تھا عذاب
اُسکو دیتے تھے لعین پینے کو گرم ایسا آب
تشنگی سے جو اُنھین مین کوئی ہوتا بیتاب
جوش مین جسکے برابر ہون چندان آتش

رتبہ تھا زین عبا کا جو سبھون سے مافوق
پیادہ وہ جائے تھا اور گرد سوارون کے جوق

گرم یہ دھوپ کی تابش سی گلے مین تھا طوق
کہ اسے طوق کہون یا گریبان آتش

وہ لعین درپئے ایذا تھے ہر اک جا اُسکے
تھی یہ شدت سے تپ اُسکو کہ ہوا تھا اُسکے
کرتے جاتے تھے ستم سر پہ وہ کیا کیا اُسکے
[illegible] ن پا کا یہ خار مغیلان آتش

تھی نظر چار طرف اُٹھی کی بچشم پُرنم
جوش خوناب دل اُسکے [illegible]
ناگہان باپ کا سر نیزے پہ دیکھا جو علم
[illegible] سنے لگی از دیدۂ گریان آتش

بھر کے اک آہ جگر سوز کہا وا اے پدر
کچھ ترے حال سے میرا ہی نہین داغ جگر
اے مین قربان [illegible] ہی کدھر
کرتی ہے غم کی [illegible] فاطمہ بریان آتش

اندنون کیلیے اخلاق نے کیا لے شہ دین
ان سلوکون سے جو پیش آئے ہین تجھسے یہ لعین
بس [illegible] تئین
سر دوزخ کی مگر سمجھے ہین سوزان آتش

سر تا صبح سے نیزے پہ رہے ہے تا شام
تا سحر بیٹھ کے خالی کرین ہین شیشۂ و جام
رات جب ہوئے تو رکھ بیچ اسے گرد تمام
بھر مین ہین گور مین اور اپنی لعینان آتش

جان حیدر تھا تو اور چشم پیمبر کا نور
ذبح وان ہوئے تو لے ساقی کوثر کے پور
کہتی تھین تجکو بتول آمرے سینے کے سرور
نہ جہان قطرہ ہو پانی کا فراوان آتش

بھائی میرا کیا شاہ لاعین نے ہلاک
پھٹے ہے سینہ تب اسطرح کہ جون شعلہ ہو چاک
ہان مری آہ بھرا کرتی ہے ہو کر غمناک
کیا مگر ظلم کی تھا تیر کی پیکان آتش

جی مرا سوز تپ غم سیے بن ٹلتا ہے
استخوان یون مرا ہر ایک بڑا جلتا ہے
تن مرا شمع نمط رانون کو اب گلتا ہے
جسطرح دی ہو کسو نے یہ نیستان آتش

دست اعدا سے اگر بچ کے وطن جاؤنگا
طرح گھر جلنے کی گو دان زبان لاؤن گا
گذری جو تجھپہ وہ کس کس کو مین بتلاؤنگا
سمجھے کون اُسکو مگر ہوئے زباندان آتش

سایہ انداز تھا جو گھر کہ صف محشر کا
تشنہ کافر بھی نہ سگ دیکھ سکین جس گھر کا
صاحب اُسکا نہ دریغ آب رکھے کوثر کا
عوض آب دین اس گھر کو مسلمان آتش

غارت و قتل نہ یان کچھ سبب نالش ہے
بد یہ غم ہے کہ جہان دفتر آمرزش ہے
مال اور جان کی کب اپنے تئین خواہش ہے
دیکھے اُٹھ جائین مگر رونہ کہین وان آتش

دیکھکر سر لبستان باپ کا مطلب وہ اسیر
جسطرح شعلہ کی کھینچی ہو کسو نے تصویر
حال جانسوز کچھ اسطرح کرے تھا تقریر
سُنکے رہجائے یون اُس حال ہو حیران آتش

چپ ہو سودا کہ شر آب ہوا پتھر مین
جب محرم مین تو ماتم کے پڑھے گا گھر مین
اجر اس نظم کا دیوے گا خدا محشر مین
ہو گی اس مرثیے کے سوز پہ قربان آتش

مرثیہ دیگر

نے قاسم کو منھ دیکھے لگا نیکی نہ دی فرصت
نبی کو واسطے اُسکے [illegible] کی فرصت
[illegible] عقد [illegible] اپنے جلانے کی ندی فرصت
غرض اک آن گردش نے زمانیکی ندی فرصت

بنا یہ وہ، ہے اے یارو [illegible] رات کا مارا
کسو کو اُسکی شادی مین دہل دیت اور نقارا
پڑا جو دشت غربت مین وطن سے ہو کے آوارا
فلک نے جز سر و سینہ بجانے کی ندی فرصت

چلا جب وان جہانسے آئی پیغام و نے نامہ
اجل نے یہ کیا دیکھ اُسکو دولھن ساتھ ہنگامہ
نشان اُسکی [illegible] لگا وہ پھاڑ کر جامہ
کہ چلتے وقت چھاتی بھی لگانیکی ندی فرصت

کرون کیا ذکر اُس نوشہ کے گھر شادی کے آنے کا
وہ جھوٹا ہے کریگا جو بیان شربت پلانے کا
بغیر از زخم کیا مذکور بھلا وان پان کھانیکا
کسو کے حلق مین پانی چوانیکی ندی فرصت

نہ تھی شادی نبی کے آل کی خانہ خرابی تھی
نجانے کس لیے اتنی اجل کو اضطرابی تھی
جو آیا اُسمین مرنیکی اُسے اپنے شتابی تھی
کہ دولھا کو دولھن کے بیاہ لانیکی ندی فرصت

جو مہمان آئے تھے اُس بیاہ مین کھانیکو مہمانی
فلک نے آجتک کی جگ مین اُنکی مرثیہ خوانی
تڑپ کر پیاس کے مارے دیا جی سب نے بن پانی
بدھاوا ایکدم شادی مین گانیکی ندی فرصت

لگی ہے غم سے اس شادیکی آگ اسطرح چھاتی کو
عجب شادی ہے جسمین غم نے نشہ کی ہر براتی کو
جلاوے جسطرح کوئی دیے کے بیچ باتی کو
بغیر از زخم تن تک مسکرانیکی ندی فرصت

براتی بزم مین بیٹھے تھے ساری راتکے جاگے
طبق خون جگر کے تھے بھرے ہر ایک کے آگے
گلو تیغوں اپنے اپنے خون سے سو ہے گئے باگے
سو اُسکی بھی ستم کیشون نے کھانیکی ندی فرصت

نہ آئے باز وہ ملعون تہدید زبانی سے
سوا لوہو کے اپنے بیاہ کے دن گرم پانی سے
نہ پھیرا کافرون نے منھ کو اپنے تیغ رانی سے
منڈھے کے نیچے نوشہ کو نہانیکی ندی فرصت

نہین اس غم سے طاقت رونیکی اب چشم گریا مین
خبر لینے براتی جو گیا نوشہ کی میدان مین
جگر کے ٹکڑے اُٹھوانیکی جگہ گرتے ہین داما مین
اجل نے اُسکو وانسے گھر تک آنیکی ندی فرصت

جب آئے اقربا سب زیر تیغ و دشنہ و خنجر
جھکے تب ظالمان نوشہ پہ شمشیر و سپر لے کر

گیا باوصف تنہائی کے یہ بھی اسطرح اُن پر
کہ انمین سے کسی کو ہاتھ اُٹھانیکی ندی فرصت

گرا پھر چار سو سے لشکر اُس پر شام کا سارا
ندان ارزق نے آکر تیر ایسا سینے مین مارا
نہ سوجھا اپنے لڑمرنے سوا اُسکو بھی کچھ چارا
کہ اُسکو ایک ذرّہ تلملانے کی ندی فرصت

دیا گشت اسطرح نوشہ کو زیر گنبد گردان
چڑھین ان اشترہ ذرّہ آب [illegible]
[illegible] ونکے آگے سر اُسکا چلے نیزہ پہ لے دونان
[illegible] تک بیچ محمل کے بٹھانیکی ندی فرصت

بیاہ والے چلے وہ جنگوانکے حال کو سُن کے
نکالین بیٹھکر کانٹا چبھے گر پاؤن مین اُنکے
جگر آتش سے [illegible] اُجل [illegible] کھٹکے
جفا پیشیون نے [illegible] جا بیلی ندی فرصت

غرض اس شادیکے غم نے جگر آفاق کا بھونا
گئے لے ذرہ ذرہ گوشت نیزون سے وہ ملعونا
کرون مذکور خلعت کا جو نوشہ کے ہوا الم دونا
کفن بھی اُسکی میّت کو پہنانیکی ندی فرصت

برات اور بیاہ ہوتی دیکھتے ہین ناکس وکس مین
رہی منہ دیکھنے کی آرزو دونون کو آپس مین
یہی دولھا دولھن ہمکو نظر آئے نہ رنگرس مین
قضا نے آرسی مصحف دکھانیکی ندی فرصت

زہے شادی کہ جسکی نقل سُن آفاق مین ہرسو
سنا اے سودا اب یہ مرثیہ جن نے تو پھر اُسکو
گریبان چاک ہی ہر مرد وہر زن ہی پریشان مُو
کبھو غم نے خوشی سے دل لگانیکی ندی فرصت

مرثیہ

لگا وطن سے جو ہونے روان حسینؑ غریب
ملو تو مل لو کوئی دم ہی یان حسینؑ غریب
پیام دے تھا سوئے دوستان حسینؑ غریب
پھر اُسکے بعد کدھر تم کہان حسینؑ غریب

گھر و نسے آئے یہ سنتے ہی سوزناک پیام
ہوئے جو داخل مجلس لگا یہ کرنے کلام
اکابران مدینہ باضطراب تمام
اُنھون کے ساتھ باہ وفغان حسینؑ غریب

تمھین مین اسلیے ملنے کو اپنے بلوایا
گیا جو وان کو پھر اُسکا نشان نہ کچھ پایا
کہ یہ سفر سفر آخرت نظر آیا
چلا ہے تم سے ہو رخصت جہان حسینؑ غریب

سبھون سے تم مین یہ بندہ ہی راضی و خرسند
کرے معاف اسے اُس نبی کی ہے سوگند
کسیکے حق مین جو اس سے ہوا ہی پست و بلند
کہ جسکی آل ہی اے مومنان حسینؑ غریب

کسو کا دین جو مجھپر کسیکو یاد آوے
خدا نخواستہ گردن پہ اپنی لیجاوے
یہ دوستی ہی کہ اسوقت مجکو بتلاوے
کسو کے قرض سے بار گران حسینؑ غریب

خدا ہی جانے ہے تھی عین آرزوے حسینؓ
ہزار حیف فلک نے دیا نہ اُس کو چین
کٹین تھین بین سدا اسکی زیست کے دن رین
پڑا تھا تم مین نبی کا نشان حسینؓ غریب

مین وہ نتھا کہ تمھین چھوڑتا کسی اوقا[illegible]
کشان کشان سوے کربل چلا قضا کی با[illegible]
نہین ہے اس مین کسو کے کچھ اختیار کی بات
بندھا ہوا بگلو ریسمان حسینؓ غریب

جو جاہو بعد مرے پاؤ تم مرا احو[illegible]
نشان مسلمؓ [illegible] کا صورت حال
[illegible] نہ کیجو خیال
کہ اسطرح سے پڑا ہو گا دان حسینؓ غریب

بگوش دل یہ مری [illegible] آج سن لیجو
زمین یہ ڈال کے دو قطرے پانی پی لیجو
کسی ہی دم مین فراموش مجھ کو مت کیجو
کہ ہم پیالہ تھا یادوستان حسینؓ غریب

مرا ضرور ہی اتنا تو دوستون کو درد
کہ ہو گا گرسنۂ ولتشنہ ذبح روز نبرد
غذا کی تری سے پانی پئین تو بھر دم سرد
بہ خنجر ستم دشمنان حسینؓ غریب

جو بانٹو اپنی محبت تم اپنے لڑکون سے
رہیگا حشر کے دن آشنا پرستون سے
سلوک اُنھین سے کچھ میرے بھی یتیمون سے
خدا کے سامنے رطب اللسان حسینؓ غریب

جو عابدین پھرے جیتا ادھر کو قسمت سی
غم اُسکے دلکا بھلانا ہر ایک صورت سے
نہ رکھیو دور اُسے اپنی تم شفقت سے
کہ اُسکو سمجھے ہے بہتر ز جان حسینؓ غریب

یہ سُن وصیت جانکاہ سب نے ہو کے ملول
کہا یہ شہ نے بھی دیکر دعا کہ پیش رسول
بآہ و نالہ کیا عرض جان و دل سی قبول
کرے گا شکر تمھارا بیان حسینؓ غریب

لکھا ہے راوی نے یون بھی کہ انھین ایک اصحاب
نبی جو خانہ خرابو یہ پوچھے دو گے جواب
یہ ہم نشینون سے کہنے لگا بچشم پر آب
ہوا رضا سے تمھاری روان حسینؓ غریب

تب اس سے ہو کے مرخص تم اسکو جانے دو
کہین جو فاطمہؓ اپنے محبون مین دیکھو
جو روز حشر یہ بدنامی اپنے سر پہ لو
کھڑا ہے باکفن خون چکان حسینؓ غریب

کر اُسکا قطع سخن بول اُٹھا شہ مظلوم
نہ لیوین رخت بدن کاٹ کر گلا وہ شوم
خیال محض ہے ملنا مجھے کفن معلوم
انھون سی یہ نہین رکھتا گمان حسینؓ غریب

عبث یہ فکر کرو ہو نہین کچھ اس کا سود
کسیکے لاش کو تکفین کرین جو وہ مردود
کفن تو حشر مین تب ہو بدن یہ خون آلود
کہان کفن کدھر اے ہمدمان حسینؓ غریب

کبیدہ تم سے کبھو ہو نہ سرور عالم
ہے اسمین جرم تمھارا جو تم سے ہو برہم

قضا نے ڈالی ہے جب سے بنائے تیغ ستم
بنا ہے اُسکے پئے امتحان حسینؓ غریب

غرض محبون نے ہر طرح اُس کو سمجھایا
ندان دشت بلامین با قربا آیا ہے ہے
ولے کسو کا نہ خاطر مین وہ سخن لایا
اسیر دشمنی آسمان حسینؓ غریب

اب اس سے آگے جو گذرا ہے اُسپہ رنج و تعب
بغیر دفن و کفن یہ [illegible] بدن [illegible]
[illegible]ن کو اُسکے تو کرتا ہے منع حد ادب
[illegible] و خون کے رہا درمیان حسینؓ غریب

اگرچہ مرثیہ کہنا سبھون کو آتا ہے تو
کہ سننے والون کا جنت مین گھر بناتا ہے
ولے مین کیا کہون [illegible] آتا ہے
جزا دے اسکو [illegible] مہربان حسینؓ غریب

مرثیہ در شہادت فرزندان حضرت مسلم

دیکھکر صبح کو مین مضطرب الحال نسیم
بولی مسلم کے سنے ہونگے وے دو تھے جو یتیم
پوچھا کیون ڈھونڈھتی ہے آج تو یہ ہفت اقلیم
ایک کا نام محمدؐ تھا دوم ابراہیم

باپ کی بعد وہ تھے کوفے مین قاضی کے گھر
روکے اُسنے یہ لگا کہنے کہ سنتے ہو پسر
قاضی نے قتل کی مسلم کے سنی وان جو خبر
ابن مرجانہ ملعون ہے یہ سخت لئیم

پھیری ہے اُن نے منادی کہ پسر مسلم کے
غارت و قتل سے وہ صاحب خانہ نہ بچے
جسکے گھر مین یہ سنون گا کہ وہ بیٹھے ہین چھپے
پس مناسب نہین اس شکل مین تم یان ہو مقیم

قافلہ کوفے سے جاتا ہے مدینے کے تئین
جا کے ساکن ہو تم اُس جا کسی گوشہ مین کہین
وان سے بہتر کوئی جا کہ تمھین اب اور نہین
تا کہ یہ کافر ملعون ہو واصل بہ جحیم

غرض اُس قافلے کے شب وہ ہوئے تھے ہمراہ
مین اُنھین ڈھونڈھتی پھرتی ہون کہ تا ہو کی تباہ
صبح بھی ہونے نہ پائی کہ اُنھین بھولی راہ
ہو نہ جاوین وہ دو معصوم گرفتار غنیم

ہم سخن کہتے تھے آپس مین کہ اس اثنا مین
اُنکی حالت کا سبب اُس سے جو مین پوچھا مین
پہونچا اک شخص کیے خاک بسر اُس جا مین
رو کی بولا وہ کہ اس غم سے مرا دل ہے دونیم

کیا ترے آگے مین اظہار کرون یہ روداد
نکلے تھے کوفے سے اک قافلے مین وہ برباد
کہ دو طفل آج ہوئے ظلم سے خون گر برباد
ابن مرجانہ کا تھا بسکہ دل اُنکے مین بیم

قافلہ اسمین چلا جلد قضا را ناگاہ
ہو گئی صبح تو اک نخل مین لائے وہ پناہ
رہ گئے پیچھے وہ معصوم گم اُنسے ہوئی راہ
نیچے اُس نخل کے اک آب کا چشمہ تھا قدیم

وارد اس جا ہوئی آ کر زن حارث کی کنیز
پانی مین دیکھ کے جو عکس کیے اُن نے تمیز
انکی بی بی رکھے تھی آل محمدؐ کو عزیز
آئی وان انکو نظر شکل دو خورشید عدیم

دیکھکر انسے کہا اُن نے کہ صاحبزادو
کس لیے آن کے اس نخل تلے بیٹھے ہو
ہو گئے تم کون نشان اپنے گھرانے کا دو
کونسی تمپہ کہو ایسی مصیبت ہے عظیم

سنکے بولے کہ دو فرزند ہین مسلم کے [illegible]
نہ کوئی [illegible] نہ کوئی ہے ہمدم
باپ کو [illegible] تیغ ستم
آسرا ہمکو کسی کا نہین جز رب رحیم

تب کہا اُن نے کہ تم پر سے مین جاؤن قربان
چلکے تم گھر مین رہو اُسکے کوئی دم مہمان
ایک بی بی ہے مری تمپہ فدا از دل و جان
رکھے گی تمکو نہایت بتواضع تکریم

غرض اُس جا پہ جو وہ خادمہ کرتی تھی سخن
لیگئی بی بی کنے اُن کو بزیر دامن
گویا آئی تھی قضا اُن کنے ہو صورت زن
کہا اُس سے یہ معزز ہین کر اُن کی تعظیم

پوچھا خاتون نے یہ ہین کون جو آئے ہین یان
سنتے ہی بی بی قدم پر گری ہو کر گریان
تب کہا جاریہ نے صورت احوال بیان
پاس لے بیٹھی اُنھین کرکے سلام و تسلیم

پھر لگی کہنے کہ دون آپ کو مین تم پہ فدا
بولے یہ ہمکو مدینے تو اگر دے بھجوا
ہوے حاجت کچھ اگر تم کو تو دیجے فرما
اجر مین اُسکے خدا دیوے تجھے باغ نعیم

کہا اُن نے کہ یہ حاجت ز دل و جان ہے قبول
ما حضر کیجیے کچھ نوش نہ دل رکھیے ملول
بھیجنے کا تمھین ہو جائیگا وان تک کہ اصول
کر دیے اطعمہ یہ کہ کے اُنھون کو تقسیم

کھانے کو جس گھڑی خاتون نے اُنھین کھلوایا
کرکے چپ اُنھین اُس فرش اوپر سلوایا
فرش خواب اُنکے لیے حجرے مین جا بچھوایا
آگے کہتے ہین یہ راوی بروایات ضمیم

تھی تردد مین مدارات ہی کے وہ خاتون
یہ کہا زن سے مشوش تجھے کچھ پاتا ہون
کہ ہوا وارد اسی آن مین حارث ملعون
نہین بے جبر کہ تشویش مین ہو تجھسی فہیم

قطع کر اُسکے سخن کو یہ دیا اُن نے جواب
بولا مین صبح سے تا شام یہ کھینچا ہے عذاب
تھا کہان صبح سے تو اب تئین ای خانہ خراب
ہو گیا آجکی شب جس کے سبب مین سقیم

آج کوفے سے کیا بیٹون نے مسلم کے فرار
موا وہ اسپ جسے دیکے لیا سو دینار
اُنکی تلاش و تجسس مین یہ پایا آزار
ساتھ پہونچا نہ مرے کوئی جلودار ندیم

سنکے وہ مومنہ بولی کہ سنے ہی کمبخت
بیٹے مسلم کے تمھارے کہ جگر کے ہین لخت

نارمین ڈالے ہی کیون اپنی اقامت کا رخت
تیرہ کرتا ہے عبث اپنی تو بختون کی گلیم

اُس لعین نے کہا ان باتون سے تجکو کیا کام
ہم سپاہی ہین سمجھتے نہین کچھ دین اسلام
جلد لا واسطے میرے تو جو حاضر ہو طعام
کام وہ کیجیے حاصل ہو کہ جس سے زر وسیم

زن بیچارہ غرض کھانے کو آگے لائی
چار پائی کو [illegible] ین [illegible]
پہر ہار اُن نے کیا جب تو اُسے نیند آئی
اُس پہ وہ ملعون بچھا فرش ادیم

[illegible] ون راوی جانسوز کرے ہے گفتار
ایک انمین سے جگا دوسرے کو رو کر زار
دو نون بھائی [illegible] تھے یک حجرہ تار
کہا آتا ہے نظر [illegible] یہ کر دن ہو د دیتیم

خواب مین دیکھون ہو تمین کیا کر رسول مقبول
کیون کیا یہ کہ دو فرزند دل و جان سے ملول
کہتے ہین باپ [illegible] سے تری دل نے قبول
پہرین حیران و پریشان بدبہیات یتیم

یہ سخن سنکے سراسیمہ ہو اُن نے بھی کہا
ایک سے ایک گلے لگ کے روئے پہر ایسا
خواب مین کبھی یہی اے جان برادر دیکھا
کہ ہوا خواب سے بیدار وہ ملعون لئیم

ہو بر آشفتہ زن اپنی سے لگا کرنے سخن
تا کہ معلوم کرون مرد کوئی ہے یا زن
اے دغلباز چراغ اٹھ کے تو کر لا روشن
کسکی آتی ہے صدا کون ہی اس گھر مین مقیم

زن بیچارہ نے اُسکو نہ دیا سُنکے جواب
حجرے مین دیکھے تو دو طفل ہین رشک مہتاب
لایا اُٹھکر وہ چراغ آپ ہی با خشم و عتاب
اشک آنکھون سے رواں اُن کی مثال تسنیم

دیکھکر اُنسے کیا حارث ملعون نے سوال
اُس لعین کو بھی اُنھون نے جو کیا دست خیال
کون ہو تم جو دیا رحل اقامت یان ڈال
بولے ہم دونون ہین مسلم کے ستم دیدہ یتیم

قہقہا مار لگا کہنے سنا یہ جس دم
آخرش دونون کے گیسو مین گرہ دے باہم
یا رو رخانہ و من گرد جہان میگردم
مارا ایک ایک طمانچہ نہ خدا کا کر بیم

در کو اُس حجرے کے محکم کیا دے کر زنجیر
آخر کار کہ جو وقت ہوئی رات اخیر
سو رہا اپنی جگہ آن کے پہر وہ بے پیر
لیچلا صبح اُنھین مارنے گردن وہ لئیم

دودھی وہ مومنہ روتی ہوئی اُنکے دنبال
دین کو واسطے دنیا کے نکھو تو جنڈال
لگی کہنے کہ نہ کر قتل کا اُنکے تو خیال
ای سقی دلمین ترے کچھ بھی خدا کا ہی بیم

اقربا مین ہین محمدؐ کے یہ دونون مظلوم
باز آ اس عمل زشت سے اے مرتد شوم
لیچلا ان کو تو اب کاٹنے اُن کا حلقوم
مت ہو محشور قیامت مین تو با اہل جحیم

سنکے یہ بات غضبناک ہو وہ تخم حرام
اُسین پہونچا زن بیچارہ کا فرزند و غلام
زن کو مجروح کیا تیغ علم کر زینہار
کہا اُن دونون نے ای آل محمد کے غنیم

باز اس فعل سے آمان خدا کو جلاد
سن کے یہ حرف بر آشفتہ ہوا بد بنیاد
عاقبت اپنی نہ دے واسطے زر کے برباد
ماری شمشیر کہ پہونچے وہ بجنات نعیم

راوی کہتا ہی کہ اب آگے کہون کیا بھا[illegible]
قتل جب کر[illegible]ین وہ بدذات
[illegible] اب ذات
بولے وہ اُسکے تئین کر کے سلام و تسلیم

رحم کر ہم پہ تو اب بہر خدا اے بدخو
بیچ لے ہاتھ کسی شخص کے جا کر ہم کو
یون ہی گر دلین ہے تو کاٹ ہمارے گیسو
مدعا قتل ہمارے سی اگر ہے زر و سیم

سُن کے یہ کہنے لگا دونون سی وہ دشمن دین
غرض اُن دونون یتیمون پہ ہوئی موت یقین
رحم گر چاہو تو کچھ نہ رہے مرے دل مین نہین
چپ ہوئے ہو کے وہ راضی برضا و تسلیم

آخر کار جو بے رحم نے کھینچی تلوار
خوف اتنا نکر اب پہلے تو مجکو ہی مار
کہا ہر ایک نے اُس سے یہی رو رو کر زار
دیکھ سکتا مین نہین بھائی کی گردن ہو دونیم

آگے کیا اُسکے ستم کو مین کہون واویلا
جس کا تھا نام محمد اُسے پہلے مارا
جسطرح دونون یتیمون کے تئین قتل کیا
پھر جدا تن سے کیا اُن نے سر ابراہیم

راوی کہتا ہے کہ جب کاٹ لیے اُنکے سر
بیٹھ گئے چھاتی سے چھاتی کو ملا ایک دیگر
دونین دریا مین دیا ڈال تنون کو لے کر
آخر الامر تہ آب وہ مظلوم یتیم

آج سودا ہمین تو خوب رُلایا تو نے
کہہ کے یہ مرثیہ جیسا کہ پڑھایا تو نے
دل سے ہر ایک کی شادی کو بھلایا تو نے
حشر مین اسکی جزا دیوے تجھے رب کریم

مرثیہ دیگر

گردون پر از خروش و فغان وامصیبتا
آفاق بزم ماتیان وامصیبتا
شیون دردن کون و مکان وامصیبتا
عالم تمام گریہ کنان وامصیبتا

خلقت نے شکل جون مہ نو خاک سے ملی
ہر شہر کوچہ کوچہ وہر دہ گلی گلی
دنیا کی جیب چاک ہی جون گل کی ہو کلی
واحسرتا جو یان ہی تو وان وامصیبتا

گرنیکو سر پہ خاک اُٹھاتے ہین یہ ملک
زیر زمین عجب نہین آجائے گر فلک

روح الامین کے خون سے ہے آغشتہ پر ملک
حورون کے ہے یہ ورد زبان وا مصیبتا

افلاک ہے دردون بردنسے پر از ملال
موجب ہے اس عزا کے کرے گر کوئی سوال
[illegible]ے فرش تا بعرش کیا غم نے پائمال
[illegible]ن کیا کرون کہون تو بیان وا مصیبتا

نہ ہو گیا ہے جن و ملک سے دونکا قوت
سیون کے [illegible]
[illegible]را پڑا ہے رن مین اک ایسے کا آج پوت
[illegible] امر غیب نہ ہان وا مصیبتا

نا منصفی کو چرخ نے اتنا دیا رواج
اک بدترین خلق کے خنجر سے زمین آج
دستار سی شرف کی [illegible] خونمین تاج
بے سر ہے فخر [illegible] دو جہان وا مصیبتا

گیا لغو گر گیا حرکت چرخ بے ادب
ڈوبا پڑا ہے خون مین ارکان دین اب
ایمان کے گھر کا بیٹھ گئی سقف ہے غضب
شہتیر سا ہر ایک جوان وا مصیبتا

حیوان تمام ناطق و مطلق بکائنات
پانی بغیر ساقی کوثر کی ذریات
سیراب سب ہین بلکہ جمادات و ہم نبات
گذرے جہان سے تشنہ لبان وا مصیبتا

افسوس جا کے آب تک ابن شہ نجف
خاطر سے بھی نہ ڈالدی پانی کی بھر کی کف
دریا مین منہ کو کھولکے رہجائے جون صدف
اہل حرم کو تشنہ دہان وا مصیبتا

تا عرش پہونچی شعلہ کی ائی جیسے سی زبان
تن خاک پر ہے صاحب خیمہ کا فرش ران
استادہ تھے طناب کے جسکے ملایکان
مذبوح وہ پڑا ہے جہان وا مصیبتا

لوٹی ہے اتنی دست ستم سے وہ بارگاہ
امت کے یہ عمل ہین نہین غیر کا گناہ
یا ہم دکھاتے پر چونکو بھرتے تھے روسیاہ
سنتے ہوا ہے محمدیان وا مصیبتا

شاید محرران ازل کر اسے رقم
ہو اہل دین سے یہ عمل زشت سے ستم
جاتے رہے ہون دفتر بخشش سی یکقلم
اے غافلان خواب گران وا مصیبتا

اس کام سے عجب نہین امت نے جو کیا
ایسے چراغ دین کو بجھا تار کر دیا
بیٹھے ہون سر بجیب نبی پیش انبیا
عالم بچشم عالمیان وا مصیبتا

حیران ہو نہین یہ قوم بد اعمال و زشت خو
جن نے کیا یزید کے اجرائے کار کو
عقبے مین ہوگی کیونکہ محمد کے روبرو
خون اُسکی بوسہ گہ سے روان وا مصیبتا

محشر مین آہ فاطمہ جب یون قدم دھرے
اور گود مین جگر کے وہ ٹکڑے ہرے ہرے
سر ہاتھ مین ہو دوش پہ کپڑے لہو بھرے
تب کیا کرین یہ بے خبران وا مصیبتا

پوچھے جو مسلمین سے نبی کے وہ نور عین
ایمان کا پھر جو فہم ہو جوپائے مشرقین
مارا ہے کس گناہ پہ تم نے مرا حسین
اس حرف کا جواب کہاں وامصیبتا

جس پردے کی ملک نہوے محرمان راز
اُن اشتروں کی پشت پہ بے حجلے نہیں حجاز
دیکھا نہ مہر و مہ نے اُدھر چشم کرکے باز
بیٹھی ہیں اُسکی پردگیان وامصیبتا

خورشید سوے ابر چلا دیکھ وہ [illegible]
لرزہ تھا [illegible] ت وشکوہ
[illegible] ہر ایک کوہ
آئی ندا از راز نہان وامصیبتا

مقتل کو اُس گروہ سے [illegible] جسدم کیا گذر
تب جبرئیل زانوے غم سے لگا کے سر
آواز ہلے ہائے گئی عرش کے ادھر
بولا کہ اے امام زمان وامصیبتا

جنت کی ہے فضا سے دل اُسکا نپٹ اُداس
خنجر گلوے تشنہ پہ چلتے وہ کرقیاس
صورت ہے تیرے حال کی ہر آن انکی پاس
کہتا ہے دیکھ آب روان وامصیبتا

صورت علی و فاطمہ کی کب ہو چین کی
بچھڑا گیا ہو گود سے جس والدین کی
گویں کہوں جگہ مجھے مجھو حسین کی
خاطر ہو انکی کس سے نشان وامصیبتا

کس شکل ہاے جا کے میں سمجھاؤں اب انھیں
لا کر کسی مقام میں سمجھائیں سب اُنھیں
سمجھائے سے کسی کے تسلی ہو کب انھیں
بیٹھیں کہیں وہ غمزدگان وامصیبتا

الحق ہے جائے گیونکہ غم اُنکے خیال سے
جو کچھ کہ بچ رہے ہیں جدال و قتال سے
فرزند جنکے رزمین پہ پڑے ہوئیں لال سے
سو یوں اسیر ردسیہان وامصیبتا

غیر از غبار راہ نہیں اور کچھ حجاب
نیزے پہ پیش پیش سر ابن ابو تراب
چادر نہیں سروں پہ بجز چادر سحاب
با چشم نیم وا نگران وامصیبتا

کٹتی ہے اہل بیت کی یوں صبح و شام راہ
روے زمین پہ عابد مضطر دن تمام راہ
منزل کی پوچھنا انھیں ہر ایک گام راہ
مانند طفل اشک دوان وامصیبتا

گرد اُسکے گھیرے جاتی ہے یوں شاہ کی سپہ
ٹک ٹھہرے گر کہیں تو اشارہ وہ روسیہ
کانٹا نکالنے کو قدم سے وہ بے گناہ
کرتے چلیں بنوک سنان وامصیبتا

تا شام قتل گاہ سے اس شکل وہ پلید
آئے نہ بات کہنے کی نہ طاقت شنید
لائے حرم کو آہ باین محنت شدید
جو کر چلے یہ مدعیان وامصیبتا

سودا خموش زیادہ نہ کر اب سخن کو فاش
اجزا دگر نہ ہوں گے عناصر کے پاش پاش

ہوئے ہی بدسلوکی چرخ جفا تلاش
ختم آگے اہل بیت کے یان وامصیبتا

شاہا ہمیشہ اشک مری چشم نم مین رکھ
اس روسیہ کو یان تئین اپنے تو غم مین رکھ
اپنے عزا کی تا بقیامت الم مین رکھ
نکلے بدن سے کہتی یہ جان وامصیبتا

مرثیہ دیگر

ہاے وہ ناتی تمھارا یا نبی
ظالمون نے کر بیچارا یا نبی
فاطمہ کے من کا پیارا یا نبی
کیا کہون کس طرح مارا یا نبی

وان موا پیاسا ترا لخت جگر
گرچہ تھا اک تیر کے پرتاب پر
تھے جہان سیراب حیوان سر بسر
وان سے دریا کا کنارا یا نبی

گوسفند دن کا جو کاٹین ہین گلا
ذبح کرتے وقت ایسے کو بھلا
انکو بھی دیتے ہین پانی اولا
نیر نہ میٹھا نہ کھارا یا نبی

شاخ سے کوئی اگر توڑے ہی پھول
اس تن نازک سی کہ تو کس اصول
دیکھنے والے کا دل ہووے ملول
ظالمون نے سر اُتارا یا نبی

فاطمہ سی کہ کہ ہو وین داد خواہ
وہ گلو جو تھا ترا انت بوسہ گاہ
قتل یون شبیر ہووے بیگناہ
وان چلا خنجر دو دھارا یا نبی

گر کہین مرجائے کوئی بیوطن
یون پڑا سوکھے تری پیاری کا تن
اُسکو بھی ملتا ہے دس گز کا کفن
نے جنازہ نے گہوارا یا نبی

سنگی کوئی بھائی بچا نے ابن عم
ہو گئے سب طعمۂ تیغ ستم
لاش پر ہے لاش بیٹون کی بہم
گھر کا گھر اجڑا ہے سارا یا نبی

ایک جو جیتا بچا ہے عابدین
کوئی عترت کو نظر آتا نہین
اُسکے بھی جینے پہ ہی کسکو یقین
اب تسلی دینے ہارا یا نبی

صبح سے منزل چلے وہ تا بشام
ٹھوکرون سے اڑ گئے ناخن تمام
تلوون مین کانٹے چبھے ہر ایک گام
دشت یہ پر ہے زخارا یا نبی

کہ تو اس بیکس کی کیا تقصیر ہے
گر جگ اسکی جلد جو تدبیر ہے
اُسکے پاؤن بیچ کیون زنجیر ہے
ہو یہ دکھ کب تک گوارا یا نبی

ایک تو غم سے پدر کے سینہ ریش
اشقیا بکتے ہین جو کچھ گرد و پیش
نشتر طعن و طنز سے سو دل مین نیش
بکسکو ہے کہنے کا یارا یا نبی

تب سے جلتا ہے بدن خورشید وش
کچھ نہین ہاتھ اُسکے اور اسکو ہے غش
اس مصیبت پر علاوہ ہے عطش
راہ پہ چلنے کا نہ سہارا یا نبی

گیا کرون غارت کا عترت کے [illegible]
اُنہ [illegible] شامیان
[illegible] درمیان
تم پہ ہے سب آشکارا یا نبی

برزے برزے ہو گیا اکبر مرا
خاک مین اس وقت کی آگر مرا
گود سے میرے گیا اصغر مرا
مل گیا ہر ماہ پارا یا نبی

دیتی تھی اُنکے عوض روز ازل
مل سکے سب سمجھا رہی پر اُس محل
دو کٹت کو نہین بجلو سے خلل
مین نہ وان دامن پسارا یا نبی

سو بڑے گے سر کا برچھی پہ وہ خال
باپ نے جب کھینچکر ڈالی نکال
تیر کی تھی حلق مین چھوٹے کے بھال
خون کا اُچھلا پھوارا یا نبی

تر و تازہ ہے جہان پانی سے خلق
پانی کا کرتے تھے وان وہ تشنہ حلق
پیاس سے جو نکو میرے تھا یہ قلق
ہچکیان لے لے اتارا یا نبی

ڈس گیا داماد کو نیزہ ہو ناگ
اقربا مین ہین عجب میری بھی بھاگ
ملگیا ماٹی مین دولھن کا سہاگ
نحس اتنا بھی ستارا یا نبی

بخت بد کی گیا کھون مین کوک چوک
گھر کا گھر میرا دیا آفت مین جھوک
لگ گئی کس کی نجانے مجکو ٹوک
لون مین جا کس کا سہارا یا نبی

ہووے جس دن عرصۂ یوم التناد
حال فرزندونکا اپنے رکھیو یاد
لیجیے ہر مظلوم کی ظالم سے داد
بیکسون کا تم ہو چارا یا نبی

الغرض بانو یہ جب کرتی تھی بین
ایکدل کو وان نہ تھا اک لحظہ چین
ہر طرف خونناب دل روتی تھی مین
آب تھا ہر سنگ خارا یا نبی

سودا مجرم ہے بڑا اے شاہ دین
اور کسی جاگہ مفر اُسکو نہین
رد نہین ہے حشر مین جسکے تئین
ہے یہ ادر دامن تمھارا یا نبی

مرثیہ

کہون کس سے فلک کی بیوفائی
کہیں بھی تخت کی رات ایسی آئی
کہ جن نے آج یہ شادی اٹھائی
کہ نبرے سے ہو بنری کی جدائی

وہ بنرا [illegible]
سو دشت کربلا مین ملکے ظالم
نہ اسکے تھے ملائک بسکے خادم
سر اسکا کاٹ [illegible] یہ بھی خدائی

کہے مان اسکی ایسا دکھ سہون مین
کہو تو یہ کہ جی کر کیا کرون مین
مرے قاسم سا بنڑا اور جیون مین
عجب ساعت سے یہ شادی اٹھائی

نہو غم کسطرح اس شادی کا باب
ندین دولہا کو ہرگز قطرہ آب
کہین یہ رسم دیکھی تم نے احباب
اجل جی نیگ لے شربت پلائی

منڈھے کا چھاؤنا کب ہو میسر
دھری تھی بیاہ کی خونسے لگن بھر
نہین چادر کسی سمدھن کے سر پر
کٹی کنگنے کے بندھتے ہی کلائی

کسی سا چق کا دیکھا ہے یہ آئین
بنائین کھانچیان نیزونپہ دھرلین
کٹم کے سر کٹا کر مٹکیان لین
چلے دولھن کے گھر یون لے مٹھائی

کرون کیا ذکر آتشبازی کا مین
اٹھایا بیاہ ایسا آسمان نین
انار آسا اگن سے دل بھرے ہین
رہی ہے چھوٹ ہر منھ پر ہوائی

ہوا ہے ہم زن شادی تو بدذات
کیئے مہندی کی شب بنری نے ہیہات
کٹی اس بیاہ مین یون مہندی کی رات
بنے کی خون سے سینچی حنائی

یہ سب بنروں نسے بنرا ہے نرالا
جہان بیٹھے تو ہے لو ہو کا تھالا
چلے آنکھوں نسے جسکی خونکا نالا
عجب اسکے لیئے مسند بچھائی

زمین و آسمان گر کوئی چھانے
کہین دیکھا کہ دولہا کی قضا نے
نہ ان رسمونکے وہ پاوے ٹھکانے
لیا ہو نیگ سر سہرا بندھائی

گل آرائش کریان زخم بدن ہین
برنگ لالہ خونسے سرخ تن ہین
کنول کے پھول چاک پیرہن ہین
اسے کیسے غضب یا کد خدائی

چڑھے جب بیاہنے بنری سی بر کو
لٹایا چرخ سنے دونون کی گھر کو

کوئی کوٹے ہے سینہ کوئی سر کو
جو نوبت ہے تو یہ نوبت دھرائی

زہے شادی کہ جسمین تحنت کی رات
کہون کیا آرسی مصحف کی ہن بات
انگاکے ہوئی پٹنے مین نوبات
نہ پھر دولہا نے شکل اپنی دکھائی

کہین یون بیاہ مین گائی بدھائی
وہ باہم سمدھیانے کو پٹائی [illegible]
کہ ہر اک نوحہ گو نوحے کو آوے
[illegible] ہر ایک [illegible] بڑھائی

کسی نے کھا[illegible] اس بیاہ کی پان
دیے ہین سمدھ[illegible]نکو ہار جو یان
لہو کے سرخ ہین لوہو سے دندان
سو زنجیر انکی گردن مین پنہائی

زہے یہ بیاہ جسکی [illegible] تک دھوم
بچاری سمدھنون کو کھانا معلوم
مرین پیاسے براتی ہوکے مظلوم
سبھون نے زہر ہی رو جان اپنی گنوائی

کہین یہ بیاہ کا دیکھا ہے معمول
بنی سر خاک کر منہ سے ملے دھول
کہ شہ کی چوتھی کو تیجے کی ہون پھول
کہین یون کھیلنے مین چوتھی آئی

غرض ارض و سما تا ہوکے برہم
کریگا نیک و بد کے دل مین گھر غم
رہیگا جگ مین اس شادی کا ماتم
نہین شادی یہ آفت ہے سمائی

خموشش ہو سودا یان آگے نہ بول اب
ترا کونین سے بر آوے مطلب
کہ ہے اس غم سے عالم جان برلب
کہ جیسی تو نے یہ خلقت رلائی

مرثیۂ مفردہ

اے امام زمان واویلا　　سید دو جہان واویلا
آج تجھ یادگار حیدر کا　　نہین جگ مین نشان واویلا
رن مین بے سر پڑا ہے تیرا تن　　شاہ کون و مکان واویلا
نازک اندام پر ترے رنگین　　زخم تیغ و سنان واویلا
لوتھ پر تیری کوئی آج نہین　　شیر بن پاسبان واویلا
تجھ بغیر از مدینہ ہے سونا　　اے محمدؐ کی جان واویلا
جو کہ گذرا ہے تجھ پہ جور وستم　　کیا کرون مین بیان واویلا
خلق سیراب و تشنگی سے تری　　خشک منہ مین زبان واویلا

ظالمون نے بُلاکے یان بدغا تجھکو مارا ندان واویلا
خاک و خون مین پڑا ہی تیرا تن ہو کے بے خانمان واویلا
دھڑ تراارن مین آہ تڑپے ہے سر بنوک سنان واویلا
خون مین ڈوبا پڑا ہے گرد ترے رشک مہ ہر جوان واویلا
[illegible] ین بیو [illegible] ہے کس و بے کسان واویلا
وارث اب عابدین بن کوئی [illegible]ز ہا در میان واویلا
منھ پر اُس طفل کے برستی ہے کیا یتیمی کی [illegible]ان واویلا
ہاتھ مین اُسکے بختیون کی مہار صورت [illegible]ربان واویلا
آج قاسم بنے کا سُرخ دہن خون سے ہے جاے پان واویلا
سر سے تا پا علی اکبر کا تن ہی لوہو لہان واویلا
علی اصغر کا آب پیکان سے تر ہوا ہے دہان واویلا
اُسکے ماتم مین شہر بانو کی چشم ہے خون فشان واویلا
یاد کر دمبدم اُسے اب وہ یون کرے ہے بیان واویلا
کیا ہی تو داغ دیگیا دلمین ہاے مادر کی جان واویلا
تیر تجھ حلق مین لگا کس کا تھی وہ کس کی کمان واویلا
نہین چادر بھی مجھ کنے جس سے پونچھون تیرا دھان واویلا
کاش لیجاتی مین مدینے تجھے رن مین میرے پران واویلا
پانی ہو تو دھوؤن ترا کرتا یہ جو ہے خون چکان واویلا
دل مین رہتا ہے تیری صورت کا روز و شب مجھکو دھیان واویلا
پالنا خالی ہے جھلاؤن تجھے کر کے اُس مین گمان واویلا
غرض اسطرح بانو کرتی ہین رو رو آہ و فغان واویلا
جسکو سُن سُن کے کانپتی ہی زمین لرزے ہے آسمان واویلا
اس سے آگے کسی کو سننے کی نہین تاب و توان واویلا

ختم تو کر کے مرثیہ سودا
یہی کہہ ہر زمان واویلا

مرثیہ دیگر

کرتی ہین بانو یہ زاری یارسول
مر چلی ہے غم کی ماری یارسول
اب سکینہ بھی تمھاری یارسول
باپ بن باباکی پیاری یارسول

کسطرح سے کہ تو بہلاؤن اُسے
ہو سمجھ اسمین تو سمجھاؤن اسے
باپ کیدھر ہے جو دکھلاؤن اُسے
یہ تو نادان ہے بچاری یارسول

دیکھ حال اُسکا جگر میرا پھٹنا
ان نے جسکے پاؤن [illegible]
رات رو رو کر مین اپنا سر دھنا
اُس کو باباکہ پکاری یارسول

گر اُسے نیند آکے جاتی ہے اُچٹ
جاے ہے رو رو کے اسکا دم پلٹ
ہاے بابا ہاے بابا پھر ہے رٹ
رات یون کٹتی ہے ساری یارسول

مجھسے کہتی ہے کبھو ہو بیقرار
پر کبھی روتی ہے ایسا ڈھاڑ مار
مان کہین تو جاکے باباکو پکار
خون دل ہوتا ہے جاری یارسول

کہتی ہون ٹک چپ ہو بابا آئیگا
ہاے کب بھول اسکے دل سے جائیگا
بی بی کی خاطر کھلونے لائیگا
مین تو اب پھسلا کے ہاری یارسول

باپ کو دیکھے گی یہ روز جزا
دل ہوا بے آس اس سے بھی مرا
جھوٹی باتین مین بناؤن تا کجا
دیکھ اسکی بیقراری یارسول

اسکو تسکین دوین لیجا کر کدھر
باپ کا اسکو دکھا دیتے ہین سر
رونے سے ذرہ بھی تھمتی ہے اگر
لا کے یہ ملعون ناری یارسول

جتنا کہتی ہون کہ اسکو مت دکھاؤ
ڈر خدا کا بھی تو اپنے دلین لاؤ
سر کو اسکے باپ کے اس سے چھپاؤ
کون سنتا ہے ہماری یارسول

چند روز اسکا رہیگا گر یہ حال
باپ کا غم جان کا اسکی ہے کال
پھر نہین جینے کا اسکے احتمال
اسکو ہے اب دم شماری یارسول

اکبر و اصغر سے ہو بیٹھی نراس
میرے سامی کی یہی اک میرے پاس
عابد بیمار کی ہے کس کو آس
رہگئی ہے یادگاری یارسول

یہ ستم اور ظلم مین کب تک سہون
جی مین آتا ہے کہین جا مر رہون

ایک دکھ ہو دل پہ تو اسکو کہون
زخم ہے کاری پہ کاری یا رسول

کھا گئی شمشیر اکبر سا جوان
طوق عابد کے گلے کے درمیان
تیر کا طعمہ ہوئی اصغر کی جان
جسم سے اُسکے بھی بھاری یا رسول

پانی کی رہ ظالمون نے بند کی
[illegible] فرزند کی
بات مانی ہو نہ ان کی پند کی
تن سے پیاسی ہی سدھاری یا رسول

آدم و حیوان سے لیکر تا بہ مور
پانی دینا مین بہت شیرین و شور
پیتے ہین پانی کروڑون در کروڑ
نے انھین میٹھا نہ کھاری یا رسول

یہ ترے فرزند پر ہو ظلم دہر
دیکھتی ہون گر کہین پانی پہ لہر
[illegible] دنیا سے پیاسا ہے قہر
لگتی ہے مجکو کٹاری یا رسول

کیا کرون بیٹی کی شادی سے سخن
نتھ سہاگ اپنے کی کھلا کر دلھن
بھر کے لوہو سے دھری گو یا لگن
تخت چڑھتے ہی اُتاری یا رسول

بیٹی کو دولھن کہین ہو بیاہ جب
آرسی مصحف نے کیون شادی کی شب
اس دولھن کو بیوہ زن کہتے ہین سب
کی نہ اس سے سازگاری یا رسول

دلہن سمدھن کیا نہ کہتی ہوئے گی
بدشگون کہہ کہ بہو کو روئے گی
لال سا بیٹا جو اپنا کھوئے گی
کسطرح کی ہے یہ خواری یا رسول

ہے یہی بہتر کہ مین بھی اب مرون
معذرت تسدن مین سمدھن کی کرون
ایک دُکھ جو ہووے تو اسکو بھرون
یا نبو کی غمگساری یا رسول

رات دن اس غم سے مین سوتی نہین
اس مصیبت بیچ کب ہوتی نہین
کس گھڑی مین پیٹتی روتی نہین
حال ہے مجھپر یہ طاری یا رسول

مہربان کرتی تھی جب بانو یہ بین
پیٹ سر گاہے کہے تھی واحسین
تھا عجب ارض و سما مین شور و شین
گاہ رو رو کر پکاری یا رسول

مرثیہ دیگر

غم ہے مجنون حسین و دل عالم وادی
چاک نے پیرہن خلق کے ہو کر ہادی
اشک کی فوج ہے زنجیر بہ از فولادی
چشم سے تا بقدم راہ اُسے بتلا دی

غم ہو سینے مین تو کیونکر نہ کرے اشک ہجوم
مل کے باہم یہ محرم مین مچاتے ہین دھوم
طفل و دیوانہ چلے آتے ہین لازم ملزوم
جسکو دیکھون ہون سو ہاتھ انکے سے ہی فریادی

پھر یہی از سر نو جب سن ہجری کا سال
دیکھکر اُسکو یہ ہو جائے ہے اُسکا یہ حال
شعلہ کر دے ہی اُسے ماہ محرم کا ہلال
کہ نہ ویرانہ ہی چھوڑے ہے نہ پھر آبادی

آہ ہی اُسکا علم اور سر شک اُس کی فوج
گرچہ کو عشرت کی مغایبت کرے اُسکا اوج
[illegible] اذیت [illegible] تلک مارے موج
تاب کیا رہ سکے دلمین جو سرور و شادی

ایکدن غم سے خوشی نے یہ کہا سن اے غم
کام دنیا کا ترے ہاتھ رہے ہے درہم
تجھسے بیچین ہے تا حور و ملک سے آدم
دلکو آفاق کے تین کس لیے بیدادی

سن کے بولا جو اذیت مین ہین مجھسے احباب
اُنکے احوال کو ٹک دیکھیو تو روز حساب
حق مین انکی یہ اذیت تو سمجھ عین صواب
تیرے سکھ دینے سے جن شخصون کے دل مین عادی

وہ مسلمان ہین کرین آج گریبان نہ جو چاک
وہ مسلمان ہین نہ منہ پیٹین جو ہو کر غمناک
وہ مسلمان ہین نہ ڈالین جو سر اپنے پر خاک
وہ مسلمان ہین تجھے دلمین جنھون نے جا دی

وہ ہی دیندار ہے جسے آل نبی کا ہو درد
وہ ہی دیندار بھرے آج کے دن جو دم سرد
وہ ہی دیندار ملے چہرے سے اپنے جو گرد
وہ ہی دیندار جسے اندنون مین ایذا دی

کسطرح دو نین کہو دل کو محبون کے چین
کیا کون تجھسے مفصل اسے یعنی کہ حسین
تشنہ لب ذبح ہوا سبط رسول الثقلین
باپ جسکا ہی علی ماں ہے پیمبر زادی

خویش و فرزند و عزیز اُسکے لیے جسدم مار
جتنے نامرد تھے دنیا کے اُنھون سے تلوار
تن تنہا وہ رہا اُسپہ تو پھر ایک ہی بار
نہ سکیلے کی چلے بن رہی نہ فولادی

گذری اُسدم جو کچھ اُس سید ابرار کے سر
نہوئی ہوگی نہ ہووگی گنہگار کے سر
سبط احمد ولد حیدر کرار کے سر
کسی جلاد سے آفاق مین یہ جلادی

جو رہ زخمی ہو گرا گھوڑے سے جب وہ شہ دین
خاک پر ڈال دیا اُس تن عریان کے تئین
اُن نے سر کاٹ لیا تھا جو وہ اک شمر لعین
نہ کفن کے لیے دی اُسکو گزی نے کھادی

دیکھ وہ سر کہا جن نے ہی یہ صورت کس کی
ہی یہ وہ شخص کہ ہی بنت نبی ماں جس کی
یہ سخن بولی لعینون مین زبان جس کسکی
باپ کو تھا یہ نبی رابطۂ دامادی

جب لگے چلنے لعین دھر کے وہ سر نیزے پر
اپنے کشتے تو کیے دفن جنازہ پڑھکر

وہ جو فرزند محمد کے پڑے تھے بے سر
تا چہل روز بہتر تن نہ بچا اُس سے ٹھانو
ہائے اِسطرح کیا قتل نبی کا وہ گانو
ایک کی لاش زمین کھود نہ وان گڑوا دی
[illegible]ن پڑے تھے کہ کہی دھوپ تھی اُنپر کہ چھانو
[illegible]ہر اسلام مین تھی جس کے سبب آبادی

[illegible]خ نے تخم ستم واسطے اُن کے بویا
تیغ لیوا سے [illegible] سے دیا
[illegible]ہا اس تخم کے پھل کھانے کو ان کا جو یا
گردن آل محمد پہ خط آزادی

نہ تو سمجھے یہ لعین ذات خدا کو حاضر
دین سے منہ موڑ کے دریا مین لہو کے آخر
نہ کیا پاس علی کا نہ نبی کی خاطر
کشتی آل نبی شامیون نے بٹھلا دی

لوٹ کر لیچلے جب اہل حرم کو ہیہات
جو سوار اشترونکی پشت پہ تھین مستورات
اُس مصیبت کی کہان تاب جو کہہ سکتی بات
مان بتول اُنمین کسو کی تھی کسو کی دادی

قصہ لیجانیکا آگے نہ گیے یہ ناکام
اہل بیت نبوی شقیون نے پہونچا کر شام
ہے یہ ڈر سوئے ادب پر نہو اسکا انجام
جا کے دی اپنے خلیفہ کو مبارکبادی

غدر وہ آل نبی سے کیا شیطانون نے
حیف کفار کے نزدیک مسلمانون نے
نہ جسے آنکھون ہی دیکھا نہ سُنا کانون نے
کر دیا خانۂ دین بیت ہو جون ایرادی

پس خوشی از رہ انصاف کر اب اسکو غور
ان دونون تجھ سے موالی رکھین صحبت کسطور
اشقیا جب کرین مولائے دو عالم پر جور
دلین کسطرح محبون کے ہو جائے شادی

مہربان غم نے خوشی کو جو کیا بحث مین بند
دل سے عالم کے اڑی یون کہ جون آتش سے سپند
کھائی اُنکی محرم مین خوشی نے سوگند
ظالمون پر گئی نزدیک خدا فریادی

مرثیۂ دیگر

گیا گودی مین جب مرجھائے اصغر
فلک ایسا ستم دکھلائے اصغر
لگی بانو یہ کہنے ہائے اصغر
جیون مین اور تو مرجائے اصغر

نہ تھی اُمید تو یہ دن دکھاوے
اکیلا یون مجھے تو چھوڑ جاوے
شب و روز اپنے ماتم مین بٹھاوے
یہ مان اب کس سے دل بہلائے اصغر

مری گودی سے کیونکر اُٹھگیا تو
مین حیران ہون یہ کیا جادو کیا تو
نہ پاؤن سے کبھی ہرگز چلا تو
تجھے اب کون مجھ تک لائے اصغر

جو کوئی تجکو اب مجھ پاس لاوے
تری ماں ہر دم اُسکے صدقے جاوے
وہ باندی کر مجھے اپنی بٹھاوے
سبب جسکے سے تجکو پاوے اصغر

تجھے جب پیار سے ٹک مین بلاتی
جو روتا تو ہنکھورے مین جھلاتی
تھپک کر گود مین اپنی سُلاتی
یہ دکھیا اب کسے بہلاوے اصغر

مری آنکھون کا تو نور بصر تھا
تجھی سے اے بچے روشن یہ گھر تھا
[illegible]
تو کیون جاتا ہے روٹھاوائے اصغر

سکینہ پوچھتی یون مجھ سے آئی
جگاؤ سے نہین اُٹھتا جو بھائی
اسے معتاد کیون زیادہ کھلائی
اے ماں کسطرح بہلائے اصغر

بہن کب تک ترے بن دکھ بھریگی
نہ بھائی ساتھ ہی تیرے مریگی
جو تو ہی نہین تو گیا جی کر کریگی
گئی ہے یہ بہت گھبرائے اصغر

وہ قوم بے حیا دور از حمیت
ہمین اے کاش کے دیتی اذیت
ستم ہی کی اگر رکھتی تھی نیت
روا رکھتی نہ وہ ایذائے اصغر

چھٹ اسکے کیا تھی اس بچے کی تقصیر
بھلا اسیر اسے یون مارے تیر
کہ رو رو کر طلب کرتا تھا یہ نیر
کہ منہ کو کھول کر رہجائے اصغر

چھدا اگر تیر سے پیاسا گلا تو
بلا یون بول تو منہ سے بھلا تو
مجھے دکھیا کر اس جگ سے چلا تو
تری ماں ڈھکتے تری چلائے اصغر

لیے گودی مین اس کو شہر بانو
کہے تھی ہائے یارب مین نہ مانو
کبھی بیٹھے تھی سر ادر گاہ زانو
نہ جبتک تو مجھے بلوائے اصغر

جہان اک بوند پانی کی نہووے
ترے کرتے کا لوہو کیونکر دھووے
کرے کیا گر تری ماں وان نہ رووے
تجھے کس چیز سے نہلائے اصغر

نہ یان کپڑے کا ٹکڑا ہے کفن ہے
اُٹھانیکا ترے کہ کیا جتن ہے
نہ کوئی ساتھ اپنے گور کن ہے
کوئی کیونکر تجھے گڑوائے اصغر

جو روٹھا ہو تو مین تجھکو مناؤن
یہ غم مین کسطرح دل سے بھلاؤن
اگر جاتا رہا ہو ڈھونڈھ لاؤن
تجھے جب اس طرح موت آئے اصغر

مین گیا کہکر تجھے بچے پکارون
جو بولے تو تو جی تجھ پر اپنا وارون

کدھر جا کر مین اپنا پیٹ مارون	کہانتک مان ترا غم کھائے اصغر
بچے مین کاشکے جایا نہ ہوتا	مرا بیٹا تو کہلایا نہ ہوتا
تو یہ دُکھ تونے یہان پایا نہ ہوتا	گیا تو پیاسا جہان سے جائے اصغر
گئے تھی مین تو اب آویگا سیراب	کوئی دم اس بچے کو ہوئیگی تاب
پلایا کسطرح کا [illegible]سکو مین آب	ہوا یہ جس سے اے بابائے اصغر
وہ دن جسدن سی خطرہ مین جہان ہی	زبان پر سب کی حرف الامان ہی
یہ اُسدن آرزو سے مہربان ہے	کہ اس عاصی کو تو بخشائے اصغر

مرثیہ حضرت

مقتول حق ہی جسکو کچھ غم حسین کا ہے	لازم جہان مین ماتم ہردم حسین کا ہے
جن و بشر مین شیون باہم حسین کا ہے	یہ غم حسین کا ہے ماتم حسین کا ہے
یہ غم ہی تا قیامت ہردم ہوئے ہے برپا	ہی عنقریب ہووین افلاک جا سے بیجا
آواز صور جیسے ہر ایک کا ہے نعرا	شیون ز شور محشر کیا کم حسین کا ہے
پوچھے جو کوئی مجھسے کیا دون جواب اُسکو	کب اس ستم کی آوے سننے کی تاب اوسکو
ہی جو بشر جہانمین ملتا ہے آب اُس کو	خنجر سے حلق پیاسا تو اُم حسین کا ہے
پانی سے اے عزیزو سب کی ہی زندگانی	پونچا نہ جسکو ان نے مرگ اپنے جی مین ٹھانی
دیویگا کون اُسکو وان بھر کے جام پانی	جسکو مین سوچتا ہون سو جم حسین کا ہے
سب خویش و اقربا تو اُسکے گئے ہین مارے	پانی لے آئیکو وہ کس کے تئین پکارا ہے
سیراب جس جگہ ہین وحش و طیر سارے	ہونٹو نہ تشنگی سے وان دم حسین کا ہے
سب یار و یاور اُسکے مارے پڑی ہین رنمین	کوئی نہین ہی اُسکا اب بیکسی کے تئین
اندیشہ ٹک کرو تو یارو کہ جوک من مین	غربت سوا کوئی بھی ہمدم حسین کا ہے
جان بر لب آرہا ہے دل زندگی سے مایوس	اندیشہ آبرو کا اور فکر پاس ناموس
کوئی نہ پاس اُسکے تھا وہ جنھون سے مانوس	مین کیا کہون کہ یہ کچھ عالم حسین کا ہے
نے دوست پاس اُسکے کوئی نہ آشنا ہی	ڈالے نہ دشمن اوپر ایسی فلک تبا ہی
آگہ نہین ہی اُس سے کوئی مگر خدا ہی	اس حال مین محبو محرم حسین کا ہے

تیغ ستم سے بھائی جا جس جگہ موا ہے
بیٹا رہا سو دونون کی لوتھ پر گرا ہے
اُسکا بھتیجا مارا وہین پڑا ہے
قتل اسطرح قبیلہ ہمہ حسین کا ہے

صورت یہ کشت و خون کی بن کربلا مین آئی
یون گردن اپنی کن نے سع اقربا کٹائی
تڑپے ہے یان بھتیجا وان لوٹتا ہے بھائی
کٹنے کا جسطرح سے عالم حسین کا ہے

جو زیر تیغ آیا چھوٹا بڑا اُنھون مین
کوئی بھتیجا کوئی ہے بھانجا اُنھون مین
[illegible] اُنھون مین
بیٹا کوئی ہے اُسکا جو غم حسین کا ہے

گھیرے ہوئے اب اُسکو فوج مخالفان ہے
مارے ہے تیر جسکے وان ہاتھ مین کمان ہے
ہر اک کی تیغ کا وہ تن بہر امتحان ہے
تودے سے آج سینہ کیا کم حسین کا ہے

تیغ و تبر سے اُسکے ہین تن پہ زخم کاری
تاب و توان و طاقت سب اُن نے اپنی ہاری
اور جا بجا بدن سے خون ہو رہا ہے جاری
حال اس قدر مجبو درہم حسین کا ہے

ہر زخم تن کا جون گل اب ڈہڈہا رہا ہے
گویا تمام میدان پھولون سے چھا رہا ہے
جون آب جوئے خون کو تن کے بہا رہا ہے
قتل اسطرح سے گل کے موسم حسین کا ہے

گردون سے یون تن اُسکا دیکھا گیا ہے کیونکر
سُن لوگے کوئی دم کو نیزے کی پہر سنان پر
سر تا قدم ہے زخم شمشیر و تیر و خنجر
ہر گیسوئے معنبر پرچم حسین کا ہے

ٹکڑے کرا اُسکے تن کو جو وقت سر اُتارا
جھک جائے شاخ اوپر جیسے گل ہزارا
کیونکر ہوا فلک کو یہ دیکھنے کا یارا
نیزے کی نوک پر سر یون خم حسین کا ہے

ہوتین جو فاطمہ اب جان اپنی اسپہ کھوتین
پانی اگر نہ ملتا اشکون سے اپنے دھوتین
اور بیٹھ کر سرہانے دیکھ اُسکا حال روتین
لوہو سے پیرہن جو پُرنم حسین کا ہے

بن کربلا مین یارو ظالم جو تھے جہانتک
اہل زمین سے لیکر اب اہل آسمان تک
دست تعدی اُنکے پہونچے ہین اب کہانتک
جو کوئی ہے سو اُسکو ماتم حسین کا ہے

جیا ہے جو روز محشر کوئی نجات اپنی
اے مہربان بسر کر غم مین حیات اپنی
سر خاک ڈال کاٹے رو رو کے رات اپنی
سب ماتمون مین ماتم اعظم حسین کا ہے

مرثیہ حضرت

چرخ کی بدنستی آج ہوئی ہے اثبات
حال سے خلق کے غافل ہے نپٹ یہ بدذات

دین کے راہ زنون نے ہو فراہم ہیہات
لوٹی کربل مین مدینے سے جو آئی تھی برات

غارت اس طرح کیا ہاے پیمبر کا گھر
نہ سر زن پہ ہی چادر نہ تن مرد پہ سر
مرنیوالے تو موے جی سے سنچے جو اکثر
پاتے ہین کرین پوشش کیلئے قطع حیات

گھر کو شادی کی عوض روشنی کی آتش دے
ور پہ سر پیٹنے سے خلق کے نوبت باجے
دولھا دولھن [illegible]
تخت کی رات کرے دنکو قیامت کی رات

دونون سمدھیانے یہ لوٹے گئے تج کر کی وطن
عوض خلعت شادی بنہ ہلا شہ کو کفن
کس گھڑی بیاہ اٹھایا تھا کہ دولھا دولھن
دردسے دل کے بھم کرنے نہ پائے وہ بات

صبح سے بیٹھین ہین سر اپنے برانی تا شام
شام سے صبح تلک لے کیلئے دولھا کا نام
دیکھکر حال یہ کہتے ہین گھڑے خاص و عام
بیاہ کا دن نہین دولھا کا یہی روز وفات

کوئی روتا ہی کھڑا اڈاسے لگے سر اپنے خاک
سینہ کوٹے ہی کوئی کرکے گریبان کو چاک
کسکا ماتم ہے یہ پوچھے ہی کوئی ہو غمناک
شادی کی آج تلک دیکھے نہین یہ حالات

غیر زنجیر نہ سمدھن کے گلے دیکھا ہار
پان جو کھادے سو ہی سمدھی کی تن مین سوفار
اور شربت سے جو پوچھو تو کرون یہ گفتار
تشنہ نوشہ کو کیا ذبح لب آب فرات

یہ عجب بیاہ ہی جسمین نہ کہین رنگ نہ راگ
ورنہ ہر شادی مین سب گاتی ہین دولھن کی سہاگ
اس نویلی کے غرض ہینے عجب دیکھے بھاگ
نوحہ کرتی ہین منڈھے کے تلے بیٹھین عورات

چشم ہر ایک کی خوناب سے ہی مالا مال
ڈوبے ہاتھ نہین سبھون کے ہین لہو سے رومال
گرد دولھن کے سبھی بیٹھین ہین کھولے ہوئے بال
شادی کی لوگونکے دیکھے ہین کہین یہ اوقات

کون ساعت تھی نجانین کہ ہوئی جب نسبت
زہر کا گھونٹ ہوا وہ جو پیا تھا شربت
غرض ایسی بھی نہ دیکھی مین کسی کی قسمت
پاس دولھن کے یہ دولھا نہ ہارات کی رات

راد چاؤ سے بنا کوئی یہ دیکھا ہی نراس
جسکے دلسے کہ کسی طرح کا نکلے نہ ہلاس
حیف صد حیف اجل اسکی نہ بنری کے پاس
نہ دیا چنے اسے بیٹھ کے اکدم نو بات

بیاہ ہوتا ہی کسیکا یہ زمانے مین کہین
خوشی و خرمی ہوتی ہے قبیلے کے تئین
ایسے دولھا دولھن آفاق مین دیکھی ہی نہین
غم سے شادی کے جھونکے نہین تا حشر نجات

مان کہے دولھا کی رو رو کے بصد آہ و فغان
زیر سر ہی عوض تکیہ ترے نوک سنان
خاک مین ہائے پڑا ہی تو لہو مین غلطان
دیکھون اب کونسی آنکھونسے مین یہ مکروہات

نہ قدم نیچے بچھونا ہے نہ سر پر سایا
چرخ ظالم نے ہمین آگے دے یہ لٹوایا
ہی پڑا خاک پہ شادی مین جو کوئی آیا
کہ نہ خیمہ رہا نہ فرش نہ مسند نہ تنات

زخم ہر ایک برائی کے بدن پر کاری
سرنگون بیٹھی ہی غمگین دولھن من ہاری
دیکھ نوشہ کو تو حلقوم سے ہی خون جاری
دمبدم آنکھونسے ٹپکے ہین لہو کی قطرات

بیاہ ایسے بھی زمانے مین کہین ہوتی ہین
دیکھکر حال کو ان دونونکے سب روتی ہین
[illegible] ین دین
لیکے حیوان سے اب تا یہ جمادات و نبات

غرض اس شادی سی تا حشر رہینگے غم مین
روز و شب خاک بسر ہوئیو، گا اس ماتم مین
جتنے مخلوق خدا کے ہین اس عالم مین
آدم و دیو و پری حور و ملک اور جنات

طاقت اب سننے کی آگے نہین یہ نظم بیان
سودا کہتے ہین یہ تجھسے سبھی اب خرد و کلان
خون دل ہر مژہ چشم سی کب تک ہو روان
ختم کر مرثیہ بھیج آل محمد پہ صلوات

مرثیہ حضرت

ہائے وے حیدر کے پیارے کیا ہوئے
تھے وہ شہزادے ہمارے کیا ہوئے
کیا کہین رن کو سدھارے کیا ہوئے
کربلا مین کن نے مارے کیا ہوئے

فاطمہ کہتی ہین رو رو زار زار
اُنکے بن دیکھے نہین مجکو قرار
کیا ہوئے فرزند میرے تاجدار
کوئی اتنا جا پکارے کیا ہوئے

دلکے میرے چین اور نور عین
دھوتی تھی ہر دم مین جن کے پیرہن
چاند سے مکھڑے تھی اور گل سے بدن
سو مری آنکھونکے تارے کیا ہوئے

جن کو مین اتنا گیا تھا بر مین پال
دیکھ نہین سکتی تھی بھوکا سو وہ لال
سُست و شو کرتی تھی جنکے سر کی بال
تشنہ لب دریا کنارے کیا ہوئے

گھر مین اب مجکو نظر آتے نہین
کوئی تو ڈھونڈھو بھلا جا کر کہین
روتے روتے غم کی یہ آنکھین بہین
بیوطن بیکس بچارے کیا ہوئے

صدقے مین جاتی تھی جن پر کر نگاہ
تھا گلا جنکا نبی کی بوسہ گاہ
گر کہین جاتے تو مین تکتی تھی راہ
دے پیمبر کے دلارے کیا ہوئے

گر نظر آتے وہ مجکو لاکھ بیر
دیکھنے سے انکے ہوتی تھی نہ سیر

میری آنکھون ہی بن انکے اندھیر
ہائے میرے ماہ پیارے کیا ہوئے

صبح اُٹھکر دیکھتی تھی اُن کے منھ
گئے کدھر کیا جانیے وہ ہائے دُکھ
دیکھنے سے انکے تھا مجھ دل کو سکھ
مجھ سی دکھیا کے دُکھیارے کیا ہوئے

اُنکے غم مین روتے ہین روح الامین
یوچھے ہین یا امیر المومنین
سر ٹپک پیغمبران مرسلین
عرش کے دو گوشوارے کیا ہوئے

حال دنیا کا جو کرتے ہین نگاہ
کہتے ہین جن و ملک بھر بھر کی آہ
سے زمین تا آسمان سب ہین سیاہ
دین و دنیا کے ستارے کیا ہوئے

آج سونا ہی مدینہ اُن بغیر
ڈھونڈھتے پھرتے ہین اُنکو وحش و طیر
خالی ہی وہ جا جہان کرتے تھے سیر
تھے جو لخت دل تمھارے کیا ہوئے

وہ جو تھے دونون ترے نور بصر
کھیلتے پھرتے تھے ہر شام و سحر
نانی پیغمبر کے زہرا کے پسر
وہ جو ہر اک کے دوارے کیا ہوئے

دیکھکر جنکے تئین ساتون فلک
آدمی سے لیکے تا حور و ملک
گرد پھرتے ہین زمین کے ابتلک
جائین تھے سب جن پہ واری کیا ہوئے

چھپ گئے زیر زمین وہ آفتاب
صفحۂ دنیا کا روے ہے سیاہ تاب
شامیون کے ہاتھ سے آئی شتاب
ہائے دو جگ کے اجارے کیا ہوئے

پالنا جنکا جھلاتا جبرئیل
باپ سے دلواتے کوثر کی سبیل
بہر آمرزش تھی امت کے کفیل
ہائے دین حق کے سنوارے کیا ہوئے

ہی دل عالم کو اُنکے غم کا روگ
جو جھے کے سب اقربا کہتے ہین لوگ
ساکنان عرش تک ہی اُنکا سوگ
دین کی سالار سارے کیا ہوئے

ہائے جو تھے دین اور دنیا کے تاج
دھڑ پڑے ہین خاک و خون مین اُنکے آج
جن سے یان ایمان نے پایا رواج
سر تنون سی ہو نیارے کیا ہوئے

اب عرض زہرا یہ کرتی ہین کلام
رو رو کر کہتا ہے عالم جے امام
آنکھوں سے بہتے ہین نالے صبح و شام
حق کی نظرون کے نہارے کیا ہوئے

غم سے اُنکے زار ہین سب انس و جان
اُنکے ماتم مین سکے ہے مہربان
سر کو اپنے پیٹے ہین کروبیان
ہائے وہ حیدر کے پیارے کیا ہوئے

مرثیہ مربع

سُن اے گردوں اگر تو دوں نہوتا
مدینے سے کبھی بیروں نہ ہوتا
تری گردش سے شہ محزوں نہوتا
اور اُسکا کربلا مین خون نہوتا

نجانے اس طرح کوفے کو حیدر
نکرتا قتل شاہ دین مقرر
بلاتا ابن ملجم [illegible]
جو قتامہ پہ وہ مفتوں نہ ہوتا

نہ روتین حضرت خاتون جنت
اُن آنکھوں سے کہوں کیا بیمروت
نہونی اسقدر اُن پر مصیبت
رواں یوں چشمۂ جیحوں نہوتا

نہ ملتا زہر کا پیالہ حسن کو
جلاتا دھوپ مین کون اُسکے تن کو
حسین ابن علی جاتا نہ رن کو
جو دشت ماریہ گلگوں نہ ہوتا

کہین ہین شہر بانو آہ بھر کر
ہوا جو کچھ کہوں کیا میرے سر پر
ڈوبایا سعد کوفی نے مرا گھر
نہوتا یہ جو وہ ملعون نہ ہوتا

نہ مرتا اکبر و صغر بچارا
نہ لٹتا ہائے یوں خیمہ ہمارا
نجاتا جنگ کو قاسم دلارا
جو فوج شام کے مقرون نہوتا

حسین ابن علی کا غم ہے ایسا
بنا ے گریہ کا ہمدم ہے ایسا
جہاں مین اور غم کوئی کم ہے ایسا
نہ روتا کوئی جو یہ مضموں نہوتا

جو باز آتا فلک جور و جفا سے
نہ کرتا یہ بدی آل عبا سے
خجل ہوتا نہ حضرت مصطفا سے
ترا کاسا اگر واژوں نہوتا

جو ذکر ماتم شبیر و شبر
کسی سے تا بروز حشر یکسر
نہوتا شاعری مین گر مقرر
کوئی مصرع کبھی موزوں نہوتا

سنا احوال تم نے اے عزیزاں
نہ ہوتا ماتم شاہ شہیداں
کہے کیا تم سے آگے مہرباں خاں
تو کوئی دیتا ہیں یوں محزوں نہوتا

مرثیہ مربع

شام جب اہل حرم ہو کے گرفتار چلے
چشم گریاں دل بریاں جگر افگار چلے

دیکھ مقتل کی طرف کرتے یہ گفتار چلے
مرنیکو تم جو چلے کیون نہ ہمین مار چلے

کس سبب کرنے سے جوہر ہین تم منھ موڑا
نگر اس دن کیلیے تم ہمین جیسا چھوڑا
خنجر و تیغ و تبر کا تو نہ تھا کچھ توڑا
اس طرح لیکے ہمین قوم ستمگار چلے

ہم سوار اونٹونپہ ایسے کہ نہین جنکے مہار
ناتوان زین پہ [illegible] نکلے آواز
ہم سے نزدیک اجل اور سفر دور و دراز
کھینچتا اُن کی مہار آگے وہ بیمار چلے

پابرہنہ ہی وہ اور راہ پر از خارستان
بسکہ ہارے ہی بدن اُسکے نے اب تاب و توان
کانٹے چبھ چبھ کے ہر اک تلوے سے ہی خون روان
گاہ بیہوش گرے ہو کے وہ ہشیار چلے

ظالمون نے یہ جفا اور ستم ہمپہ کیے
جسکی ہم آرزو نہین کرتے تھے جینے کیلیے
سو طرح عابد بیمار کو آزار دیے
سو وہ یون گریہ کنان زیست سی بیزار چلے

ہجر کا بسکہ تمھارے ہی الم اوس پہ کمال
راہ چلنے مین یہ اُسکا ہی نقاہت سی حال
وائے افسوس پدر دمبدم اُسکا ہے مقال
لڑکھڑاتا ہوا جون زخمی سرشار چلے

تن بدن اپنے سے اصلا نہین رکھتا ہی خبر
یاد کر تمکو وہ کہتا ہے یہ آہین بھر کر
جابجا خاک اُڑاتا وہ چلے ہے سر پر
مارین ظالم تمھین اُن پر نہ مرا وار چلے

غم تمھارے مین چلا جائے ہی وہ چشم پر آب
دیکھ سکتے نہین ہم اوسکے سر اوپر یہ عذاب
اُسکا دل آتش حرمان سے نہایت ہی کباب
یون اوسے گھیرے ہوئے لشکر کفار چلے

اس سفر مین کے اب ہمسونکی ہے غمخواری
ایک عابد سو گرفتار غریب آزاری
کون ایسا جو غریبون کی کرے دلداری
یون تمھین چھوڑ گئے بے یاور و بے یار چلے

اُن لعینون نے نہ دی اتنی بھی ہمکو فرصت
تم بن اب لائے ہین یہ سر پہ ہمارے آفت
دفن کر لاشونکو یان تم سے جو کرتے فرقت
ہو جدا تم سی ہم اس طرح سے ناچار چلے

جو کہا تا تھا ہر اک آن دم و ہوش ترا
جسکو جاگہ تھی شب و روز ہر اک دوش ترا
دائما طفلی مین رہتا تھا ہم آغوش ترا
سیس اُسکا ہو سر نیزہ کی دستار چلے

خاک و خون مین پڑے تیرے عزیزونکے تن
اور ہم ساتھ لعینون کے باین رنج و محن
نہ سر و سایہ ہی اُن پر نہ اُنھین گور و کفن
پیٹتے سینہ و سر روتے ہوئے زار چلے

قتل کر تیرے جگر گوشونکو شامی بے پیر
کسی کے طوق گلے ڈال کسی کے زنجیرا
اس مصیبت سے ہمین اُجلے دن کرکے اسیر
شام کو لیکے ہمین نخکل گنہگار چلے

کر کے منھ سوے مدن پھر یہ پکاری زینب
تن نازک پہ اب ایسے کے روا تھا یہ غضب
یا محمد جو بلا ہم پہ ترے روز و شب
تیر و خنجر تبر و دشنہ و تلوار چلے

ساکن عرش برین کرتے تھے جنکی پا بوس
پابرہنہ سر عریان دل بریان افسوس
دھوپ روزانہ ہے سر اونکے پہ ادر تسبکو ادس
قریۂ و دشت و دہ و کوچۂ و بازار چلے

دمبدم خون جگر اُن کے تئین ہے اوقات
شور اُنکے نے کیا شور قیامت کو مات
سر و سایہ نہین پھر سر پہ ہر اک کی ذات
اس خرابی سے ترے عترت اطہار چلے

تئین سنتے ہین یہ ملعون ہماری زاری
حال دشمن کے بھی دشمن پہ نہو یہ طاری
طعن و طنز اُنکے سے ہین زخم دلو نپر کاری
جسطرح قید مین ہم سید ابرار چلے

تجھ بن اب کس سے کرین حال یہ اپنا اظہار
دیکھکر دور تجھے دے کے دغا آخر کار
تیرے آگے جو کہلاتے تھے کہ ہم ہین دیندار
خانۂ دین کے تئین کرکے یہ مسمار چلے

ظالمون نے ہمین دکھلائے یہ اپنے کردار
حلق پیاسے یہ سمجھتے ہین چلے ہے تلوار
صورت اس حال کی آنکھو مین پھرے ہے ہر بار
پانی کی آگے ہمارے جو کہین دھار چلے

اسے مقدور کہان آگے جو احوال پڑھے
خون ٹپکتے ہوئے سر نوک پہ نیزے کی چڑھے
نے کفن لاشونکو انکی ملے نے گور گڑھے
ہائے یون شہر مدینے کے وہ سردار چلے

مطلب اسطرح محمد سے کہین تھین زینب
لے زمین تا بہ زمن حشر کا عالم تھا جب
اہل بیت نبوی جیتے جاتے تھے سب
قتلگہ پر سے وہ با دیدۂ خونبار چلے

سودا اچھ تو نہ کہہ آگے یہ کرا احوال تمام
پنجتن پاک کا تو اپنے تئین کہیو غلام
سُنکے یہ مرثیہ بیتاب ہین سب خاص و عوام
تیرے مذہب کی اگر بزم مین تکرار چلے

مرثیہ حضرت

بولے ہین مرغ چمن آج کہ نالان ہین ہم
ہے یہ سنبل کے زبان زد کہ پریشان ہین ہم
کہتے ہین گل کہ سدا چاک گریبان ہین ہم
نرگستان کا سخن یون ہے کہ حیران ہین ہم

جامۂ ماتمیان ہے یہ تن نیلوفر
قمری کو سمجھو کہ اخگر ہے تہ خاکستر
آتش غم سے ہین لالے کا نت اٹھ داغ جگر
سرو کہتا ہے یہی آہ گلستان ہین ہم

نظر آتا نہین یہ خوشہ تاک انگور
باغ کا آبلۂ غم سے ہوا دل معمور

جگر غنچہ کو ماتم نے کیا چکنا چور ہو
گل پہ شبنم یہی گنتی ہی کہ گریان ہین ہم

صبح کو باد صبا ڈالے تھی سر اپنے پہ خاک
جسکو مین انجمن سے پوچھا کہ تو کیون ہی غمناک
سینہ ہی آج سبھی پھولو نکی کلیون کا چاک
بولے ہی تعزیہ داران شہیدان ہین ہم

جانو ہو کون ہین یہ دشت بلا بیچ شہید
کرتی بن کرتے ترے اعدا تو ستم مزید ہو
علی اور فاطمہ کے سب ہین وہ فرزند سعید
انکے ماتم کے سبب مضطر و ترسان ہین ہم

ٹہنی کو کاٹ کے ہے فائدہ کرنا پیوند
قاطع اس نخل کا اتنے جو پھرے ہین خرسند
کیون کیا ابن پیمبر کا جدا بند سے بند
کیا سمجھتے یہ نہین مور دنقصان ہین ہم

شاخ بے برگ پہ غنچے کو ذرا کر تو نظر
کہتے ہن اہل حرم لے خبر اسے پیغمبر
سر حسین ابن علی کا ہی یون ہی نیزے پر
تجھ تئین آ نہین سکتے کہ اسیران ہین ہم

ہم سمجھتے تھے کہ ہم ہین گل باغ نبوی
جھٹکا دامن کے تئین اُن نے طرف جسکی لی
گردش چرخ نے پر ہم سے بدی ایسی کی
دشت غربت مین مگر خار مغیلان ہین ہم

اس مصیبت مین انہیں اپنے کہانتے لاوین
چشم پوشی وہ کرے جسکی طرف ہم جاوین
ہین یہ وہ لوگ محمدؐ سے نہ جو شرماوین
گویا اس بادیہ مین ریگ بیابان ہین ہم

یانیکا جس سگ کہ اس قوم مین کرتے ہین سوال
گو کہ نزدیک نہین ان کے محمدؐ کی آل
سامنے لاکے زمین پر وہ لعین دے ہی ڈال
لیکن اتنا تو یہ سمجھین کہ مسلمان ہین ہم

نہ خورش دن کو میسر نہ ہمین رات کو خواب
کیا قیامت مین خدا کو یہ شقی دینگے جواب
کسی حیوان پہ زمانے مین نہ ہوگا یہ عذاب
دلمین انکے نہین آتا ہی کہ انسان ہین ہم

حق تعالی انھین نابود کرے جلد کہین
ہمکو چیونٹی سے بھی کم جانتے ہین اونئ تئین
زیادتی اپنی پہ کیا غرے مین ہی قوم لعین
سمجھے ہی ہر متنفس کہ سلیمان ہین ہم ہو

یا نبی کس سے کہین جاکے ہم اپنی تب و تاب
اسقدر گرم ہے جسطرح سے ہوا آتش کباب
اب نکلتا ہی جو آنکھون سے ہماری خوناب
یہ سلوکون سے انھون کے دل بریان ہین ہم

زندگانی سی کیا سوخت نے ہردم کی ہراس
آہ بھرتے ہین تو آتی ہی جلے گوشت کی باس
اٹھ پھر آتش غم دل کے سلگتی ہے پاس
ہاتھ سے انکے زبس سینہ کسوزان ہین ہم

اس مصیبت سے ہمین شام لیے جاتے ہین
کھینچکر تیغ کبھو سامنے آجاتے ہین
کبھو برچھی کی انی آن کے بتلاتے ہین
ہیبت و خوف سے اب قالب بیجان ہین ہم

قید سے گر ہمین آزاد کرین اب یہ لئیم
پوچھے جو کوئی کہ ہے کون یہ کسکا ہے یتیم
لیکے عابد کو ہون مقتل پہ شہ دین کے مقیم
یون کہین معتکف گور غریبان ہین ہم

بیٹا اُسکا یہ سب جسے کہتے رسول الثقلین ہو
دیکھتا ہے کدھر اے فاطمہ کے نور العین
برمین آجا تو ہمارے بھی ترے صدقے حسین
دمبدم لاڈ ترے کرنیکے قربان ہین ہم

سودہ ان ظالمون کے ہاتھ سے اب بچکے وطن
چلو پانی بھی پلا اُس کی نہ کاٹی گردن
ہی پڑا رہین [illegible] اب یہ سخن
تشنہ کہتے ہین لعین صاحب ایمان ہین ہم

چور ہو جب وہ گرا گھوڑے سے بر روئے زمین
ظہر کا وقت اگر ہاتھ سے ٹلجاوے کہین
جلدی سر کاٹ لو اسکا یہ لگے کہنے لعین
ہونگے شرمندہ خدا سے کہ مسلمان ہین ہم

سر تو اسے کا نبی اپنے کے لین سر سے اتار
زہے اسلام و زہے دین و زہی یہ دیندار
ہاتھ سے وقت نماز اُس پہ نہ دیوین زنہار
کفر کہتا ہی کہ اس دین پہ حیران ہین ہم

کر چکے قطع سخن اپنے کو اب اہل حرم
بازپرس اُنکی جو محشر مین پڑے گی جسدم
سودا یان تو بھی ہو خاموش نہ مار آگے دم
یون وہ فرماتے ہین حامی ترے آن مین ہم

مرثیہ حضرت

یارو سنو تو خالق اکبر کے واسطے
وہ بوسہ گہ نبی تھی پیمبر کے واسطے
انصاف سے جواب دو حیدر کیواسطے
یا ظالمون کی بُرش خنجر کے واسطے

کیا تیغ و تیر و نیزہ و کیا کارد کیا تبر
کوئی چڑھاوے چرخ کوئی رگڑے سنگ پر
لے سیل تا بدشنہ و برچھی سے تا خنجر
اُس نور چشم شافع محشر کیواسطے

وہ تازگی کو روح نبی کی ہوا تھا خلق
جس سینے پر مگس ہو تو ہو فاطمہ کو قلق
یا اس لیے کہ ذبح کرین اسکو تشنہ حلق
وان بیٹھے شمر کاٹنے کو سر کیواسطے

شمشیر ہی تو دشمن دین کے پئے قتال
نیزے کی بہر سینہ اعدا بنی تھی بھال
یا اسلیے کہ قتل ہو اُس سے نبی کی آل
یا انکے سر دکھانیکو گھر گھر کیواسطے

اکثر چلانا تیر کا تودے پہ ہے صواب
ٹک منصفی کے دو مری اسبات کا جواب
یا سینے تو وہ سینہ ابن ابو تراب
یار دبنی کی روح مطہر کے واسطے

دیکھا جہان مین کافر و دیندار کا بھی بیر
انکی سی پر قساوت قلبی نہ کی مین سیر

پینے دین آب انس سے نہ تا بہ وحش و طیر
مانع ہوں ابن ساقی کوثر کیواسطے

اُمت ہے وہ کہ خانۂ دین کی ہو پاسبان
آتش برائے بخت و بزآئی تھی رہبان
یا لوٹ لیوے اپنے پیمبر کا خانمان
یا دینے کو وہ فاطمہ کے گھر کیواسطے

راوی لکھے ہے خرد و کلان زمین جب ہوا
شہ شاہ اطفال اصغر معصوم تک ہوا
تیر سے اور تیغ سے سب کا لہو چوا
طعمہ عقاب تیر ستمگر کے واسطے

تنہا پھر اس زمین پہ رہا شاہ کربلا
بعد اس ستم کے خیمہ ہوا مورد بلا
اُسکا بھی تیغ ظلم سے آخر کٹا گلا
غارت گردنکے ہاتھ سے زیور کیواسطے

خیمے مین جب دھسے وہ لعین چھاتیان نکر
کیا ہووے اُن غریبون کے جنپر یہ آ سنے
بیٹی چھپے تھی مان کنیزان بیٹی کی کنے
جز یہ کہ دین خدا و پیمبر کے واسطے

تلوارین کھینچ کھینچ یہ بولے وہ بد خصال
گردن پہ اپنی جان کا اپنی نہ لو وبال
جلدی سے تم بتاؤ کدھر ہے متاع مال
برباد زندگی کو نہ دو زر کیواسطے

سجاد نے کہا جو ہمارا تھا مال و زر
کیون باندھتے ہو قتل پہ عورات کے کمر
ٹکڑے ہوئے پڑا ہے وہ زمین جدھر تدھر
یہ رہ گئی ہین پیٹنے کو سر کیواسطے

جسکا ہے نام زر سو نہ یان بیش ہے نہ کم
کیا دینگے ہم تمھین کہ تمھین سے لیا ہے ہم
دینے کو یان نہ دام ہے موجود نے درم
داغ جگر رسول کی دختر کیواسطے

غربت کو تم نے دیکھ ہماری وہ کچھ دیا
آڑے تمھارے آویگا وان یہ لیا دیا
جس سے کہ شکر ہم نے بدرگاہ حق کیا
سبکو جہان بلائینگے محشر کے واسطے

گر قتل ہی انھونکا تمھارا ہے مدعا
چاہو جو زر تو دیکھ لو ہو جس جگہ دھرا
حاضر تمھارے سامنے سب ہین رنگ کیا
قفل و کلید کچھ نہین یان گھر کیواسطے

یہ سنتے وہ لعین لگے کیسے ٹٹولنے
باہم لگے قساوت قلبی سے بولنے
ہر اک مکان کھودنے اور بقچے کھولنے
کپڑا کسو کے رکھیو نہ چادر کیواسطے

سب کچھ غرضکہ چھین لیا سبکو مار مار
چھوڑین کسیکی چیز سے کچھ کب وہ نابکار
خلخال تک تو دختر زہرا سے لی اُتار
گوش سکینہ چیرین جو گوہر کیواسطے

تنبو قنات آتش کین سے جلا دیے
سر پر کسیکے تھا تو نہ تھا تن کی کچھ سیئے
کپڑے نچھوڑے تن کے نئے اور ان سے
تن پر کسی کے تھا تو نہ تھا سر کیواسطے

القصہ کام اُنکے نے پایا جب انصرام
پہونچے جو حربگاہ تلک وان کیا قیام
لیکر حرم روانہ ہوئے تب بسوئے شام
دکھلانیکو وہ عترت اطہر کیواسطے

مین آہ کیا کہون نظر آئی جو کچھ وہ ٹھانو
گر ہاتھ تھا درست کسی کا جدا تھا پانو
جس جا کٹا ہوا تھا رسول خدا کا گانو
یہ شکل اور آل پیمبر کے واسطے

لوتھونپہ جا پڑی نظر اُن کی جو ناگہان
زینب پکاری ہے تو وان لوتھوئین جہان
تاریک و تیرہ ہوگیا [illegible] جہان
بھائی جگہ دے اپنی بھی خواہر کیواسطے

اے بیگناہ کشتۂ و مذبوح بے سبب
مین کیونکہ ہتی لوتھوئین پاؤن تجھی کہ جب
پہونچی ہون تجھ تلک آنکے مین بھی بصد تعب
پہچاننے کو سر نہو پیکر کے واسطے

تجھ سر کے شام جانیکا مین کیا کہون اصول
اِس سر کے بالین سے سدا پنجۂ رسول
لٹکے تھا نوک نیزہ سی اور پڑ رہی تھی دھول
شانہ تھا گیسوان معنبر کے واسطے

نانا ردا کو اپنی رکھے تیرا فرش خواب
بابا کی کینت کے سبب ابن بوتراب
مان پڑنے دے نہ تن پہ کبھو عکس آفتاب
تین خاک اختیار کی بستر کیواسطے

کپڑونکی غم مین چاہیے رو رو کی مین مرون
اے نور چشم فاطمہ بتلا مین کیا کرون
کفنا کے کسطرح سی تجھے گور مین دھرون
سو تو نہین ہے چادر و معجر کیواسطے

زینب غرض کہ رو رو آواز دردناک
یہ خونمین وہ پڑا ہی کہ جسکے قدم کی خاک
کہتی تھین یہ کہ تیغ ستم سے ہوا ہلاک
سرمہ تھی چشم خسرو خاور کیواسطے

یا مرتضیٰ علی ولی حشر کا قیام
سودا کو بھولیو نہ تو اپنے ز فیض جام
جس روز ہو عرض کی رکھے ہے یہ غلام
دریاے العطش کے شناور کیواسطے

مرثیۂ مربع مستزاد

ہے ایک روایت ز روایات پُر از غم　روا سکو تو سنکر
میدان مین شہ دین کے مارے گئے جب دم　سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم　تم سنتی ہو خواہر
سر پر نہ رہا کوئی مرے مونس و ہمدم　غیر از دم خنجر
مجکو بھی جدھر وہ گئے اودھر ہی کو جانا　اے صاحبۂ دین

تشنیع سے ہمقوم کے بچنے کا ٹھکانا ہو	مجکو نہین کیون این
کٹواکے عزیزون کا سر اس سرکو بچانا	اپنا نہین آئین
یہ ننگ گوارا نہ ہوا از خلقت آدم	زنہار بشر پر
مین جاکے مدینے مین منھ اب کسکو دکھاؤن	بیخویش و عزیزان
پوچھے جو کوئی انکو تو کس طرح بتاؤن	تفصیل غریبان
کیا قوم عرب کے تئین اپنے یہ ہنساؤن	ہو زیست کا خواہان
جیتا ہوا جاؤن جو کر اس معرکہ سے رم	ہے مرگ سے بدتر
اکبر کی مجھے منع کرے ہے کہ نہ پی آب	اب تشنہ دہانی
اور لیگئی دن رات کا آنکھون سے مرے خواب	اصغر کی کہانی
ہر لحظہ و ہر آن یہ دل رکھتی ہے بیتاب	قاسم کی جوانی
کیا لطف اٹھاویگا وہ جس کا ہو یہ عالم	آفاق مین جی کر
عباس کے کر قطع ستم کیشون نے بازو	ڈالے بروے خاک
جون خشکی مین ماہی ہو نظر آئے ہے مجھکو	یون عابد غمناک
دل دیکھ سکینہ کے پریشان ہوئے گیسو	جون شانہ ہے صد چاک
جز مرگ علاج اسکا نہین کیجیے مرہم	ہو زخم جو تن پر
زینب نے غرض شاہ کے اس نظم بیان سے	سر پیٹ کے اکبار
بولین کہ رہا تو ہی ہے اب خرد و کلان سے	جارن مین نہ زنہار
نکلا یہ سخن جس گھڑی زینب کی زبان سے	سنکر شہ ابرار
بولے کہ نہین ہے یہ جگہ بار نے کی دم	یو نہین ہے مقدر
یہ کہکے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ	رخصت ہو بہن سے
اور راست کیے اپنے بدن پر سلح جنگ	ہمشکل کفن سے
اس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا رنگ	فرقت کی محن سے
اکبار گیا شیون دلہاے پر از غم	افلاک سے اودھر
کرتا تھا شہ دین کی کوئی منت و زاری	پڑتا تھا کوئی پانو
بیٹے تھا سر اپنے کے تئین وقت سواری	لے لیکے کوئی نانو

ڈھونڈھے تھا کوئی مارنے کو اپنے کٹاری مطلب کہ عجب طرح سے تھا اُس گھڑی ماتم		ہر ٹھور ہر اک ٹھا نو تقریر سے باہر
فرمانے لگے دیکھ شہنشاہ یہ حالت موقع نہین شیون کا یہ ہے وقت وصیت محروم سکینہ کو درین عالم غربت نازک ہی یتیمون کا دل اس سے تو ہو محرم		یون اہل حرم سے کی سودا الم سے رکھیو نہ کرم سے شیشے کے برابر
سجاد و سکینہ کو نہ ڈانٹے نہ مارے رہیو تم انھونکے یہ جو دونون مین بچارے اور اپنی مصیبت پہ مین رونے کو تمھارے زنہار مرے بعد نہ تم کو ٹیو باہم		کوئی کہ ہی کم سن دلجوئی مین لندن مانع نہین لیکن کیا سینہ و کیا سر
راغب کرو دل صبر پہ حق کا ہی یہ مرغوب اس امر مین بندے کو خموشی ہی بہت خوب آگر یہ مبادا نہ کہین حضرت ایوب صابر نہ رہے مرضی ایزد پہ کوئی دم		گوجی ہی غم اندوز از نالۂ جان سوز محشر کے تھین روتا اولاد پیمبر
اس امر مین سر پیٹ کے موکر نے پریشان ماتم مین خراشیدن رو نزد بزرگان دم لو کہ مرا دور ابھی اے پردہ نشینان تن پر تو مرے دیکھتے ہو سر کو مسلم		کچھ کام بھلا ہے کار جہلا ہے خنجر سے گلا ہے کیون ہوتی ہو مضطر
جب نذر خدا لا کے خلیل اپنے پسر کو پایا نہ قبول اس کا خدائی نے کسی رو گردن کا نبی زادے کے خنجر سے نہ یک مو دینے کو دیا امر الٰہی نے پھر اس دم		کرنے لگے قربان شان اپنی کر شایان کاٹا گیا اس آن زیر دم خنجر
یہ دیکھ کے احوال روی وہ نبی اللہ تاریک ہوا نظروں مین لے ماہی سی تا ماہ مقبول مرا ہو نے یہ سر حق کے بدرگاہ		کر نالۂ و فریاد یہ غم ہوا رو داد تم چاہیے ہو شاد

افسوس صد افسوس کہ شادی کی جگہ غم — ہو تمسونکے دل پر

اُس سر کی سعادت ہے کہ جو راہ خدا مین — گردن سے جدا ہو
بندہ ہے وہی خوب جو ہر رنج و بلا مین — راضی برضا ہو
ٹک غور کرو آپ کو دو جگ کی بنا مین — تم کون ہو کیا ہو
صابر برضا بیٹھو قدم گاڑ کے محکم — لے عترت اطہر

خنجر یہ وہی ہے جو گلے میرے چلے گا — یہ تمکو یقین ہو
وقت اسکے گلے لگنے کا ذرہ نہ ٹلے گا — گو اب وہ کہین ہو
سر دم تلے ہرگز نہ مرا اُس کے ہلے گا — لرزش بزمین ہو
وہ خنجر تقدیر ہے مین اس سے ہون محرم — جو اُس مین ہین جوہر

اسطرح وہ مظلوم تو دیتا تھا دلاسا — عترت کو نبی کی
تقدیر نے خنجر کا رگڑ سنگ سے واسا — خواہان ہوئی جی کی
اس امر مین الحاج محمدؐ کا نواسا — ملنے تھا کسی کی
القصہ مرخص ہو گیا با دل پر غم — میدان کو وہ سرور

اور آگے شہادت کا بیان کیا کرون ہیہات — جسطرح وہ مظلوم
اُس دشت بلا بیچ ستم پرورون کے ہات — کٹوا گیا حلقوم
لکھی ہے تواریخ مین ہر راوی نے یہ بات — یون ہمکو ہے معلوم
کچھ کم دو ہزار اُسکو جراحت لگے بہم — جز شمر کے خنجر

پرنالے سے بہنے لگے اُن زخمونکے جب چاک — ہو ضعف سے بیتاب
اُس لحظہ اوتر گھوڑے سے آیا برسر خاک — وہ مہر جہان تاب
مانند شفق اُسکے بدور جسد پاک — تھا خون کا گرداب
توسن سے لگا کہنے یہ با دیدۂ پر نم — وہ دین کا سرور

اے بادیہ پیماے جہان تجھ سے وصیت — کرتا ہون مین اس آن
تا خیمہ پہونچنے کی نہین اب مجھے طاقت — لب پر ہے مری جان
جا کر یہ سخن کہ طرف پردۂ عصمت — اے اُسکے یتیمان
سر کاٹ کے جسکا رکھین گے ظالم اظلم — برچھی کی سنان پر

بستر پہ جو بیماری کے ہی عابد بیمار
کیسا ہی جو ہو مرضی حق مین تجھے آزار
جو ظلم و ستم تجھ پہ کرین قوم جفا کار
تنہا نہ مصیبت مین گرفتار ہین کچھ ہم
اُس سے تو یہ کہیو
راضی ہی تو رہیو
سر اپنے پہ سہیو
تھے سارے پیمبر

جانا جو ہو قسمت سے مدینے کو تمھارا
کہیو کہ سلام ابن علی کو کے سدہارا
جبتک کہ لعینون نے سر اُسکے کو اُتارا
مشتاق و ملاقات رہا مر گ کے تا دم
جا دیرے بدیرے
ہر دوست کو میرے
تھا یاد مین تیرے
فرزند پیمبر

یہ کہکے شہ دین نے کیا گھوڑے کو رخصت
من بعد نصیب اُسکے ہوا جام شہادت
وان سی جو گیا اسپ سوے پردۂ عصمت
پھر کیا کہون تھا حق ہی اُس احوال سی محرم
خیمے کی طرف کو
از دست جفا جو
مل جیر مین لوہو
گذرا جو اُنھون پر

آیا جو نظر خانۂ زین شاہ سے خالی
وحشت ہوئی اک وحشت محشر سے نرالی
خاک اپنی سر و شکل پہ ہر ایک نے ڈالی
پہچانے تھا کوئی نہ کسی کے تئین باہم
مین کیا کہون اُس آن
از نالۂ و افغان
کربال پریشان
از عترت اطہر

لوہو سے بھری دیکھکے گھوڑے کی جبین کو
بولین کہ مگر قتل کیا سرور دین کو
کھویا کدھر اُس مہر نبوت کے نگین کو
بتلا دے ہمارا ہی کدھر مونس و ہمدم
سر پیٹا کے زینب
کہ واقعی تو اب
کھول اپنے ذرا لب
ہم بھی چلین اودھر

سچ کہ کسی بیرحم نے رحم اُسپہ کیا تھا
پانی خلف ساقی کو دیا تھا کہ
جی پیاس ہی نے جسم سے کیا اُسکا لیا تھا
اسطرح کی آفت کبھو دیکھی ہی نہین ہم
جب سر کو اُتارا
یا تشنہ ہی مارا
جو جگ سے سدہارا
زنہار بشر بہ بر

کہتا تھا کوئی اُس سے کہ اے بادیہ پیما
کید ہر ہی شہ دین

پوچھے تھا کوئی حال شہادت مجھے بتلا
بولے تھا کوئی خون ترے چہرہ پہ ہی کسکا
کرتے تھے یہ کہہ کے سخن ہائے پر از غم
مارا ہی کس آئین
جس سی ہی یہ رنگین
خاک اپنی سرون پر

گھوڑا بھی کبھو کھا کے پچھاڑین بروئے خاک
رکھے تھا کبھو سر کو اُٹھا کر سوے افلاک
کہتا تھا اشارو نسے کبھو ہوکے وہ غمناک
ہیہات کٹا آج سر سرور عالم
روئے تھا الم سے
دور انکے ستم سے
یون اہل حرم سے
زیر دم خنجر

گرد اُسکے کھڑین زینب و کلثوم و سکینہ
کہتی تھین کہ ویران ہوا آج مدینہ
کوئی نہ بچا آل کا ڈوبا یہ سفینہ
اس بحر تظلم سے کہو کیونکہ ترین ہم
با دیدہ خونبار
اے احمد مختار
جز عابد بیمار
اب ہوسکے شناور

القصہ جو احوال حرم رکھتے تھے اس آن
لوہو کھڑے روتے تھے چہ انسان وچہ حیوان
طاقت نہین سننے کی نہ اب آگے مہربان
توفیق عزا کی سبھے ہر ماہ محرم
دیکھ اُسکے تئین کو
ہر جانب و ہر سو
خاموش ہو اب کو
دے خالق اکبر

مرثیۂ حضرت

اشجار غم سے ہوگئے بے برگ و بر صبا
پھر کس خوشی سے کرتی ہی تو اب گذر صبا
گل شبنم الم سے ہوئی چشم تر صبا
سیر چمن کو آج سے موقوف کر صبا

ہی گلشن جہان مین قیامت کی اب سحر
جلے عبیر ملتے ہین گل گرد منھ اوپر
غنچے ہوئے خموش گریبان کو چاک کر
بلبل کا آہ نالہ سے تڑکا جگر صبا

گلزار فاطمہ کا مین احوال کیا کہون
تیغ ستم سے کاٹ گئے وہ دنی دون
ہر اک سخن سے دم بدم آتی ہی بوے خون
چھوڑا نہ باغ دین مین کچھ خشک و تر صبا

پانی بغیر سوکھ گئے سب وہ نونہال
ہے کس ستم سے مزرع ایمان پائمال
ہر اک طرف پڑی ہین کٹی اُنکی ڈال ڈال
ٹک اس جفائے چرخ پہ کیجو نظر صبا

رکھتا تھا جن گلو سے فضا دین کا بوستان
لے گئے سوے یزید لعین کرکے ارمغان
دستے ہی باندھ باندھ انھونکے وہ شامیان
جاوے مدینے بیچ نبی کو خبر صبا

ابن علی کا یہ ہی گل زخم سے بدن
گہ پاس دین ہی تجکو تو اب مان یہ سخن
سینے کو اُسکے دیکھ کہ ہے تختۂ چمن
خاک اپنے سر پہ ڈالتی پھر دربدر صبا

سیر چمن کا وقت ترے کونسا ہے آہ
جا دیکھ رنگین تو کہ محمدؐ کی بوسہ گاہ
عالم بچشم عالمیان ہو گیا سیاہ
خنجر سے اب ستم کے لہو مین ہی تر صبا

اُس سر کا جو رہی تھا پیمبر کے دوش پر
تب ظالمان دہر نے اُس سر کو کاٹکر
ہمدم نہ جب رہا کوئی غیر از دم خنجر
ہمراہ اپنے لیگئے نیزے پہ دھر صبا

وہ تن کہ جس سے شاہ نجف کی تھا دلکو چین
اور دمبدم کہین تھین مین صدقے تری حسین
روشن تھے جسکے دیکھنے سے فاطمہ کی نین
بے سر پڑا ہی آج سو وہ خاک پر صبا

دھوتی تھی جنکو فاطمہ اُن گیسوونکے بال
شامی یہ چاہتے تھے کرین تن کو پائمال
جاتے ہین جھوٹے وہ سنان پر لہو مین لال
چوکی دی ایک شیر نے وان آنکر صبا

خیمے مین پیٹھ لوٹ لیا گھر کا تار تار
بیمار عابدین کے دی ہاتھ مین مہار
عترت کو اُسکی اونٹونکی کر پیٹھ پر سوار
دکھلاتے لیگئے ہین انھین دربدر صبا

لکھتا ہی اک کتاب مین راوی معتبر
نیزے سی لیگئے وہ لعین تب اُتار کر
اُس قافلے کا شام مین جسدم ہوا گذر
پیش یزید طشت مین اس سر کو دھر صبا

اس لعنتی نے سر کو چھوا بید کی چھڑی
صف تھی جو اہل بیت کی وان سامنے کھڑی
کہنے لگا کہ دانت تو موتی کی ہین لڑی
زینب یہ بولی آئین سے سر پیٹ کر صبا

اے روسیاہ تو کوڑھ سے ہو جائے گا سفید
جینے سے اپنے جب کہا یہ ہوکے نا اُمید
مارے ہی بوسہ گاہ نبی پر یہ چوب بید
بولا یزید پھیر کے منھ کو اُدھر صبا

اے بیوہ تو جو کرتی ہی مجھسے یہ گفتگو
راوی کہے ہی ایک فرنگی نیک خو
پہونچے گی اپنے بھائی کنے اس زبان سے تو
کہنے لگا یزید کو وہ دیکھکر صبا

سن اے یزید ہم جو ہین عیسیٰ کے دین پر
تو نے نبی کی اپنے نہ حرمت رکھی نظر
یو جین ہین اس علاقے سی نت سم پائے خر
یہ کہکے اُن نے اپنی کئے چشم تر صبا

اس حرف سے یزید لعین نے غضب مین آ
جلاد اسکے قتل کو دوہین کیا بلا

دیکھا جو اُس فرنگی نے اُس دم یہ ماجرا	بولا اُٹھا کے طشت سے وہ غنچہ کا سر صبا
اے سر خدا کیواسطے ایمان کر عطا	نانا کے اپنے دین مین مجکو تو جلد لا
القصہ سر نے شاہ کے کلمہ دیا پڑھا	راوی معتبر نے یہ دی ہے خبر صبا
آخر یزید لعنتی خلق کے کہے	نالے لہو کے تن سے فرنگی کے دان بہے
اپنے پہ بہر دین یہ ظلم و ستم سہے	داخل ہوا شہیدونمین جی سے گذر صبا
سودا تو اپنے دلکو رکھ اس غمسے دردناک	تا فضل روز حشر کرے وہ امام پاک
یون سر پہ اپنے کیجیے اس تعزیے مین خاک	باغ جہان مین کرتی ہے جون ہر سحر صبا

دیگر مرثیہ مفردہ بزبان دکھنی آمیز

کافران آل محمدؐ پہ ستم کیا کیتا	ہائے تمنانے اُنہان اُپر ظلم کیا کیتا
شہ کو بلوائے مدینہ سینتی لکھ پتیاری	تن اپنا کہو وہ قول و قسم کیا کینا
جس گلے کا سدا لیتے تھے پیمبر بوسہ	اُس گلے کو کیا لوہو سیتی تر کیا کینا
ظالمان ڈھا دیے تمنانے امامت کے ستون	گھر پیمبر کا کیا تم نے ہدم کیا کیتا
لب دریا پہ کیا اُس کا جگر پیاسا ذبح	نبی اپنے سے نہ کی تم نے شرم کیا کیتا
تیغ و خنجر سینتی ظلمان کے تن مثل چنار	عضو عضو اُنکے کیے ہائے قلم کیا کیتا
تن دیے خاک مین ڈال اُنیونکی بے دفن و کفن	سیس اُنہانکے کیے نیزان پہ علم کیا کیتا
کھو دیا ہائے رتن تم نے نبی کے من کا	کیا کہو حق جو یہ پوچھے وہ رقم کیا کیتا
انجھو موتی سے پیمبر کے نین سنے بیتے	لال وہ فاطمہ کا ال کے بہم کیا کیتا
کاٹا دنیا کے لیے بس شہ دین کا تن	حیف تمنانے پے دام و درم کیا کیتا
سیس کی اہل حرم کے بیتیین تم چدران	اُنکا یون لوٹ لیا مال و حشم کیا کیتا
قید مین شام کو اونٹان پہ چڑھا کر ظالم	لے گئے آج کے دن اہل حرم کیا کیتا
کس خوشی سیتی دکھاؤ گے محمدؐ کو منھ	فاطمہ سے یہ دیا جان کو غم کیا کیتا
پوچھین گے حشر مین تمناسی تو کیا دوگے جواب	مصطفےٰ اکے جو وہ تھا جسم کا دم کیا کیتا
اپنے بنیان کے نواسونکو کیا پیاسا ذبح	ہوگئے افسوس تمن خیر امم کیا کیتا
ٹھور تمنا کے تئین نہین ہے کہین بن دوزخ	اپنے کرمونکا کمایا یہ کرم کیا کیتا

مہرباں بولے ہو اے کافر دنیا کیلیے
کردیا دین کو تمن اپنے عدم کیا کیتا

دیگر مرثیہ مفردہ

دیکھیو چرخ کی بیدادی ہائے
فاطمہ آج ہین فریادی ہائے

ہو گئی دست تظلم سے حیف
خانۂ دین کی بربادی ہائے

اہل بیت بنوی بیٹھے ہین
شہر کو تج کے سوئے وادی ہائے

رہنمائی کو چلے امت کی
کربلا دین کے جو تھے ہادی ہائے

شام کی فوج نے آ گرد دیکھو
بل ہین ویران کی یہ آبادی ہائے

مارتا صید حرم کو نہ ڈرا
کیا زمانیکی ہے صیادی ہائے

گرچہ ہے ظلم ترا کام و لے
چرخ اتنی ستم ایجادی ہائے

یا نبی تیری ہی امت نے آج
یون تری آل کو ایذادی ہائے

تخت کی رات ہے ماتم مین دلھن
ہے یہ قاسم کی عجب شادی ہائے

بولا منہ دیکھ عروس اپنی کا
ہوگئی ختم یہ دامادی ہائے

یہی قسمت تھی تری کیا کیجے
ہائے لے دین کی شہزادی ہائے

شکل اکبر جو نبی سے تھی شبیہ
دہر نے خاک مین ملوادی ہائے

پیٹ کر سر کو ملائک روئے
دیکھکر شمر کی جلادی ہائے

لوح سے لے کے قلم تک لرزا
جب چلا خنجر فولادی ہائے

غم نے سجاد کے اس رونے پر
لکھی طالع کی نہ مٹوادی ہائے

باپ بھائی کی شہادت کی اب
کس نے عابد کی خبر لادی ہائے

نشتر غم نے اب اک عالم کے
کی رگ جان یہ فصادی ہائے

کفر کے گھر کے تئین کر آباد
دین کی بستی کو لٹوادی ہائے

صف مژگان کی طرح اک پل مین
صف ایمان کو الٹادی ہائے

قید مین اب تو حرم جاتے ہین
ہوگی کسطرح سے آزادی ہائے

سودا یہ سنکے ترا نظم کلام
کہتی ہے سوز کی استادی ہائے

دیگر مرثیہ مفردہ

اے باد صبا آج وہ سلطان کہان ہی
اُس بنت نبی فاطمہ کا جان کہان ہے

مدفون ہوا جس جگہ وہ شاہنشہ مظلوم
بتلا مجھے وہ گور غریبان کہان ہے

فردوس کو بھی فخر تھا جس سے دو جہا نمین
اُس باغ نبی کا گل ریحان کہان ہے

گذرا ہی جو کچھ آل پہ وہ آنکھ نے دیکھے
اب آ چکے دن صاحب قرآن کہان ہے

جس کا کہ ہوا لخت جگر ذبح پیاسا
وہ ساقی کوثر شہ مردان کہان ہے

پانی بھی ردا شامیون نے جس پہ نہ رکھا
کربل کی بیابان کا وہ مہمان کہان ہے

یان پیاس کے ہاتھونسے ہوا گنج شہیدان
بے آبی کا دنیا مین یہ طوفان کہان ہے

جمشید سے تھے جسکے غلامان ہزارون
بتلا تو مجھے وہ شہ شاہان کہان ہے

اک نیزہ پہ آیا ہے یہ خورشید قیامت
برچھی پہ سر شاہ نمایان کہان ہے

جس سر کو لیے جاتے ہین نیزہ پہ لعینان
اُس سر کو بتاؤ تن بیجان کہان ہے

آتا ہی شفق بیچ نظر دین کا خورشید
غرق اُسکا لہو مین تن عریان کہان ہے

جس بن دو جہان چشم خلائق مین ہے تاریک
ہیہات کہ وہ مہر درخشان کہان ہے

جس جا پہ ہوا قتل امام دو جہان آج
پوچھون ہون مین یہ تجھسے وہ میدان کہان ہے

جاتے ہین یتیم اُسکے گرفتار بہ زنجیر
یارو کہو والی یتیمان کہان ہے

جاری ہی لہو اُسکے یتیمونکے نین سے
پوچھے جو وہ یہ دیدہ گریان کہان ہے

روتے ہین سبھی اہل حرم آ چکے دن ہائے
کہتے ہین ہمارا وہ نگہبان کہان ہے

کربل مین کہین جاکے کوئی ڈھونڈھو محبان
لوہو مین پڑا دین کا ارکان کہان ہے

لے دیو و پری جسکے لیے تا ملخ و مور
سر پیٹے ہین اپنا وہ سلیمان کہان ہے

ہرچند کباب آتش غم سے ہی دل خلق
پر فاطمہ کا سا دل بریان کہان ہے

جسمین نہ بچا خویش نہ بھائی نہ بھتیجا
ایسا بجہان گنج شہیدان کہان ہے

چھوڑا نہ اُسے عمر تھی ششماہہ بھی جسکی
آفاق مین یہ ظلم کا طغیان کہان ہے

مان اُسکی یہی کہتی ہی سر پیٹ کے اپنا
اب جینے کا تجھ بن مجھے ارمان کہان ہے

ٹک بول مرے ساتھ کہ اس دلکو ہو تسکین
اے جان مری مین ترے قربان کہان ہے

راتون کے تئین چونک کے رو دھا ای مری دلبند
رو رو کے ترا مانگنا ہر آن کہان ہے

ہے سرو تری دیہ بنا اے مری جانی
جو باعث گرمی تھی سو وہ جان کہان ہے

مجکو نہ دیا تونے جواب ایک بھی بارے
جتنا مین پکاری مرے نادان کہان ہے

ٹک کھول تو منھ اپنا مری جان کہ دیکھون
سوراخ کدھر حلق کا وہ پیکان کہان ہے

مانند شب تار نظر آئے ہے مجکو
اے گھر کے مرے شمع شبستان کہان ہے

بیماری جو کچھ ہو تو طبیبون سے مین پوچھون
تجھ بن مرے اس درد کا درمان کہان ہے

ٹکڑے جو مرے دلکے بہین آنسوؤنکے ساتھ
تجھ غم مین ولے رونیکا سامان کہان ہے

صغرا کو غرض روتی ہین جس طرح سے بانو
وہ چشمۂ کہسار مین جریان کہان ہے

دلمین جو ترے داغ ہی اس غم ستی سودا
اس داغ کی سی آتش سوزان کہان ہے

یہ مرثیہ ایسا ہی کہا تونے کہ جس سے
آمرزش حق کہتی ہی عصیان کہان ہے

دیگر مرثیہ مفردہ

اے قوم ٹک سنو تو بھلا ہاے ہای ہاے
خنجر گلے پہ کس کے چلا ہاے ہاے ہاے

جو دل ہی آج جگ مین سو ہی دود غم سی بھرا
کسکا یہ گھر دیا ہے جلا ہاے ہاے ہاے

یہ بنت فاطمہ ہی کہ جن نے بجاے خاک
خون حسین منہ سے ملا ہاے ہاے ہاے

طعمہ نگس کا ہووے وہ تن جس کا ایک عمر
رومال فاطمہ نے جھلا ہاے ہاے ہاے

جنگل مین کنگرہ نہ وہ سویا پڑا ہے آج
جو گود مین نبی کے پلا ہاے ہاے ہاے

یہ ابن بوتراب ہے جس کا بغیر سر
ماٹی مین تن پڑا ہی رلا ہاے ہاے ہاے

بویا تھا فاطمہ نے جہان تخم صد امید
وہ کھیت کسطرح سے پھلا ہاے ہاے ہاے

پانی جنھین دیا نہ کسی نے جز آب تیغ
سو تشنگان کرب و بلا ہاے ہاے ہاے

بے آب و دانہ تھے جو کئی روز سے حرم
دی انکو خوان غم یہ صلا ہاے ہاے ہاے

کرتے تھے برگ و گل پہ رکھے سی جو پاؤن درد
ہر ایک خار انمین گلا ہاے ہاے ہاے

پوچھو تو آسیاے فلک سے کوئی کہ تین
کس کے یہ گھر کے گھر کو دلا ہاے ہاے ہاے

کس کا ہی یہ عیال کہ بے محمل و جہاز
جاتا ہے اشترونپہ چلا ہاے ہاے ہاے

زنجیر اسکے پاؤن تو اسکے گلے سے ہے طوق
یہ کون ہین اسیر بلا ہاے ہاے ہاے

یہ طفل بے گنہ تھا کسی کا کہ جس کے تیر
لگ کر گلے مین پھر نہ ہلا ہائے ہائے ہائے
وہ مرتبہ سمجھ کہ جو کچھ تھا حسین کا
تاج انبیا کے سر سے ڈھلا ہائے ہائے ہائے
ایسے نبی کے لخت جگر قتل یون کیے
کیا گر گئے عمل جہلا ہائے ہائے ہائے
جو سر نبی کے دوش پہ تھا سو ہے نیزے پر
دیکھے زمانے کی یہ کلا ہائے ہائے ہائے
کیونکر روؤن لہو کے نہ انجھوان سے مہربان
نازل ہی کربلا مین بلا ہائے ہائے ہائے

دیگر مرثیہ مفردہ

یاروایسا خلق پر اب ہے دکھ بھاری
روتی تھی سر پیٹ پیٹ یہ برچھی ساری
جسکو دیکھون بھر نظر سو روتا ہے وہ
لوہو جگر کا آج ہے نینون سے جاری
اہل زمین و آسمان سب خاک بسر ہین
آدم سے لے تا ملک یہ حال ہے طاری
کیون نہ یہ حالت خلق کی اب ہووے یارو
بیٹھے غم کے تیر کا جب پیکان کاری
پانی پیئے جس جگہ آمور و ملخ تک
آل نبی کی آب بن وہان پیاسی ماری
کوثر کے مختار کے بچے گرتے ہین
پانی کے اک بوند کو سو منت زاری
غربت کے وہ دشت مین پھرتی ہین بیکس
کوئی نہین اب جو کرے اسدم مین یاری
ظالم بٹھلا لیچلے شام اُن اونٹون پر
جن اونٹون کی پشت پہ محمل نہ عماری
بانو بیوہ فاطمہ کلثوم اور زینب
انہین سکینہ اس طرح بیٹھی دکھیاری
چہرہ گرد آلود ہے اور بال پریشان
اُسکے ہر اک کان سے لوہو ہی جاری
ملعونون کے ہاتھ سے اس دشت بلا مین
ظلم و ستم مین رات دون وہ بابا پیاری
پہونچی جب اسطرح سے وہ شام مین جاکر
آگے مورخ کا ہوا یون خامہ جاری
پہونچی خبر یزید کو آمد کی اُن کے
سنکر یہ کہنے لگا وہ ملعون ناری
آئے ہین جو یہ اسیر یکجا مین اُتارو
تنگ و تار سی دیکھکر وان انکی سواری
اک مکان ویسا ہی دیکھ لا اُنکو اُتارا
بیٹھے وہان جا وہ غریب با نالہ و زاری
یارو کیا کہیے غرض اُن مظلومون نے
کاٹی تم شب آنکھونین وان کرتے خونباری
تھا یہ زبان زد تجھ بن اب لے ولے حسینا
کانٹے پر جون اوس ہی اب زیست ہماری
روتے روتے سو گئی نادان سکینہ
خواب مین دیکھا باپ کو اُن نے اکباری

کہتے تھے وہ لگ گلے اے میری سکینہ — کون کرے گا مجھ بن اب تیری غمخواری
پھوپھیان تیری سوگ مین بیٹھی ہین میرے — عابد بھائی ہے تیرا اُس کو بیماری
ذکر دوا و غذا کا کیا ہر ایک سے اُسکو — چلو پانی کے لیے ہے منت داری
کرینوالا جز خدا اس رنج و بلا مین — دل جوئی کون اُسکی اور تیری دلداری
باتین یہ سنکر غرض چونکی جو سکینہ — بابا بابا کہہ کے وہ معصوم پکاری
دیکھ یہ حال اہل حرم سب رونے لاگے — سنکے وہ ملعون نیند سے چونکا یکباری
بولا زاری کا سبب کیا جا کے خبر لو — کس پہ آج ایسا پڑا ہے یہ دکھ بھاری
بولی سکینہ خواب مین دیکھا اپنے پدر کو — چونک اُٹھے ہے یک بیک روتی دکھیاری
تب سے برپا حشر کا ہی عالم اُس پر — دیتی ہین تسکین اُسے پھوپھیان بیچاری
سنکر کہا یزید نے سر اُس کے پدر کا — دکھلا دو لیجا اوسے تا بھولے زاری
اُس ملعون کے امر سے سر طشت مین دھر کر — کھاینگی جو قاب ہو یون کی تیاری
لیجا کر جب رکھ دیا وہ آگے حرم کے — سمجھے قاب طعام سے یہ پر ہے ساری
کھولا جب اُس قاب کو سر شہ کا دیکھا — کرنے لاگے پیٹ سر سب نالہ و زاری
چھاتی سے وہ سر لگا بولی یہ سکینہ — سیس کٹے تجھ باپ کے جاؤن بلہاری
مجکو اپنی زیست اب درکار نہین ہے — بابا تجھ بن ایک دم ہے جینا بھاری
تن تیرا اُس دشت مین گردن سے نیارا — گردن تیری طشت مین ہے تن سے نیاری
تیری مورت یون ہوئی شمشیر ستم سے — کون کہے گا اب مجھے اے بابا پیاری
کیدھر دادی فاطمہ جو حال یہ دیکھین — ہر گیسو سے موبمو ہے لوہو جاری
پوچھین اے نور نین بتلا دے مجھکو — پیارے تن سے کس طرح گردن یہ اتاری
آہ ایسے مطلب بھرے یہ اُن نے کہکر — روح اُسکی بابا کہنے فی الفور سدھاری
دیکھ ستم پر یہ ستم جو اہل حرم تھے — محشر کی حالت ہوئی پھر اُن پر طاری
آگے کیا دم مارے جو اُن پر گذرا — کہنے کی طاقت نہین یہ حالت ساری

مرثیہ مفرد مستزاد

بانو یون کہتی ہین سر در کیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا

ڈھونڈھتی جاؤن مین کیدھر گیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
تھا مری آنکھون مین روشن جس سے گھر	وا دریغا وا دریغ
کہ مرا وہ ماہ انور گیا ہوا ۴	ہے ہے اصغر لاڈلا
مل گئے ہین بخت میرے خاک مین	وا دریغا وا دریغ
میرے طالع کا وہ اختر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
لٹ گیا میرا چمن اُمید کا	وا دریغا وا دریغ
وہ مرا سرو و صنوبر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
پالتی تھی جس کو مین جی کی طرح	وا دریغا وا دریغ
سو وہ میرا ناز پرور کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
ساتھ لے سوتی تھی اُسکو ساری رات	وا دریغا وا دریغ
خالی اب اُس بن ہے بستر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
رات دن کا تھا وہ میرا مشغلا	وا دریغا وا دریغ
تھا مرا دل مجھ سے خوگر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
مرتدون نے یہ ستم مجھپر کیا	وا دریغا وا دریغ
سنتے ہواے دین کے رہبر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
ہو گئی خالی بن اُس کے میری گود	وا دریغا وا دریغ
مجھ صدف کا کہ وہ گوہر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
فخر تھا مان ہونے سے جسکے مجھے	وا دریغا وا دریغ
سیس کا میرے وہ افسر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
دل مرا خون ہو گیا ہے جس بغیر	وا دریغا وا دریغ
مجھ سے دکھیا کا وہ دلبر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
گود سے میری گیا چنگا بھلا	وا دریغا وا دریغ
باپ کے کاندھے پہ جا کر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا
جاگتا جیتا گیا تھا اُستنے مین	وا دریغا وا دریغ
سو گیا وہ یا گیا مر کیا ہوا	ہے ہے اصغر لاڈلا

کاش مین جانے نہ دیتی وان اسے
جاتے ہی یہ قہر اُس پر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

قطرہ پانی اُس کو تھا پیکان تیر
ہاے اے ساقی کوثر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

اُن بغیر از کوئی اب سنتا نہین
پوچھتے گر ہوتے حیدر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

خشک لب سوتا ہے میری گود مین
حلق اُس کا خون سے تر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

اس طرح سے یک بیک ٹوٹا فلک
یہ ستم صادر مجھ اوپر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

کس طرح جیون گی مین آرام سے
چین مجھ دل کا سراسر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

اوس بغیر از کل نہین اک پل مجھے
اب مرا وہ جان مادر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

جب تلک جیتی رہون گی تب تلک
یون پھرون گی کہتی گھر گھر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

کیا کرون گی جی کو اپنے مین تو رکھ
ظلم دل پر حد سے باہر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

مہربان رو رو کے بانو جس گھڑی
کہتی تھین یون آہ بھر کر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

سامعون کے کچھ نہ تھے باقی حواس
کہتے تھے سب پیٹ کر سر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہی ہے اصغر لاڈلا

مرثیہ مفردہ دوہرہ بند

کہتی ہین بنت پیمبر ہاے سرور ہاے ہاے
اے نبی کے ناز پرور ہاے سرور ہاے ہاے

دیکھ خفا جس کو ذرا کہتے تھے رسول
لال کو میرے فاطمہ کیون تین کیا ملول

سو جفا کیشون کے تیر ظلم سی کربل مین آج
وہ جبین لوہو سے ہی تر ہاے سرور ہاے ہاے

گلا کٹا لوہو چوے چھپی نرخرے بہال
جس کا نانے یون مرے نانا کا کیا حال

جو گلا تھا بوسہ گاہ مصطفےٰ اے میری لال
وہ گلا ہو زیر خنجر ہاے سرور ہاے ہاے

ایسا ہی مخلوق کو بڑا بناوے رب
جو کرمون کا ہے لکھا سو مٹتا ہے کب

مان تری ہین فاطمہ بنت رسول ہاشمی
باپ تھا ساقی کوثر ہاے سرور ہاے ہاے

تن گھائل ہو تیغ سے سیس اُتارا جاے
پوت ایسے کا ہوے کر پیاسا مارا جاے

سر کو بے تن کر کے لیگئے اشقیا نیزے پہ رکھ
ڈال گئے کر تن کو بے سر ہای سرور ہای ہاے

جن زلفون کا بال نہین ٹوٹا شانے ہاتھ
لے گئے اُنسے باندھکر سر نیزے کے ساتھ

خویش و فرزندان کے تیرے نہین ہر تیغ و تیر سے
ایک جا ثابت بدن پر ہای سرور ہای ہاے

جیسے ہوے سب جھکے پڑے کہین ہاتھ کہین پانو
قتل کیا یون گھر ترا کٹا کرین جون گانو

گھر کا گھر ڈوبا ہی تیرا آب تیغ ظلم سے
خون دریا کے تھا دریا ہی سرور ہاے ہاے

ناؤ منجھدھار مین آنکر اے حق کے محبوب
کشتی تیری یک بیک گئی لہو مین ڈوب

ہاے عجب کا ستم تجھ پہ کہ دریا کے قریب
نیر بن ڈوبا ترا گھر ہاے سرور ہاے ہاے

بن مین چڑیان چگتی پھرین جیوین پانی پی
بالک تیرے لاڈلے بن پانی دین جی

ایک تو ہی رہگیا تھا اپنے بابا کا نشان
کیا کرون اے جان مادر ہای سرور ہای ہاے

پوت جیے تو ناتھ کا دل سے داغ مٹاے
مان دکھیاری کیا کرے پوت بھی جب مٹجاے

ہو گیا تاریک چھپنے سے ترے ای زیر خاک   گھر مرا اے دین کے اختر ہای سرور ہای ہاے

دن دوتے کے چاند کو مارین شامی گھیر
جگ مین دیکھا ہے کہین ایسا بھی اندھیر

بس نہین چلتا کسی بندے کا کچھ تقدیر سے   کیا کرون اے میرے دلبر ہای سرور ہای ہاے

بیکس تجکو دیکھکر روتی ہون جگ ماتھ
کیا کرون لے لاڈلے میرا بس کچھ ناتھ

دیکھکر تجھ لاش کو کہتی گئی ہی سوے شام   تیری یون ہر اک خواہر ہای سرور ہای ہاے

آنکھ مین جو کو لو بھرے ہی جاے ہے بیر
پر دیکھا جاتا نہین پڑا ہوا یون بیر

یون کیا غارت ترے گھر کو کہ مستورات کی   سر کی بھی چھوڑی نہ چادر ہای سرور ہای ہاے

لفتہ جنس سب ظلم سے بیوڈ نکا اک بار
لوٹ کے لیگئے وہ ٹکٹی چھوڑا نہ اک تار

ظلم جو گذرا ہی تجھپر ہون گی اُس کو یاد کر   نعرہ زن مین تا بمحشر ہای سرور ہای ہاے

آ رآتی ہی گاے بھی شیر جو بچھڑا کھاے
روؤن نہ تجسا پوت جب موت کی منھ مین جاے

مطلب ان طرحو نسے ہر دم حضرت خیر النسا   یہ سخن لائین زبان پر ہاے سرور ہای ہاے

سن سن جگ مین سودا یہ بنت نبی کے بین
مو ہی سے سب ہوگئے تین لوک بیچین

مرثیہ مثلث بطریق متزاد

مان اصغر کی کہتی ہی رو رو بچے کی سو جانیکو   تھپک تھپک سب دین ہین لوری دونین جو کانیکو
ہی ہے اصغر میرے لال

جسکا بچہ یون سوے دکھ اسکی مانکا کیجے غور   آجکا سویا حشر مین جو نکی اس سونیکو کہین ہی ٹھور
ہی ہے اصغر میرے لال

ہین تمھاری کہتی ہی پیارے بیر کو مان دے جو نکا   جو نکین کب اس نیند کے سوے وہ دکھیا کچھے ہی کیا

ہی ہے اصغر میرے لال

جاؤ گے جیدھر تم ادھر کون اب ساتھ اُٹھ جاویگا
روؤگے جو تم اُنجا مین کون تمھین بہلا دے گا

ہی ہی اصغر میرے لال

آنکھ مچولا کھیلین ہین لٹکے چھپ چھپ چاندنی راتوںمین
پانو تمھین چلتے ہی نہ دیکھا بلا گئے تم ہاتھوں مین

ہی ہی اصغر میرے لال

تم جو چلے ہو گود سے میری الفت کے رشتے کو توڑ
کوئی بھی اس عمر مین پیاری جاتا ہی امان کو چھوڑ

ہی ہی اصغر میرے لال

جانی تم جب پاس کسیکے لیتے تھے سب ہاتھوں ہاتھ
مجکو بتاؤ کون چلیگا آج تمھارے پالنے ساتھ

ہی ہی اصغر میرے لال

اب تک تمکو ساتھ سلایا آج جدھر تم سونے جاؤ
ہٹ کی نشر ابھی ہی پیارے وان تم مجکو ساتھ سلاؤ

ہی ہی اصغر میرے لال

آنکھ تمھاری جو لاگ دون گلے تمھاری لاگون گی
اور سوؤنگی ایسا پیارے محشر ہی مین جاگونگی

ہی ہی اصغر میرے لال

حیف سوئی سو سوئی تم مین جاگتی ہون اور جیتی ہون
دودھ نہ پینے سی مین تمھاری گھونٹ لہو کی پیتی ہون

ہی ہی اصغر میرے لال

ایسی نیند کہانسے آئی دودھ بھی مانگ نہ روئے تم
کاندھے سے لگ باپ کی اپنی سوئے سو بس سوئے تم

ہی ہی اصغر میرے لال

سونیکو مین نہین ہون روتی اس سے بھی سوتی ہین دیر
اس کروٹ پر جو سویا مین اُسکو نہ دیکھا اُٹھتے پھیر

ہی ہی اصغر میرے لال

جو لگتی نیند آتی ہی پیاری آنکھون مین ہر بالے کی
نیند جو ہوئے تم جنکو یہ تو ڈس ہی کالے کی

ہی ہی اصغر میرے لال

ٹک تو پیاری کروٹ لیکر مان کی طرف تو منھ کو پھیر
ایسا کیا مین کیا تمھارا روٹھ رہے جو اتنی دیر

ہی ہی اصغر میرے لال

حلق اپنا دکھلا ہو بیٹو تمکو تم کریگا یون ارشاد
سودے نے کو مان نے اپنی دی ہوگی زیادہ معتاد

ہی ہی اصغر میرے لال

ایسا گر مین سمجھتی تم کو لگتی کب لوری دینے — حلق کی راہ آنکھو نہین تمھاری نیند نہ آوے گی جی لینے

ہی ہی اصغر میرے لال

کھولو اب انکھیان تم اپنی کر عنوان امان پاس — خاک کے نیچے مت دبواؤ میری تم امید اور آس

ہی ہی اصغر میرے لال

چاؤ تھا میرے دل مین تمھارا دیکھ مرونگی بیاہ برات — نیند تمھین پر ایسی آئی جن نے کھوئی سب وہ بات

ہی ہی اصغر میرے لال

آب نے پیکان کی یہ تمنا میرے دل کی ڈبوئی ہے — موت ہی بنری ہو گی تمھاری ساتھ تمھین لے سوئی ہے

ہی ہی اصغر میرے لال

آس یہ کر رکھی تھین زلفین جو مین تم کو بیاہون گی — کعبے مین جا کر مین تمھاری یہ منت اتراؤن گی

ہی ہی اصغر میرے لال

پڑھتا طوطا جس دکھیا کا اڑ جاوے یون قفس کو توڑ — یاد کر اسکی باتو نکو وہ مرے نہ کیونکر سر کو پھوڑ

ہی ہی اصغر میرے لال

ہنسلی جاتی ٹک بھی تمھاری تو مین بیکل ہوتی تھی — جسدم تک تم روتے رہتے مین بھی تب تک روتی تھی

ہی ہی اصغر میرے لال

زیست مری بھی ایسی ہے اب کانٹے پر جیسے اوس — تم سا گل جب ہاتھ سے جاوے پھر جیون تو صد افسوس

ہی ہی اصغر میرے لال

غرض مہربان سب کے نین سے خون کی ندیان بہتی ہین — جسدم با نوآہ و فغان سے ایتے سخن کو کہتی ہین

ہی ہی اصغر میرے لال

دیگر مرثیہ مثلث

بنت نبی کے پیارے لال ہائے حسیناوای حسین — کہان پڑے ہو آج نڈھال ہای حسیناوای حسین

ٹک دیکھو عترت کا حال ہای حسیناوای حسین

اہل حرم با شور و شین کہتے ہین یہ دن اور رین — کدھر گئے وے من کے چین کسکو دیکھینگے یہ نین

جینے کا نہین ہے ہین خیال ہای حسیناوای حسین

رو رو کر وہ صبح و شام ڈالے ہین سر پر خاک مدام — سر چھاتی کوٹین ہین تمام پیٹے ہین یون لے لے نام

تجھ بن ہمکو زیست وبال ہای حسینا وای حسین

بابا تیرا آج ملول مان ڈالی ہی سر مین دھول　　تیغ جفا سی تو مقتول تجھ بن اے فرزند رسول

ہوے یتیم سبھی اطفال ہای حسینا وای حسین

سر سی تا پا تن مجروح دھوپ مین پڑا ہے تو مذبوح　　پیاسی گئی بدن سی روح شام تلک لی ڈیرہ صبوح

دھوپ سی ہی تجھ تن پہ زوال ہای حسینا وای حسین

روتی ہی ہر ایک بہن پیٹے ہی کہہ یہ سخن　　گو نہ تجھکو ہی نہ کفن عریان تیرا خاک مین تن

سر پہ نیزے کی بھال ہای حسینا واے حسین

لیکے جوان تا طفل صغیر موی بضرب تیغ و تیر　　رہی جو ہم سو کر زنجیر لیکے چلے شامی بے پیر

تجھ بن ہم پر یہ احوال ہای حسینا وای حسین

عابد پیادہ ہم ہین سوار اونٹونکی ہاتھ اُسکے مہار　　پاے برہنہ وہ سالار اُس بن مین جو ہی پُر خار

تلوے اُسکے لہو سی لال ہای حسینا وای حسین

پیاس کی ماری خشک دہان منھ سی باہر اُسکی زبان　　پانی جو چاہے سو کہان لشکر سارا دشمن جان

کس سے کرے وہ جاکے سوال ہای حسینا وای حسین

دیکھ سکینہ اب اُسکو مان سی کہے ہے یہ رو رو　　پیادہ چلنے اسکو نہ دو پاس تم اپنی بٹھلالو

تا بکجا یون کرین نقال ہای حسینا وای حسین

کس سی کہین یہ جا کر درد ہم بیکس بھر آہ سرد　　عریان ہمکو زن او مرد دیکھین ہین اب فرد افرد

سر پہ کسیکے نہین رومال ہای حسینا وای حسین

رنگین تن چھوڑا اعدائی شام پہ چلے سر پہونچانے　　پھر یزید اب دکھلانے کب ہو دیگا کیا جانے

سر کا تیرے تن سی وصال ہای حسینا وای حسین

گور و کفن دے اپنی جب گاڑ زمین مین سبکی سب　　تو بھونکو تیرونکی تب کھینچ لی آگر ہاے غضب

ایک یہ ایک اب دی ہی ڈال ہای حسینا وای حسین

مطلب رو رو اہل حرم مین کہرتی ہین یہ ہر دم　　ہر دو جہان مین ہو ماتم لیکے ملک سے تا آدم

کہتے ہین باقیل و قال ہای حسینا وای حسین

تو بھی سودا رہ غمناک عصیان سی تا ہو دے پاک　　گر سینے کو اپنی چاک ڈال اس غم سے سر پر خاک

کوٹ کی چھاتی کہ ہر سال ہای حسینا وای حسین

دیگر مرثیہ مربع

پوچھے ہے تم سے یارو یہ دل جلا کہو تو
پیاسے گلے پہ خنجر کیونکر چلا کہو تو
احوال ابن حیدر ٹک بر ملا کہو تو
روؤں نہ کیا کروں میں ہر دم بھلا کہو تو

مرضی حق کا راضی ایسا ہوا نہ ہوگا
شبیر سا بشر تو پیدا ہوا نہ ہوگا
کوئی رضا کا تابع ایسا ہوا نہ ہوگا
خنجر تلے سر اسکا ذرہ ہلا کہو تو

بابا کے سر کو اسکے تیغ ستم سے چیرا
کاٹے اب اسکے اعضا جیسے کہ ککڑی کھیرا
بھائی کو اسکے مارا پانی میں دے کے ہیرا
جور فلک کبھو بھی اس سے ٹلا کہو تو

جو گذری اسکے اوپر طاقت نہیں بیان کی
انصاف تو کرو ٹک کجی نے آسمان کی
جاگہ اسی کے گھر تھی آفات ناگہان کی
اسطرح گھر کے گھر کو کس کے دلا کہو تو

بھائی بھتیجے بیٹے داماد رہیں سارے
سر تا قدم دو دولہا جند کی انگارے
اتنے ہی بچ گئے سب گھوڑوں سے ہو اتارے
ہو جائے راکھ کا یوں ہر اک ڈلا کہو تو

کوئی لڑا ہے رہیں جسطرح یہ لڑے ہیں
فاکیز سے زیادہ ہر سمت سر پڑے ہیں
کیا زخم تن پہ اپنے کھائے ہیں اور کھڑے ہیں
اسطرح کھیت کس کا پھولا پھلا کہو تو

وہ شخص رہیں یارو یوں بے خبر ہو سوئے
اور حال سے کچھ اپنے اسکو خبر نہ ہوئے
ہر اک مگس لہو میں آ اسکے منہ ڈبوئے
رومال فاطمہ نے جسکو جھلا کہو تو

چھاتی اپر نبی کی کھا لوٹتے جو والا
جب تک جیے محمد ناز و نعم سے پالا
اور گود بیچ اپنی بیٹا کہ اس کو ڈالا
تن اسکا خاک و خوں میں کیونکر رلا کہو تو

گرد ملال اسکے گر بیٹھتی تھی رو پر
ہر دم جگہ تھی جسکو دوش نبی کے اوپر
روح الامین کے لرزا پڑتا تھا مو بمو پر
نوک سنان پہ وہ سر کیونکر چلا کہو تو

کیا چرخ کی جفا کو دنیا میں کوئی کم تھا
ہر ایک فاطمہ کا ان بیچ ہوش و دم تھا
یہ خاندان عالی کب لائق ستم تھا
ایسوں کے سر پہ یہ کچھ رنج و بلا کہو تو

ہے کیا ستم جو ہو دین مقصود انس و جن کے
سو اب کنار دریا پیاسے ہیں گو انکے
کل وقف مسلمین ہے کوثر طفیل جنکے
پانی ملے نہ شیر بن سے ٹملا کہو تو

بازو نبی کے تھیں تھے جس شخص کی پدر کو
کر تشنہ ذبح یارو اسطرح کے بشر کو

تیغ جفا سے ظالم لیجا ئین کاٹ سر کو
رہ جاے تن لہو مین یون تلملا کہو تو

یہ ظلم جو ہوا ہے کیا ہو بیان اُس کا
دوزخ کی آنچ سے وان نانا بچا ہے جسکا
ان ظالمون بغیر از ایسا جگر ہو کس کا
آتش دے خیمہ انکا یان دین جلا کہو تو

جب سر برہنہ نکلی گرمی سے رہ کی ہانپا
لرزی زمین اُسدم اور آسمان کانپا
غیر از ستم کسی نے سر کو نہ اُسکے ڈھانپا
ارض و سما مین ڈالا کیا زلزلہ کہو تو

جاتا تھا ماندگی سے سر گاہ مین وہ جھکجھک
جس شخص کی کف پا تھی برگ گل سے نازک
وہ دشت اور پیادہ انصاف تو کرو ٹک
کیونکر قدم مین اُسکے کانٹا گلا کہو تو

جو شخص مصطفےٰ کی آنکھونکا نور ہووے
آرام سب طرح کا یون اُس سے دور ہووے
اور مرتضےٰ کے من کا یارو سرور ہووے
ہو بیکڑ دن بلا کا وہ مبتلا کہو تو

اہل حرم کو جسدم لیکر چلے وہ مردود
خورشید حشر سے بھی گرمی پڑی تھی افزود
جاتے تھے سر برہنہ دونون جہان کے مقصود
وہ دن انھونکے سر سے کیونکر ٹلا کہو تو

نا محرم اُنکے جسدم آنکھونکی آگے آتے
چادر نہ تھی کہ جس سے منھ کو لپیٹے جاتے
چہرے سے ملکے ماٹی شکل اپنی سب چھپاتے
یون خاک سے منہ اپنا کن نے ملا کہو تو

بس سودا اب تو آگے سننے کی کب ہے طاقت
آتی ہے سامعون کو جینے سے اب ندامت
اس سے زیادہ مت کہ اہل حرم کی حالت
سلجھے گا کس زبان سے یہ مجملا کہو تو

مرثیہ مربع

یارو نہ اپنے خویش و فرزند کو رو ؤ تم
جو دانہ اشک کا ہو بیجا نہ اُس کو بو ؤ تم
آل نبی کے غم مین نت چشم تر رکھو تم
یہ تخم مغفرت ہے مت رایگان کرو تم

فرزند کسکا ہوگا فرزند مرتضیٰ سا
ہے اقربا کسی کا احمد کے اقربا سا
کس کن کا قدر و رتبہ ہے بنت مصطفےٰ سا
انصاف سے سخن کا میرے جواب دو تم

غم کھائیے کسو کا ایسونکے غم کے ہوتے
روئے ستم جنھون نے دیکھا جشم کے ہوتے
دلکو الم ہو کسکا اُنکے الم کے ہوتے
غمگین کسو کی خاطر انکے سوا نہ ہو تم

اس خاندان مین جو تھا سو مورد جفا تھا
سر تا قدم فدا اُسکا اک آہ بے صدا تھا
جو گذری جسکے اوپر وہ تابع رضا تھا
بندے پھر ایسے پیدا ہونگے بھلا کہو تم

کیا خبر انکے آگے ہین اقربا ہمارے
دنیا سے یون گئے ہین پیاسے نبی کے پیارے
گر یاد جنکو ہر دم ہم رو دین غم کے مارے
احوال سن جنھونکا پانی نہ پھر پیو تم

نعمات جنکی خاطر دنیا مین خلق ہووین
جب کھائین مجو وہ طفل بھوکے سو دین
اطفال انکے راتون خاطر غذا کی رووین
نی پیٹ بھر کے کھاؤ نی نیند بھر کے سو تم

کسکا پدر ہے یارو ساقی حوض کوثر
ہر امر مین جو کوئی الیسونکے ہو برابر
کسکے چلا ہے تم مین پیاسے گلے پہ خنجر
تب کیجے چھوڑ انکو غم انکے مین رو تم

تیغ ستم سے کسکا ہر اک کٹا ہے شانا
احمد ہی کی گھر مین اس ظلم کا ٹھکانا
تیر جفا نے کسکے بھائی کا سینہ چھانا
تم مین کسی پہ یہ کچھ گذرا ہو تو کہو تم

الیسونکی قتل ہر گہ خویش و تبار ہووین
سینے سے تیر و نیزے انکے دوسار ہووین
اور زخم تن پہ انکے جب وار پار ہووین
دل اپنے مین چبھو ٹک غم کے خار کو تم

بھائی بھتیجے بیٹے داماد تم مین کس کے
صابر ہون پاس ستم کے اہل و عیال جسکے
اٹھے ہوئے ہین زمین بن زیر ماری کسکے
وہ روئے تو بجا ہے مانع نہ اسکے ہو تم

تم مین سے بھی کسیکا ششماہہ طفل مارا
جنبونکے منہ نہ رکھا پانی جوانے مارا
نی جگ مین آب پیکان کسکا بچا سدھارا
گذرا نہین کسی پر یہ ظلم مانو تم

مہندی کسی دولھن نی لوہو سے کب لگائی
یون بھی کبھی ہوئی ہے دنیا مین کدخدائی
سہرے سمیت گردن دولھا کی کب کٹائی
شادی مین یہ مصیبت یارو نظر کرو تم

یہ ظلم و جور کسکے ناموس پر ہوا ہے
کب عورتونکا عریان اسطرح سر ہوا ہے
دست ستم سے غارت یون کسکا گھر ہوا ہے
دیکھا ہو گر کسی جا اوس کا نشان دو تم

زن ہے کوئی کہ جسکا دامن ملک دیکھے
ظلم و ستم کسی نی یہ اب تلک نہ دیکھے
اور اسکے سر پہ چادر دور فلک نہ دیکھے
باور کرو یہ ہوگے دین نبی مین جو تم

ناموس پر کسیکے احوال تھا یہ طاری
تھی تشنگی سے کس کی بچون کو بیقراری
کن عورتون نے ننگے اونٹونپہ کی سواری
یہ سنکے چاہیے یون خون جگر پیو تم

سر باپ کا تمھارے نیزے پہ بر ملا تھا
زنجیر پاؤن مین تھی اور طوق مین گلا تھا
بیٹا کبھو کسی کا یون منزلین چلا تھا
اپنو نکو رو یہ سنکر ٹک حق سے بھی ڈرو تم

بیٹی تھی تم مین کسکی جیسی کہ تھی سکینا
کرتا بھی وقت غارت جسکی گلے کا چھینا

روتا ہی جسکی خاطر سے مکہ تا مدینا
لازم ہے یہ کہ روؤ اشک اپنے مین بہو تم

محشر مین اسطرح سے آویگی ماں کسو کی
گر فکر داں ہمین ہی کچھ اپنی آبرو کی
ڈالے ہوے سراوپر چادر بھری لہو کی
داماں و آستین یاں رو رو کی تر کرو تم

کن نے کسی کا بیٹا اس حال مین ستایا
جو تھک گیا تو اسکو شمشیر سے ڈرایا
کب مارمار چابک یوں منزلین چلایا
اقرار گر کرو یہ تو ہو دروغ گو تم

میت پہ کب یہ جور چرخ کہن رہا ہے
گھر کسکے جسم موتی دور از کفن رہا ہے
چالیس دن کسی کا بے دفن تن رہا ہی
تار مژہ مین دانہ دو اشک کا پرو تم

کسکا وبال کن نے گردن پہ یوں لیا ہی
گھوڑونکی قصد اوپر دوڑانیکا کیا ہے
سر کاٹ کر کسیکا تن ٹکڑے کر دیا ہے
افسوس جو نہ ایسے مظلوم پر روؤ تم

سر کاٹ تم مین کسکا رکھا تنور اندر
الضاف چاہتا ہی اس ماجرے کو سنکر
تن پر پڑی ہین کسکے یہ تیر و تیغ و خنجر
خوناب دل مین رو رو دو آپکو ڈبو تم

سمجھو ہوا ی عزیزو احوال ہی یہ کسکا
رونا یہ وہ ہی یارو گر اجر سمجھو اسکا
حامی روز محشر نانا نبی ہے کس کا
بھر عمر چاہیے یوں رو رو کر اب مرو تم

میری زبان پہ اسدم جنکا یہ ماجرا ہے
اس رونیکا فوائد وابستہ جزا ہے
اولاد ہی علی کی اور آل مصطفےٰ ہے
رو رو کے اپنے دلسے اینوںکے غم کو دھو تم

عرصے مین فاطمہ جب روز جزا کو آوین
منہ کو تمھارے اپنے بابا کو لا دکھاوین
اور اشک سی تمھاری آنکھو نمین نم نپاوین
اسوقت ہاتھ اپنے رو رو کے گو ملو تم

ہر چند سر تمھارے واجب بڑی عبادت
روتا حسین پر ہی سب سی بڑی عبادت
کیسی ہی تم کرو اب یارو کڑی عبادت
کیا فائدہ کرو یوں روزہ نماز گو تم

روی حدیث سی یوں راوی نے کی روایت
روؤ تم اب ہو جتنی رونیکی تم مین طاقت
جو رووے یارو لاوی واجب ہی اسپہ جنت
اس رونیکی حلاوت محشر کے بیچ لو تم

سودا اگر تو چاہے عمر ابد کا جینا
خوانندگان کو دے دی اموال در خزینا
آل نبی کے غم مین نت خون دلکو پینا
بحرین بنا بنا کر یہ مرثیہ پڑھو تم

مرثیۂ دیگر

کس دن اس شادی نے پایا تھا قرار
رات جلوے کی دلھن ہے سوگوار
ہوے جس شادی کا یہ انجام کار
رو دی ہے گھونگھٹ میں چھپکے زار زار

غم سے پر شادی کے گھر کو دیکھکر
جسپہ جا پڑتی ہے پھر اُس کی نظر
سر کو دھنتی ہے وہ ٹھنڈی سانس بھر
پوچھے ہے اُس سے یہی بے اختیار

لوگ کیوں روتے ہیں میرے گرد و پیش
مر گیا کوئی مگر از قوم و خویش
کسکے یہ غم سے ہوئے ہیں سینہ ریش
سچ تو کہہ یہ راز مجھ سے غمگسار

گھر تو آتا ہے نظر ماتم سرا سے
کس لئے یہ ہاتھ مہندی سے رنگاے
شادی کے کپڑے مجھے تم کیوں پنہاے
کیوں کیا میرے تئیں اتنا سنگار

جس گھڑی کرتی ہے یہ باتیں دلھن
اُلٹے آتے ہیں کلیجے تا دہن
سنتے ہیں اور اسکو اہل انجمن
چلتی ہے ہر چشم سے لوہو کی دھار

بیاہ دیکھا ہے غرض ایسا کہیں
غم سے..لون ہر ایک کی آنکھیں نہیں
جسمیں جز ماتم خوشی ذرہ نہیں
ہوگئے ہیں سینے سنگ آبشار

سوگئے گو نوشہ نے خوش کی لحد تنگ
کھیلے ہے سارا کٹم لوہو سے رنگ
چھوڑ کر اپنی نویلی کا پلنگ
سمدھنیں روتی ہیں ڈھاڑیں مار مار

کیا کروں آگے میں ساچق کا بیاں
لی ہیں نیزو نیز سروں کی مٹکیاں
دل پر از خون رنگ کے شیشے ہیں یہاں
گل ہیں آرایش کے زخم بے شمار

کیا کہوں اب جو کٹی مہندی کی رات
ایسی ہی پھر دھوم سے آئی برات
صبح کی افسوس میں ملکے ہات
ہو گیا روز قیامت آشکار

جو براتی ہیں گریباں چاک سب
شور لورانج لہو میں جاں بلب
خاک سر ڈالے ہوے یک یک و جب
گرد نوشہ کی لوتھ کے زار و نزار

اسطرح لائے غرض دولھن کے گھر
جب پڑی عورات کی اُس پر نظر
اک تن بے سر کو ڈلے کھاٹ پر
عرش سے آواز شیون ہوئی پار

لگ گئی اُس تن کو گلے دولھا کی ماں
بولی لے نوشہ ترا سر ہے کہاں

کیا دھنکائے مین دیا اے میرے جان — پیچ تو کہ کن نے لیا تن سے اُتار

چرخ کو بھایا نہ سہرا سر ترے — کچھ نہ رحم آیا جوانی پر ترے
کرکے بیجان تجکو بھیجا گھر ترے — کیون ترا دشمن ہوا یہ نابکار

تن کو تیرے جس جگہ کرتی ہون غور — زخم سے خالی نہین پاتی وہ ٹھور
یہ پڑی ہے تجھپہ تیغ ظلم و جور — ہو نہین سکتا ہے جس کا کچھ شمار

کیا کرون مجھپر مقید لوگ ہین — ڈھونڈھ لاؤن ورنہ تیرے سر کو مین
جنکی نظرون بیچ ہے شبہے مین تین — اُنکے بھی تو آگے پا جاوے شمار

کوئی کہتا ہے تجھے دولھا نہین — طور دولھا کے یہ ہوتے ہین کہین
یہ جفائین بیاہ مین کن نے سہین — اس طرح کہہ کے دیکھین ہین نہار

کرتی ہی فریاد جب تیری دُلھن — پاس اُسکے آ کے سب مرد و زن
لگتے ہین سمجھانے کہ کہ یہ سخن — گر نہین سکنے کا تجھکو اعتبار

دیکھ لی تو بھی یہ جسم پاش پاش — لائے ہین کسکی خدا جانے یہ لاش
تیرے نوشہ کا کرین گے ہم تلاش — صبر وے تک دلکو مت کر اضطرار

بیاہ کا تیرے ہی دیکھا یہ اصول — ہو نہین جسکی چوتھی کو بیجے کی پھول
سمدھنین چہرے پہ اپنے ملکے دھول — لے لے تیرا نام پیٹین بار بار

اسطرح لیجائین گے اب اہل کین — ساتھ سب کے تیری دلھن کی تنین
وہ جو بھائی ہے دلھن کا عابدین — دینگے اُسکے ہاتھ اونٹون کی مہار

اشتر دبیر سمدھنین اندوہ ناک — جائینگی کرتی ہوئی سب سر پہ خاک
عابدین پیادہ جلو مین سینہ چاک — سیس دن دولھا کا تیرے پر سوار

ہان غرض نوشہ کی کرتی تھی یہ بین — سامھونکے دمبدم بھرتی تھی مین
لے زمین سے تا فلک تھا شور و شین — نالہ و فریاد مین سنتے کو ہسار

سودا اب اس مرثیہ کو اختتام — دیکے بھیج آل محمد پر سلام
ہونگے محشر مین ترے حامی امام — سب طرح بخشے گا تجکو کردگار

مرثیۂ مربع

پہونچ اے ابر کہ مرجھائے شجر حیدر کے
پیاسے تڑپے ہین پڑے نور بصر حیدر کے
بن بن جھڑتے ہین بستان کے ثمر حیدر کے
خشک لب دیکھ انھین چشم ہین تر حیدر کے

گذرا اے ابر ترا کہ تو نہین کس جا پر
حیف صد حیف کہ ترسے ہین لب دریا پر
گاہ تو کوہ پہ برسے ہے گہے صحرا پر
بوند پانی کے لئے لخت جگر حیدر کے

ڈوبے ہی آب بغیر آل محمد کا گھر
اشک کی سیل گئی فاطمہ کے سر سے گذر
تف تجکو نہ کرے غم سے جو چشم اپنی تر
موج خون پہونچے ہی آتا بکمر حیدر کے

فیض سے نم کے زمین پر تر و تازہ ہے نبات
وائے قسمت کہ جہان مین بلب آب فرات
سبز و شاداب رہے سنگ ہوائے برسات
آب بن ہوتی ہین بے آب گہر حیدر کے

خویش و فرزند وطن سے ہوئے سب آوارے
چین انکو نہین باقی جو رہے دکھیارے
ظلم کی تیغ سے مارے گئے وہ بیچارے
پھرتے ہین اہل حرم خاک بسر حیدر کے

چرخ نے اہل شقاوت کے لیے ہو بد خواہ
روز جون شب ہوا آنکھون مین محمد کی سیاہ
کر دیا شبر و شبیر کو دنیا سے تباہ
یون ملین خاک مین جب شمس و قمر حیدر کے

ایک قاسم سے کیا ٹکڑے کلیجا سارا
جانتے ہو یہ چلا کن پہ ستم کا آرا
جس جگہ آب نہ تھا دوسرے کو وان مارا
جو نواسے تھے پیمبر کے پسر حیدر کے

آہ جسدم سپہ شام حرم پر ٹوٹا
سر کی چادر کے تئین ہر ذی تنفس چھوٹا
پاس تنکا نہ غریبونکے بچا یہ لوٹا
ظلم یہ کس پہ ہوا گھر پہ مگر حیدر کے

بولی کلثوم یہ چہرے پہ لگا سیلی غم
اپنا احوال کسے جا کے دکھاوین یہ ہم
نہ کوئی مونس و غمخوار نہ کوئی ہمدم
کاش اسوقت پڑین جا کے نظر حیدر کے

خویش و فرزند ہمارے نہ کبھی یون مرتے
ان جفا کیشون کے ہاتھون نہ یہ دکھ بھرتے
یہ تعین جور و جفا کا ہے کو ہم پر کرتے
ہوتے ہم آج کے دن پاس اگر حیدر کے

اہل بیت نبوی دست تعدی کے اسیر
قطرہ آب کو اس دشت مین جون ابر مطیر
کھڑکے ہی پانو مین ہر ایک کے ہر دم زنجیر
طفل روتے ہین پڑے شام و سحر حیدر کے

ہوتے اس معرکہ مین آج جو حمزہ و عقیل
خون نہ اس دشت مین ہوتا مرے پیارونکا سبیل

یون ہی قسمت کا بدا تھا تو عوض مین تھی ڈھیل
زور بازو وہ گئے ہائے کدھر حیدر کے

خاک اور خونمین دیکھو تو زمین کے اوپر
ہاتھ سے اہل شقاوت کے عزیزان یکسر
دھڑ تڑپتا ہی کسو کا کہین لوٹے ہی سر
یون ہوے آگے تہ تیغ و تبر حیدر کے

نہ مین قاسم کو نہ عباس کو دیکھون ہون آہ
اسطرح مٹ گئے اک آن مین سبحان اللہ
نہ پڑے چشم اب اصغر پہ نہ اکبر پہ نگاہ
گویا تھے ہی نہ کبھو نور بصر حیدر کے

نہ کوئی یار ہی اپنا نہ کوئی اب ہی شفیق
جو کوئی تھے سو ہوے رحمت حق کی وہ غریق
نہ کوئی دوست ہی اسوقت نہ کوئی ہی رفیق
کوئی دے جاکے یہ مرقد پہ خبر حیدر کے

ماسوا بحر کے اس قریہ مین ہے لاکھ کوا
آہ کیا جانیے تھی کونسی ساعت کہ ہوا
قسمت اپنی کہ موا جو کوئی پیاسا ہی موا
آکے فرزندون کا اس جا پہ گذر حیدر کے

سپہ شام نے کیا کہیے تعدی جو کی
کہ وہ سے نہ رکھا ایک کے اندام مین جی
خیمۂ اہل حرم کے تئین آگ آن مین دی
قتل عام آکے مچایا ہے نگر حیدر کے

حق تعالی کرے اس قوم کو جلدی نابود
ان لعینون نے خدا جانے سمجھکر کیا سود
کہ یہ ہین زیر فلک ہر دو جہان سے مردود
کر دیے جی کے عزیزونکے ضرر حیدر کے

یا نبی نیزے پہ ہر سر کو یہ دکھلاتے ہین
یون عزیزونکو ترے شام لیے جاتے ہین
پھر ہمین اسم باسم آن کے بتلاتے ہین
جلد پہونچو کہ عجب قہر ہے گھر حیدر کے

راہ چلنے سی ہمین ایک پل آرام نہین
ہنسکے کہتا ہے وہ ملعون یہ ہمسی کہ وہین
جس سے پوچھے ہین کہان پہلے ای دشمن دین
خویش و فرزند گئے اور جدھر حیدر کے

تھی غرض حضرت کلثوم کی وان یہ گفتار
سن سن ان باتونکو روتے ہین کھڑی زار بزار
ہر سخن آب کرے تھا دل سنگ و کہسار
شام سے اہل حرم تا بسحر حیدر کے

سودا اب صبر کو دے راہ دل بریان مین
صلے مین اسکے عدو پر تجھے ہر میدان مین
آگے سننے کی نہین تاب کسی انسان مین
قرۃ العین ہی دیوین گے ظفر حیدر کے

مرثیۂ دیگر مربع

جیسے مین دیکھا ہے گردون پر محرم کا ہلال
کہ نہین سکتا کسی سے ہاے اپنے دلکا حال
روز و شب مجکو رہا کرتا ہی رونے سی خیال
ابر دریا بار جیب دیکھو تو ہی میرا رومال

پوچھے گر کوئی سبب تو کیا کہون اُس سے زرد
پیاس لگتی ہی تو کرتا ہون تلاش آب سرد
کس طرح دکھلاؤنگا محشر مین اپنا روی زرد
ڈوبی پانی بن وہ کشتی جسمین تھی احمد کی آل

صحبت مشکل ہی جو کہیے تو نہین سننے کی تاب
تیغ و تیر اُنپر برستا تھا اُنھون کے درجواب
اور چپ رہنے مین دل ہو آتش غم سے کباب
جسطرف کرتی تھے وہ مظلوم پانی کا سوال

دل مرا کیونکر نہووے اضطراب و قلق مین
گر کسی لڑکے کو پہونچا قطرہ پانی حلق مین
یہ ستم نوع بشر پر مین نہ دیکھا خلق مین
سو کمان جور کی تھی تیر کی اُسجا مین بہال

یون روایت ہی کہ وہ مظلوم سوے کربلا
اُٹھ سے تب ہاتھ بھائی بند نے اپنا ملا
جب لگا چلنے مدینے سے کٹانیکو گلا
اور یون کرنے لگے عرض اے جناب باکمال

کوفیونکے قول پر ہرگز نہ کیجے اعتماد
گھر پیمبر کا رفاقت اُنکی دیلوے گی بباد
قول و فعل اُنکا نہین ہی خوب مین وہ بدنہاد
وہ نہ کر محشر مین جو ہمکو ہو تجھ سے انفعال

شہ نے فرمایا کہ سچ ہے دور یہ تدبیر سے
سر کا وعدہ کر چکا مین جور کی شمشیر سے
پر کسو کا بس نہین چلتا ہی کچھ تقدیر سے
اُسکے ایفا کو نہین سکتا مین اپنے سر سے ٹال

جو کوئی تم مین سے باندھے مرنے پر اپنی کمر
اُس سی ہون راضی رفاقت دینی مین زیادہ تر
سو چلے ہمراہ اور جینے پہ ہو جسکی نظر
اُسکی جانب سے نہ ہو ہرگز مرے دل مین ملال

راوی کہتا ہی سن اُسکو بولی یون حضرت حنیف
پر حرم کو ساتھ لیجانا ہے تدبیر ضعیف
جایے آپ اقتضا کرتی ہی گر رائے شریف
پاس رکھنے کا اُنھونکے مت کرو ہرگز خیال

ہی صلاح وقت یون اب رکھ چلو اُنکو یہین
مین ترا بھائی ہون کہنے کو مرے کیجے یقین
ان کی دلجمعی کی خاطر چھوڑ دو یان میری تئین
ساتھ لیجانا اُنھونکا سخت ہی تم پر وبال

یہ لگا کہنے وہ سرور سنکے بھائی کا کلام تو
حق کی مرضی بن کیا اب تک نہین کچھ مین نے کام
یون مقدر ہی شریک حال ہو عترت تمام
آپکے کہنے سے چھوڑون ان کو یان ہے یہ محال

چاہیے یون سر مرا نیزے پہ ہووے پیش پیش
پاس اُنکے سو نہ جز عابد کوئی فرزند و خویش
اشتر و نیزا اُسکے پیچھے ہوںین سب یہ سینہ ریش
سو اسی اسطرح لیجاوین وہ قوم بدخصال

اُسکی قسمت مین ہی یون اُس روز نہ ہووے اُسکو تب
چشم تر ہون اشک سے اور تشنگی سے خشک لب
پیادہ چلنے سے ہر اک منزل مین وہ کھینچے تعب
وہ نہ دے قطرہ کہ جس سے وہ پانی کا سوال

چھیلین اُس راہ جسمین ہووے کانٹون کا وفور
پا برہنہ تپ ہووے میرے سینہ کا سرور

اس طرح سے جاے ابن معویہ سے وہ حضور
اسمین ای بھائی نہین ہی شک وظن کا احتمال

یہ سخن سنکر حنیف اُسوقت شہ کے ور جواب
آنکھین دونون کی ہوئین باہم گلی لگ کر پر آب
یون لگے کہنے خدا حافظ ہی ای عالیجناب
اور بھائی سب رفیق آگر ہوے بہر قتال

آخر کار اُن سے کچھ کو نہ تا ناز نہار
جتنے ساکن تھے مدینے کے وہ روئے زار زار
کوچ کا دن اور تاریخ سفر پایا قرار
اس سفر کا سب نے کوچ آخرت جانا مآل

پھر رخصت جد کے روضے مین وہ پھر محنت نصیب
کر عرض جلد تا مطلب کو پہونچے وہ غریب
جا کے بولا السلام علیک ای حق کے حبیب
امر بر حق کے تغافل کا نہ ہوتا احتمال

سر جدا ہونے کا تن سے مجکو اپنے کب ہی غم
ہان مگر دوری ترے مرقد کی مجھپر ہی ستم
خویش و فرزندان کے مرنیکا نہین ہرگز الم
سو مین فائق اُسپہ سمجھا ہون رضاے ذوالجلال

گرچہ ہون وہ شخص مین جس کا گریبان قبا
دیکھکر اس خط کو روئین اس قدر خیر النسا
قطع مین ہو تنگ گردن پر نشان اُسکا پڑا
پونچھین آنکھین تمنّی اپنے ہاتھ سے لیکر رومال

سو نظر آتی ہی یون اب مجکو مرضی خدا
پوچھو کیا اس امر مین کہتے ہین وہ ام الہدا
ہو اسی خط پر سے گردن میرے خنجر سے جدا
مین تو سر کٹوانے جاتا ہون سمیت اہل و عیال

نا قلان جا نگداز آگے یہ کرتے ہین کلام
خواب مین آکر لگے کہنے اُسے خیر الانام
سو گیا اس گفتگو مین وہ شہ عالی مقام
اے جواہر خانۂ حق کے گہر وی میرے لال

فاطمہ کو کوئی دُکھ اس درد سے بدتر نہو
اسمین گو تیغ قضا سے دھڑ پہ تیرے سر نہو
یکسر ہو پر رضاے حق سے وہ باہر نہو
بندگی یان ہی پیمبر زادگی کا کیا خیال

گرچہ مجکو مرتبہ حق نے نبوت کا دیا
پر ترے سر کیلیے پیش جناب کبریا
اور تجھکو فاطمہ کے بطن سے پیدا کیا
کاندھے سے لیکر مرے یکسان تہ تا نیز کی بھال

مطلقاً اس امر مین مارا نہین جاتا ہی دم
جس جگہ سر کھینچتا ہی بے نیازی کا علم
گو نبوت یا امامت کی سبب فائق ہین ہم
رکھتی ہی اُس جا نبوت اور امامت کیا کمال

یہ زبانی فاطمہ کی تجکو دیتا ہون حساب
جسطرح حاضر ہوا وان جاے حاضر ہو شتاب
اس سے بہتر ہی نہین حق مین ترے رای صواب
تا بدرگاہ خدا ہو سرخرو تیرا جمال

یہ سخن کہکر لگے اپنے جگر گوشے کے مل
خاک تھی زیر قدم جتنی ہوئی لوہو سے گل
یان تلک روئے کہ مژگان سے چلا خونناب دل
یون محمدؐ سے ہوا رخصت کا اُسکے انفصال

دیکھ کر یہ خواب جو چونکا شہ دنیا و دین
یون کہا خدام سے کس کر شلیتون کے تئین
پوچھتا آنکھیں سوے اہل حرم آیا وہین
ہو جو اسباب سفر وہ پیٹھ پر اونٹون کی ڈال

ناقل جان سوز یون کرتا ہی اب آگے بیان
جنکو چھوڑا تھا مدینے مین وہ با آہ و فغان
لے حرم کو ساتھ اپنے جب لگے ہونے روان
اُس شہ دنیا و دین سے یون لگے کرنے سوال

چھوڑ کر ہمکو گیا ہے تم نے جو غم سفر
یہ سخن سُن شہ نے انکو خاک دی یکمشت بھر
کیونکہ یہو پہنچیگی تمھارے حال کی ہم کو خبر
اور فرمایا کہ رکھیو تم اسے شیشے مین ڈال

تم خبر اس خاک سے پاؤ گی میری من و عن
کربلا مین جسگھڑی جو جھے وہ ہو کر بیوطن
راوی بھی اسطرح لکھتے ہین چنانچہ یہ سخن
ہو گئی وہ خاک شیشے مین برنگ خون لال

سودا تو کر ختم اب پڑھکر درود اس نظم کو
تا قیامت تعزیہ ابن علی کا یوے تو
سامعون کے گوش زد آگے ہی یہ سب گفتگو
حق تعالی دے تجھے توفیق یہ ہر ایک سال

مرثیۂ دیگر

کیا ہوا ہاے یہ کام آج کے دن
گر پڑا دین کا خیام آج کے دن
روتی ہے خلق تمام آج کے دن
ہو گیا قتل امام آج کے دن

سقف ایمان کا مین کیا حال کہون
توف ہے اے فلک سفلۂ دون
ڈھے پڑا رن مین نبوت کا ستون
نہ رکھا تو نے بھی تھام آج کے دن

باپ کے قبضے مین جس کے کوثر
خون سے اُسکے ہی زبان تیغ کی تر
تشنہ حلق اسکا بزیر خنجر ہو
خشک اُسکا لب و کام آج کے دن

غرق وہ خون مین پڑا ہے مذبوح
خاک تم کر کے سر دن کو مجروح
پیاسی دنیا سے گئی اُس کی روح
ڈالوائے خاص و عوام آج کے دن

جس جگہ مین وہ پڑا ہے یارو
دھوپ مین سوکھتے اُسکے تن کو
روکھ بھی وان نہین جو سایا ہو
ہوئی ہی صبح سے شام آج کے دن

کہون تنہائی کی اُسکی کیا بات
کوچ کر شام چلا سر ہیہات
پاس کوئی نہین جز حق کی ذات
رن مین تن کا ہی مقام آج کے دن

زخم اس تن کے کرون کیا مین شمار
کون سی جا نہ لگا وار پہ وار

ظالمون نے نہ رکھی وہ تلوار
جو نہ کھینچی زنیام آج کے دن

اس غریبی سے کٹا یا حلقوم
اس جگر خستہ کا اُسکے معصوم
رن مین تین ہاے حسین مظلوم
پہٹین یون لے لیکے نام آجکے دن

جان بلب آب بغیر از اطفال
دم بدم دیکھ اُنھو نکا احوال
جو کوئی ہی سو عطش سی ہی نڈھال
سے یہ عابد کا کلام آج کے دن

پیاس کے مارے مین ڈرتا ہون ہاے
پھیر کس کام کا اے جد جو نہ آئے
باقی ماندون سے نہ کوئی مرجاے
کام مین کوثر و جام آجکے دن

جاری دریا ہین بھری ہین تالاب
بندیہ آل نبی پر ہے آب
مرغ سے مور تلک سب سیراب
قطرہ ہے اُن پہ حرام آجکے دن

جز خدا کوئی یتیمون کا نہین
پیادہ پا قید مین کر سب کے تئین
ڈھونڈھیے روے زمین کو تو نہین
لیگیا لشکر شام آجکے دن

نہ کوئی دوست نہ کوئی ہمدم
کون اُسوقت اُنھین پہونچے بہم
کہ کہین جس سے یتیم اپنا غم
دے نبی کو جو پیام آج کے دن

اس مصیبت کو کہین سو کس سے
ہم نفس کون کرین وہ جس سے
غم الم دل پہ ہی دونا اس سے
ورد اپنے سے کلام آجکے دن

اقربا قتل ہوے سب کے سب
اہل بیت نبوی پر یارب
ایک عابد سو گرفتار بہ تب
ہی قیامت کا قیام آجکے دن

کھا گئی سب کے تئین تیغ ستم
ہی سبب ضعف کے گو اُسکا دم
ایک عابد جو رہا نزد حرم
آفتاب لب بام آج کے دن

اُنھون کا پردہ مین جو ہین مردم
ہے محرم کا اُنھین روز دہم
آب و دانہ ہے نصیبون کا گم
غرۂ ماہ صیام آج کے دن

طائر عرش ز دست صیاد
کوئی سنتا نہین اُن کی فریاد
ہو نہین سکتے کسی طور آزاد
پر نہین ہین تہ دام آجکے دن

ظلم ایسا ہی ہوا ہے برپا
رہیگی جب تئین دنیا کی بنا
کہ نہو گا نہ ہوا زیر سما
ہوئیگا حشر مدام آج کے دن

سودا اب ختم تو یہ مرثیہ کر
دم بدم آل محمد اوپر پڑھ
سن نہیں سکتے اسے جن و بشر
بھیج صلوات و سلام آج کے دن

بعد از ان ہو کے بچشم گریان
آوے تا ماہ محرم بجہان
یہ دعا مانگ ز شاہ مردان
تعزیہ لے یہ غلام آج کے دن

مرثیہ دیگر

تشنہ لب سبط پیمبر وا دریغا وا دریغ
کشتۂ شمشیر و خنجر وا دریغا وا دریغ
کربلا کے بن میں بے سر وا دریغا وا دریغ
ہائے وہ فرزند حیدر وا دریغا وا دریغ

دے مدینے میں خبر کوئی محمد کے تئیں
ملک سب بستے رہے جتنے تھے بر روئے زمین
ظلم کی شمشیر سے مارا پڑا سلطان دین
لٹ گیا ایمان کا کشور وا دریغا وا دریغ

کسطرح کھینچیں نہ ہم سینوں سے آہ دردناک
آج میدان میں پڑا ہے غرق خون بر روئے خاک
پگڑیاں سر سے پٹک اب کیوں نہ ہوویں جیب چاک
دین اور دنیا کا افسر وا دریغا وا دریغ

کہتے ہیں رو رو کے اب ساکن یہی ہر شہر کے
ہو گیا ہے خشک بن پانی کنارے نہر کے
جتنے دیکھو نخل ہیں سیراب باغ دہر کے
گلشن ساقی کوثر وا دریغا وا دریغ

ظالموں کی تیغ سے ہیہات آل مصطفا
کاتب تقدیر سے لکھوا کے لائی تھی قضا
دشت میں بیجان پڑے ہیں اب جو باچندیں جفا
قتل کا کیا اُسکے محضر وا دریغا وا دریغ

وہ جو زیر آسمان ہیں دین و دنیا کے پناہ
گھر کو اُنکے ایک پل میں کر دیا خاک سیاہ
مرکز خاکی پہ جوں اکسیر ہے جن کی نگاہ
ظالموں نے آگ دے کر دی وا دریغا وا دریغ

جن کے دروازے پہ آ کر ایکدم زیر فلک
مہر و مہ نے آجتک دیکھی نہ تھی جن کی جھلک
بے اجازت مار سکتا تھا نہ ہرگز پر ملک
سو وہ عریان اشتروں پر وا دریغا وا دریغ

کیا کہوں میں یہ مصیبت تھی بروئے روزگار
باپ جنکا وہ کوئی اتری تھی جسکو ذوالفقار
کون کون اسطرح پشت اشتران پر ہیں سوار
اور ماں بنت پیمبر وا دریغا وا دریغ

یہ ستم جو ہے انھوں پر کس زبان سے ہو بیان
سنتے ہیں زین العبا کی ہیں انھوں کے درمیان
دین و دنیا کی جو اس احوال میں ہیں بیان
کوئی ماں اور کوئی خواہر وا دریغا وا دریغ

سر چلے جاتے ہیں نیزوں پر جوانوں کے پیش پیش
کوئی تو فرزند ہے انکا کوئی انکا ہے خویش

پیٹ پیٹ اپنے سرون کو کہتی ہین وہ سینہ ریش
اس طرح سے جایئن یہ سر وا دریغا وا دریغ

ان سرون پر بوسہ دیتے تھے سدا ارکان دین
دھوتے تھے گیسو انھون کے آنکر روح الامین
انکو سجدہ کرتے تھے ہم آسمان ہم زمین
ہو بہو سو خون مین ہے تر وا دریغا وا دریغ

بیچ مین تھا ان سرون کے وہ سر عالم پناہ
سر کو اپنے پیٹکر یون کہنے لاگی بھر کے آہ
جا پڑی زینب کی انکھین ناگہان اوسپر نگاہ
ہاے ای میرے برادر وا دریغا وا دریغ

یہ وہی سر ہے کہ جو تھا بوسہ گاہ مصطفےٰ
فی الحقیقت تھا یہ شایان کلاہ مصطفےٰ
لطف کی ہر آن اوسپر تھی نگاہ مصطفےٰ
سو نظر آیا علم پر وا دریغا وا دریغ

دن اوسی نیزہ پہ گذرا ہم غریبون کے حضور
تن بخون آغشتہ کربل مین پڑا ہے سر سے دور
رات کو خولی نے لیجا کر رکھا تھا در تنور
زیر این چرخ مدور وا دریغا وا دریغ

راویان جا نگداز آگے یہ کرتے ہین کلام
خولی ملعون نے اپنے گھر کیا اس شب مقام
کوفے پہونچا قافلہ وہ جو چلا تھا سوے شام
جا تنور اندر رکھا سر وا دریغا وا دریغ

مومنہ تھی زن جو اوس ملعون کی وہ غم کے سبب
یہ سخن تا صبح اوس بیچاری کے تھا زیر لب
اسطرح سے کاٹی ان نے بیچ آنکھون کے وہ شب
ہاے لے سبط پیمبر وا دریغا وا دریغ

نصف شب گذری تو دیکھی ہے کہ تا حور و ملک
تخت پر بیٹھے یہ کہتی آئین اوس موضع تلک
آسیہ و مریم و حوا و زہرا از فلک
فاطمہ کے ناز پرور وا دریغا وا دریغ

سر کو چارون بیبیون نے رکھ کے نور عین
یہ بھی تھا قسمت مین یون دیکھین ترا سر سے تن
اپنی چھاتی سے لگا کر یون کہا کیون ای حسین
یان رکھا ہے کن نے لاکر وا دریغا وا دریغ

ہاے وہ تن جو محمدؐ کے پلا بالاے صدر
سر کو جو تیغ جفا سے کاٹ لائے اہل غدر
سے کیون ماٹی مین جون ہووے غبار آلودہ بدر
سر تنور اندر دیا دھر وا دریغا وا دریغ

فاطمہ القصہ اوس سر سے یہ کرتی تھی بیان
دیدۂ حور و ملک سے خون دلکا تھا روان
عرش تک پہونچے تھی انکے سینے کی آہ و فغان
اور تھا انکی زبان پر وا دریغا وا دریغ

سودا اب خاموش ہو آگے نہ کہ احوال تو
اسقدر کہنے سے ہی محشر مین ہو گا سرخرو
دیوے گی ارض و سما کے پٹ ملا یہ گفتگو
لیکے نام ان کا کہے گر وا دریغا وا دریغ

مرثیۂ دیگر

غرق خون میں تشنہ لب ہی ہی غضب ہی ہی غضب
یہ ستم الیون یا رب ہی ہی غضب ہی ہی غضب
آل احمد سب کے سب ہی ہی غضب ہی ہی غضب
دو جہان کے منتخب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

مان ہو جسکی فاطمہ جس کا علی سا ہو پدر
رن مین ہو اس تفرقے سے آج با خویش و پسر
دست و پا اُسکے نہ دھڑ ہی ساتھ نہ گردن نہ سر
وہ شہ عالی نسب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

جو بشر یار و خدا کے دوست کا تھا ہوش و دم
کوئی دشمن کے بھی دشمن پر کرے ہی یہ ستم
کاٹ سر اُسکا کیے اُسکے اسیر اہل حرم
بے گنہ اور بے سبب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

نور بت جسکے تن سے پہونچے تھا بچشم مہر و ماہ
آج جسکے دن سر پہ اُن مخصوں کے گر کیجے نگاہ
استقامت تھی فلک کو جن کے زیر خیمہ گاہ
خاک ہی یک یک وجب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

کھینچے تھا جبرئیل آ کر جسکے اونٹون کی مہار
لے گئے اونٹون پہ اُن کو بے عماری کر سوار
آج ہی ساتھ اُنکے ایسا کچھ سلوک روزگار
بیوفایان عرب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

جنکی جانب مہر و مہ کو دیکھنے کی تھی نہ تاب
آج چادر بھی نہین سر پہ کرین جس کی حجاب
اور جو مارے ملک پر اس طرف کو کیا حساب
اُنپہ یہ رنج و تعب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

اہل بیت اونٹوں پہ ہر منزل مین بے محمل سوار
عابد بیمار کھینچے جائے اونٹون کی مہار
زینب و کلثوم سر کو مان سے پٹکین بار بار
رات دن تس پہ ہی تب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

ایک تو غم سے عزیزوں کے پریشان ہین حواس
اس مصیبت سی نہین جینے کی اپنے اُنکو آس
دوسرے کٹتی ہی اُنکو رات دن کی بھوک پیاس
ہو رہی ہین جان بلب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

جب گذر اُس ناتوان کا مقتل شہ پر ہوا
کہنے لگے اے پدر مین کیون نہ تجھ آگے موا
یار نکلا دین اُسکے بیٹھ کر غم کا سُوا
تو مرے جیئون مین اب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

تن ترا آیا نظر آلودہ گرد و خاک سے
لخت دل ٹپکین ہین میرے دیدۂ نمناک سے
خون بہتا دیکھتا ہون زخم کے ہر چاک سے
ہی یہ احوال عجب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

وہ مسلمان رکھتے ہین کافر سے جو کفر شدید
سر ترا نیزے پہ کر تن سے جدا پیش یزید
تشنہ لب اُن ظالمون نے کر دیا تجکو شہید
لیچلے عند الطلب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

کیونکہ پیغمبر ترا غم دل پہ سہتا ہوئے گا
دم بدم خون جگر آنکھوں سے بہتا ہوئے گا

تن ترا یون ہی بہ زیر چرخ رہتا ہوئے گا
خاک و خونین روز و شب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

کیون نہ روئون لاش پہ تیری مین سر پہ ڈال خاک
تجکو پیغمبر نہ بولے بن سکے روحی فداک
تن ہو تیغ ظلم سی اسطرح تیرا چاک چاک
تھا ترا یہ کچھ لقب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

سر ترا نیزے کے اوپر تن ترا ہی خاک مین
خون دل کیونکر نہو مجھ دیدۂ نمناک مین
بھر رہی ماٹی ترے زخمون کے ہر اک چاک مین
تجھ سی پر ایسا غضب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

ہی ترا نانا پیمبر باپ تیرا ہے امام
تشنہ لب مارین تجھے اسطرح ملکر اہل شام
جس سی محشر مین طلب عالم کو ہی کوثر کا جام
جانکر تیرا حسب ہی ہی غضب ہی ہے غضب

اے پدر تجھ بن مجھے اس جینے سی آتی ہی لاج
مصطفے اور مرتضی کی دی ہی فوج غم نے آج
خاک و خونین تو پڑا ہی ای دو جگ کے سر کی تاج
خانۂ دلکو لقب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

فاطمہ بے پیرہن لائین نہ زیر آسمان
واسطے تیرے کفن کو ای شہ ہر دو جہان
سو تو اب عریان پڑا ہی خاک و خون کے درمیان
نے حریر و نے قصب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

یہ سخن کہکر چلا وہ تو پدر کے لگ گلے
کیون نہ تیرے ساتھ خاک و خونین ہم بھی رلے
ہای بابا دیکے ماٹی بھی نہ ہم تجکو چلے
یون تجھے دیکھے ہین اب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

کر چلا لاش پدر سی جبکہ وہ عابد یہ بین
بول اٹھا امت کی تیری اشقیا قتل حسینؑ
منہ مدینے کیطرف کر دہ نبی کا نور عین
سمجھین ہین عیش و طرب ہی ہی غضب ہے ہی غضب

آل مین تیری کسی کے دھڑ پہ اے جد سر نہین
تن ہی کس کا جس پہ زخم تیغ اور خنجر نہین
کونسا سر ہی انھون مین سی جو نیزے پر نہین
ایک مین سو جان بلب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

یون محمدؐ کیطرف کرتا تھا جب عابد خطاب
خاک مین مور اور ہوا مین مرغ ہوتی تھی کباب
آہ سے ماہی تلک سب کا جگر ہوتا تھا آب
یہ فغان کرتے تھے سب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

ختم کر سودا تو اب اس مرثیہ جانکاہ کو
یاد کر ہر دم تو اپنے دلمین حال شاہ کو
بند کر حرف زبان اوپر یون کی راہ کو
یون کہا کر جب تب ہی ہی غضب ہی ہی غضب

مرثیہ دیگر حضرت امام

چلا جب کربلا سے شام کو زین العبا تنہا
گیا کر بھائی بند اس دن کے خاطر مین رہا تنہا
کہے تھا لاش پر بابا کی رو رو یون کھڑا تنہا
کہ لیجاؤن اسیر ظالمان کر اقربا تنہا

جو عالم بیکسی کا مجھپہ ہی سو کسکو دکھلاؤں
کروں کیا بس نہیں چلتا مرا کچھ ورنہ مین جاؤں
وہ ایسا کون ہی کہ جس سے بابی تجکو دلواؤں
تجھے یون چھوڑ کر اے نور چشم مصطفا تنہا

مدینے مین جو ہو جانا تو منھ کسکو دکھاؤنگا
بھلا اسطرح جینے سے حلاوت کیا مین پاؤں گا
جو کوئی اکبر و اصغر کو پوچھے کیا بتاؤں گا
کہ تنہا جیون مین تو ہے کربل مین تھا تنہا

نہ کوئی ہی بزرگ اسدم کہ چھاتی سے لگا دے وہ
نہ کوئی آشنا ایسا کہ ٹک پانی پلاوے وہ
نہ کوئی بھائی ہجولی کہ دکھ میرا بٹاوے وہ
نہ کردے ہیچ کافر کو بھی مجھ جیسا خدا تنہا

کوئی بھائی بھی رہتا تو گلے لگ اسکے مین روتا
مجھے دیکر دلاسا کچھ تو غم دلکا مرے کھوتا
کہ اس سے حال دل اپنا غبار سینہ مین دھوتا
نہین اہل مصیبت کو تو رونا بھی بھلا تنہا

نظر آتا نہین کوئی جو اس بندیکو دے چھٹوا
جو مین ہون سو اسی حالت مین مجھسے ہو سکے ہی کیا
گلے سے طوق انکی دور ہو زنجیر مین سے پا
نہ بھائی بند ہے کوئی نہ یار و آشنا تنہا

کوئی کہتا ہی سونپو اشتر ننگی اس کو سربانی
کوئی بولا ادھر سے ہو جدھر خار بیابانی
کوئی کہتا ہی اسکو لیچلو جیدھر نہ ہو پانی
پھروں ہون تجھ بن اس جور و جفا سے جا بجا تنہا

کہان تبرید اس حالت مین جس سے ہو علاج تب
غرض کیا کیا کہون اسکی سوا بھی سو طرح کی اب
نہین ملتا ہی قطرہ آب کا جو تر کروں مین لب
اذیت دیتے ہین یا کر مجھے اہل جفا تنہا

جو مین کہتا ہون گھر سے اسقدر چلتے ہو کیون مجکو
تو کیا دکھلائینگے جا کر خلیفہ کو ہم اپنے رو
کہے ہین بیڑیان جو کاٹکر پاؤں کی بھاگے تو
تجھے ہم اسلئے نہین چھوڑتے زین العبا تنہا

جو مین کہتا ہون اس حالت سے مجکو لیکے جاؤگے
بروز باز پرس امت مین پھر کس کی کہاؤگے
محمد کے تئین محشر مین کیا تم منھ دکھاؤگے
جو اس صورت سے جاؤن شام مین روتا ہوا تنہا

تو کہتے ہین ہمین کیا خوف محشر مین محمد سے
قیامت مین ہماری کیجو نالش اپنی تو جد سے
سیاہی کرتے ہین روتی کو پیدا محنت و کد سے
بچھوڑین اس ڈر کون سے تجھے ہم کوئی جا تنہا

اگر خطرہ ہمین ہوتا تو ایسا کام کیون کرتے
ہماری تیغ سے خویش و برادر اسکے کیون مرتے
پدر کے سر کو تیرے کاٹکر نیزے پہ کیون دھرتے
ہمارے ساتھ پھرتا اسطرح تو کیون پکا تنہا

سرا پردہ مین اسکے پھٹتے کو ہم نہ گھس جاتے
تری گردن مین طوق آہنی ہر گز نہ پہناتے
اسیر اسکی حرم کو بیٹھ اونٹوں کی نہ بٹھلاتے
نہوتا آج کے دن ہو کے تو بیدست و پا تنہا

نواسی اک محمد کی علی کی ایک ہی بوتی
لئے ہم پاؤں سے خلخال جنکے کان سے موتی

اگر وحشت محمد کی ہین عقبی مین کچھ ہوتی ہو
تو انکا حال تو بے کس ہو کیونکر دیکھتا تنہا

سپاہی ہی وہ بیرحمی سی جو اپنا نہ منہ موڑے
خوش اپنی کرے آقا کو وہ لیوی خلعتین گھوڑے
نہ اسکی تیغ ہرگز طفل ششماہہ تلک چھوڑے
نہ دنیا جب تلک ہاتھ آئے تو ہی دین کیا تنہا

غرض ای قبلہ قول و فعل جنکا ہووے ایسا کچھ
اب آگے دیکھیے قسمت کا میری کیا ہی لکھا کچھ
جفا سے انکی یہ دیکھا ہی اور دیکھونگا کیا کیا کچھ
کر ایسے ظالمون کے ہاتھ یان مین آ پڑا تنہا

لیے ہین پیادہ ہر منزل مین ساتھ اپنے پھراوینگے
ترا دل طعنہ و تشنیع سے ہر دم دکھاوینگے
جو ہوگی رات تو کنکر بچھا تجکو سلاوین سے
کہینگے باپ تیرا چھوڑ تجکو کیون گیا تنہا

غرض عابد پدر کی لاش سی باتین یہ کہتا تھا
کبھو بیہوش ہوجاتا کبھو ہوش آہین بہتا تھا
اور اسکا خون دل آنکھین کی راہ بہتا تھا
پھر آخر چھوڑ کر لاش پدر کو وہ چلا تنہا

صعوبت راہ مین گذری جو اُسپر سو تو ظاہر ہے
زبان سے گر کہون حد ادب سی تو وہ باہر ہے
جہان کی بیچ اس احوال سی ہر شخص ماہر ہے
سر اپنے عابد بیمار نے جو کچھ سہا تنہا

خموشی خوب ہی سودا بیان اظہار سی اسکے
ہوا بیہوش وہ مصرع پڑھا مین آگے یہ جسکے
سنے اسکے تئین سودلین اب طاقت ہی کسکے
چلا جب کربلا سی شام کو زین العبا تنہا

مرثیہ دیگر

کیون مضطرب الحال نسیم سحری ہے
بلبل کو ترانہ کی بدل نوحہ گری ہے
ہر گل مین طرح لالہ کے داغ جگری ہے
اس باغ سے کیا آل محمد سفری ہے

شبنم جو روا چاہے سو تو روے تب تار
لوٹا یہ رسالت کا ستم کیشون نے گلزار
گر باد سحر خاک سر اپنے پہ تو ہر بار
پانی چمن دین مین نہ سوکھی نہ ہری ہے

جو نخل محمد کے جگر سے رنگین ہیوند
بانی چمن دہر مین ہوان کے اوپر بند
اور ساقی کوثر کے وہ لاریب ہون فرزند
کیا چرخ ستمگر کی یہ بیداد گری ہے

تیغ و تبر جور سے جو نخل کٹا ہے
اسکا جسد پاک زمین پر جو گرا ہے
کہتے ہین وہ فرزند رسول دوسرا ہے
آلودہ گرد قدم رہگذری ہے

دیتے تھے نبی بوسہ سدا جن کے لبون پر
اکدم نہ ملے آب انھین جز دم خنجر
سو مثل صدف آب گہر ایسے نہ ہون تر
سب دہر جفا پیشہ کی یہ بد گہری ہے

اُن جور و جفا ماروں کا میں کیا کہوں احوال
چھاتی پہ ہے سوفار تو ہے پشت اُپر بھال
ہے ناوک دل دوز سے ہر ایک کا یہ حال
ان دونوں کے ما بین میں یاں دھڑ میں سری ہے

کسطرح کروں انکی معوبات کی میں بات
پیدا جو بلا ہووے ہے اب دہر میں دن رات
ایسا تو نہ ہوویگا کوئی مورد آفات
گویا وہ بلا واسطے انکے ہی دھری ہے

ایسا تو کبھی غم نہوا جب سے ہے عالم
ہر زخم پہ ہوتا ہے فلک بخیۂ و مرہم
درواکہ دم تیغ سے افزود ہے یہ غم
زخم جگر فاطمہ دونوں سے بری ہے

محشر میں محمدؐ کو دکھانا ہے بجسے رو
وہ شاد نہ اُلفت سے کرے اپنے پسر کو
اور آل سے اُسکی جو محبت ہو سر ہو
عابد کے تئیں آج غم بے پدری ہے

ہر طائر قدسی پہ دیا حق نے جنھیں فوق
کوئی تو ہے زنجیر میں کوئی بگلو طوق
اور جنکے قدمبوس کا جبریلؑ رکھے شوق
افسوس انھیں آج یہ ہی بال و پری ہے

عترت کو محمدؐ کے جو لوٹیں ہیں ستمگر
ہیں دادرس ہر دو جہاں وہ جو بمحشر
جتنا وہ پکارے ہیں نہ مونس ہے نہ یاور
فریاد کو آج اُنکے یہ کیا بے اثری ہے

کس سے کہوں یہ تشنہ لبوں کی میں صعوبت
اک آدھ جو باقی ہے سو اُسکی ہے یہ صورت
دنیا سے گئے پی کے شہادت کا وہ شربت
بن آب دہن خشک اور آنکھوں میں تری ہے

جن بیبیوں کا باپ علیؑ فاطمہؓ مادر
سب کچھ یہ سمجھکر نہ رکھی شقیوں نے چادر
حسینؑ سے اور اُنکی ہوں ماں جائے برادر
کیا قوم ستمگار کی یہ بے بصری ہے

منھ کرکے مدینے کیطرف پر دگیا نمیں
مشہور ہو تم مخبر صادق دو جہاں میں
کہتے سبب پیاس کے کانٹے ہیں زباں میں
کیوں حال ہمارے سے تمھیں بیخبری ہے

احوال تری آل کا اب سخت ہے در ہم
بیٹھے ہیں زبس صورت و سر اپنے کو ہر دم
لے جلد خبر اے شرف خلقت آدم
رنگ رخ ماتم زدگاں نیلوفری ہے

جی چاہتے ہیں پیاس سے لیں دشمن جانی
بتلاؤ کہاں سے ہمیں اس دشت میں پانی
پانی جو طلب ہم نے کیا بات نہ مانی
ندی ہے جو یاں خون شہیداں سے بھری ہے

جب سے کہ شہ دیں کی اقامت کا اُٹھا رخت
دنیا کی حلاوت کا نہیں چاہتے ہم تخت
اندوہ و غم و درد و مصیبت ہے نپٹ سخت
ہونا ہمیں اب خاک بسر تاجوری ہے

کیونکر نہ روے خون کے آنسو سے مہرباں
کس طرح نہ اس غم سے شب و روز ہو نالاں

گذرا ہو جب اولاد محمدؐ پہ یہ طوفان
ماتم میں جنھوں کے ملک و جن و پری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہتے ہیں رو رو کے زین العابدین
مرتدوں نے کر سند دین کی تئیں
ہو کدھر دادا امیر المومنین
کھو دیا مہر نبوت کا نگین

پوچھیے وہ مجھ دل ناشاد سے
کر دیے حک کار بیداد سے
جو ہوا ہے آج ہر جلاد سے
سب حروف دفتر شرع مبین

انما کی آیہ جن کی شان میں
اُنکو یہ لوٹا ہے اس میدان میں
حق تعالے نے کہی قرآن میں
چادر اُنکی ایک کے بر سر نہیں

گر گئے گل شمع دین وہ روسیاہ
تار اُنکا گھر ہے جنکے مہر و ماہ
پھرتے ہیں ہم وہ بدہ ہو کر تباہ
آگے دروازے پہ گھستے تھے جبین

وارثوں کے سر ہیں نیزوں پر روان
بے مکان ہیں وہ کہ جنکو ہر زمان
تن پڑے ہیں خاک و خونکے درمیان
سجدہ کرتے عرش اعلا کی مکین

ظالموں کے ہاتھ سے ہو بیوطن
دشت غربت میں پڑا وہ بے کفن
آن کر پیاسا موا کربل کے بن
مہد جنبان جسکے تھے روح الامین

فاطمہؓ کا وہ جو دم اور ہوش تھا
جسکے سر کا تکیہ اُن کا دوش تھا
اُٹھ پھر اور اُنکے ہم آغوش تھا
چاک چاک اُسکا ہے جسم نازنین

حیف ہے میرے اب ایسے جینے پر
لوٹتا تھا جو نبی کے سینے پر
یوں کمر باندھے فلک جب کینے پر
چھاتی پر اُسکے چڑھے شمر لعین

میرے دلکا وہ کوئی بوجھے گا درد
اُسپہ ہو معلوم میری آہ سرد
جسکے سر ایسی یتیمی کی ہو گرد
باپ کو یوں جسکے ماریں ظالمین

پانی سے سیراب ہو سب کائنات
تشنہ لا کر بر لب آب فرات
لیکے حیوان تا جمادات و نبات
سر جدا اُن سے کریں اعدائے دین

دن تو اُس سر کو چلیں نیزے پہ دھر
گرد اُسکے بادیہ یوں بیٹھکر
رات جب ہوئے تو منزل میں اُتر
وہ لعین اُس سر پہ جو ہووین تعین

اہل بیت اُسکے ہون اونٹون پر سوار
پا برہنہ طے کرے جو دشت خار
ہاتھ لیکر وہ چلے اُن کی مہار
ہر قدم بھرتا ہوا آہ حزین

اُس پہ ہو ہر ایک منزل یہ عذاب
گر طلب کرتا ہو پینے کو وہ آب
ٹک جو ٹھہرے تو کہین ہان چل شتاب
قطرہ بھر اُسکو نہ دیوین اہل کین

ہو گلے مین اُسکے طوق آہنی
دمبدم دکھلاوین برچھی کی انی
رُک کے دم پہونچے قریب جان کنی
راہ کے چلنے مین اُسکو مشرکین

جو کوئی اس دھوپ مین پیادہ چلے
ساری منزل بیچ ذرہ دم نہ لے
میری سی زنجیر ہو اُسکے گلے
اس مصیبت کی ہو قدر اُسکے تئین

درد ہر مظلوم ہو سکتا ہے غور
میری سی ہووے بقیدی اُسپہ اور
پر وہی سمجھے جو کچھ ہے مجھپہ جور
ہو وہ فرزند شفیع المذنبین

ہووے جسکا ساقی کوثر پدر
یاد کر اُسکے تئین اُس کا پسر
تشنہ لب تن سے جدا ہو اُسکا سر
رو سکے ہی میرے ہو کر ہمنشین

اب یتیمی اپنی گو کوئی جتائے
باپ میرا سا ہی جسکے سر سے جائے
وہ یتیم آفاق مین مجھسا کہائے
جسکا نانا ہووے ختم المرسلین

دعوی مجھ دکھ سے اسی ہمتائی کا
اسطرح دانہ ہو جیسے رائی کا
تن ہو قیمہ جسکے باپ اور بھائی کا
درد میرا مجھ سے گو ہووے یقین

دل سے میرے پوچھیے اصغر کا درد
غم سے اکبر کے مرا چہرہ ہی زرد
آب پیکان نے کیا ہی جسکو سرد
سر کہین نیزہ پہ جس کا دھڑ کہین

دو ان گیا کوفے مین دادا کو تلف
سر گیا نیزے پہ بھائی کا ہدف
کربلا مین وی الٹ بابا کی صف
آفرین اس دین پہ صد آفرین

ہو غرض عابد نہایت بیقرار
سن سن اُسکو کانپتے تھے کوہسار
کہتے جاتے تھے یہ رو رو زار زار
اکثر آجاتی تھی لرزش مین زمین

سودا اب مرثیہ کو کر ختم تین
لعن کر اُن پر ہمیشہ وہ جو ہین
تاب سننے کی نہین رکھتا ہو مین
ظالمان اوّلین و آخرین

مرثیہ دیگر

عابدین کہتے ہین اے پروردگار
یکدگر اس وقت ہوتے غمگسار
ایک بھائی کو بھی رکھتا روزگار
روتے آپس مین گلے لگ زار زار

درد دل باہم کیا کرتے بیان
ایک کو ایک اپنے بابا کا نشان
پوچھکر خوشنود ہوتا ہر زمان
کچھ تو ہوتا دلکو تسکین و قرار

عمر اصغر گر نہ ہو جاتی اخیر
سو تو فیصل ہو گیا لگتے ہی تیر
وہ جوان ہو کر بٹاتا میری پیر
کیا بساط اُسکی وہ طفل شیرخوار

لے برادر تا پدر عم ابن عم
بیٹھ گئی دریاے خونین ہے ستم
غرق لوہو مین پڑے ہین یک قلم
کشتی آل نبی آما بجھہ دھار

جا چچا نے بر لب آب فرات
باپ کے سقے نے کاٹے پاؤن ہات
آب کی خاطر کیا قطع حیات
پانی کی تو بھی نہ پہونچی منہ مین دھار

باپ کو میرے محمدؐ یک زمان
ذبح کر ڈالا یہ بیکس کر کے وان
دیکھتے تنہا نہ زیر آسمان
جس جگہ کوئی نہ یاور ہے نہ یار

کاش ہوتا اُس جگہ مین دل جلا
کچھ نہ بس چلتا تو یہ تو تھا بھلا
دیکھتا کٹتے جو بابا کا گلا
جا لپٹ جاتا گلے سے آہ مار

مار بھی گر ڈالتا میرے تئین
ایسے جینے سے تو بہتر تھا کہین
ساتھ میرے باپ کے شمر لعین
جس مصیبت مین ہون مین لیل و نہار

درد دل کسسے میرے کون آگاہ ہو
بات دکھیارون کی کب دلخواہ ہو
دکھ مرے کو کسکے دل مین راہ ہو
گو کسی کے سامنے کیجے ہزار

کوئی مجھسا ہو سو میرا اب مجھے درد
چہرہ بیماری سے اُسکا ہوے زرد
رہ گیا ہو اقربا کھوا کے فرد
نے دوا اُسکی ہو نے تیماردار

ضعف کے مارے چلا اُس سے نہ جاے
جب قدم آگے رکھے تب لڑکھڑاے
ہاتھ سے تھا بنے سر زنجیر پاے
راہ چلواتے ہون اُسکو مار مار

باپ کا نیزے پہ سر ہو پیش پیش
اونٹون پر ناموس پیچھے سینہ ریش

ساتھ اُسکے ہو نہ اُسکا قوم و خویش
کھینچتا جاتا ہو وہ اُسکی مہار

راہ تو چلتا ہو اُسپر یون کٹھن
تازیانے سے کرین مجروح تن
لتیہ رہبر کہہ کے لایعنی سخن
کھینچنے کو ٹھہرین گر تلوؤن سی خار

راہ وہ لیجا دین جس مین ہو نہ آب
ٹک جو پانی مانگے وہ خانہ خراب
تب چلین جب گرم ہو خوب آفتاب
کھینچکر شمشیر اُسے دکھلائین دھار

لیکن اُسپر بھی وہ کب مجھسا ہوا
وہ جو پیادہ یون چلے اُس شخص کا
قطع کی اسطرح سے منزل تو کیا
باپ ہو دوش محمدؐ کا سوار

باپ سے کی ہو وہ دادا تک امام
وصف مین اُسکے خدا کا ہو کلام
نسل سے اُسکی امامت کا قیام
تب رکھے یہ ظلم اُس پر اعتبار

دل مین کی جس آدمی کی گفتگو
اب یہی میرے تئین ہے آرزو
درد کی اپنے نہ پائی اُس مین بو
ظالمون سے گر چھوڑا وے کردگار

ہووے جس صحرا مین نخل نونہال
دونون ہاتھ اپنے تئین اُسکی ڈال
قد کسو بھائی کا اُسکو کر خیال
مین لپٹ کر روؤن ڈھاڑین مار مار

عابدین القصہ کرتا تھا سخن
بیٹھے تھے سرکو سُن مرد و زن
تھا عجب ماتم زمین سے تا زمن
خون برسائے تھی چشم اشکبار

سودا ہو خاموش کچھ آگے نہ کہہ
سُنکے مرتے ہین گدا سے تا بشہ
دل تو خون ہو کر چلے آنکھون سے بہ
غم سے کاٹے ہین گلا بے اختیار

مرثیہ ایسا ہے تو نے یہ کہا
ہے یقین دلبر مرے روز جزا
جس سے حاصل ہو دو جگ کا مدعا
تجکو بخشا دینگے شاہ تاجدار

مرثیہ حضرت

بنت بنی فاطمہ کہتی ہین اے ذوالجلال
خاک پہ میدان کے بیچ تن تو پڑا ہی نڈھال
جسکے سرہانے یہ بانھ رہتی تھی اُسکا یہ حال
سر کے تلے اُسکے آج تکیہ ہی نیزے کی بھال

اُسکا نواسا ہی یہ تھا جو وہ تیرا حبیب
طعمۂ تیغ ستم جب سے ہوا یہ غریب
جسکے تئین اب نہ دفن ہی نہ کفن یا نصیب
اُسکے کسیکو نہین گور گڑھے کا خیال

تیغ سے تو عضو عضو اُسکا جدا کر دیا
کاٹ کے خنجر سے سر نیزے پہ لے دھر دیا
سیس کو تو دے کیطرح تیر و نسے سب بھر دیا
اور تڑپتا ہوا تن گئے لوہو مین ڈال

سر کے تئین کاٹکر لیچلے جب شامیان
کیونکہ نہ سر پیٹ پیٹ مین کرون آہ و فغان
اُس تن بیجان پہ تیغ بہتون نے کی امتحان
ہو نہ کی کا چو رنگ ہی آج محمدؐ کی آل

آگئی کیا یک بیک طرفہ بلا اُسکے پیش
شانہ صفت غمسے مین کیونکہ نہون سینہ ریش
لیگئے سر اُسکا شام با سر فرزند خویش
برچھی کا جھبا ہوئے گیسوئن کے اُسکے بال

یہ تو رہا یک کنار لاشونکو دہ دین کفن
سوکھتے ہین دھوپ سی خاک پہ عریان بدن
لے گئے ظالم اُتار خون بھرے پیرہن
آج وہ کاٹے کہوئے باغ نبی کے نہال

اہل حرم کے تئین آ کے یہ غارت کیا
جنس سے پوشاک کی کیا کہون کیونکر لیا
ہاتھ مین چھلے کی قسم سی بھی نہ رہنے دیا
کر نیکو پاک اشک کی ایک پچھوڑا ردمال

گوش ملک تک کبھو جن کی نہ پہونچی صدا
پردے سی باہر لے آئے اُن کے تئین اشقیا
زاری و الحاح پر اُن کے نہ کی اعتنا
آگ دی خیمے کو پھر لوٹ کی مال و منال

ایک بھی چادر نہ دی جس سے کرین وہ حجاب
لے چلے اس طرح سے شام کو اہل عذاب
سر کھلے ہر ایک یون جون ہو مہ و آفتاب
سبکو برہنہ بٹھا اونٹون پہ وقت زوال

راوی جانسوز نے دی ہے یہ آ کے خبر
عابد بیمار نے دیکھ کے لاشِ پدر
مقتل شہ سے ہوا اُن کا قضا را گذر
بولا سلام علیک ظلم کے اے پائمال

لیکے پھر آغوش مین وہ جسد چاک چاک
کہنے لگا لاش سے وہ سخن دردناک
منہ سے ملا اُسکا خون ڈالی یہ سر اپنے خاک
سننے کی جسکے نہو سنگ کو ہرگز مجال

مین ترے قربان تن اے پدر مہربان
ڈھونڈھنے جاؤن اُسی گر تو مجھے دی نشان
کہہ تو بھلا مجھ سے یہ سر ترا اب ہی کہان
کو بکو وہ بدہ دشت سی لے تا جبال

مجھسے ہوا ہی بھلا کیا گنہ اہل کین تو
تن پہ ترے اک جگہ زخم سے خالی نہین
ذبح کیا تشنہ لب کس لیے تیری تئین
خون سی تیرے زمین کیون ہوئی کربل کی لال

برسون جو پالا تجھے فاطمہؑ نے اس لیے
حیف ہی یہ زندگی تو مرے مجھسا جیے
تیغ جفا سے تو اب ہو کے پیاسا سیے
کیونکہ کٹین گے مجھی غم مین ترے ماہ و سال

دیکھون کن آنکھون سے مین یہ جسد پاش پاش
کیونکہ جیون کر نظر اکبر و اصغر کی لاش

آئی انھونکے عوض میرے نہین موت کاش
زندگی اسوقت ہے مجھپہ نہایت وبال

جاؤن مدینے اگر کسکو مین بابا کہون
مجکو بتا درد دل کس سے مین اپنا کہون
مجھ سے جو تیری خبر پوچھے تو مین کیا کہون
دکھ کے بتاؤ جو تھے مرگئے روز قتال

تو تو اے بابا ہوا اس جگہ آکر ہقیم
جان سے کے یا شقیا مجکو کہ ہے یہ سقیم
شام کو اس طرح کیجاتے ہین تیرے یتیم
چھین کے ہیکل گلے طوق دیا میرے ڈال

اُس تن بیجان نے سنکے یہ باتین کہا
شکر کی ہی یہ جگہ ہے نہ شکایت کی جا
کھا نہ غم اے نور چشم یو نہین تھی حق کی رضا
کس کو ہے اس امر مین لا و نعم کی مجال

تیغ ستم سے ہوا گو کہ جدا سر ز تن
خوب ہوا جو ہوا مجھپہ یہ رنج و محن
اور رہی دشت مین لاش مری بیکفن
حق کے تو آگے نہین آج مجھے انفعال

مرتبہ رکھتا ہے یہ جملہ مراتب پہ فوق
راہ مین حق کی مرین خویش و برادر بذوق
سر ہو مرا نیزے پر تیرے گلے مین ہو طوق
اونٹون پہ جاوین اسیر ہو کے سب اہل و عیال

چھٹکے جو اس قید سے جاوے مدینے کو تو
کہیو کہ تیرا حسین جگ سے گیا سرخرو
مرقد جد سے مرے کہیو یہ سب ہو بہو
نزد حق دادرس خوب ہے اسکا مآل

عابد محزون کو جب کہہ کے یہ رخصت گیا
ساتھ جفا پیشونکے شام کا پینڈا لیا
اُن نے تب اُس لاش کے پانوٴن پہ بوسہ دیا
دیدہ پر از خون دل سینہ پر از صد ملال

ختم کر اے مہربان اب تو یہ نظم کلام
حشر مین محشور ہو تو بجناب امام
مرثیہ کیا خوب طرح تجھ سے ہوا یہ تمام
مانگے جو کچھ اُس جگہ رد نہو تیرا سوال

مرثیۂ دیگر حضرت امام

رووے وہ آل نبی سے جسے محبت ہے
یہ وہ ہے رات کہ فجر اسکی مین قیامت ہے
کرے وہ خاک بسر جسکو اُس سے الفت ہے
حسین ابن علی کی شب شہادت ہے

ہوئے ہین تین دن اُسپر کہ بند ہے پانی
نظر مین ذبح ہی بدن جون بچشم قربانی
مرے ہے پیاس کے مارے نبی کا وہ جانی
جگر کو فاطمہ زہرا کے یہ اذیت ہے

کریگا شقیون سے ہر چند آب کا وہ سوال
ندان خون مین وہ ڈوبیگا فاطمہ کا لال
ہو گلون سے تو ملنا ہی اسکو آب محال
اور آب ہم سے ہے لیکن کیا ہماری شامت ہے

کہون مین صبح کا اس رات کی سو کیا عالم
رہیگا تا بقیامت جہان مین اُسکا غم
گلوے تشنہ پہ اُسکے چلے گی تیغ دو دم
صباح آل محمدؐ پہ وہ مصیبت ہے

کمر وہ باندھ کے بیٹھا ہی اپنے مرنے پر
ہر ایک کو ہی تمنا کٹا دے اپنا سر
اور اُسکے گرد مین بیٹھے سب اُسکے خویش و پسر
سمجھ چکے ہین کہ اسمین ہی اب سعادت ہی

نہ درد باپ کو بیٹے کا اُس جگہ زنہار
سواے اسکے اٹھو نکا نہ کوئی یاور و یار
نہ دلمین بیٹی کے دکھ باپ کا کرے ہی قرار
اک آشنا ہی جو اُسنے سو اُنکی غربت ہے

اور آگے کیا کہون احوال بادل پُر درد
اُٹھا زمین سے کردن سر پہ اپنی مشت گرد
ہر ایک حرف پہ یون چاہیے بھرون دم سرد
نکالون تب یہ زبان سی کہ یون روایت ہی

لگے تڑپنے جو پانی کے واسطے اطفال
کیا یہ شاہ سے تب ہو کے مضطرب احوال
گیا ہی مادر اصغر کا لوٹ استقلال
کہا رے پیاس کی اس بچے پر یہ آفت ہی

نہین ہی دودھ کہ مین تر کرون ابا اسکا دہان
پلاؤ پانی اسے ورنہ اسکی جاتی ہے جان
سمٹ کی طوطی کی سی منھ مین ہو گئی ہی زبان
اگر تمھین مرے بچے پہ کچھ شفقت ہے

تدان شہ اُسے بالو کی گود سے لیکر
کیا سوال زسر کر وہاے آن لشکر
بحرب گاہ گئے ہو سوار گھوڑے پر
کہ کچھ بھی روز قیامت سی تمکو وحشت ہے

کیا ہی آل محمدؐ پہ تم نے بند یہ آب
تم اس بچے کا تو گردن پہ اپنی لو نہ عذاب
کہ طفل ہی چھ مہینہ کا پیاس سے بیتاب
سمجھ لو یہ کہ پھر اس کام مین ندامت ہے

اگرچہ آگے تمھارے گناہگار ہون مین
تمھارے سامنے عاصی اگر ہزار ہون مین
تمھارا کشتنی تیغ آبدار ہون مین
کہو تو اسپہ بھلا کیا گناہ ثابت ہے

خدا کیواسطے اسکو تو قطرہ پانی دو
وبال مین تو گرفتار اسکے تم مت ہو
پھر آگے قتل مجھے چاہو جس طرح کیجو
جو کچھ کہ قہر الٰہی کی تمکو غیرت ہے

دیا جواب لعینون نے شاہ دین کے تئین
ابو تراب کے بیٹے یہ جان لے تو یقین
کہ خوف ہمکو تو ان بالون سی ذرا بھی نہین
سخن قبول ترا اک بغیر بیعت ہے

یہ کہکے اُنمین سے تب اک لعین نے واویلا
انما اسکو کھینچ کے پھرے شاہ دین پھینکا
کمان سے فاق سی سوفار تیر کا جوڑا
کرو تو منصفو انصاف کیا قساوت ہے

وہ تیر حلق پہ اُس طفل کے لگا ناگاہ
اور اسطرح کہ گیا پھوٹ اس سی بازوے شاہ

یہ حال دیکھ کے چپ ہو رہے وہ بھر کر آہ — پھر آئے خیمے مین لے اُس کو یہ حکایت ہے
یہ حرف گود مین بانو کے دے کے فرمایا — شتاب لے کہ مین سیراب اسکو کر لایا
وہ آب ان نے تو پیکان تیر سے پایا — ہمارے واسطے جو شربت شہادت ہے

یہ حال دیکھ حرم مین ہوا یہ غُل برپا — کہ جسکو کہتے ہین شور قیامت کبرا
کوئی سر اپنا کوئی منھ کو اپنے پیٹے تھا — کہ تھا کوئی عجب آج ہم پہ آفت ہے

پڑا تھا گود مین مادر کی اپنے وہ معصوم — ہر ایک دیکھے تھا اُسکا چھدا ہوا حلقوم
کرین تھین خاک کھڑی سر پہ زینب و کلثوم — غرض یہ نقل نہین حشر کی مصیبت ہے

تمام اب آگے سخن مہربان ہو خاموش — کہ سامعون کے رہین آج اسقدر تو ہوش
حسن حسین یہ تا کہہ کے صبح مارین جوش — نظر کر اسپہ کہ حضار ونکی جو حالت ہے

غرض کہا ہے یہ ایسا ہی مرثیہ تو نے — کہ اسکی مزد مین جنت مین گھر لیا تو نے
علاج عفو جرائم کا یہ کیا تو نے — شفیع حشر ترا حضرت رسالت ہے

مرثیۂ حضرت امام

کربل مین جو پہونچے تو ہوا اسکو یہ منظور — پانی پہ کرین خیمہ کہ ہے جنگ کا دستور
بولے شہ دین سعی کرو اپنے بمقدور — نزدیک رضا حق کے ہے ہو پانی سے گو دور

کب مٹ سکے جو دفتر قسمت کی ہے تحریر — آتی ہے یہی غیب سے آواز کہ شبیر
اب جتنے ترے کام ہین دے سونپ بتقدیر — تدبیر یہ کہتی ہے رکھو یان مجھے مغدور

خیمہ ہو لب آب تم اُسکے نہو درپے — ہر طرح ملیگا ہمین یان آب ہے وہ شے
تیغ و تبر و دشنۂ و خنجر مین بھی تو ہے — سب مل کے وہی پیوینگے ہو خرم و مسرور

ہر چند عطش بیچ ہے پانی کی حلاوت — پیوینگے اسے اہل جہان تا بقیامت
پر آب خنجر دے ہے جو کچھ پیاس کی لذت — سمجھے یہ وہی ساقی کوثر کا جو ہو بلور

ظاہر مین جو دیکھو تو نپٹ تلخ ہے یہ آب — شیرین بباطن ہے ولی قند مین نایاب
خوش طالعی اُنکی ہے پئین اسکو جو احباب — کب اُنکے نصیبو نہین ہے جو لجنت رکھین شور

یار وہی کہتا ہے سبھے رہبر جنت — اب دو ہی قدم تم سے رہا کوثر جنت
زخم دم شمشیر ہے تن پر در جنت — خنجر کی رگ گردن حلق پہ ساغر بکف حور

الغصہ رفیقون سے یہ کہتا تھا وہ سرور
اُترا ہے مخالف کا لب آب پہ لشکر
ناگاہ خبردار نے دی یون خبر آکر
اس قصد پہ تا پانی کو کر لیجیے محصور

یہ سُنکے خبردار سے بولے شہ ابرار
ان سنے یہ کیا عرض کہ اے دین کے سالار
اس فوج کا تو دے یہ نشان کون ہی سردار
حُرابن ریاحی کہ اُسے بولے ہے جمہور

آگے یہ روایت ہے کہ جو وقت ہوئی شام
ہوا امر تو بھیجون مین باخفا شہ عظام
بھیجا شہ ابرار کو تب حُر نے یہ پیغام
کچھ عرض مجھے خدمت عالی مین ہی منظور

الغصہ وہ حاضر ہوا بے حکم شہنشاہ
یہ قوم ستم پیشہ تری سخت ہے بدخواہ
بولا یہ تصدق ہو کہ جان نبی اللہ
سمجھائے نہ سمجھین گے ہین کثرت پہ یہ مغرور

جس وقت پکا کھا کے رہین خیمے مین یہ سو
خاطر مین جدھر آئے ابھی جاتو اُدھر کو
بہتر ہی ترے حق مین کہ تو یان سے روان ہو
روزانہ جو ہو کوچ تو مانع ہون یہ مقہور

شہ نے یہ سخن کر کے قبول اُسکو دعا دی
فرمانے لگے راہ جو تو ہمکو بتادی
نزدیک خدا اپنے یہ حجت کو نہ جا دی
حق تجکو قیامت مین رکھے ہمسے ہی محشور

پھر آگے یہ لکھتے ہین کہ مہتاب چھپا جب
سرور نے مرخص کر اُسے کوچ کیا تب
اور نظرو نمین آفاق کے تاریک ہوئی شب
جطرح وہ شب گذری اُسے کیا کرون مذکور

حیرت زدہ جاتا تھا چلا دین کا سالار
نے مشعلین ہمرہ نہ پلیتے ہی تھے دو چار
سُنے راہ سے واقف نہ کسی دہ سے خبردار
اور رات یہ تاریک کہ جیسے شب دیجور

ساتھ اُسکے جہازون پہ سراسیمہ و بدحال
گرمی سے عرقناک یہ سب شمع کی تمثال
عترت نبی اللہ کی ساری مع اطفال
محمل تھی گھٹا ٹوپ مین فانوس کے دستور

اُس شب کی سیاہی نے غرض مارا تھا یہ جوش
جاتے تھے چلے یون یہ مصیبت زدہ خاموش
گردون کی بھی گردش کی ہوئی راہ فراموش
تا پائون کی آواز کسی کی نہ سنے مور

کئے علم بلندی سے نہ آگاہ زپستی
ہر گام سمجھ سوئے عدم اپنی وہ ہستی
معلوم نہ ویرانہ ہی تھا اُن کو نہ بستی
جاتے تھے چلے امر پہ حق کی ہوئے مامور

اُس شب کی مصیبت مین کہان تک کرون تقریر
پانوئنمین بھری جادہ نے ہر ایک کے زنجیر
سو کوس چلے ہونگے کٹی راہ نہ دو تیر
اُس قطع زمین سے نہ کسی طرح پڑے دور

جس جا پہ ہوا کوچ وہین پہونچے وہ جسدم
مرکب شہ مظلوم کا چلنے سے رہا تھم

ہر چند اسے شاہ نے مہمیز کی پیہم   آگے نہ رہا اسکو قدم رکھنے کا مقدور
آستے مین جو ہوتا ہے گریبان سحر چاک   دیکھا تو یہ سمجھے ہے وہی دشت خطرناک
بولے شہ دین آل نبی کی ہے یہین خاک   بہتر ہے کہ خیمہ کرین اس جا یہ بدستور

آگے یہ سے لکھے ہین کہ جو خیمہ ہوا برپا   اور خیمہ مین داخل ہوے شہ جھگڑی اسجا
تھے اہل حرم جتنے انھین سامنے بلوا   بولے کہ خدا کا مجھے آیا ہے یہ منشور

اس دشت مین اپنا مین کرون نذر خدا سر   جاؤن نہ مدینے کیطرف لیکے تمھین پھر
ہے دوست مرا وہ جو ہے اس امر مین صابر   تم رہیو رضا اسکی مین سب طرح سے مسرور

رو رو کے یہ سن کہنے لگین زینب و کلثوم   وہ روز ہو فہرست شب و روز سے معدوم
جس روز سے ہون ہم ترے دیدار سے محروم   اور طفل ترے نام یتیمی سے ہون مشہور

گر تو نہو دنیا مین تو کیا جی کے کرینگے   ہم درد جدائی کا ترے کیونکہ بھرینگے
ہر آن تری یاد مین رو رو کے مرینگے   پڑ جائینگے پھر آنکھو مین ہر ایک کے ناسور

بولے شہ دین اس مین بس اپنا نہ چلے گا   یہ امر کسو طرح سے ٹالا نہ ٹلے گا
سر دھڑ سے مرے کاٹتے ذرہ نہ ملے گا   کیسا ہی جو کاٹے گا اگر کر کوئی مقہور

غارت مرے سر کٹنے کی بعد از تمھین ہونا   پھر نیند تمھین شقیون کے ہاتھون سے نہ سونا
مت رو تم ابھی سے کہ تمھین آگے ہے رونا   کرنا و مصیبت کو مری تا بلب گور

جیویگا سو دیکھیگا جو کچھ رو دوگی باہم   روئینگے سب ہین بہت اور لخت جگر کم
بھائی کو رو دوگی کہ بھتیجون کو ہر اک دم   وہ وقت قریب آنکے پہونچا ہے نہین دور

اکبر کے لگے جس گھڑی شمشیر رو دوگی   اصغر کے لگا جب کہ گلے تیر رو دوگی
عابد کے گلے دیکھ کے زنجیر رو دوگی   اسواسطے کہتا ہون نہ رو رو کہو بھر پور

جب کہہ چکے سرور یہ سخن بادل غمناک   تم زینب و کلثوم کی آنکھون نے کیا پاک
راوی نے لکھا کر کے گریبان قلم چاک   ہے ساتوین تاریخ محرم کا یہ مذکور

پانی شب ہشتم ہی غریبون نے نہ پایا   ناچار ہو تب یہ چشمہ شہ دین نے کھدایا
پانی وہ پیا آپ بھی اور سب کو پلایا   اور کتنی جو مشکین تھین انھین کر لیا معمو

بعد اسکے یہ سے لکھتے ہین کہ وہ چشمہ ہوا گم   اور پیاس سے لشکر مین پڑا شہ کے تلاطم
تاریخ نہم سعی مین پانی کے تھے مردم   دسوین کا تو احوال ہے آفاق مین مشہور

اب آگے تو سودا نہ کر اس حال کو اظہار
دیوین یہ صلا اُسکا تجھے احمد مختار
چپ رہ کہ سنی بات کو لازم نہین تکرار
ہو ساتھ ائمہ کے قیامت مین تو محشور

مرثیہ دیگر حضرت امام

کہا سرور نے زینب سے سکینہ اب تمھاری ہی
تمھین مین سونپتا ہون ای بہن بانو کی پیاری ہی
مریگا آج کے دن باپ اسکا یہ بچاری ہے
اسے دلگیر مت کیجو یہ میری یادگاری ہے

بنا گرد یتیمی سے خمیر آب و گل اس کا
نہ لاوے تاب رنجش کی مزاج اب ایک تل اسکا
ہوا ہی زیادہ شیشے سے بھی نازک خلق دل اسکا
جدائی کا مری سینہ پہ اسکے زخم کاری ہے

نہوا ایسا کہ میرے بعد اسکا دل ہو افسردہ
دلاسے ہی مین رکھیو تم اسے اب یہ پدر مردہ
نہونے پاوے ای ہمشیرہ خاطر اسکی پژمردہ
مری غربت کی مارونکین نبٹ غربت کی ماری ہی

بہت یہ ناز پرور ہی نہین جتنی یہ کہنے کی
نہ طاقت ہو کبھو حرف درشت اب اسکو سہنے کی
کہان یہ تاب اسکو ہی کسو کی سخت کہنے کی
جو اسکی سانس ہی سو لیاب اسکی کٹاری ہی

مری فرزند اور بھائی بزیر تیغ سب آئے
کرونگا کیا مین اب جیکر بہت خون جگر کھائے
خدا کا امر جو کچھ تھا وہ سب ملکر بجا لائے
مجھے رخصت کرو جلدی سے تم اب میری باری ہی

سکینہ سنکے یہ رونے لگی بابا کے لگ چھاتی
جو یون ہوتا تو یہ دکھ کاہیکو مین دیکھنے پاتی
کہا اب بھائیونکے ساتھ ہی مجکو بھی موت آتی
عجب اسوقت دل اوپر مری احوال طاری ہی

سبب کیا ہی کہ جاتا ہی یہانسے پھر نہین آتا
جو اُسکا تن اُٹھالاتے سو تم تو سر نہین آتا
مجھے باعث بتاؤ تم وہ کس خاطر نہین آتا
جسے مین دیکھتی ہون گردن اکبر تن سے نیاری ہے

جو کوئی ہی تمھارے گرد بیٹھا آج روتا ہے
مجھے ظاہر مین اس حالت سے یون معلوم ہوتا ہے
جگر کی خون سے ہر اک مژہ اپنی ڈبوتا ہے
کہ تم باہر نجاؤ آج کا دن تم پہ بھاری ہے

نہوگی تم تو کیا جانے کدھر سب دربدر ہونگے
کسیکے چشم انکے حال پر کاہیکو تر ہونگے
خدا جانے کہ کسکے در پہ یہ اور کس کے گھر ہونگے
یہ جو روتی ہین تم بن کسکو انکی غمگساری ہی

اسی اثنا مین لا اصغر کو اپنی گود مین بانو نے
یہ بچا پیاس سے مرتا ہی لا پانی کہین سے دو
لگی آکر یہ رو رو کہنے اُس سالار دو جگ کو
کہ اب شدت سے اسکو تشنگی کی دم شماری ہے

یہ سن اصغر کو شہ کاندھے لگا میدان مین آئے
صف اعدا کے آگے جا زبان پر یہ سخن لائے

کہ اے قوم آج تم پانی دو اب انکو پلوائے
مرے اطفال کو اب تشنگی سے بیقراری ہے

خدا سے ڈر کہ پانی واسطے اطفال کو دو تم
عوض اسکا مجھی سے لیجیو جو چاہو گے سو تم
عذاب تشنگی انکا نہ گردن اپنی پر لو تم
پر اب پانی مجھے دو تم کہ انکو انتظاری ہے

اور اس لڑکی کو دیکھو ہے یہ بچہ چھ مہینے کا
یہ لڑکا کیجیو باور سرور اسکے ہی سینے کا
نہ دو گے گر اسے پانی تو نہین ہر گز یہ جینے کا
شفاعت کی تمھین جس شخص سے امید واری ہی

لگے کہنے شہ مظلوم سے وہ یک زبان ہو کر
نہ دیوین غیر بیعت اُسمین سی ہم تمکو قطرہ بھر
اگر قبضہ ہمارا ہوئے اب عالم کی پانی پر
عبث لب پر ترے حرف طلب پانیکا جاری ہی

اگر سو طفل ایسے پیاس کی شدت کسی مر جاوین
غم اُنکے مرنیکا اصلا نہ دل اپنے پہ ہم لاوین
تو رحم احوال پر اُنکے نہ ذرہ بھر بھی ہم کھاوین
جو اسکی تشنگی سے ہے تو تجکو دلفگاری ہے

کہ ناگہ ایک تیر آیا طرف سرور کی اودھر سی
یہ حالت دیکھ بولے شاہ اُس معصوم اطہر سی
وہ بیٹھا بازوے شہ مین گذر کر حلق اصغر سے
کہ تم بھی چل بسی ای لال اب باری ہماری ہے

یہ کہکر کھینچ ڈالا تیر شہ نے اپنے بازو سے
اسی حالت سی لیجا کر کہا یہ شہر بانو سے
لہو لے ملا اُس زخم کا اپنے سرور دے
کہ اب کوثر سے اس گوہر کو تیری آبداری ہے

یہ حالت دیکھ خیمے مین قیامت ہو گئی برپا
سکینہ لگ گلے اصغر کی بولی ای مرے بھیا
پہونچتا تھا فلک تک آہ و نالہ شہر بانو کا
یہ تیرے حلق سی لوہو سبب کیا ہی کہ جاری ہے

یہ کس پانی ہی بابا جا تجھے سیراب کر لایا
یہ پانی کس طرح کا تھا جو تجکو جا کے پلوایا
کیا تھا کسطرح لیکر تجھے لا کیونکہ دکھلایا
بتا اسکا مزا میٹھا ہے یا پینے مین کھاری ہے

تری مان رو رو کیون پھوپھی تری آگے تلملاتی ہی
سر اپنا کس لیے پیٹے ہی اور اُنکو پٹاتی ہے
تیرا حلق اُنکو ہر دم کھول کھول اب کیون کھاتی ہی
گئی تم گود سے شاید جو مان کو آہ و زاری ہے

بگھورا کسکا اب مجکو کہیگی مان جھلانے کو
گیا کیون چھوڑ تو مجکو غم اپنے مین رلانیکو
کسے لاویگی بدلے تیرے لوری دے سلانے کو
مجھے بھی ساتھ لیتا جا سکینہ تجھپہ واری ہے

بہن یہ کسطرح جیویگی تتلا اے مرے بھائی
کھلاویگی کسے گود مین لے اب تیری مان جائی
ترے بدلے ہی مجکو آجکے دن کیون نہ موت آئی
ترے بن ایکدم بھی زندگی کا مجھپہ بھاری ہے

عوض تیرے جہانسے آجکے دن کاش مین جاتی
طرح انگاری کی دہکے گی میری رات دن چھاتی
تو اتنا کاہیکو غم مین ترے مین درد دکھ پاتی
جلایا جن نے تجھ غم مین مجھے وہ کون ناری ہے

غرض رو رو یکمنہ اس گھڑی یہ بین کرتی تھی
یہ جب حالت حرم کی دلپہ دیکھ اسکو گذرتی تھی
سر اپنا پیٹ کر ہر لحظہ آہ سرد بھرتی تھی
کہ جسکی شرح لکھنے سے زبان خامہ عاری ہے

یہ تو نے مرثیہ کہکر جو اے سودا پڑھایا ہے
نہ تنہا اپنی ہی خاطر جناں مین گھر بنایا ہے
حدیث ہن نبی پر کر عمل سب کو رولایا ہے
جگہ جنت مین سب کیواسطے تو نے سنواری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہے ہے فاطمہ رو رو کے یارب اپنا حال
کیا تھا جسکو بڑا مین نے اپنی گود مین پال
کھو گیا ہے مرا کربلا مین ایسا لال
سو یون شہید ہوا ہاے ایزد متعال

نہین ہی چین مجھے اس بغیر اب اک تل
مجھے یہی ہوا دنیا مین چرخ سے حاصل
کدھر گیا مرا دیکھو تو آج راحت دل
یہ کہہ کے پیٹے ہین سر اور نوچتی ہین بال

غم حسن نے بن آتش مرا جگر بھونا
اسیر اہل حرم دیکھ دکھ ہوا دونا
حسین کے موے گھر ہو گیا سبھی سونا
خراب پھرتی ہے اب دربدر نبی کی آل

ہر ایک دم جو سبب تشنگی کے روتا تھا
سبھون سے خُرد نبی کا وہی پروتا تھا
سو مجھ ضعیفہ کا اصغر وہ ایک پوتا تھا
لگی ہے جسکے گلے بیچ ایک تیر کی بھال

یتیمون پر مرے ناحق ہوئی ہی یہ بیداد
یہ ظالمون سے تو اب پوچھتا مین پاؤن داد
مین تیرے سامنے کرتی ہون اسلیے فریاد
کہ گھر علی کا کیا تم نے کس لیے پامال

حسن کا بیٹا جو قاسم تھا اسمین جان نہین
سوے اسکے کسی مرد کا نشان نہین
ہی عابدین سو اسے طاقت و توان نہین
کہ بیویونکی خبر گیری کا ہو اسکو خیال

ہوا ہی مشک لے عباس جاکے پانی پر
ان اشقیاؤن نے کس سہل زندگانی پر
کھڑی مین روتی ہون اب اسکی نوجوانی پر
لیا ہی آج مرا اپنی گردنون پہ وبال

مدینہ چھوڑ کے دے کر بلا مین لائے تھے
ہر ایک بات مین کیا مکر و فن بنائے تھے
دغا سے شامیون نے قتل کو بلائے تھے
دگر نہ یان تئین لانا انھین تھی کسکی مجال

ہمارے گھر کو تو ان ظالمون نے لوٹا ہے
یہ حال دیکھ کے دل سب کا غم سے ٹوٹا ہے
نبی کی آل کو لے تیغ ظلم کوٹا ہے
ہوا ہی بدر اسی غم سے آسمان پہ ہلال

سر حسینؑ جدا جب ہوا ہے خنجر سے
خطاب اس تن نازک کو یون ہوا سر سے

جو کوئی آوے ترا خویش و اقربا گھر سے
یہ کہیو حشر کے دن تم سے مین کرونگا وصال

جو ہو تو باپ تو معصوم کا ہے کو لڑتے
لب فرات پر اس طور پیاسے کیون مرتے
مدینے سے قدم آگے وہ کس لیے دھرتے
ہر ایک چلاتے کیون اپنی لب زبانکو نکال

مین زخم دیکھ کے اکبر کے بیقراری ہوئی
نیٹ مین غم انھونکے نزار و زار ہوئی
گلے سے تیر کی اصغر کے بھال پار ہوئی
پڑی ہین دو مرے فرزند رنگین گل کی مثال

بتادے مجکو کہ اب ڈھونڈھتی کہان جاؤن
سوای تیرے کسی حال اپنا دکھلاؤن
کہین جو روٹھ گئے ہون تو مین منالاؤن
کدھر گئے وہ مرے ننھے ننھے سب اطفال

بیان کرتی ہون ہر وقت مین یہ سمجھا کر
نہین مین سننے کی جب تک ٹلین نہ آکے پھر
اگر ہزار تسلی دے کوئی مجھکو پر
کسی کو کہنے سے دلسے نہ جائیگا یہ ملال

اب اسقدر تو ستم کرچکا فلک بدخو
نہ روؤن کیونکہ مین اپنے ستم رسیدون کو
کہ بحر خون مین دیا کشتی لہو کو ڈبو
کہ ایک بار ہوے سب مرے وہ آل و عیال

کہا یہ حضرت زینب نے ہاے اے بھائی
فلک نے کیون تری حالت یہ مجھکو دکھلائی
مین کیون نہ ساتھ ترے آج قتل مین آئی
کردن گی کیونکہ بسر زندگی مین اب وسال

نبی کا لخت جگر اور علی کا نور العین
پڑا ہے خاک مین بیجان ہوکے سو وہ حسینؑ
حسن کی جان کا امن اور میرے دلکا چین
کہ اسکے غم نے کیا دل مرا اینٹ پامال

علی کے باغ کا اک لخت کٹ گیا گلزار
نہین ہے زندگی مجکو جہان مین درکار
بجاے گل کے مین اب دیکھتی ہون وان خس و خار
ملا فتاب مجھے بھائیون سے رب جلال

غرض یہ کہتی تھی زینب سبب جدائی کے
بڑے حقوق ہین مجھپر تو میرے بھائی کے
جلا حسینؑ کو تو واسطے خدائی کے
کہ نور ہو مری آنکھو نہین دیکھ اسکا جمال

یہ سنکے سر پہ سبھی ڈالتے ہین اپنے خاک
ہوے زمین پہ پری جن و دیو سب غمناک
کیا فلک سے ملک ہر ایک نے گریبان چاک
خورش کو چھوڑ کے روتی ہین دشت بیچ غزال

زیادہ اس سے نہ دے سودا اب کلام کو طول
اسی سے حشر مین بخشش کا تیری ہوگا اصول
ہوا یہ مرثیہ اب اس جناب مین مقبول
ملیگا ساقی کوثر سے تجکو آب زلال

مرثیہ حضرت

شام سے وہ قافلہ جس دم مدینے کو چلا
کون اب قوم عرب مین مجکو جانے کا بھلا
سید زین العبا رو رو کے کہتا بر ملا
جاگتا جیتا چلا کٹوا کے بابا کا گلا

چاہیے دیکھین نہ مُنھ میرا غیوران عرب
اُسکا بیٹا ہو جیون مین یہ نہ تھی شان عرب
اس مصیبت سے پڑے مارا وہ سلطان عجب
خلق سمجھے گی مجھے تلوار کے مُنھ سے ٹلا

تن رہا خون مین پدر کا سیس نیزے پر گیا
کاش ہوتے ہی تولد کیون نہ مجسا مر گیا
شام کو ناموس جیتے جی مرے لٹ کر گیا
مادر ایام کی گودی مین اس دن کو پلا

ہر کوئی پوچھیگا حال اس قصۂ جانکاہ کا
بولونگا کس منہ کر گو سبط رسول اللہ کا
کیا بیان اُنسے کرونگا آفت ناگاہ کا
لوٹ لیکر ظالمون نے پھر دیا خیمہ جلا

پوچھیگا ہر ایک مجھسے حال ابن بوتراب
کب تلک ہو دل مرا اس آتش غم سی کباب
سرگذشت اسکی سی دونگا اب مین کس کسکو جواب
کاش کھا جاتی مجھے بھی رن مین شمشیر بلا

گرچہ مرنیوالونسے مجھپر صعوبت ہی شدید
لیگئے ہین کس مصیبت سی مجھے پیش یزید
ہاتھ سی اُن ظالمون کی وہ جو شامی ہین پلید
پیادہ پا دھوپون مین سو آفات کا کر مبتلا

راہ خارستان سی پُر اور برہنہ تھی میرے پانو
بیٹھکر کانٹا جہان کھینچون ملے اتنی نہ چھانو
نے درختون کا کہین سایہ نہ قریہ ہی نہ گانو
لاکھ کانٹا ٹوٹ رہ کر میرے تلوو مین گلا

ڈالی ہر اک ہاتھ مین اُن ظالمون نی ہتکڑی
طوق بھاری سی اذیت تھی یہ مجکو ہر گھڑی
پانو مین زنجیر میرے اُن لعینون نے جڑی
جس سی مین اک آن سر اپنا نہ سکتا تھا ہلا

ظاہری تو رات دن رہتا تھا مجھپر یہ عذاب
طعن و تشنیع اُنکا کرتا تھا جگر میرا کباب
باطنی ایذا جو مجھپر ہی سو اُسکا کیا حساب
سو طرح سی بات اُنکی مین سہے تھا دل جلا

تھا نہ طرز ظالمون سی چین دلکو ایک پل
وہ مصیبت سر پہ میرے تھی عرض الّنی کسل
ہر سخن سے تفقیون کے جاتا تھا میرا سینہ جل
طرح آنسو کی مجھے روتے ہی روتے دن ڈھلا

سو طرح دیتے تھے دکھ وہ دشمن جانی مجھے
ڈالتے تھے خاک پر دکھلا کے وہ پانی مجھے
تشنگی کی جسگھڑی ہوتی تھی طغیانی مجھے
مار کر پیاس اپنی رہ جاتا تھا ہر دم تلملا

بات وہ اچھی جو مر کر مائی کی ہوویں نہ ڈھیر
کربلا مین جو موے مرنے لگی اُنکو نہ دیر

یہ قیامت ہے کہ ہر دم زندگی سے رہیے سیر
واسطے میرے جو پوچھو دم بدم ہے کربلا

پر اسے یاور کریگا کون جو مین نے کہا
باتین ان نے سب یہ اپنے واسطے لی ہین بنا
سب کہین گے جب یہ دکھ ہو وہ کیون جیا جی
چاہیے تھا اسکو لڑ مرنا یہ سب سے اولا

طوق و بیڑی سے پڑا تک گردن و پا ہین نشان
کربلا کی رہین لڑ مرنیکی سی حرمت کہان
ہے نمو و اس سے نہو شاید کسی کو یہ گمان
گو کہ خاک و خون عزا مین باپ کی منھ پہ ملا

سر کٹے بابا کا زخمی بھی نہ ہو میرا بدن
پانی مین ٹھنڈا پیون اور وہ مرے تشنہ دہن
دین کفن اسکو نہ ظالم پہنون پھر مین پیرہن
چھاڑ لیجیے اچھا ہو مین وہ خاک و خون مین ہو رلا

مین سوؤن بستر پہ جا کر وہ سوے بر روے خاک
مین رہون جیتا سمیت از اقربا ہو وہ ہلاک
تن رہے سالم مرا اُسکا بدن ہو چاک چاک
دیکھ یہ حالت وطن کو جاؤن مین یہ کیا بھلا

چاہیے بھر عمر یہ دل آتش غم سے تپے
مجھ سوا جیتا رہا کوئی نہ سب کے سب کھپے
رووین آنکھین خون زبان نام و نشان اُنکا جپے
آسمان نے آسیا کی طرح سے ہم کو دلا

جو بداتقدیر کا جسکے ہو سو وہ کب پھرے
کٹ گیا کٹنا تھا جسکا سر دعا مین پر مرے
ڈوبی کشتی جسکی ہو دریاے خون مین کب تری
دل سے کیٹنے کا نہین بھر عمر غم کا مجھلا

سرگذشت اپنی غرض رو رو کہی تھا عابدین
دمبدم اُٹھ اُٹھ کے کرتی تھی یہ عرض اے شاہ دین
اسکو دیتم تھے دلاسا گرد بیٹھے وہ لعین
روسیاہی کو ہمارے تو زبان پر اب نہ لا

سب گدا ہین در کے تیرے دو جہان کا تو ہی شاہ
اُسکا پوتا ہی تو جس تک گر عدو لا یا پناہ
جس طرح جانے ہماری آخرت گو اب تباہ
شیوۂ احسان سے اپنے نہ ہر گز وہ ٹلا

ختم اے سودا کر اب تو یہ کلام جانگداز
مختصر بہتر ہے یہ قصہ نہ کر اس کو دراز
ہوویگا کیا جانیے اس امر مین کیا حق کا راز
اس سخن سے آب ہوا آنکھونگی رہ دل بہ چلا

مرثیہ حضرت امام

کہتی ہین بانو پیٹ کے سر کو اصغر میرا مر گئے لو
خشک ہوے لب جسدم اُس کے دہن اُدھر کر گئے لو

جس کارن لاکھ طرح کے دکھ بھر بھر مین مر گئے لو
ہاے ہاے دردا واے دریغا گود وہ خالی کر گئے لو

باندھ سرہانے شام سے اُسکے رکھتی تھی مین صبح تلک
اس خطرے سے شاید گردن تکیے پر سے جاے ڈھلک
یون نہوا سونے مین اُس کے میری پلک سے لاگی پلک
ہاے ہاے درداواے دریغا سو بچا یون مر گئے لو

ایسا بیٹا جاے کہ جسکا حسب نسب ہو یون اظہار
باپ چچا مین اُس کے نواسے جو نبیون کا ہے سالار
مان کا اُس کی خسر جو ہے سو حوض پہ کوثر کے مختار
ہاے ہاے درداواے دریغا وہ پیاسا لن پہ گئے لو

آٹھ پہر تھا مجکو اُس کی فکر شلوکے دھونے کا
چین عجب تھا دل کو میرے ساتھ اُسی کے سونے کا
فخر و غرور تھا مجکو اپنے بطن سے اُسکے ہونے کا
ہاے ہاے درداواے دریغا مجھ سر کا افسر گئے لو

کرتا میلا دیکھکے اُس کا دل چاہے تھا روؤن مین
آب خضر ہاتھ آئے کہین سے تو ململ کر دھوؤن مین
اب جو چاہون لو ہو دہن کا پوچھ کے تن سے کھوؤن مین
ہاے ہاے درداواے دریغا سر کی بھی چادر گئے لو

اُسکی تو آرام کی خاطر کیا کیا مین دکھ سہتی تھی
ہر ساعت لوری دینے کو جاگتی راتون رہتی تھی
نیند سے رو کر چونکا جو پڑتا تھپک تھپک مین کہتی تھی
ہاے ہاے درداواے دریغا مان واری تجھ پر گئے لو

کیون کہ نہ پیٹون منھ سر اپنا ایسا دکھ کم ہوتا ہے
بر مین یون رکھتی تھی اُس کو جون تن مین دم ہوتا ہے
جاے صدف کیو کھویا جو کسی کا اُس کو بھی غم ہوتا ہے
ہاے ہاے درداواے دریغا میرا تو گوہر گئے لو

دودھ جو ڈالے تھا وہ کبھو تو نکلت منہ ہوتے تھے پران

نظر گذر کے خطرے سے مین صدقہ دیتی تھی اُس آن
ایسی میرے لاڈلے کی اب بات کی کاندھو اوپر جان
ہائے ہائے درد او اے دریغا لہولہوک آگرے گئے لو

یاد آوے گا کرتا اُس کا جب کچھ بیٹھ کے سیوؤن گی
خاطر مین لا بپاس مین اُس کی گھونٹ لہو کے پیون گی
جلتی رہونگی غم سے لسندن اب جب تک مین جیونگی
ہائے ہائے درد او اے دریغا داغ جگر پر دھر گئے لو

اصغر کو لیجا کر شہ نے لائے ہین یہ کیسا ہیات
مضغہ سا کچھ گوشت کا ہے نہ پانو ہے مارے ہے نہ ہات
اصغر ہو تو دودھ وہ پیوے لگ کر میری چھاتی سات
ہائے ہائے درد او اے دریغا کیا جانی کیدھر گئے لو

جینے کو تو جیتی رہون گی جب تک خدا جلاوے گا
لیکن ایسا داغ نہین یہ جو جیتے جی جاوے گا
یہی کہون گی رو رو کر تا جان مری غم کھاوے گا
ہائے ہائے درد او اے دریغا حیف تو صغر مر گئے لو

چھالو تمہاری عمر کی پیلے کیا جلدی سے گئی ہے ڈھل
عجب طرح کی تھی وہ چھلاوا گئی مرے آرام کو چھل
روکھ نہین اس باغ مین ایسا جس کو ملا نہ پھول نہ پھل
ہائے ہائے درد او اے دریغا نو پانے بے بر گئے لو

شیر کے ناخن تک مین ڈالا جینے کو تجھ ہیکل مین کو
موت کی روبہ سے نہ بچا پر آن کے تو اس جنگل مین
کام نہ آیا کوئی جتن اے ننھے تیری کلول مین کو
ہائے ہائے درد او اے دریغا جی میرا آخر گئے لو

آہ بھری مین شانہ کرتی ٹوٹا جب تجھ زلف کا بال
بجنے کا اب حلق جو پھوٹا مجھ دکھیا کا کیا احوال

کن نے مارا تیر یہ ایسا ٹک تو بول اے میرے لال
ہاے ہاے درد او واے دریغا بھال نکل اودھر گئے لو

بوند بوندی تیری خاطر اور دریا مین بہتا تھا نیر
ظلم کہین دیکھا ہے ایسا مانگتے پانی مارا تیر

تیرے بدلے پیاس کے مارے دنیا سے اے بے تقصیر
ہاے ہاے درد او واے دریغا کاش نہین مادر گئے لو

قسمت ہی کی ہے آبی نے آل محمد کو گھیرا
ورنہ جہان کو جاے کوئی ہے آب جہائین بہتیرا

ڈھونڈھنے کو پانی کے پیارے پیاس کے مارے جی تیرا
ہاے ہاے درد او واے دریغا تن نے نکل باہر گئے لو

کن آنکھون دیکھون گی خالی بھرے بھتولے مین گھر کو
کیا چھوٹے کیا بڑے سبھی دے داغ گئے مجھ مادر کو

منہ سر پیٹ کے اپنا بیٹھی روتی تھی کیا اصغر کو
ہاے ہاے درد او واے دریغا سنتی ہون اکبر گئے لو

دریا دل جتنے تھے میرے کس سے کہیے ہاے غضب
موت کی چڑھ کشتی پر ڈوبے بن پانی یان سب کے سب

بیٹون کے جانے کا تھا ہی میرے دل پر رنج و تعب
ہاے ہاے درد او واے دریغا بیٹی کا شوہر گئے لو

مجھ دکھیا بن کون ہوا ہے دست ستم سے یون پامال
کس کے سر پر فلک نے ایسے ظلم کے تودے دئیے ہین ڈال

بیٹون کے غم کی وہ صورت خویش کی شادی کا یہ حال
ہاے ہاے درد او واے دریغا سہرے کے دن سر گئے لو

بیاہ برات ایسا دیکھا ہے آگے کسو نے عالم مین
جاے بنا مرنے کو رن مین بنی کو بٹھلا ماتم مین

لوگ کتخدے سب کہتے ہین رو رو دکے یون باہم مین

ہاے ہاے درد واے دریغا بنرے یہ کیا کر گئے لو

ٹکڑے ٹکڑے تیغ جفا سے بیٹون کا دیکھون ہون بدن
شادی کی داماد کی گویا لوہو سے بھر کر دھری لگن

خاک اور خون کے بیچ وہ ظالم ڈال گئے سامی کائن
ہاے ہاے درد واے دریغا سر نیزے پر دھر گئے لو

گھوڑے کے اوپر چڑھ بیٹھتے ہی نوشہ نے لی رن کی راہ
جو ساتھی اودھر سے پھرا سو آیا بھرتا آہ پر آہ لو

گھونگھٹ مین سے کوٹ کے چھاتی سن دولھا کا حال تباہ
ہاے ہاے درد واے دریغا بولی دولھن گھر گئے لو

کس کس کا لے نام مین بیٹون ہین مجھے کب آتے ہین
سوامی لوٹ جیو اے سب مل لوہو مین غوطے کھاتے ہین

رن مین دو یا ایک کسو کے آ کر مارے جاتے ہین
ہاے ہاے درد واے دریغا میرے گھر کا گھر گئے لو

مطلب بانو پیٹ کے سر کو پیٹ رہی تھین اس دستور
گرد کھڑے روتے تھے اُن کے جن وپری سب لی تا حور

انسان یون کہتے تھے سودا ارض وسما کو کر بے نور
ہاے ہاے درد واے دریغا دین کا اب اختر گئے لو

مرثیہ حضرت امام

سُن لو محبان لندن جگ کے خون نین سے جاری ہی
جس کو دیکھو شہ کے غم کا تیر جگر مین کاری ہے

پربت سے بھی زیادہ کہین ہر دل مین یہ دکھ بھاری ہی
پانی کے مانند جو دیکھو بے کل پر تھی ساری ہے

کون ہے ایسا جس کے سر پر مٹھی بھر بھی نہین ہی خاک
ایسا مین دیکھا نہ کسی کو جس کا ہو نہ گریبان چاک

ہر ایک الم سے یہ چاہے ہی اپنے تئین کو کرے ہلاک
جو ہی سو اس غم سے اُس کو جینے سے بیزاری ہے

کوئی کہے ہے چھوڑ دیا رو یہ غم ہے تو جینا کیسا
دنیا مین اب ہم کو رہ کر ٹھنڈا پانی پینا کیسا

یہ کہہ کہہ اب ہر اک باہم ثابت رکھے سینا کیا
کوئی چھری ڈھونڈھے ہے ہر دم کوئی کھینچے کٹاری ہی

پہلو مین وہ کونسا دل ہے جس کو ہو گا صبر و قرار
جو کوئی ہے تیغ الم سے پھرتا ہے وہ سینہ فگار

کافر کے بھی نصیب نہ ہو وہ مجھسے نے یہ ہر دیندار
حال جو کچھ کربل کے بن مین آل نبی پر طاری ہے

خاک اور خون مین جا ہے تنون کی نیزون پر ہی سر انکی ٹھانو
ہاتھ جو ادھر کو پھڑکے ہی تو ادھر کو تڑپے ہی پانو

ایسے جور و جفا سے یارو کٹا نہ ہو کافر کا گانو
بستی گھر کی فاطمہؑ کی جون کربل مین اُجاری ہے

جو بیجان اس بن مین پڑا ہے اُس کو نہین ہی گور و کفن
رات کو وہ شبنم مین بھیگے دن کو دھوپ مین سوکھے تن

تیغ بلا سے بچا جو کوئی عریان اُس کا ہے یہ بدن
چادر تنگ اب ایک سے سر پر نے پھاٹی نہ ساری ہی

جس کو دیکھو ضعف سے آنکھین جان رہی ہی آ لب پر
فاقے پر ہی فاقون کو کاٹین ہین یون شام و سحر

پیٹ بھرے ہین بھوک مین جب دم کھا کر اپنا خون جگر
اشک ہوا پانی جو مانگین نہ میٹھا نہ کھاری ہے

پشت شتر پر ہر اک دن کو دھوپ مین کاٹے ہی منزل
رونے سے اطفال کے شب کو اُنکو نہین ہے چین اک پل

اُمّین سکینہ باپ کی خاطر تڑپے ہے جیسے بسمل

موت کے نزدیک اس حالت مین عابد کی بیماری ہے

پیادہ پا خارستان مین وہ اُسکے بدن پر تپ ہے شدید
ٹھنڈی سانس بغیر انا اُس کو کب ہے میسر کچھ تبرید

اُس نے بھی جینے کی ہر گز اب نہ کسی کو ہے اُمید
کہتے ہین کیا جیوے وہ جو دوا غذا سے عاری ہے

دھوپ مین پیادہ پاے برہنہ خارستان مین چلے ہے راہ
جو ظالم آگے آجاتا ہے جور رکھے ہے پیش نگاہ

ہے ایسا کچھ اُس سرور کا ضعف کے مارے حال تباہ
چہرے کا رنگ اس کے گہ ہے زرد گہے زنگاری ہے

ظالم کو اُس پر جتنا کہیے اُس سے بھی وہ زیادہ ہے
شامی گھوڑون پر ہین سوار اور وہ مظلوم پیادہ ہے

درد و الم سے رگ رگ اُس کی ہر لحظہ آمادہ ہے
تپ کی شدت سے اور اُس کو گہ غش گہ ہشیاری ہے

کوہ جو ہو تو آب ہو جاوے رنج و تعب ہو یہ جس پر
جب سے دنیا خلق ہوئی یہ ظلم ہوا ہے کہ کس پر

اُس سے یہ حالات عزیزو دیکھو غضب اب یہ تس پر
طوق گلے مین اُس بیکس کے تن کو وزن سی بھاری ہی

چین نہ اُس کو روزانہ آرام نہ اُس کو وقت شب
منزل چلنے کا اس صورت صبح سے لے تا شام تعب

ٹک جو ٹھہرتا کرتے اشارا چوب سی اُسکو ملکر سب
کوئی ملعون سمجھا نہ اتنا یہ لڑکا آزاری ہے

مان بہنین اور پھوپھیان اُسکی دیکھ کے اُس کا یہ احوال
کوٹے ہین وہ چھاتی اپنی نوچے ہے وہ سر کے بال

لوہو کے انجھوان سے رو رو کر کہتی ہین ای میرے لال
حال ترا ان آنکھون دیکھین کیا اب زیست ہماری ہی

وارث جو تھے مارے پڑے ہین تیغ ستم سے رن کے بیچ
ٹکڑا ہو مچلانے والا اب کون کسو کے دہن کے بیچ

لتا رہا نہ پوشش کی جا ہم مین کسی کے تن کے بیچ
سر پہ ہمارے زور طرح کی رسوائی اور خواری ہے

کاش ہمین بھی یہ ظالم اب اُن کی طرح سے ڈالین مار
کب تک دیکھین ایسا دکھ اور درد کرین کس سے اظہار

کن آنکھون سے دیکھین ہم سب حال ترا یہ تار و نزار
زیست کی جو آسانی سے ہے سو ہم پر اب دشواری ہے

سن کے یہ بات اہل حرم سے کہنے لاگا یون سجاد
اتنی کرو ہو بیتابی کیون کس خاطر یہ کچھ فریاد

باپ چچا بھائی سنے دی ہین کربل مین جا این برباد
شام جو ہم کو لیجاتے ہن وان ہم سب کی باری ہے

ظلم و ستم ہے نام جنھون کا سو وہ نئی نہ دیکھی ہم
او پر سے ایسا کچھ ہم پہ ہوتا آتا ہے پیہم

جینے کی یان شادی کس کو مرنے کا اب کس کو غم
ہم لوگون کی روز ازل سے یون تقدیر سنواری ہے

سنگ جفا سے پہلے ہوا ہے نانا کا یون دانت شہید
دادا کے پھر سر پر لاگا تیغ ستم سے زخم شدید

میرے چچا کے جگر کے ٹکڑے طشت مین آگر ہو ویدید
بابا کے حلقوم کٹے سے آہ اب تک خون جاری ہے

مطلب عابد اہل حرم کو یہ کہہ کہ سمجھاتا تھا
آنسو اُن کے ان باتون سے جون تون کر پچھواتا تھا

شام کو شام اُن مرد و دون کی پاے برہنہ جاتا تھا
کہنے سے احوال آگے کا منہ مین زبان یہ عاری ہے

بس اب ہو خاموش تو **سودا** اس سے آگے کچھ مت کہہ

خلقت کا دل اور جگر ہین جاتے لگا آنکھون سے بہ
پڑھکر ماتم کی مجلس مین یہ مصرع تو ساکت رہ
مانع شہ کے غم کرنے کا جو ہے سو وہ ناری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہین فاطمہ نبی لوری کہوین نہ روؤن تو کیا کرون
مرے سر پہ ہوئی جو یہ جفا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

ترے آگے احمدؐ مجتبیٰ کہوین نہ روؤن تو کیا کرون
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

ترا غم نہ دل سے مرے ٹلا کہ کٹا جگر مرے کا گلا
خنجر جفا سے بکربلا ستم فلک سے ہے یہ برملا

مرا اس سے بس نہ ذرا چلا کرے منصفی کوئی تو بھلا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

کرے غور اسے کوئی ایک دم جگر حسنؑ کرے ٹکڑے سم
ہے حسینؑ تشنہ کا سر علم تہ تیغ این سبھی یک قلم

کرون صبر ہوا اگر ایک غم جو ستم پہ سیرے پڑے ستم
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

مرے سینے کا جو سرور ہو ترے چشم کا بھی وہ نور ہو
بدن اس کا زخمون سے چور ہو یہ غضب کہ سر پہ تنور ہو

اگر اشک کا یہ وفور ہو سر نہ فلک سے عبور ہو تو
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

یہ ستم کسو نے نہین سہا جو فلک سے دل پہ مرے رہا
مرے وہ پسر لہو مین نہا دم ہوش تو نے جسے کہا

روؤن اسقدر مین اگر شہا مرا رونا گو ہو نکو رہے بہا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

نہین مرینگا تو کہین عجب دلے یون مرے کوئی ہی غضب
نہ کفن جسے نہ جنازہ اب رہے خاک و خون مین روز و شب

بدن اُس کا ٹکڑے پڑا ہے سب یہ مرے جگر پہ جفا ہو جب
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

مگر اُس کا تجکو نہ سمجھے حد جو یہ کی جفا نہین جس کی حد
بنے گورِ میت نیک و بد رہے خاک و خون مین ہین جسد

کرین منع مجکو جو تا ابد تو سخن کو اُس کی مین کرکے رد
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

کبھٹن لخت دل مرے مثل خس سہے تیغ دوشنہ پیش و پس
چلے ظالمون سے مرا نہ بس نہ سنے فغان مری ہیچ کس

مرا نالہ ہو شب و جرس نہ ملے مجھے کوئی دادرس
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

مرے بیٹے کا وہ جو تھا نشان کہین جسکو قاسم نوجوان
گئی کد خدائی مین اُس کی جان رہا خاک و خون کے وہ درمیان

یہ ہو جس پہ آفت ناگہان اُسے چین رونے سوا کہان
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

مرے ہر پسر کا پسر مرا رہے خون مین لعل و گہر مرا
کوئی اُن مین نور بصر مرا کوئی اُن مین لخت جگر مرا

تلف اس طرح جو ہو گھر مرا بجھے کیونکہ دیدۂ تر مرا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

جو گیا تن اُس کے پہ سر نہین جو رہا روا سر اُپر نہین
کہین بن زنجیر اُسے گھر نہین فری چین شام و سحر نہین

کوئی ایسا اُن مین بشر نہین کہ مرا وہ لخت جگر نہین
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رووُن تو کیا کرون

لٹے شامیون سے مرا وہ گھر نہ جہان فرشتے کا تھا گذر

پھرین ساکن اس کے برہنہ سر چڑھے اشتر و نپہ جدہر تدھر
کرے منقطعی سے کوئی نظر نہ ہو ہیرے رونیمین گو اثر
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

سنین نیک و بد یہ مدینہ کے کہ کٹے گوشوارے سکینہ کے
خنجر جفاے کمینہ کے یہ ستم سہے دو نگینہ کے
جو ہین سے طرح سفینہ کے نہین استخوان مری سینہ کے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

پہنین بابی طائر و وحش تک مرے پیار ونکو نہ ملے تنک
کہین جس شقی کو وہ دے جھڑک نظر غضب سی ہی سرک
مرے نین الم سے ٹپک ٹپک بھرے تال جلسیان تو جب تلک
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

ہو سوار گھوڑون پہ وہ دغل کہین عابدین کو پیادہ چل
نہ وہ چل سکے سبب کسل تو ڈرا وین کوڑ و نسے پل پل
مین دیکھون شقیون سے یہ عمل مجھی بن روے پڑی کیونکہ کل
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

نہ عدو کے ڈرسے وہ رو سکے نہ بخار دلکا وہ کھو سکے
نہ غبار چہرے کا دھو سکے نہ لب آب لیکے ڈبو سکے
کبھو نیند بھر کے نہ سو سکے نہ روؤن یہ مجھسے نہو سکے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

وہ برہنہ پا کرے راہ طے کہین ٹھوکر اور کہین خار ہی
ہوا لاغری سے بسان نے کرے آہ و نالہ ہی پے بہ پے
نہ دوا غذا سے ہو کوئی شے یہ جفا مین دیکھون مین تا بکے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

گئے بھائی باپ مین اسکے مل ہوئی خاک خونئی پدر کی گل
کہو کس سے پرچے اب اس کا دل نہین چین اسے بھی ایک پل

کہ تلوے نزلین چلتے چھل نظر آئے انکھوین جیسے تل
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ رووُن تو کیا کرون

جو مین روز و شب نہ روا کرون تو نپٹ مین مشغلہ کیا کرون
جنھین دیکھ نور نظر فزون ہو جہان مین سو ہوے غرق خون

جو اُمید آنکھون سے یہ رکھون کہ کچھ اور اُنھو لیے مین کام لون
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ رووُن تو کیا کرون

فلک ایسی پر یہ جفا کرے بجے غم مرا سا رہا کرے
پس مرگ وہ بھی روا کرے اگر اُسکی گل سے بنا کرے

سبو پر سبو تو رسا کرے یہی ماٹی اُس کی صدا کرے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ رووُن تو کیا کرون

غرض اب مین کیا کرون سودا اس الم کا اگر ترے بیان
کہ زمین سے تا بہ نہ آسمان سبھی پیٹتے تھے سر انس و جان

پدر آگے فاطمہؑ جن زمان کہین تھین بدیدۂ خونفشان
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ رووُن تو کیا کرون

مرثیۂ مخمس ترکیب بند

گیا مین صبح جو با چشم اشکبار افسوس
مین بولا اس لیے کرتا ہون رو کے یار افسوس
کہا کسی نے گیا کیون تو ہو کے زار افسوس
نہال عمر کہ برگش غم ست و بار افسوس
اگر بگریہ نشد سبز صد ہزار افسوس

وہ بولا تخم عمل چاہے جس طرح سے بو
مین ایک بات بتاؤن کہ سبز ہووے ہو
تو سبز ہونے سے اُسکے امید دل سے نہ کھو
غم حسین مین جتنا تو رو سکے مے رو
سحر سے شام تلک کرکے لاکھ بار افسوس

اگرچہ خانۂ دنیا مین ہے سرا پا غم
عزیز کیا کہون تجھسے مین ہے یہ کیسا غم
ولے رکھے ہے تفاوت بہت زغم تا غم
نبی کی آل کا اولاد مرتضیٰ کا غم
جنھون کے غم سے رکھین دشت و کوہسار افسوس

کہون زر دے کتب تجھسے جانگداز سخن
اسیر قتل کے بعد از جو ہوکے اہل محن
بسوے شام چلے لٹ لٹا کے عریان تن
کہا یہ سر بفلک کر لہو سے بھر کے نین
امید تجھسے ہمین یہ تھی روزگار افسوس

ہمارے واسطے خدمت کے تو ہوا تھا خلق
دیا حق اوروں کو تو نے ہمارا کاٹکے حلق
ہمارے تن پہ نہ غارت گرون نے چھوڑا دلق
نبی کی آل کے دلکا خوش آیا تجکو قلق
ہوا یہ ظلم تجھسے ہم پہ ناگوار افسوس

جب اُس جگہ سے ہوا اُنکا قتلگہ پہ گذر
گئی ہر ایک کی تب سوے عرش آہ جگر
نظر جو آگئی زین العباء کو نعش پدر
اور اُسکو نعش پدر پہ نظر نہ آیا سر
یہ بولا اُس تن بے سر کے لگ کنار افسوس

تو خاک و خون مین پڑا کیون ہے چھوڑ کر ڈیرا
مین تیرے سر کے تصدق کہان ہے سر تیرا
غم یتیمی نے دلکو مرے بہت گھیرا
یہ کاش کاٹتے تجھ سر کے بدلے سر میرا
جیون مین یون تو مرے اے بزرگوار افسوس

ترے سرہانے جو فرصت ہو بیٹھ روؤن مین
غبار تن کا ترے آنکھوں سے دھوؤن مین
جی اپنا مجھ کنے ہتیار ہو تو کھوؤن مین
ترے قدم تلے تیری طرح سے سوؤن مین
مین کیا کرون نہین میرا کچھ اختیار افسوس

بجز خدا کے یہ بندہ دکھ اپنا کس سے کہے
اگر پہاڑ پہ ہو دُکھ مرا تو وہ نہ سہے
مین اور دیکھون کہ پیکر سے تیری خون بہے
ترے بدن پہ ترا سر نہ تیغ کین سے رہے
اپنا دیکھون تن اپنے یہ برقرار افسوس

دکھ اپنے دلکا کہون کس کنے اے پدر ہیہات
کوئی رہا ہے کہون جس سے سوز دلکی بات
کٹے گی کس طرح اس داغ سے مری اوقات
بہے قریب ترے قتلگہ سے آب فرات
نہ تیرے حلق مین پانیکی پہنچی دھار افسوس

یہ زخم ناوک دل دوز ہین ترے تن پر
کہ نہ فلک پہ نہو ہین گے اس قدر اختر
جگہ کوئی نہین ثابت جدھر پڑی ہے نظر
مین دیکھون جیتے جی اپنے ترا یہ حال پدر
کہ تجھ بدن سے ہو پیکان تیر پار افسوس

ہوئی ہے کس پہ مصیبت یہ زیر چرخ کہن
کہ بعد مرگ کیا ہو نہ اُسکو دفن و کفن

یہ گرد و خاک مین لوہو بھرا پڑا ہے بدن
بتا مجھے تجھے یون کیونکہ دیکھین میرے نین
کہ تیرے تن پہ کفن کا نہین ہے تار افسوس

ترا تو اے پدر اس دشت مین ہے یہ کچھ حال
دکھاوین کس کو گذرتا ہے ہم پہ جو احوال
کرور طرح کی آفت ہمارے ہے دنبال
عجب طرح کی مصیبت مین ہین تری اطفال
ز شامیان ستم پیشہ نابکار افسوس

ترا تو دشت مین جون گوسپند کاٹے سر
رکھا ہے آج کے دن ظالمون نے نیزے پر
پھرے ہین لے تری عترت کو اونٹون پر گھر گھر
نہ منھ پہ اُنکے ہے معجر نہ سر پہ ہے چادر
کرین ہین یہ عمل امت کے دیندار افسوس

تھے اسطرح کی جفا کے یہ لوگ کب قابل
کہ ان پہ جور کرین یان تلک یہ سنگین دل
نہوے پشت پہ اونٹون کی چین انھین اک پل
ستمگران جہان کھینچتے کو ہر منزل
مریض مجھسے کہ دین ہاتھ مین مہار افسوس

ہمین لیے ہوئے اسطرح شام جاتے ہین
اب آگے دیکھیے کیا کیا ستم دکھاتے ہین
اُدھر سے جیتے جی اپنے ادھر کو آتے ہین
وہین کی خاک مین یا جا کے ہم سماتے ہین
اگر یونہین ہے نصیبون مین تو ہزار افسوس

اب آرزو ہے یہی دل مین بس مرا جو چلے
اُدھر سے پھر کے گرون مین ترے قدم کے تلے
مدینہ جاؤن مین کس طرح منھ سے خاک ملے
کٹا کے اپنے عزیزون کے اسجگہ پہ گلے
کرے تھا حرف یہ کہہ کے بار بار افسوس

غرض کہ رو رو یہ کہتے تھے حضرت سجاد
پدر کی لاش پہ با آہ و نالہ و فریاد
نمان گردش گردون دون بد بنیاد
حرم کو لے گئے تا شام با دل ناشاد
اب آگے کیا کہون مین تف بروزگار افسوس

جو کربلا مین بلا کا ہوا ہے اُن پہ گذار
زبان وہ کونسی ہے جس سے اُسکا ہو اظہار
محبت اُنکی نے پایا ہے جس کے دل مین قرار
یہ چاہیے کہ بہ تعداد برگ ہر اشجار
اب انگشت وہ کرے حیف و بیشمار افسوس

بیان تمام ہو سودا اب تو اس غم کا
جو اتفاق کرے ناطقہ دو عالم کا
یہ ذکر ہے شہ کون و مکان کے ماتم کا
اب آگے دور ادب سے ہے مارتا دم کا

مگر کیا کرے ہر لیل و ہر نہار افسوس

مرثیہ مخمس ترکیب بند

ابر رونیکو اُٹھا ہے آج کہساروں کے بیچ ساغر خون جگر چلتا ہے میخواروں کے بیچ
خاک سر پر کرتے آئے مست ہشیاروں کے بیچ گھر گیا باغ رسالت کا وہ گل خاروں کے بیچ
یعنی ابن ساقیٔ کوثر ستمگاروں کے بیچ

ابر روئیگا سدا میخوار پئینگے خون کے جام ہوشیار و مست سر پر خاک ڈالینگے مدام
ساقیٔ کوثر کا بن پانی ڈبایا گھر تمام حیف اہل قبلہ سے صادر ہوا یارو وہ کام
الحذر جس کام سے کرتے ہیں کفاروں کے بیچ

نور چشم مصطفےٰ سے ہی یہ امت کا معاش خویش و فرزند انکا اُسکے کردیا تن پاش پاش
بھائی کی اُسکے تڑپتی ہے لب دریا پہ لاش اب وہ تنہا جسطرف کرتا ہے پانی کی تلاش
تیر باراں اُسپہ ہے ہر سو کمانداروں کے بیچ

فاطمہؓ کہتی ہیں رو رو نالہ و فریاد سے یہ ستم باہر ہیں دیکھا عالم ایجاد سے
یا نبی تم پوچھیو محشر میں ہر جلاد سے تشنہ لب مارا گیا ہے گردن اس بیداد سے
جز حسینؓ بیگنہ کوئی گنہگاروں کے بیچ

تم گواہی دیجیو جس روز ہوں میں دادخواہ داد میں کیونکر نہ چاہوں جب کہوں تم سا گواہ
ہے خدا شاہد نہیں بچے کا میرے کچھ گناہ کاٹ کر ناحق سر اُس کا لے گئے وہ روسیاہ
تن کہیں ہوگا پڑا لوتھوں کے انباروں کے بیچ

کیا کہا شقیوں سے اُس بیجرم نے جو حرف ناپسند کیوں جدا اُسکا کیا ہے بند سے ہر ایک بند
جس گھڑی کافر بھی کاٹے ہیں گلوئے گوسپند اُسکو بھی پانی پلا دیتا ہے کوئی دردمند
ذبح پیاسا ہی ہوا وہ اتنے دینداروں کے بیچ

کیا کروں میں اُن لعینوں کی فسادونکا بیان عضو عضو اک ایک کا اے سرور ہر دو جہان
کر گئے ہیں گے جدا تیغ ستم سے شامیان جوں درخت خشک کی نجار کاٹیں ڈالیان
آل کو تیری مگر سمجھے یہ اشجاروں کے بیچ

آزمائی آل پر تیری برش شمشیر کی رو بیعت کے گنہ پر اسقدر تعزیر کی

طفل شش ماہہ یہ ثابت کونسی تقصیر کی
اتنے خاطر چھوڑی حلق اسکے سے پیکان تیر کی
گئیے تا اُسکو بھی تیغ جور کے ماردنکے بیچ

رو دون مین اصغر کو یا اکبر کو بیٹون یاد کر
آ گئے چھوٹے بڑے سامنے تو تیغ و تیر
اپنی آنکھون نے ہوگین نکر مین پوچھون ای پدر
اب تلک اُنکا جو وہ تھے میرے دلبند و جگر
جم رہا ہے خون ناحق اُنکی تلوارونکے بیچ

بیوہ زن کتنی جو باقی ہین سو اُنپر یہ عذاب
سر پہ نے چادر کسی کے ہی نہ چہرے پر نقاب
بے حجاب اونٹونپہ جاتی ہین میان آفتاب
دُکھ دہندونکے سوا گرد اُنکے اے عالیجناب
نے ہوادار و نہین ہی کوئی نہ غمخوارونکے بیچ

مین بیان کیا کیا کرون اُس آفت ناگاہ کے
دن کو وہ چلنے مین صدمے کھینچتے ہین راہ کے
رات پابندی کی خاطر میرے ہر دلخواہ کے
جزو شیرازے مین ہو وین جون کلام اللہ کے
ایک ہی زنجیر ہے اتنے گنہگارونکے بیچ

صبح ہوتے ہی تو پھر اونٹونپہ اُن کو کر سوار
کہتے ہین عابد کو لے چل وہ لعین نابکار
راہ چلواتے ہین پھر اُس ناتوان کو مار مار
جانتے اتنا نہین ظالم کہ اونٹون کی مہار
کھینچنے کی تاب کب ہوتی ہی بیمارونکے بیچ

کر دیا ہے ایک تو بیماری نے اُس کو بیکل
قطع منزل سے نہین ہے چین اُسکو ایک پل
جلد ہی اُسکا کرے اب مشکل اُسکی آکے حل
کیا یہ مشکل ہی کہ وہ ملعون تو کہتے ہین چل
اور چل سکتا نہین ہی راہ وہ خارونکے بیچ

ایک تو پہونچا تھا بیماری سے مرنیکے قریب
دوسرے اس حال پر ہووے مصیبت یہ نصیب
کیا دوا کا ذکر ہے اور کیا ہی مذکور طبیب
آب کا قطرہ جو اُنسے مانگتا ہے وہ غریب
کہتے ہین یان آب تلوارونکے ہی دھارونکی بیچ

طعن و طنز اُنکی وہ سنتا جائے ہی ہر بار کے
بیٹھنے دم بھر نہ دین سایہ تلے دیوار کے
پاؤنکے لوہو مین اُسکے ڈوبے ہین سر خار کے
کیا گذرتی ہوئیگی کہ دل پہ اُس بیمار کے
جسکی بیماری کٹے ایسے دل آزارونکے بیچ

دے جو مستورات کو ڈھارس کوئی ایسا نہین
لیچلے ہین شام بیکس کر اُنھین اعدائے دین
جتنے وارث تھے ہوئے وہ طعمۂ شمشیر کین
بچ رہا ہے قتل سے جو شخص یعنی عابدین

سو وہ کچھ حالت ہی اُنکی اُن دل افگارونکے بیچ

سر چلے جاتے ہین نیزوں پر اُنھونکے گرد پیش — کوئی تو فرزند اُنمین ہے کسو کا کوئی خویش
دیکھ دیکھ اُنکے تئین ہوتے ہین وونی سینہ ریش — جس سخن سے اُن غریبون کے لگے ہی دل پہ نیش
بوستے جاتے ہین ملعون نیزہ بر دارونکے بیچ

یا رسول اللہ ہون ایسے مسلمان نا پدید — گر امام سجہ توڑے اُسکو کہتے ہین شہید
اور یون مارین امام دین کو یہ بہر یزید — مین جو کچھ دیکھا تو اُنسے بھی ہین بدتر یہ پلید
جد و آبا سے ہی گردن اُنکی زنارونکے بیچ

جور فرزندون پہ میرے کر دکھایا ہی مجھے — مجھ جگر گوشون کے ماتم مین بٹھایا ہے مجھے
خون کے آنسو سے لعینون نے رولایا ہی مجھے — جون اُنھون نے آتش غم سی جلایا ہے مجھے
اُنکو بھی جلتے دکھا دوزخ کی انگارونکے بیچ

نوحہ جنت مین غرض کرتی تھین یون خیر النسا — رات دن سن سنکے روتی تھے تھوا رض و سما
دو جہان سے کم نہ ہوگی تا قیامت یہ عزا — سودا تو اس غم مین دل ابنار کھیگا جو سدا
حشر مین اُسکو لکھین گے تعزیہ دارونکے بیچ

ایضاً مرثیہ مخمس ترجیع بند حضرت

دل خیر النسا جسدم کرا ہا — نبی سے یون علی رض بولے کہ شاہا
طریق دین جو امت سے نباہا — اُسے مین کیا کہون عالم پناہا
فاہا ثم آہا ثم آہا

ہمارے واسطے یہ ظلم بے حد — بباطن نیک ہے ظاہر مین ہو بد
و لے گذرے ہے اتنا لیکن جدّ ند — عمل ایسا ہوا اہل دین سے سرزد
فاہا ثم آہا ثم آہا

حسینا تھا جو میرے دل کا آرام — چلے ہے اُسپہ تیغ خون آشام
یہ یہ غم ہی کہ نبیون مین ہو یون نام — محمدؐ سے کی اُمت اور یہ کام
فاہا ثم آہا ثم آہا

سر اُسکا خنجر کین سے جدا کر — وہ ظالم لے گئے نیزے چڑھا کر

لہو مین رہ گیا تن تلملا کر — گرین یہ کچھ تری امت کہا کر

فآہا ثم آہا ثم آہا

نہ تھا عالم مین کچھ پانی کا توڑا — پر اُسکو نے بہت پہونچا نہ تھوڑا
نہ قطرہ حلق مین اُس کے نچوڑا — یہ دنیا کے لیے منہ دین سے موڑا

فآہا ثم آہا ثم آہا

شہا اُن کو حدیث من تر آئی — ہوئی کیا خواب غفلت کی کہانی
نہ آیا رحم دیکھ اُس کی جوانی — دیا ذرہ نہ وقت ذبح پانی

فآہا ثم آہا ثم آہا

نواسا جس کو پیغمبر کا جانین — کرین عضو اُسکے نیزونکے نشانین
لگین سر اُس کا آگے وہ کٹانین — مسلمان ہو کے بات اُسکی نہ مانین

فآہا ثم آہا ثم آہا

نہ چھوڑا خویش ہی اُس کا نہ بھائی — لیے تیغ ستم سے رائی کائی
رہا عابد سو طوق اُسکو پنہائی — حیا ذرہ نہ تیرے منہ سے آئی

فآہا ثم آہا ثم آہا

سر اُسکا نیزے کے اوپر علم ہو — سوار اونٹونپہ بے پالان حرم ہو
وہ جنکے آگے تیرا ہوش و دم ہو — اُنھون کے ہاتھ اُنپر یہ ستم ہو

فآہا ثم آہا ثم آہا

نہ تھے جس پردے کے وہ محرم راز — سدا جو عرش پہ کرتے تھے پرواز
سو ویسے پردہ مین جتنے تھے دمساز — سنی اُنکی کسی نا کس نے آواز

فآہا ثم آہا ثم آہا

کہین باہم ہو کشت و خونکی صحبت — تو مستورات کا ہے پاس حرمت
تری عترت کی تو لازم تھی عزت — گئی قوم عرب سے اتنی غیرت

فآہا ثم آہا ثم آہا

رضائے حق ہمین ہر دم ہے منظور — ہم اس عالم سے بھی ہین شاد و مسرور
عمل پہ کر گئے ایسا یہ مقہور — بڑے اعمال سبکے عفو سے دور

فآہا ثم آہا ثم آہا

ہین تو ہے بقا عین صفا مین
خوشی سب طرح تسلیم و رضا مین

اجل سے زندگی راہ خدا مین
پر اُنکا حال کیا روز جزا مین

فآہا ثم آہا ثم آہا

بیان اس جور کا کب تک کرون مین
بجز حرف تاسف کیا کہون مین

ستم کا اُنکے کیونکر عرض دون مین
کف افسوس یون کہہ کہ ملون مین

فآہا ثم آہا ثم آہا

یہ حرف اے مہربان سرور تو جسدم
لگے آپس مین لگ از شدت غم

سنے شیر خدا کے منہ سے پیہم
یہی کہتے تھے رو رو شکل شبنم

فآہا ثم آہا ثم آہا

مرثیہ مخمس ترجیع بند

ولے جو پوچھا مین اینکہ کیون نہین ہے تجکو چین
تشنہ لب مارا ہے شقیون نے نبی کا نور عین

یون لگا کہنے وہ مجھسے کیا کہون میں تجھسے ہین
جسطرف دیکھا جہا مین ہے یہی اب شور و شین

واحسینا واحسینا واحسین

جسکو دیکھو بھر رہی خون جگر سے ہر پلک
آج ماتم ہو رہا ہے لے زمین سے تا فلک

خاک سر پر کرتے ہین مومن سبھی کافر تلک
سینہ کہہ کہہ کوٹتے ہین آدم و جن و ملک

واحسینا واحسینا واحسین

تن تو اُنکا رن مین ہے آلودہ گرد و غبار
اہل بیت اونٹون پہ گرد اُسکے ہین بے محمل سوار

سر لیے جاتے ہین نیزے پر لعین نابکار
ہر قدم کہتے چلے جاتے ہین رو رو زار زار

واحسینا واحسینا واحسین

اس سفر کے دیکھے عالم ہو گیا نر باہ کا
یون حرم جاتا ہے اونٹون پر رسول اللہ کا

کچھ بجز خون جگر توشہ نہین ہے راہ کا
یہ سخن ہے آج پیغمبر کے ہر دل خواہ کا

واحسینا واحسینا واحسین

چہرے کا ہر اک کے غم سے ہو رہا ہے رنگ زرد

پڑ رہی ہے راہ کی سر پہ سبھونکے خاک و گرد

کون ہی ایسا کہین وہ جس سے اپنے دلکا درد ۔ دیکھ دیکھ آپس مین منہ کہتے ہین بھر کر آہ سرد

واحسینا واحسینا واحسین

درمیان اُنکے چلے جاتے ہین نیزہ و نیزہ وہ سر ۔ کوئی تو بھائی ہی کوئی خویش ہے کوئی پسر
خون کے قطرے یون ٹپکتے ہین اُنھوں کی جسم پر ۔ منہ پہ ململ کہتے جاتے ہین بدن سے پوچھکر

واحسینا واحسینا واحسین

اس طرح جاتا ہے فرزند پیمبر کا حرم ۔ سو طرح کی ہے تعدی سر پہ اُن کے دمبدم
جو کوئی دیکھے ہی اہل درد سے اب یہ ستم ۔ منہ پہ اپنے مار کر کہتا ہے وہ سیلی غم

واحسینا واحسینا واحسین

نے اُنھونکو بھوکھ ہے اس حادثہ مین نہ پیاس ۔ نے بجا ہین ہوش انکے نے درست اُنکی حواس
دخل کیا جو نیند اُن کی آسکے آنکھونکے پاس ۔ یہ سخن جنبش سے لب کی اُنکی ہوتا تھا قیاس

واحسینا واحسینا واحسین

صبح سے تا شام سر پر ہی اُنھونکے آفتاب ۔ نے خورش روزانہ ہی اُنکی تئین نے شبکو خواب
پھرتی ہی آنکھونمین از بس شکل ابن بوتراب ۔ بات اُنسے کچھ ہی پوچھو دیتے ہین وہ یہ جواب

واحسینا واحسینا واحسین

مقتل شہ کا اُنھونکے دلمین نت اُٹھتا ہی خیال ۔ رودم رودم اُنکے سے ہر اکدم اُبلتا ہی جمال
چلتی دیکھین دھار پانی کی تو اُنپر ہی وبال ۔ کہتے ہین تب حلق و خنجر کا وہ کر یاد القتال

واحسینا واحسینا واحسین

مل گیا ماٹی مین اُنکی سلطنت کا تاج و تخت ۔ ہین یہ نازک دل خزان مین ہوئین جون برگ درخت
ٹک بھی کہتا ہے اگر کوئی کچھ اُنکو ہوکر سخت ۔ بولتی ہین یون جگر کی آنکھو سے ٹپکا کے لخت

واحسینا واحسینا واحسین

کیا کرون مین اب اُنھونکی بیکسی کا بیان ۔ کچھ نہین ہی فرق ہرگز نیک و بد کے درمیان
خواہ اُنکا دوست ہووے خواہ وہ خواہان جان ۔ سامنے آجائے کوئی اُس سی کہتے ہین کہ مان

واحسینا واحسینا واحسین

ہی روایت پہونچی جب مقتل پہ اولاد رسول ۔ دیکھکر زینب نے سوئے لاش فرزند بتول
خاک ڈالی سر پہ اپنے اور ملکر منہ سی دھول ۔ پیٹ پیٹ اپنی سر و صورت کہا ہوکر ملول

واحسینا واحسینا واحسینا واحسین

پھر کہا یون اے تن بیسر ترے قربان مین
وار دون ہر زخم بدن پر تیرے اپنی جان مین
ہاے بھائی دیکھون کن آنکھون سے یہ طوفان مین
اب یہی کہ رہونگی مرگ کی خواہان مین

واحسینا واحسینا واحسین

جس سے ناخوش دل نہو چیونٹی کا سو تھا تو بشر
دولت کونین لیتی آگے تیرے کو بشر
شاد ہوتے تھے عرب مین دیکھ تیرا رو بشر
یاد کرتا حشر تجکو بولین گے ہر سو بشر

واحسینا واحسینا واحسین

باپ تیرا ساقی کوثر امیر المومنین
مان تری خیر النسا بنت شفیع المذنبین
سو گلوے تشنہ پہ تیرے چلی یون تیغ کین
یہ ستم زیر فلک کیا کر گئے اعداے دین

واحسینا واحسینا واحسین

کسطرح اب دلکو میرے زندگی سی ہوی ساز
کسکی صورت دیکھونگی آفاق مین کر چشم باز
جان کو مین کر چکی ہون اپنی اس غم کی نیاز
نکلے ہی ہر مو سے میری یہ صداے جانگداز

واحسینا واحسینا واحسین

جنکے بن دیکھے نہ تھا آرام مجکو ایک پل
یون گئین وہ صورتین سو خاک مین اکبار مل
تاب اس غم کی جلاوی ہی کہان میرا وہ دل
آب ہوتی ہی یہ کہنے سی مرے پتھر کی سل

واحسینا واحسینا واحسین

مہربان زینب غرض کرتی تھین ہر دم یہ سخن
ساونکی ابر کی صورت برستے تھے نین
قصد اپنے قتل کا کرتے تھے سنکر مرد و زن
جس گھڑی منہ سے انکے یہ نکلتا تھا سخن

واحسینا واحسینا واحسین

مرثیہ مخمس ترجیع بند

سمیت اقربا بن مین بلا کے کسکا باسا ہی
جہان مین زندگی اپنی سی کون اتنا نراسا ہے
لب دریا یہ کوئی بھی زمانے مین پیاسا ہی
سگلے پر آج جس لب تشنہ کے خنجر کا داسا ہے
خلعت ساقی کوثر کا محمد کا نواسا ہی

ستم کیشون نے دست ظلم سی لوٹا ہی گھر جس کا
کیا ہی آسمان نیچے قبائل دربدر جس کا

چلے ہین رکھ کے نیزے پر یہ ملعون آج سر جسکا
پڑا عریان سوکھے دھوپ مین تن خاک پر جسکا
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

نہین دیکھا کوئی ایسا زمانے نے ان ابنا سے
وہ پانی کا ہو پیاسا لوگ اسکی خون کے پیاسے
ہزارون کھینچ تلوارین مقابل ہووین تنہا سے
مگر یہ ظلم جس پر ہے نرالا ساری دنیا سے
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

گیا چوپایہ آگھر اپنے جنگل سیر کر سارا
بکھیر وآشیان پہونچا ہوا مین جسکے پر مارا
بیابان مرگ یون کسکا ہوا ہی گھر کا گھر سارا
نہ پہونچا جو وطن اپنے وطن سے ہوکے آوارا
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

پیمبر زادہ نہین مارا کسی نانا کی امت نے
کسی پر بھی کہین تیغے گھسے نانا کی امت نے
بتا دو اُسکو مارا ہو سِتے نانا کی امت نے
کیا ہی قتل دنیا مین جسے نانا کی امت نے
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

کہین ہین روروا ایسے یہودی اور نصرانی
رہے تکفیر مین ہم تو زراہ نامسلمانی
یہ کرتب اُسکے ہین جنکو ہی دعواے مسلمانی
سمجھتے ہو وہ ہی کون آج مارا جسکو بن پانی
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

زمین سے نقش پای خر ہوا عیسیٰ کا جسدن گم
سرو نپر خاک کرتے تھے ہماری قوم کے مردم
کوئی پوچھے انھون سی جلکے امت مین ہو کسکی تم
یہ روندا چاہتے ہین جسکا تن اسپونکے زیر سم
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

مسلمان ہین یہ جسکی مان پیمبر اپنے کی جائی
عطش وسے کی مرتی مرتی بھی قطرہ نہ پچھوائی
پھرین سیراب حیوانات سب شہری وصحرائی
دہن سے پیاس کی مارے زبان جس کی نکل آئی
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

جو مانگا پانی اُن نے تو لگے کہنے زہر یکسو
جہان کا آب ہو قبضے مین تو قطرہ نہ دین تجکو
جو وہ بولا کہ مین ہون کون سمجھو ہو تم اے بد خو
تو یون ملعون لگے کہنے اسی ہم جانتے ہین تو
خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

یہ کہتے ہین کوئی جلدی سے اسکے سر کو جا لاوے
سنو ایسا کہین ہو وقت نماز اب ہاتھ سی جلوے
معاذاللہ اگر یہ آپ کو تا آب پہونچاوے
تو پھر ہم مین سے ایسا کون ہی جو اُس سی بر آوے

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

خبر کر جبرئیلؑ آتا تھا وقت وحی جسکے گھر
جلایا ہے وہ خیمہ جس کا قبہ عرش سے برتر
سوا ڈنٹونپہ سوار اُس گھر کے ساکن آج ز معجز
جو پوچھو صاحب خیمہ کو تو کہتے ہین یون منہ پر

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

نبی زادون پہ جور اپنی ہوا یہ ہاتھ سے کس کے
جو پوچھو باپ کون اُسکا گلے مین طوق ہے جسکے
جو وہ سالہ بھی لڑکا ہے غل و زنجیر ہے تسکے
تو بے وسواس کہتے ہین پدر کو پوچھو ہو اسکے

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

عجب اسلام ہے اُن کا عجب ایمان عجب دین ہے
گیا مارا جوان مین سے اُسی تجہیز و تکفین سے ہے
عجب انکا و تیرا ہے عجائب رسم و آئین ہے
زمین جس بے کفن کی خون سے ابتک رنگین ہے

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

ہوے بالفرض ہم کافر تو ہین وہ بد تر از کافر
مثال گوسفند اپنے نبی زادے کا کاٹا سر
نہ جانا جن لعینون نے خدا کو حاضر و ناظر
کسیکے دل مین انمین سے نہ آیا یون کہ یہ آخر

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

غرض اے سودا اب اپنی یگانی سب این وقت مین
کہا کر مرثیہ حسینؑ کی دائم محبت مین
ہوا افسوس مین وہ بھی جو تھے اور دو کی امت مین
شفاعت کو تری یہ کر یقین روز قیامت مین

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

مرثیہ مخمس ترجیع بند

یہ زینب شہ سے کہتی تھی ہمارے بادشا ہو تم
کہا سُنکر اُنھونکے واسطے اب میری جا ہو تم
نہ جاؤ اُنکو باقی ماندگان کے آسرا ہو تم
جنھین مرنا تھا سو تو مر چکے بے جیتے بنا ہو تم

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

گوارا کسطرح سے اُسکو اپنی زندگانی ہو
وہ ہو دین قتل جو ہر اک محمدؐ کی نشانی ہو
کہ جسکے گھر پہ یون اہل ستم کی تیغ رانی ہو
تمھاری چاہیے مجھپر بھی اب مہربانی ہو

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

جو میرے ساتھ جیتے جاگتے آئے مدینے سے
سوئے وہ خاک مین محروم ہو پانی کے پینے سے

تڑپتے ہین وہ پالا مین لگا کر جنکو سینے سے | کوئی یہ زندگانی ہے مری حیف ایسے جینے سے
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

مدینے کیطرف جیتا مین اب کس مُنھ سے جاؤنگا | اتہ تیغ اقربا کرواکے کسکو مُنھ دکھاؤن گا
جو گذری سر پہ مقتولون کے کس کسکو سناؤن گا | ہے جبتک دم مین دم یہی زبان پر حرف لاؤنگا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

نہ جھین گے یہ کر تب آسمان کی بدخصائی کا | رکھین گے ملکے سب اہل عرب میرے ہی سر ٹیکا
وبال اس شکل مین مجھپر ہے رکھنا جسم مین جیکا | لیے گر قدرت حق سے تجھین اعجاز عیسے کا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

کہون گا قصہ مین عباس کے کیا مارے جانیکا | کرونگا ذکر کیا اطفال کے پانی نہ پانے کا
نہ سمجھے گا کوئی اسکے تئین صدمہ زمانے کا | رکھین کے میرے سر بہتان نبی کے گھر لٹانیکا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

بیان کس روسے قاسم کی کرونگا کدخدائیکا | اجل نے سر لیا ننگ آنکے سہرا بندھائیکا
شہادت کو دیا دستور جی شربت پلائی کا | مرے جب اسطرح شادی کے دن فرزند بھائیکا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

جگر کو شونکی صورت دیکھتا ہون خون مین ڈوبی | جوانی مین کہون اکبر کی یا اصغر کی محجوبی
دولھن کے منھ سے قاسم کی مجھے ہے سخت محجوبی | کرو انصاف ہے اسطرح کے جینے مین کیا خوبی
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

مرے ہر اک جگر گوشے کا اب تن سے جدا سر ہے | بڑا ہے دست اس جا کہ کٹا تو پانو ادھر ہے
کن آنکھون سے مین دیکھون ای بہن جو حال اکبر ہے | مجھے تو موت ایسی زندگی سے دور بہتر ہے
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

ستم اس سے زیادہ مجھسے اب دیکھا نہین جاتا | تمہارا مجکو یہ رنج و تعب دیکھا نہین جاتا
کرے تاراج گھر ہر بے ادب دیکھا نہین جاتا | یہ دکھ اے خواہر عالی نسب دیکھا نہین جاتا
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

پہونچتے ہین کوئی دم مین لعین خیمہ جلانے کو | پیمبر کا ابھی سب دوڑتے ہین گھر لٹانے کو
نہ چادر چھوڑینگے سر پر تمہارے مُنھ چھپانیکو | مرے مانع جو ہوتی ہو مگر یہ دن دکھلانے کو

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

یقین کر جانو اے خواہر یہ آنکھیں کب ہیں اس قابل
تمھیں بیٹھا شتر کی پشت پر دیکھیں جو بے محمل
پیادہ آگے عابد کو کرین نظارہ ہر منزل
بھلی ہے موت ہی اس سے جو ہوں اس ذل کا شامل

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

جنھوں نکے دیکھنے سے ایک پل مجکو نہ تھی سیری
سو اس دشت بلا مین ہو گئے وہ خاک کی ڈھیری
مجھے کیا زندگی لازم ہے اب کے عمر بہتیری
اگر تم دین و دنیا مین رکھو ہو آبرو میری

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

کرو انصاف ٹک دلمین بھلا کس طور جیئوں مین
برستی دیکھ فرزندون پہ تیغ جور جیئوں مین
ہلاک اصغر مرا جب ہو کرو تو غور جیئوں مین
مرے یون سامنے اکبر سا بیٹا اور جیئوں مین

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

ضیافت کی عجب گردون نے یان اہل مدینے کی
نہ دی فرصت کسیکو ایکدم پانی کے پینے کی
نچھوڑا اسکو بھی تھی عمر جسکی چھ مہینے کی
بھلی تمکو پڑی ہے فکر مجھ بیکس کے جینے کی

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

عداوت ظالمونکو ہے مجھی سے اس گھرانے مین
فقط میرا سبب ہے تم پہ اس آفت کے آنے مین
بلا ہوتی ہے رد سبکی مرے گردن کٹانے مین
بچین ہین اتنی جانین ایک میری جیکے جانے مین

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

جیون ہون جبتک اہل بیت پر یہ جل ہے طاری
کہ انکی بوند بھر پانی کی خاطر چشم ہے جاری
نہ دینگے قطرہ ظالم کیجیے گو منت و زاری
مرے اک مرے بن ہوتی ہے آسان سبکی دشواری

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

تمھیں اپنی عوض عابد سا مین دلبند دیتا ہون
محمدؐ کے جگر کا تمکو اک پیوند دیتا ہون
تمھاری غمگساری کو مین یہ فرزند دیتا ہون
مین اپنی خون ناحق کی تمھیں سوگند دیتا ہون

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

مری اب زندگی کا چاہنا ضد ہے خدائی سے
نہو بیتاب و طاقت اتنی باہم کی جدائی سے
حذر لازم ہے بندے کو جناب کبریائی سے
جدے اسطرح کتنے ہی ہوئے ہین بہن بھائی سے

خدا کیواسطے زینب مرا جینا بچا ہو تم

غرض سن سنکے ان باتونکو زینب ہاتھ ملتی تھی   بسان شمع ماتم غم سے وہ رو رو کی جلتی تھی
ولے یہ شہ کے دل سی موت کی خواہش ابلتی تھی   کہ انکے ہر بن مو سے صدا یہ ہی نکلتی تھی

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

کہون کیا آگے سودا جب یہ باتین شاہ کرتی تھی   جو سامع وان کھڑے تھے انکی دامن خون سی بھرتی تھی
جگر کے ٹکڑے اکر چشم سی برمین ٹھہرتے تھے   اجل جنکی نہ تھی سو بھی یہ مصرع سنکے مرتے تھے

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

مرثیہ مخمس ترجیع بند

کشتہ گردید ز جور فلکِ بے ادبی   تشنہ لب بر لب دریا شہ عالی نسبی
با رفیقان و عزیزان شہادت طلبی   چہ بگویم تبواے دل کہ ز قوم عربی

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کیا بیان تجھسے کرون اب مین ولایہ غم و درد   جو جگر گوشۂ حیدر پہ ہوا روز نبرد
خویش و فرزند و رفیق اسکے گئے فرد افرد   یاد مین انکی یہ کہتا ہون مین بھر بھر دم سرد

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

شہ بہفتاد و دو تن اور عدو جمع کثیر   جان شیرین دی سمیت اپنے صغیرا و کبیر
دیکے یون سر کو شہادت کا لیا تاج وسریر   دفتر غم مین یہ تا حشر کرین گے تحریر

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

مرضی حق سے تو اک دم نہ ہوا وہ باہر   سرفرازی اسے سمجھا جو ہوا تیر سے پر
لذت تشنگی تھی اس کو شراب کوثر   جیسا وہ آپ غرض ویسا ہی اسکا لشکر

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

بھوک مین اسکے رفیقون نے تو لوہا چابا   آب شمشیر سے پیاس اپنی کو سب نے دابا
کوئی ایسا نہوا اپنے بجد و آبا   غیر آن شہ جو کہے بیٹے سے مت مر بابا

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

خواہش حق سے تو منھ پھیرنا تھا اسنے بعید   اک ہوا ایک کی چھاتی پہ قدم رکھکے شہید
باپ کو بیٹے کے مرنے پہ تھی ہر دم تاکید   غرض ایسی تو زمانے مین نہ دیدو نہ شنید

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

ہر جوان کے مین کہون دلکا عطش سے کیا حال | سینہ نیزون سے ہوا ماہی بے آب کا حال
وہم ناقص مین تو اپنے یہی گذری ہے خیال | ہر بنی سے یہ کہے حق کہ محمدؐ کی یہ آل

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کٹ گئے جب رفقا کاٹے گئے لاکھون حلقوم | نہ تو اکبر ہی رہا رن مین نہ اصغر معصوم
آ کے میدان مین مسلح دو جہان کے مخدوم | یون کہا یاد کروگے یہ تو اے قوم شوم

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

آگے احوال شہادت ہے کرون کیونکہ بیان | کس طرح سے لگے تیغون مین جبین پیر و جوان
پہونچا جب منزل مقصد کو شہ ہر دو جہان | یہ ندا ارض و سما سے ہوئی با آہ و فغان

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

ہے روایت کہ ہوا جنگ کا جس دم اتمام | شمر ملعون یہ لگا کہنے کہ اے مردم شام
رہیو شاہد جو ہوا آج کے دن مجھسے کام | سر یہ کاٹا ہے مین جسکا بحصول انعام

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

بارے یہ دیکھیے کیا بخشتے یزید اب مجھکو | خلعت و اسپ جو دے لف کرون انکے رد کو
اتنے دینار کہ جتنے ہین مرے تن پہ مو | سر کو لیجا کے کہون گا مین کہ تیرا یہ عدو

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

جمع غارت کا لگا کرنے وہ پھر زیور و مال | سب کچھ اکٹھا کیا رکھا نہ جدا اک زر و مال
دیکھ وہ مال خوشی دلکو ہوئی اسکے کمال | یون لگا کہنے کہ یارو دیہ ہے جسکا اموال

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

جب لگے کھلنے شہیدون کی کمر سے ہتھیار | دیدۂ مریخ کا اسوقت ہوا تھا خونبار
ہر طرح کی جو لگا جنس کا ہونے انبار | سب لگے کہنے کہ اللہ ری تیری سرکار

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

آخر الامر اس اموال کو اونٹون پر لاد | با اسیران طرف شام چلے اہل عناد
سر شہ نیزے پہ تھا سب سرونکے پیش نہاد | جہان جاتا تھا وہ سر ہوتی تھی وہان یہ فریاد

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

سر شہ آگے سر دن کے جو سر شام چلا
لرزی اُس آن زمین اتنی کہ تا عرش ہلا
تن رہا سب کا پڑا خاک مین اور خون مین رُلا
ہاتھ سے ہاتھ ملا ٹک سنے یہ کہہ کہہ کے ملا

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

آیا اُس قافلہ کے جھگڑی مقتل سر راہ
اشقیا کتنے جو اُس قافلے کے تھے ہمراہ
بیٹھے سب اہل حرم رو رو کے با نالہ و آہ
وہ بھی کہنے لگے لوتھوں کی طرف کر کے نگاہ

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

لاش پر بھائی کی زینب نے کہا رو رو زار
قایم اب تک ہے سمیت رفقا وہ سالار
کل تلک یہ تھا کہ وہ سر کی زباں سے اظہار
آج یون کہتے ہین یان دیکھ تجھے راہگذار

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

تشنہ لب ذبح کیا تجکو چھوڑا کر کے وطن
سامنے تیرے موئی کیدن نہ یہ مان جائی بہن
نہ تجھے گور ملی یان نہ دیا تجھکو کفن
کہ نہو جگ سا ہین تو اور حق مین تری ہو یہ سخن

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

کربلا کے مرے ای بھوکے پیاسے مہمان
بیٹھونگی جب تئین جیونگی سن لے میری جان
جاؤن تیرے تن صد چاک کے ہر دم قربان
تجکو اور تیرے رفیقونکو یہی کر کے بیان

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

دفن ہوتا تو اگر اور ترے جانبازان
بیٹھتے ہو کے مجاور جو کوئی آ کر یان
مقبرہ یان ترا بنتا انھون کی گورستان
پوچھتے روضہ ہے کسکا تو یہ کہتے بفغان

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

ٹک کے اُس سینۂ صد پارہ سے پھر زین عباد
نہ رہا تو یہ رہے گا یہ سخن خلق کو یاد
بولا رو رو کے پدر خوش ہو تین از اہل عناد
تابع امر خدا جگ مین با آل امجاد

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

حال ظاہر کا یہ پہونچا کہ ہین سب کو ناظر
صبر جو تو نے کیا ہو کے رضا پر شاکر
حق ہی پر رتبۂ باطن سے ہمارے ماہر
روح ایوب کہے آل نبی مین صابر

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

پا بزنجیر وگلا طوق مین گو ہے میرا
جو جو کچھ ہم پہ ہوا اور بھی ہو بہتیرا

حق کی مرضی سے تو میدان میں نہ تین منھ پھیرا | رن یہ بولے گا شہا دیکھ تردد تیرا
بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

کشتی آل نبی پر چرخ نے کی طوفانی | اور پینے نہ دیا ہم میں کسی کو پانی
بات پر امر الٰہی کی جو تو نے مانی | خلق اس امر میں کہتی ہے تجھے لاثانی
بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

طوق گردن میں ہے گو میری یہ مجھ سے بھاری | راہ پہ چلنے میں لہو ہو کف پا سے جاری
بیٹھکر تو نے وہ شمشیر پر ان میں ماری | عمر بھر یاد کریں گے تجھے قوم ناری
بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

مرتبہ ہیگا ہمیں اس سے نہیں ہم مایوس | سر پہ ننگا ہے اگر خار کریں ہیں پابوس
پیاس میں یکہ گر اشک آنکھوں سے گو لیتے ہیں چوس | صبر اتنا وہ نہیں کرتی جو تنے یہ افسوس
بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

چپ ہو سودا تو نکر اب یہ بیان جانکاہ | سننے والوں کے لہو ٹپکے ہے آنکھوں کی راہ
مغفرت کو تری دریا دشہ عالی جاہ | بس ہے اتنا ہی کہ رو رو کہے سبحان اللہ
بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

مرثیہ مسدس ترجیع بند

ماں اصغر کی دن اور رین | رو رو کرتی ہیں یہ بین
ہائے رے اصغر ابن حسین | کس کو دیکھیں گے یہ نین
تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کرتی تھی میں تجھکو پیار | ہوتی تھی یہ جان نثار
تو میرا تھا گل کا ہار | کن نے ڈالا تجھکو مار
تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کیوں تو پڑا اس جا پہ نڈھال | کیونکر لاگی تیر کی بھال

آنکھین کھول اے میرے لال — مجھ دکھیا کا دیکھہ احوال

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہو اس دل کو چین

ٹک تو پیارے لب کو کھول — غون غان کر بادرسے بول
ہے ہے میرے لال انمول — جی مان کا ہے ڈانواڈول

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بچے رے دل مین ہے یہ چاؤ — مان کو صورت ذرہ دکھاؤ
مین تجھکو کہتی ہون آؤ — یا تو اپنے پاس بلاؤ

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہو اس دل کو چین

چاؤ تھا دل مین تیرا بیاہ — دل کے کردن کی خاطر خواہ
دی نہ اجل نے فرصت آہ — کیسے ہو میرا نرباہ

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہو اس دل کو چین

جی بہلانے کو دن رات — مین رکھتی تھی تیری ذات
اب کسطور کٹے اوقات — مجھ سے تو کرتا نہین بات

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تجکو اپنی گود مین پال ہو ہو — کٹھلا کر مین گلے مین ڈال
دھوتی تھی زلفون کے بال — کیون اب مجھ سے تو ہی نرال

تجھ بن میرے نورالعین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تھا اس دل مین یہ ارمان — ہو و دھون پل کر ہوے جوان
مرگ نے لیکن دی نہ امان — کیا کیجے اے میری جان

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

چھینک سے تجھے جب آتی تھی
دے تو جب بچپن میں جی
کہتی تھی میں پیر شوی
کہ میں تیرے بلہاری

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

روتا میں کس کو بہلاؤں
چھاتی آگے کس کو سلاؤں
دودھا تھپک کر کس کو پلاؤں
جھولے میں اب کس کو جھلاؤں

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بیٹا بڑا جو سر کٹوائے
وہ بھی جب گودی سے جائے
چھوٹے سے ماں جی بہلائے
کیونکر جینا اس کو بھائے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

ظلم یہ ٹوٹا میرے پر
تو بھی رہتا پاس اگر
بیٹھ گیا ہے گھر کا گھر
صبر مجھے ہوتا اصغر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

اے میرے امراؤ امیر
حلق کے اندر مارا تیر
کن نے تیرے بے تقصیر
اب کس بھانت دھروں میں دھیر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

لعل و گہر سے ہوئے مدام
تو ہی نہ ہو تو پھر کس کام
گو کہ بھرا گھر بار تمام
کہہ کہ بیٹھوں صبح و شام

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

دین جو تجھے مائی مین داب — خاک پڑو یہ خور اور خواب
سخت ہے مجھپر زیست عذاب — مجھکو بھی موت آئے شتاب

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تو تو مرے بار رنج و تعب — اور جیون مین ہائے غضب
زیست مجھے اب بھاوے کب — یہی کہون گی روز و شب

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بلبل کا دل ہوے فگار — جھڑ جاوے جس دم گلزار
اُس کو اک پل ہو نہ قرار — تین مرا تھا باغ و بہار

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

اصغر پیارے ہے ہے ہے — پیاس کے مارے ہے ہے ہے
آج سدھارے ہے ہے ہے — ماں یہ پکارے ہے ہے ہے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بچے کو چڑیا جو گنوائے — جنگل جنگل ڈھونڈھنے جائے
دانہ پانی اُسکو نہ بھائے — رین بسیرے نیند نہ آئے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

لگائے بھی تب اڑاتی ہے — بچھڑے جو چھٹ جاتی ہے
آٹھ پہر دکھ پاتی ہے — میری تو کیا چھاتی ہے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

جاگ پیارے ہوئی اوبیر — سو مت لالا اتنی دیر

مجھ ماں سے مت آنکھیں پھیر
زیست سے مجکو مت کر سیر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تجھسا بیٹا ہووے ہلاک
لیکے چھری کو میں غمناک
جیون میں اس جینے پر خاک
تا نہ کروں اب سینہ چاک

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کیا وہ کروں میں ایسا یاد
مرکے مگر میں ہوں ناشاد
جس سے یہ غم ہو برباد
قید سے اس غم کے آزاد

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

مطلب سودا اس عنوان
روتے تھے سب انس و جان
با نوکریں تھیں شور و فغان
ہر دم سن سنکر یہ بیان

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

مرثیۂ مسدس دوہرہ بند

سنو محبو بات کہوں میں تم سے روؤ
جسکو جگ میں لوگ کہیں تھے دین کا سلطان
غم ہے شہ کا آج خوشی کو دل سے دھوؤ
سیس کٹا اب اُسکا تن سے خونیں غلطان

کہتا ہو تمیں اب تھیں لکھ یہ خاک لگائے
دین دونی کے تاج کا سر نیزے پر جائے

اہل حرم سب اسکے رنجیں اُسکو رو دیں
کہتے ہیں تم چھوڑ ہمیں اب کہاں سدھارے
بیٹ پیٹ سر سینہ اپنے جی کو کھو دیں
اب ہم کیدھر جائیں بتاؤ دکھ کو مارے

قید ہوئیں سب بی بیاں پیاسی سب اطفال
کہاں رسول اللہ ہیں دیکھیں جو یہ حال

کرتے ہین سب ہین یہی ہاتھ اپنے ململ
اُن بن جگ مین سنو ہمارا کیا ہے جینا

ہم بھی مرین جہان ہی شہ کا مقتل
جن بن سونا آج ہوا ہے شہر مدینا

ایک نہین جیتا رہا جسکا لیوین نام
وارث تو سب مرچکے اب جینا کر کام

بختون سی جو کاش اُدھر سی جیتے آوین
پوچھے جو کوئی آج کدھر تم کھو یا سرور

پھیر مدینے مین جا کر منہ کس کو دکھلاوین
کہ کیا دیوین جواب اُسی ای دین کر رہبر

لاکھ طرحکا اب ہمین آتا ہے افسوس
من کو اپنے رہگئے یونہی مسوس مسوس

ایسے کیون تم بھولگئے ہم کو شہ عالی
جس سے جا کر شاہ کرین ہم دکھ کی باتین

تم بن جگ مین کون ہمارا اب ہی والی
دن تو روتی کٹا کٹین کیونکر اب راتین

اپنے جی مین ہی یہی ہونی ہوے سو ہو
مار کٹاری پیٹ مین مر رہیے سو ہو

سبھی بہن اور بھانجی جان اپنی کھوتین
کوئی پیٹے ہائے کیسکا سنیس کھلا ہی

اونٹو نپر اسوار چڑھی جاتی ہین رُوتین
کوئی کہتی آج جو ہم مر جایئن بھلا ہی

آگے آگے عابدین پاؤن پیادی آہ
تپ کی مارے ضعف سی خلی نجافے راہ

ہم ہین نپٹ بیچین ذرا صورت دکھلاؤ
تم بن سر در بارے کہو ہم کیونکر جیوین

یا تم اپنے پاس ہمین بھی آج بلاؤ
تم پیاسے مرجاؤ اور ہم پانی پیوین

جو ہوتی اسوقت مین تم جیتے شبیر
کیون جاتی ہم شام کو ہو کر آج اسیر

شقیون نی بیان بے گنہ اب تمکو مارا
کیا خطر ہی اب ہمکو جہان مین اپنی جیکے

کیدھر ہے ہیہات حسین اب باپ تمہارا
جب تم سے ہون ذبح یہان فرزند نبی کے

اب جگ مین کسکو رہا جینے کا ارمان
تم سی تو زیادہ نہین آج ہماری جان

وارث کوئی رہا نہ دل کی کس سی کہیے
اب تو ہین ناچار پڑے جو سر پر سہیے

اے دین کے سلطان بتادے اب تو ہمکو   کاٹیں ہم کسطرح جہان میں تیری غم کو

اب دیکھا جاتا نہیں ہے یہ نپٹ عذاب
یارب ہمکو بھی یہان آوے موت شتاب

عابد جیتا ایک ستے تپ کی بیماری   روتی ہے دن رین سکینہ دکھ کی ماری
کہتی ہے جو ڈھونڈ مرے بابا کو لاوے   اُسکے صدقے جاؤن جو لا مجھ پاس بٹھاوے

کب سنتے ہین دوزخی اب یہ آہ و فغان
بھول گئے سب اس گھڑی نانا کا احسان

لاگ گلے مین تیر موا اک پل مین اصغر   اور جا ہوا شہید پیاسا رن مین اکبر
قاسم دولھن چھوڑ گیا جان اپنی کھوئی   اسیطرح سے موئے کہ تم کے رہا نہ کوئی

ہمسا دکھیا کون ہے جگ مین وای دریغ
جسکا پیاسا ہو گیا گھر کا گھر تہ تیغ

زینب اور کلثوم یہی رو رو ہر باری   کہتی تھی ہر ایک بپت اور دکھ کی ماری
آج ہماری کہان گئی وہ زہرا مادر   لطف و کرم سے آکر سر پر ڈالین چادر

زہرا کی ہم بیٹیان نہین تری کہائین
سر ننگے یون بیٹھتین اونٹون اوپر جائین

لاڈلی بیٹی آج جو وہ ہے ایک تمھاری   اور بھتیجی وہ ہم پھوپھیکی ہے پیاری
لے لے تیرا نام وہ ہر دم یہی پکاری   مرتی ہون بن موت مین اب اس دھوپ کی ماری

گرمی سے تپھین پڑے سایے کا نہین ناؤن
کپڑا بھی اتنا نہین کرین جو اُسپر چھاؤن

کربل سے اب شام لیے جاتے ہین شامی   اس دکھ مین ہو کون بتا ہمسونکا حامی
جگ مین ایسا ہائے ہوا پانی کا توڑا   جن نے جیتا ایک نہ اب بن مارے چھوڑا

ہم بیکس اب کیا کرین اے دین کے سالار
جنکو گھیرین اسطرح لیے جائین کفار

سُنکے نہو یہ سودا کسطور اب غمگین   اہل حرم کو شام ملک یون لیگئے بیدین
سینے کو کر چاک کسے اب دل دکھلاوے   داغ نہین یہ ایسا جو جیتے جی جاوے

اس دکھ کو سُن مومنو ہو دل مین غمناک
کہتا ہون رو رو سدا سر پر ڈالو خاک

مرثیہ مسدس زبان پوربی آمیز دوہرہ بند

کاسین کہیے بات کون من کے بوجھے — رووت ہون دن رات حسینا ذمین جوجھے
بنین برست نرکھت اگمت ہے چھاتی — پیاسے مارے ہائے نبی کے ایسے ناتی
گیروے کپڑے رنگے مکھ پر ملے بھبھوت
پوچھین بی بی فاطمہ کت گیو میرو پوت

رو روزینب ہائے کہین تم مر گئے بھائی — بدل تمھارے آج ہمین کیون موت نہ آئی
پوچھ نہین کو وُ بات بیت کی ہم ہین مارے — کہان چھپین اب جائے کہو دکھ مین دکھیارے
بابا کے تم لاڈلے نانا کے تم چین
امان پیارے کہان گئے میرے بیر حسین

وہ ہی سورج وہ ہی چاند وہ ہی نکست ہتارو — شاہ بنا چھون اور بھیو جگ مین اندھیارو
لیتے ہی جاکو نانو ان لوگ سب سیس نواوین — سو کہو تو کو وُ آج کہان ہم ڈھونڈھن جاوین
کیسین اب بن مین دھرین لوگ تم سب ھیر
جا پر بیتی ہو کہو سو جانے یہ پیر

لاگ تیر تروار بدن سے نکست لوہو — سیس کٹو بن نیر تڑپ تڑپھت جون روہو
تن ماٹی مین ڈار اور کاٹ کے سیس بھارو — ہمکو بیری گھیرے چلے ہین دیت نکارو
سیس کھلی سب بیبیان اونٹون پر اسوار
پیاوے زین العابدین کھینچت جائے مہار

اب کون چھورت نا ہنہ یہ بیری بیر کے بانی — جات لیے دارا رہ لٹ نہین جا مین پانی
شام کو بے بس ہم تو چلے ہین رووت نینین — لوتھ اکیلی شاہ کی ہے ہے رہ گئی رن مین
پانو مین کانٹے چبھین راہ چلی نہین جات
بیری بن ہونگی بھئی آج ڈار اور بات

تھرے پاچھے بیر نہ السو ہم دکھ بھرتے — جو تم ہمکو مار پہل یگ رن مین دھرتے

گھر مین بیری پھرین اُتارت سب کو گہنو — بیرا اب کس کام ہمارو جگ مین رہنو

لیگئے بیری لوٹ کے گھر کو مال و منال
دیجے کہا لنسے اب کفن گئے نہ چھاڑ رومال

کھینچ کھینچ ترواڑ یزیدی ہمین ڈراوین — عابد کو بستر پر سے جو را ٹھا دین
جب دیکھو اوت دیت دکھائی اب کہ دونو — تم بن بھائی آج مدینو ہو گیو سونو

بسے کہ اوجڑ ہوے وہ آج ہماری بھانو
اب تو آئی کربلا چھوڑ مدینا گانو

امان جلے بیرنپٹ بابا کے پیارے — پھر نہ پھرے اودھر سی ایسے کہان سدھارے
بیر تمھارے مرین ہتو گھر بیری لوٹین — ہم سے بندیوان کہو کیسے کے چھوٹین

ساتھ تمھارے جو تہے مرگئے سیس کٹاے
شہر مدینے پھر ہمین کون اب دی پہونچاے

اتو کوؤ رہو نہ جگ مین کا کو تیرو ن — ہین بیری اب ساتھ تہفین مین کیسے پھیروں
بیر بھتیجے پڑے ہمارے رن مین کوٹین — دیکھ کے اُنکو ہم سب سرکے بار کھسوٹین

تھے جو سب کے سیس کے دین دنی مین تاج
سور تو رن مین جوجھ کے رل گئی خاکین آج

باپ کو اپنے دیکھ سکینہ ٹھاری رووے — ملت نہ اتنا نیر وا کے تن کو دھووے
ٹھاڑی سرپرہونٹھ یہ چاہت پیاس کو مارے — با با دیئو جواب سکینہ تمکو پکارے

رہ نہ سکت مین ایک پل چھور ملت بنت نہ توہ
رووُن نا تو کیا کردن بنیت پڑی ہی موہ

اور کہو تمین کیا سنون قاسم کے دکھ کو — دیکھنے پائی نیک نہ دولھن واکے مکھ کو
بیاہ مین جیتا رہو نہ کوؤ ہتو سنگھاتی — یا دولہا کے ساتھ گئے مر سبھی براتی

گھر گھیرے ٹھاڑے سبھی نیگی مانگین نیگ
دنیو پوت کا سیس اب دولہا کی مان نیگ

بیٹی ہو بلہار تمھارے مکھ سین بولو — سووت ہوے بڑی بار تنک تو آنکھین کھولو
جیوت ہو تو بیگ کرداب ہم سے بتیان — مرگئے ہو تو کہو لگون مین کا کی چھتیان

بابا جو تم دیکھو سبھی کٹم کے لوگ
اب کے بچھڑے کب ملین ندی ناؤ سنجوگ

پانی پر عباس علی کی بانہین کاٹین
ایسے بیری کون ستے بید روکانی
سن سن یہ دکھ ہاے ہماری چھاتی پھاٹین
اصغر کی جن ایک ہی تیر سے پیاس بجھائی

تال بھرے سب جگت کے ندیان بہین ہجار
تا پر پانی نا ملے کا سین کرین پکار

جانو جو مین ٹھور ٹھکانو نہین بتاؤن
بات کہون مین کاسین مانے کو اب میری
روس گئے ہون کہون تو انکو بیگ مناؤن
سارے وارث راکھ کی پل مین ہوگئے ڈھیری

رہو نہ کوؤ سیس پہ ہم ہین بندیوان
بیگ چھڑاؤ یا نبی اہل حرم کو آن

کہو سون اب سودا کت گیو کہو بتائے
جن کو کہت ہین لوگ ہین وہی سکھیا
بوڑ گئی بن نیر کے گھر کی نیا ہائے
بن وارث حیران پھرت ہین ہو کر دکھیا

رووت لسندن جات ہی بھر بھر آوت نین
کہا جیت سنسار کو پیاسو گیو حسین

مرثیہ دوازدہ مصرع مع دوہرہ

عابد کہتے ہین یہ سب سے
جب سے آیا چھوڑ مدینا
مین دکھیا را کو اب رویا
اکبر اور اصغر سا بھائی
کیسا ساتھ ہمارا چھوٹا
ردتا ہون مین جگ مین تب سے
پھیر نجانا اپنا جینا
باپ چچا کربل مین سو یا
سنگی ٹک بھی خبر نہ پائی
بیری نے گھر تیر لوٹا

لکھی ہتی جو کرم مین سیٹے مٹے نہ مول
ہونی ہتی سو ہوچکی کا سین کہون رسول

اہل حرم سب بھوکے پیاسے
مجھ سا کون بپت کا مارا
اونٹو نپر اسوار ترا سے
قتل ہوا گھر جس کا سارا

مین تنہا اونٹون کے آگے
طوق پڑا گردن مین بھاری
راہ چلی جاتی نہین غم مین

پیر پیادہ کانٹے لاگے
تس اوپر تپ کی بیماری
طاقت نہین ذرا اب دم مین

جو مین ٹک بھی ٹھہر کے روون ڈھاڑین مار
یا بیری سر یون کہون مارے آ تلوار

اپنا کوئی یار نہ یاور ہو
ہے جو سکینہ بہن ہماری
کوٹ کوٹ وہ اپنا سینا
بھائی بھائی کس کو کہون گی
ایسے بھائی جائین مارے

درد نہارا کس کو باور
روتی ہے بابا کی پیاری
کہتی ہے یون اب کیا ہے جینا
کیونکر جیتی اب مین رہون گی
کیدھر جا کر بہن پکارے

کس پر گذرا یہ ستم جو مجھپر ہے آج
مین دکھیا اب کیا کرون نکست آوے لاج

اصغر تجکو گود کھلاؤن
کن سنے تیرے تیر لگایا
بیرا تجکو اب کیون بھولا
مان تیری روتی ہے تجکو
دودھ کی جاگہ اے میر یجان

کھول آنکھین ٹک بل بل جاؤن
کس بیری نے مجھکو کھپایا
خالی تجھ بن ہے یہ جھولا
چین نہین اب ایک پل مجکو
حلق سے تیرے گذرے پیکان

لے لے تیرا نام اب روتی ہون دن رین
ایسا بیری کون تھا جن نے کھویا چین

اور علی کا مین ہون پوتا
بنت محمدؐ جن کی مان تھی
جیتا رہا نہ کوئی رن مین
چاہون کسو سے کہے جاتین
ایسا کون مدینے جاوے

جاتا ہون اس دکھ سے روتا
کوئی ان کے سنگ نہ ساتھی
جاتی ہین یہ روتی بن مین
کوئی نہ بولے ایدھر آتین
سرور کو یہ خبر سناوے

جسکو نت پیارے کہتے تھے شبیر
اسکا بیٹا لاڈلا دیکھو یون ہوا اسیر

ساتھ حرم کے جائین یزیدی
جو جو دکھ آنکھون سے دیکھا
مجھ پر جو گذری بیدادی
شام چلا مین تنہا جاؤن
چابک مار چلا دین مجھکو

کافر سے بدتر وہ گیدی
اب مین کرون کہان تک لیکھا
کس سے ہون مین جا فریادی
ساتھی اپنا کس کو لاؤن
تیغ کھینچ ڈرا دین مجھکو

چچا برادر سب موے بابا کی نزدیک
ایسا اب کوئی نہین دکھ مین ہوئے شریک

کون پیادہ راہ چلا تھا
باپ کا ظالم حلق کٹاوین
بابا سر پر رہا نہ جیتا
شقیون نے مل کر بن پائی
کیسا ہم پر آج غضب ہے

مرنا ہی اس سے تو بھلا تھا
سر برچھی پر دھر لیجاوین
کیا مین کہون جو مجھپر بیتا
کھودی دین کی سب آج نشانی
حد سے باہر رنج و تعب ہے

بابا جسکا پیاس سی رن مین کھویا جائے
سو کیونکر جیتا رہی مجکو وے بتلائے

کیونکر شہر مدینے جاوین
انکے سر پر رکھی نہ چادر
قید ہوئے سب جب گھر لوٹا
ذبح کیا وہ باپ کی صورت
قاسم دولھا کو یون مارا

کسکو وان جا منہ دکھلاوین
ظلم ہوا یہ صادر ان پر
چھوٹا وہ جو جی وے چھوٹا
جو بھائی تھا نبی کی صورت
لوہو مین ڈوبا سہرا سارا

آئے جو تھی بیاہ مین اس نوشہ کے ساتھ
مائی پر ٹرہین ٹرے کٹ کر پاؤن ہاتھ

کون گھڑی وہ بیاہ رچایا
دولھن اس کی رووے گھر مین
کہتی ہے اے دولھا میرے
کیدھر جا کے لیا ہے بسیرا

جن نے اس کا سیس کٹایا
رانڈ ہوئی جی کھووے گھر مین
اب گھر مین آ صدقے تیرے
اکباری ادھر کر پھیرا

روتی ہوں میں تجکو بن بن
کس کی گئے ہوئے یہ ان بن

مجکو قاسم بیاہ کر کدھر گیا ہے روٹھ
لوگ کہیں مارا گیا میں جانوں ہوں جھوٹھ

جیتوں کی تو بھوک تجبا نی
مرتوں کو بھی دیا نہ پانی
پیاس کے مارے نین یہ برسیں
بوند کی خاطر بچے تڑپیں ہو
جا کے چچا بھی ہاتھ کٹاوے
تسپر پانی ہاتھ نہ آوے
پانی پر کیا کیا کچھ بیتا
جو کوئی گیا نہ آیا جیتا
پانی کی ہر موج تھی کالا
وہاں جو گیا اُس کو ڈس ڈالا

باپ چچا اور بھائی بھتیجے غمخوار
ایک ہی باری مر گئے پیاسے ندی کنار

جتنے بھائی جان تھے میرے
سب وان ہو گئے خاک کی ڈھیرے
ایسا کون جو مجھ تک آوے
مجھ بیکس کی پیر بٹاوے
ہیں جو حرم سو وہ بیچاری
مرتی ہیں غربت کی ماری
پھوپھیاں میری باپ کو روویں
ماں رو رو جی مجھ پر کھوویں
بہنیں ہیں جو سو یوں پیٹیں ہو
لوہو کی اُڑ اُڑ پڑتی ہیں چھینٹیں

جگ میں اُنکا کون ہے تم بن آج حسین
کون تسلّی دے ہمیں کیونکر آوے چین

وہ بابا جس کو پیغمبر
جی سے ہی رکھتے تھے بہتر
جس بابا کا باپ ہو حیدر
قبضے میں ہو اُس کے کوثر
لب سوکھے بن پانی جس کے
خاک اور خوں میں پڑا وہ سسکے
سر نیزے پر ہووے اُس کا
شمر لعین جی کھووے اُسکا
آج عجب کچھ ظلم و ستم ہے
دین کا والی یوں بیدم ہے

کن انکھوں سے یہ ستم مجھسے دیکھا جائے
یاں تک روؤں رات دن تا کچھ نظر نہ آئے

پھر نہ کسی نے مجھے دکھایا
وہ جو تھا زہرا کا جایا

یاد آتا ہے جب وہ اصغر
اکبر بھائی میرا پیارا
قاسم دولھا کی وہ جوانی
یاد آتی ہے مجکو ہر دم

مجھ دل پر گذرے ہے محشر
تن سے اُس کا سر ہے اُتارا
میرے چچا کی تھی جو نشانی
برچھی سے لاگے ہے پیہم

جب پہونچونگا شام مین ظالم کے دربار
یہی کہونگا قتل کر رہے سہی اک بار

گردون کو اب یہ خوش آیا
آل نبی کیا اس لائق تھے
جسکو اُن نے یون کٹوایا
آگ دلائی ویسے گھر کو
عقل سے بہرہ جسکو ہووے

تنک بھی آج نہ وہ شرمایا
سب عالم سے وہ فایق تھے
لٹوا کر وہ گھر پٹوایا ہے
سب ساجد تھے جس کے در کو
خواہش دل کی اُس سے کھووے

کیا کہیے اس چرخ کو ایسا ہی بے پیر
ہمسون کی بھی ہیبت کی ذرہ نجانی پیر

ہو جو محب ہمارا کوئی
حال ہمارے پر غم کھاوے
درد ہمارے مین جو جیوے
قطرہ آنسو کا جو ڈالے
رووے یا خلقت کو رلاوے

حق مین اُسکے ہے یہ نکوئی
جنت مین وہ بیشک جاوے
کوثر کا وہ پانی پیوے
بخشائش کا تحفہ وہ پالے
دوزخ کی آنچ اُسے نہ آوے

عالم جسکو اے سودا کہے مدام امام
جگ مین تو بھی رویو لے اُسکا نام

تمام



اعتراضات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سطرے چند بطور دیباچہ تصنیف یکی از تلامذۂ ارشد مرزا رفیع المتخلص بسودا مع قصیدہ نہ صد و پنجاہ شعر بنظر مہتمم این مطبع در آمد داخل کلیات معجز سمات کردہ شد
مرزا محمد رفیع السودا تعداد مدارج فضل و کمال این مرد بزرگ مقدور خامہ زبان بیان و بنان نیست و این معنی مثل آفتاب انور برہمہ عالم روشن است وانچہ بعضی صاحبان سابق و حال از شیخ و شاب ملال خاطر بہم سایندہ چیزی درحق ملازمانش تعبیر کردہ دل را خالی کردہ اند و میکنند زیادہ از دہن ایشان است ناحق ستم برنامہ و خامہ نمودہ و عبث راہ الصافی پیمودہ چراکہ در عالم سخن ہندی مرتبہ مرزا بکمال رسیدہ و این فن بسر حد اتمام رسانیدہ از عرش برین بگذرانیدہ نردبان فکر و اندیشہ این مردم را ادعاے رسائی آن رواق بلند خیالے است محال بل حرف ست دور از خیال زیادہ گوئی خود را مضحکہ روزگار ساختہ اند و عبث بلاف و گزاف بزبان ہا در انداختہ اگرچہ مرزا فاخر متخلص بمکین نیز بسبب شکر آبی کہ فیما بین جناب رفیع و مرزا مذکور از لکھنؤ بمیان آمدہ بود چنانچہ از رسالہ عبرۃ الغافلین مفصل و مشروحًا احوال واضح مے شود لیکن آخر از تازیانہ تحمل و اغماض آن جناب متنبہ گشتہ بتقریر این الفاظ کہ با این ہمہ بیان واقع آن ست کہ مرزا رفیع سودا یگانہ روزگار بودہ است مقر کمال آن جناب گردید و قطع نظر از اخلاق حمیدہ از کمالات بلاغت و فصاحت شعر و سخن جناب رفیع حقی برین فرقہ بل ہر کہ سر بسخن ہندی داختہ باشد گذاشتہ اند کہ ہیچکس از عہدہ تشکر آن بردن نمی تواند برآید و احدے اداے این وام نباید نمود چہ بر صاحبان سخن و مالکان این فن ہویداست کہ بعد انقضاے دورہ فارسے گویان نوبت بادشاہی ملک سخنورے ریختہ ہندی بولی دکھنی و باخی و ابہو وغیرہ رسید طور و طریق فصاحت و بلاغت و متانت را صاف یک لخت از صفحۂ روزگار برانداختہ و از خشت و گل محاورہ کج مج تلاش ابہام و بزبان خام بموجب خاطر خواہ خود قصری بلند برافراختند نہ بر غرفہ مضمون آن شاہد رعنائی فصاحت و بلاغت جلوہ پیرا و نہ بربام خیالاتش ماہ روے بادای تازہ و نزاکت و متانت سرگرم تماشا دل دادگان شاہد رعنای اشعار دردمندانہ ازین جہت ہمیشہ در آتش غم می سوختند و تیر در جگر خوردگان عشق بیان

مضامین معاملہ واد اازین تشویش ہموارہ سنگ بلا بسینہ میکوفتند اشک حسرت از دیدہ میراندند تا آنکہ بفضل و کرم ایزد باری با بخت و طالع سخوران مددگاری کردہ آن جماعہ در زاویہ عدم متواری کہ آفتاب ظہور جناب مرزا رفیع سودا از مطلع فضل و کمال شارق و بازغ گردید و این فرقہ دستخوش غم و جماعہ پائمال الم کہ راقم حروف ہم از آنان گروہ است بداد خود رسید بر مصدق مقال این ہیچمدان ناقل بیان تمام کلام بلاغت نظامش آن قدوہ متاخرین بل فخر متقدمین و متوسطین خصوص قصائد و مثنویات و غزل شاہدیست روشن و برہانیست مبرہن اگرچہ این احقر العباد ضراعت نہاد کہ نا آشنای قلم و سواد بل بیگانہ اقلیم استعداد است نہ چیزی باغوہ دیگر عناد دارد ورنہ بجناب مرزا رفیع کہ خلاق معانی تازہ گذشتہ زیادہ از انہا اتحاد لیکن چون مصرع انصاف شیوہ ایست کہ بالای طاعت است + وہم شیفتہ نازنین صنمان افکار دردمندانہ و گرفتار عنبرین مویان اشعار متین و عاشقانہ است داز کمان ابروی شاہدان کافر کیش خانہ برانداز مضامین و کلام متین تیر در جگر خوردہ و خانہ صبر و قرارش را سیلاب عشق کافر نگاہان سخنان محاورہ قدسیہ سیلاب بردہ و جناب مرزا در احیای اموات بخاک خفتگان این علم مسیحائی بعمل آوردہ اند لاجرم در تحریر این سطور و ادای وام آن مغفور مبرور مجبور گردید امید از سخن فہمان معنی یار و صاحب کمالان انصاف شعار آن ست کہ مطعون خود نمائی نگردد این چند اوراق برای مہر کردن دہان زیادہ گویان مرقوم میگردد۔

قصیدہ

کیا حضرت سودا نے کی لے مصحفی تقصیر / کرتا ہی جو ہجو اوس کی تو ہر صفحہ مین تحریر

خوبی سخن سے ہی جو آفاق کا ممدوح / سو اوسکی تو اور اوسکے سخن کی کرے تحقیر

جو شاعری سے ہے غیرت نقاشئ مانی / جن شعر سے شرمندہ ہے بہزاد کی تصویر

جو شاعری ہو گئی ہر فرنگ صفاہان مین / اور لیکے عرب تا عجم اوس نے کیا تسخیر

کرتا ہو تو اوس شاعری کی ہجو و مذمت / جو شاعری خورشید کی صورت ہی جہانگیر

یہ سنکے جو پر مغز ہین کہتے ہین تجھے پوچ / اور پوچ ترا پوچ تری جائین تقریر

فضل و ہنر و علم مین گذری ہین جو کامل / ہر اک سے رہے ہین وہ مقر اپنے بہ تحقیر

اس مرتبہ نفس انکے تھے کسر کے درپے / خالق نے کیا تھا تب انھین صاحب توقیر

مغرور جو اتنا ہے تو اس بے ہنری پر
دیکھا تو یہ غرّہ ہے ترا از رہ تحمیق
کمزور جو اپنے تئین جانے ہے زبردست
گذرے ہین جو اُستاد سخن اپنے وہ اشعار
بے بہرہ معانی سے سخن بسکہ ہے تیرا
یہ شعر ہے فخریہ مین بے معنی کہ جسمین
سو مضمون نکلے واسطے تا اسکو نہین وہ

کیا کبر و منی سے تیری طینت کا ہے تخمیر
مغرور رہے تو ہے یہ ترے حمق کی تقصیر
بے شبہہ و شک آئے ہے ہر ایک کی وہ زیر
سب کر گئے ہین فخر و مباہات مین تحریر
لفظون مین ارادہ ہو ترا کیونکہ گرہ گیر
تو شاعری کے دعوے کی ٹھونکے ہے بم و زیر
مضمون کو کیا اوسکی مین اس بحر مین زنجیر

شعر مصحفی

شانہ یہ میرے مہر نبوت نہین نہین
کرتا مین صاف دعویٔ وحی و پیمبری

مضمون شعر مصحفی

شانہ یہ نہین مہر نبوت نہین کرتا
یہ بات جو واہی تو بکا بند کر آنکھین
تخصیص یہ تجھپر ہے نہین شانہ پہ جس کے
اس شعر سے کچھ شعر کا فخریہ نہ نکلا
اس مہر نبوت کے جو مضمون کو تو لایا
اولجھا دیہ اس تازگی معنی نے ڈالا
لائے ہین کہین مہر نبوت کا وہ مذکور

پیغمبری و وحی کے دعوے کی مین تشہیر
اس حرف سے کیا پائے تری شاعری توقیر
ہو مہر نبوت کرے دعوے یہ موا ہیر
اور پوچ یہ بک کر تو ہوا داخل تکفیر
نزدیک تری فہم کے ہے تازہ یہ تقریر
عاجز جسے سلجھانے مین ہے ناخن تدبیر
جو شاعری کی فن مین پیمبر ہین مشاہیر

مضمون منہ

سودا کو تئین کہتے ہین تھا شاعر مغلق
سو شاعری اوسکی تو بلیغونپہ عیان ہے
سودا کو کوئی شاعر مغلق نہین کہتا
کہتے ہین وہ خلاق معانی تھا جہان مین

کیا مصرعہ بے ربط کیا تو نے یہ تحریر
یہ معنی ترا اوس سے ہے زیادہ یہ بہ تسطیر
یہ خلق پہ ہے از رہ بہتان تری تقریر
مذکور جہان آئے ہے سودا کا بہ تذکیر

تو جانے بلیغ آپ کو اور تیری حماقت — گرتی ہے سدا جہل کی بنیاد کو تعمیر
دعوائے بلاغت کا تری ہی یہی مصداق — اس قطعہ کو اسواسطے کرتا ہون تحریر
کیا خوب مضامین مین کرتا ہی مذمت — محسودون کی تو اپنے ہو آزردہ و دلگیر

منہ

بعضے حمقا کا جو پدر ہووے ہی گا ہے — آئنے سے سپیدی کی جوانی ہی مین جن پیر
ازروے تناسب وہ اوسی زال سمجھکر — کہتے ہین کہ ہم رستم دستان کی ہین ہمشیر
پھر اسپہ یہ دعوی کہ کہین شیر ہے مارا — کرلاوے جو صحرا سی یہ گربہ کو نخچیر
بڑے جو ہین ٹک صورت و سیرت مین ممیز — کب شیر کی بچے سے کرین نسبت خنزیر
کیا اسپ معانی کو کداوینگے وہ جن پاس — لے پوزی نہ پٹا نہ فراخی ہی نہ خوگیر

مصنف

ہے سب یہ تری شاعری اعجوبہ ولیکن — اعجوبہ تر اس سب سی ہی خنزیرہ کی تقریر
دعوائے بلاغت کا سبب حمق ہی تیرا — طینت کا بلیغون کی نہو حمق سے تخمیر
ہی واقعہ مین جو کہ حقیقت کا تری حال — دریافت کرا وسکے تمہین کتے ہین جماہیر
گر عمر طبیعی کو بھی پہونچے تو یقین ہے — پہونچے نہ بلاغت کو تو نابالغون کی پیر
تو حمق کو جانے ہی بلاغت سو کیا ہی — خامہ نی بلیغون کے تری حق مین یہ تحریر
کرتی ہی بلاغت یہ تری لعن بلاغت — سن تیری فصاحت یہ فصاحت کی ہی تقریر
اے مصحفی جانے ہی تو اپنا جو دیوان — نفرین خلائق کی ہی گویا کہ وہ جاگیر
جو مانی و بہزاد سے رکھتا ہے زیادہ — صورت کشی معنی و مضمون مین تشہیر
مضمون و معانی سی نہین بہرہ کچھ اسکو — کیتو وہ زبان جس سی تو کرتا ہی یہ تقریر
رکھ چشم حماقت پہ ذرا عقل کی عینک — باریکی مضمون کی دیکھ اوسکے تصاویر
پرواز معانی کی ہین کس رنگ سی چہرہ — اور کیسی صفائی سی ہی اون چہرونکی تحریر
انداز رقم چہرونکی اون حور وشونکے — تصویر بھی ہی دیکھ کے غرق خوی تشویر
خم بھوی کمان دیکھے گر اونکا خم ابرو — مژگان کی کجی دیکھ اکڑ سکے نہ چلے تیر

ابرو مژہ و چشم و نگہ ناز و کرشمہ
چشم اونکی مین اوستادی رکھا ہی یہ غمزہ
رخسار ہین اونکے وہ بہار رنگ کہ جنکے
خوبی خط اونکے سے بنفشہ کو ہی سودا
زیبندہ کہے زلف و فریبندہ کہے خال
مجبوبی و انداز و ادا خوبی و شوخی
دیکھ اونکے قد و قامت و رفتار کا عالم
بہزاد سخن تھا وہ جب اسطرحسے اوسنے
ہین تجھسے ہزارون بہان چیت بگاڑو
اقلیم سخن مین تھا وہ بہزاد کا اوستاد
روغن اسے معانی کے تو اور رنگ سخن سے
طراحی تقریر کو سمجھے گا نہ ھرگز
الوان معانی سے تو آگاہ ہو کیونکر
سودا کے مضامین کا چربا کہ تجھ سے
اعجاز کو سودا کے اور افسون کو اپنے
گوسالہ کو جبریل سے کیا نسبت و کیا ربط
ہو داغ برص کا نہ کبھو اوسکے برابر
دعوی کرے ہے ہمسری و ہم سخنی کا
اسکو تو یقین جان کہ بیہودہ ہوا ہے
سودا کی جو تحریر معانی ہے مساوی
بازار کی مورت ہو اگر اوس کے برابر
ٹک دیدۂ تفہیم سے تو دیکھ وہ دیوان
آئینہ عروسان معانی کا ہے گویا
دیوان کو تدوین نہ کیا بلکہ جہانمین
اے شپرۂ بینائی تین آنکھین ہین تری کور

کی یکسر مو کھینچنے مین اوس نے نہ تقصیر
سوراخ ہی جس سے جگر عاشق دلگیر
گل ڈالے ہی غیرت سے گریبانکے تئین چیر
مرغول کہے زلف سے سنبل ہی بزنجیر
دکھلا خرد و ہوش کو کرتے ہین وہ تسخیر
ہر عضو مین اونکی ہی بھری اوسنے یہ توقیر
حیران کھڑا سرو ہے شمشاد زمین گیر
کھینچین ہین نگاران معانی کی تصاویر
جو سمجھین نہ پرواز کو اور جانے نہ تحریر
تب کھینچ گیا حسن معانی کی تصاویر
واقف نہین کیا جائیگا تو کھینچ کے تصویر
گردے کی سخن کے نہین آئی تجھے تدبیر
یہ رنگ کراتی نہین ہرگز تجھے تقطیر
اتنی بھی لیاقت نہین رکھتی تری تقریر
یک پلہ سمجھتا ہی تو اے سامری کے پیر
فرعون کو ہو موسئ عمران کی نہ توقیر
بخشی ہے خدا نے ید بیضا کو جو تنویر
ساتھ اوسکے تو اے مادۂ حیلہ و تزویر
تیرے سر بیمغز مین یہ خبط گرہ گیر
تب اوس سے ہوتیری جو وہ بیہودہ ہی تقریر
ہووے جو بنائی ہوئی بہزاد کی تصویر
تا سیر مرقع سے طبیعت ہو تری سیر
از بسکہ پر از نور و صفا اوسکی ہی تقریر
وہ ایک پریخانۂ چین کر گیا تعمیر
اوس پر تو خورشید کی مطلق نہین تقصیر

یہ طلب فائدہ خوشگوئی سودا | تو غور سے گر دیکھتا اے حمق کی تصویر
اندیشۂ بے معنی تری طبع کا ہو خضر | کرتا نہ تجھے وادی بدگوئی کا رہگیر
پر کثرت نشہ سے مے حمق کی تجکو | فرصت نہ دی اک آن جو آنکھونکے تئین چیر
حسن و سخن و لطف بیان دیکھتا اوسکا | اور بکتا نہ ہذیان یہ لے واہیونکے پیر

منہ

سچ پوچھو تو اُردو کی فقط صاف زبان ہی | مضمون نہین کرجاتا نہ نہار وہ تحریر
اوس شاعر ساحر کی کہے حق مین تو یہ بات | ہے تیری حماقت کی دلیل اب یہی تقریر
سودا کے سخن کے تئین اوستاد تو اپنا | کرتا اگر لے جرعہ کش بادۂ تقصیر
اسطرح سے میدانمین تقریر و بیان کے | یہ ٹھوکرین کھا کھا کے نہوتا زبر و زیر
دیکھ اونکے کلامونکو جو تھے ماسبق اوسکے | اوستاد بنا ہر کوئی زیر فلک پیر
ہوتے وہ اگر تیری طرح حمق کے پابند | تو قطع نہو جاتی وہ اوستادی کی زنجیر
اتبک ہی اسی بات کا یہ سلسلہ جاری | ہین سب ہوئے اوستاد بتقدیم و بتاخیر
تو اوسکو کہے صاف زبان دیکھ کے جسکی | نقاشی کو ہے خاک بسر کردۂ تصویر
کیا سہل سمجھتا ہی تو اوس صاف زبان کو | گر سات جنم لیوے تو بالفرض زتقدیر
ویسا نہو یک لفظ زبان سے ترے جاری | پیدا کرے ہرگز نہ ترا نطق وہ توقیر
یہ شعر جو بے معنی دوا ہی تو بکا ہے | اس طرح کیا مصرعون کو اوسکے ہین زنجیر
ہو اوسمین بھی تو غور سے دیکھے تو بہت جا | یون مصرع اول کو تولایا ہے بہ تعدیر

منہ

معنی ستم لفظ سے فریاد کنان ہے | اور مصرعۂ ثانی مین یہ مضمون ہی گرہ گیر
اتنا تجھے سوجھا نہ یہ کرتا ہون مین جسکے | نطق و سخن و شاعری و شعر کی تحقیر
عالم کے جہانمین صفحات دل و جان پر | نقش حجر آسا سخن اوسکے کی ہے تحریر
سودا کے سخن کو وہ دیا حسن خدا نے | سنکر جسے تحسین کو دشمن نکرے دیر
تو بد ہی جو اسطرح سے بدگوئی کرے ہی | سودا کے سخن سنجی کی اے مایۂ تزویر

اوس الوری ہند نے دیوان مین اپنے   اک شعر کیا ہے اسی مضمون کا تحریر

سودا

ہے میری صفائے سخن آئینہ کے مانند   جو بد ہے لگا دیکھ اوسے بد کرنے وہ تقریر
موند آنکھونکو اسطرح جو منھ تونے دیا کھول   اس حرف کا سمجھا نہ تو امتیاز بروزیر
لکھتا ہی تو یہ جس سخن ایجاد کے حق مین   اوسکے سخن و شعر کا آفاق ہے تسخیر
یہ شعر ترے جو سُنے گا ہجو مین اوسکے   بد کہنے مین ہرگز نہ کرے گا ترے تاخیر
مین تجھسے یہ پوچھون ہون بتا کیا ہی وہ معنی   جو ہی ستم لفظ سے فریادی و دلگیر
کس شخص مین ہین اوسکے سے الفاظ و معانی   شاعر بجہان جتنے ہین گمنام و مشاہیر
فکر اوسکے نے بخشا ہی معانی کو جو کچھ رنگ   یون لعل کو دے رنگ نہ خورشید کی تنویر
سودا کی فصاحت ہی جو کچھ نظم بیان مین   رکھتی وہ فصاحت نہین خاقانی کی تقریر
دی اوسنے وہ الفاظ و معانی کو بلاغت   پھبتا ہی کہے خلق جو سحبان کا اوسے پیر
ہر معنی و ہر لفظ ہے خورشید سا روشن   ہر شعر مین خامہ نے کیا اوس کے جو تحریر
اشعار کے ملحوظ مراتب کے قراین   جسطرح سے تھے اوسکو وہ کب آئین بہ تقریر
لیکر کے قصیدہ سے غزل تا بہ مخمس   ترجیع سے تا مثنوی وہ فخر نحاریر
مطلع سے غرض کھینچ گیا تا حد مقطع   ہر شعر مین معنی کے جُدی رنگ سے تصویر
انداز ہر اک اوسکے قصیدہ کا جو دیکھو   تمہید سے ہی تا گریز اک نئی تقریر
وہ ربط سخن اور وہ آئین بیان کا   پاوے نہ کبھو کوئی کرے کیسی ہی تدبیر
دعوے جو کرے ہمسری کا شعر مین اوس سے   داناؤن مین ہوتا ہے بہ تحقیق وہ تشہیر
ہر چند اوڑے عرش پہ جا ذہن کسی کا   ہر ذہن کے سودا کے رہیگا وہ سدا زیر
مضمون کی تھی پھلجھڑی گویا ذہن اوسکا   کیا منھ جو کرے کوئی وہ گلریزی تقریر
گو نام کو ہندی ہی بہ از فارسی ہے وہ   اشعار مین اوسکے وہ مضامین ہین گرہ گیر
کب سیر گلستان کی خوش آوے اوسے رکھے   دیوان کو سودا کے نظر اپنی کی جو زیر
وہ مخترع طرز کہ طرز قدما بر   کھینچا خط نسخ اوسکے ہی خامہ نے بہ تحریر
رنگ سخن ریختہ کرتا ہے اوسی کا   اب فارسی کا رنگ رُخ اوستادو کی تغییر

وہ بادی راہ سخن ریختہ جس کے
جن روزون مین حاصل تھا سخن کا اوسی اکمال
تو ویسے کی اذکار کو از بسکہ ہر اک جا
اوسکا یہ نتیجہ ہے کہ تیرا سخن و شعر
چھائی تری آنکھو نپہ زبس حمق کی چربی
بینائی اگر ہوتی ترے دیدۂ دل مین
کہتے ہین کہ سودا نہین اس عہد مین ہی ہی
سودا جو نہین ہی تو نہو مین تو ہون بیٹھا
پر دیدۂ انصاف زبس کور ہین مجکو
سودا کی جگہ پر تو زبان اپنی سے ایسا
تا کفش کن اوسکی نہ تیرا و پہنچے کبھو وہم
سودا کی جگہ کے تو ملائک ہین نگہبان
کرتا ہی جو شیطان کیطرح جانیکا وان عزم
سودا کی جو مسند ہی معانی کی سواو سپر
کی لاف زنی تو نے جو بیہودہ یہ سنکر
بیٹھیگا تو کسطرح سے سودا کی جگہ پر
سودا کی جگہ سے ہے تجھے فاصلا اتنا
ہین دیدۂ انصاف تو خورشید سے روشن
ہر کوئی سمجھتا ہے تجھے دُرد کش سودا
کیا ربط سخن کو ترے سودا کے سخن سے
جس جا مین کہ جام صاف سخن اوسنے پیا ہی
گذرا ہی وہ عالم مین اک اوستاد زبردست
خوبی معانی کہون یا بندش الفاظ
تھی ریختہ کی قدر خزف ریزہ سے کمتر
عالم مین وہ اک قلزم زخار سخن تھا

سب پیرون مین وہ بیشرو ی کر گئے ہین پیر
تھی میر کی تب مبتدیانہ ہی نہ تقریر
ہیہو جب و تکفیر تب جو لاتا ہے بہ تحقیر
نزدیک خلائق کے ہی لے رتبہ و توقیر
اندھا ہی تو اسمین نہین مطلق تری تقصیر
یون موند کے آنکھون کو نکرتا تو یہ تقریر
یہ حرف بھی کیا محض غلط رکھتا ہی تشہیر
سودا کی جگہ مسند معنی یہ بہ توقیر
وردی کش سودا بھی سمجھتے نہین بے پیر
جا بیٹھا وہ گویا ترے بابا کی تھی جاگیر
دی اوسکی جگہ کے تئین خالق نے یہ توقیر
وان جا نہین سکتا ہی خیال فلک پیر
بھگواتے ہین وہ مار کے آتش کے اوسے تیر
کہتا ہے تو بیٹھا ہو نہین با عزت و توقیر
وانا ب تجھے دشنام دے کرتے ہین یہ تقریر
شیرون کی جگہ پر نہین بیٹھا کبھو خنزیر
جتنا کہ تفاوت رکھے توقیر سے تحقیر
کھودی سبل حمق نے لیکن تری تبصیر
گر صاف سخن طبع سے پاتا تری تقطیر
ذرہ مین کہان مہر جہانتاب کی تنویر
اوس جا نہ فرشتہ کے تئین لے گئی تقدیر
کیا کیا کرون اوصاف سخن اوسکی مین تحریر
پاکیزہ بیانی کہون یا صافی تقریر
دی اوسکی زبان سے گہر و لعل کی توقیر
مضمون گہر اور آپ تھا غواص گہر گیر

تھا نقد سخن نا سرہ و قلب سے بد تر
نیسان کا سحاب آب خجالت سے ہوا دیکھ
حیرت زدہ آفاق مین ہین دیکھ کے اوسکے
شبنم نہین گلشن مین دم صبح گلون پر
اکثر جہلا کہتے ہین اوستادون کی اوسنے
رہتی ہے ہمین آٹھ پہر سیر سخن کی
یک حرف مشابہ کسی مضمون کا اونکے
جو اوسنے مضامین زبردست ہین باندھے
تو نام لے اوس خالق معنی کی جگہ کا
زور آوری شاعری مین تو نے کیا ہے
آوین نہ کرین مجھ سے فن شعر مین پنجہ
جسطرح فن شاعری مین کرنے کو پنجہ
اول تو تجھے میر سے کیا پنجۂ نسبت
سودا کو جو لکھے بیٹھے جو کہتا ہے تو اون کو
ہر چند کہ بھی میر کے ادبر یہ منھ آیا
اس بہ لکھنے کو اور کھانیکو کیا کہتے ہین اسکے
آفاق مین آئے ہین سبھی مرنے کے خاطر
جاتا ہے چلا قافلا اسپا سے پس و پیش
اے صورت مردہ شو اونھین سمجھے تو مردہ
ہین مار گئے نقش وہ ایسا کہ نہ ہرگز
دیوان جہان مین وہ گئے رکھ سخن ایسا
کب مرتے ہین مقبول جناب احدی کے
جو گذرے ہین مقبول خدا نقش انھونکے
جسطرح نگینہ پہ عقیق جگری کے
گو کھایا ہے کتون کے مگر تو نے خزین کے

فکر اوسکی نے خالص کیا جون زرگری اکسیر
اوسکے دہن لب کی گہر باری و تقریر
الوان مضامین کو گلہاے تصاویر
دیکھ اوسکی معانی کو ہین غرق خوے تشویر
ہین سارے مضامین چرا کر کیے تحریر
اونکے جو ہین آفاق مین اوستاد مشاہیر
پاتے نہین اوسمین جو وہ سودا کی ہے تقریر
رستم نے کب اسطرح سے دیوونکو کیا زیر
اس بے ادبی کی تجھے اللہ دے تعزیر
اس شعر کے مضمون کو نئی طرح سے تحریر
سودا نہین بیٹھے تو ہین سودا کی جگہ میر
للکارے ہے تو میر کو ہے طرفہ یہ تقریر
زنہار چھچھورون سے نہ پنجہ کرین گنبھیر
کیا لکھنے مین سودا کے ہوے ایک کہ دو میر
پر اسمین بیان کر گیا سودا کی بھی تحقیر
طعمہ ہین سبا اوسکے جو اجل نام ہے اک شیر
برباد فنا خانۂ دنیا کی ہے تعمیر
پر مصلحت وقت کوئی زود کوئی دیر
جو زندۂ جاوید ہین از خوبی تقدیر
تا حشر اوٹھے صفحۂ عالم سے وہ تحریر
نام انکا رہا تا بہ ابد جس سے بتوقیر
جو مردہ کہے انکو وہ مردود ہے بے پیر
ہر دل پہ ہے اسطرح سے تقریر کی تاثیر
کرتا ہے کوئی خامۂ الماس سے تحریر
یہ فیض بغیر اوسکے نہ پاتی تری تقریر

جون گر گیا وہ سارے زمانے کی نذمت
کرتا ہی اوسطرح سے ہر ایک کی تحقیر

رکھتا نہین اوس مہر سے ذرہ کی بھی نسبت
کرا وسکی نہ تقلید کی دل اپنے مین تدبیر

تھا اہل ولادیت سے وہ اور شاہ عالم
اوسکا بجہان ہو نہ سکا کوئی گلوگیر

کی ہجو ہر اک شخص کی ہر چند کہ اوسنے
پر اس سے طرف اوسکے نہ عاید ہوئی تقصیر

ہی ایک سبب یہ کہ وہ خود آپ مغل تھا
اور جتنے بزرگ اوسکے تھے مغلونکے تھے وہ پیر

اور دوسرے مغلونکی ہے خلقت مین تجبر
کرتے ہین سدا ہندیون کو یاد بہ تحقیر

اور تیسرے ذہن اوسکا سا پیدا کرے کوئی
یہ بھی ہی محالات سے نزد خرد پیر

معتقد و زر رکھا اوسکے تئین کتنی جہت سے
اک شخص سے ایسی ہی موافق ہوئی تقدیر

کیا اپنے مین تو فضل و بزرگی و مشیخت
سمجھا ہی بتالے زر تحقیق کی اکسیر

ظاہر ہی حسب اور نسب بھی ترا مجہول
تحقیر کو ننگ اوس سے ہی تیری ہی جو توقیر

حیران ہون مین ایسے نسب اور حسب پر
اس عجب و تکبر مین تو کرتا نہین تقصیر

باطن سے ترے کھائے نہ بد باطنی لگام
ظاہر کی بدی ہی تری آفاق مین تشہیر

اس ظاہر و باطن پہ کہ مت کیجیو روزی
یہ صورت و سیرت کسی کافر کو بھی تقدیر

مرزا کو ترے سامنے مطلق نہین کچھ قدر
یک ذرہ نہین پاس ترے میر کو توقیر

بے پیر تو کہتا ہی جنھین اونکی زبانی
مطلع ہی یہ پہونچے نہ جسے مہر کی تنویر

مطلع

بے پیر فقط تو ہے کسی کی نہین تقصیر
سودا سا نہ کہہ جانتے ہے خلق کو بے پیر

کہتا ہی جو ہر ایک کو اب تو یہ کہ مجکو
دُردی کش سودا بھی سمجھتے نہین بے پیر

کس بات مین سمجھین تجھے دُردی کش سودا
طینت کا ترے صاف سخن سے نہین تخمیر

لڑتا ہی عبث خلق سے اے جاہل نادان
دانا ہو تو دے طبع و زبان اپنی کو تعزیر

کیون خلق کو تو دیتا ہی جھنجھلا کے یہ دشنام
بے بوجھ آپ بکے خلق کی ثابت کرے تقصیر

یہ گالیان دے چاہیے تو اپنی زبان کو
عاجز ہی جو کر سکتے ہین سودا کی سی تقریر

کاہیکو تو نار حسد اوسکے مین جلے ہے
سر پھوڑنے سے فائدہ راضی ہو بتقدیر

ہر ایک کو حصہ ہی دیا اوسکے مناسب
قسام نے قسمت کی جو تقسیم کی جاگیر

جس جس کسی کا حوصلہ وظرف تھا جتنا
اوتنا ہی اوسے بادۂ حکمت سے کیا سیر

تجھکو دیے یکسر خزف اوسکو گہر ولعل
اور اوسکو دیا آب بقا تجکو گل قیر

یک قطرہ بھی لینے کی اگرچہ ہوئی مانع
دریا مین سے فیضان سخن کے تری تقدیر

جس رتبہ مین کم ظرفی وبیحوصلگی ہے
تیری سو بیان اوسکے مین حیران ہی تقریر

پایا تو سراب آب کے دھوکے مین پڑا اوسکی
ہی آب بقا کی ترے عندیہ مین توقیر

گھٹ جاتی تری شاعری کی کچھ نہ مشیخت
سودا کو اگر یاد نہ کرتا تو بہ تحقیر

گو نطق مین شرکت ہی تجھے پر تجھے اوس سے
ہمسر کسی تدبیر نہ ہرگز کرے تقدیر

تیرے سخن اور اوسکے مین اتنا ہی تفاوت
جتنا کہ تفاوت رکھے ہی خاک سے اکسیر

ہوش وخرد وفہم وذکا عقل وفراست
ہر اک کو دیا حق نے جوان ہی کوئی یا پیر

تا نیک وبد ہر جو ہی روز سے یا شب
کر تمین تفاوت کے نہ اوسکے کرے تاخیر

ہی خوبی تمیز ہے ساری یہ کہ ہر ایک
کرتا ہی جدا عنبر وعطر وبصل وسیر

ہرگز نہ کہے چرخ برین کوئی زمین کو
تاریکی شب کو نہ کہین مہر کی تنویر

تیرے سخن اور اوسکے سخن کو کہے یکسان
تمیز سے بے بہرہ ازل سے ہو جو بے پیر

ایجاد کیا اوسنے کہ جس طرز وروش کو
سوا اوسکے ہی خامہ پہ ہوئی ختم وہ تحریر

نطق اوسکے نے بخشی ہی سخن کو جو حلاوت
وہ لطف نہ پیدا کرین ملک شکر وشیر

کر غور وتامل سخن وشعر کسیکا
کرتا ہی بجز فضل حق آفاق کو تسخیر

جس شخص کی تعلیم الٰہی کرے تکمیل
روکش ہو جو اوس سے کرے اپنے تئین تشہیر

لے مدعی ان بیتو نمین خود کھینچ گیا ہی
پہلے ہی تری صورت وسیرت کی وہ تصویر

از سودا

پکڑی جو لٹورے نے کہین کھیتی سے چڑیا
سمجھا کہ نہین باز کوئی مجھ سا کلان گیر

یا شب کو بیا گھوسلے مین جگنو کو لاکر
جانے یہ دل اپنے مین کیا ماہ کو تسخیر

یہ بات جُدی ہی کہ وہ مہر آپ کو سمجھے
دُم کرمک شب تاب کی چمکے جو شب قیر

مصنف

لکھا سب یہ قصیدہ وُ نے ترے نغز قصیدہ — اسواسطے اشعار کیے اوسکے مین تحریر
تا اسکے معانی کو سنین اہل معانی — اور دیکھین بلاغت تری اے بیہدہ تقریر
گل کترے ہین جو تونے ہر اک شعر مین اوسکے — دیکھے گر اونھین دنگ ہے ہی گلشن کشمیر

مصحفی

گر باز معانی کا میرے ہووے ہوا گیر — ہیدا کرین احرار ہوا حکم عصافیر

مصنف

کیا باز معانی ہی ترا خوف سے جسکے — ہیدا کرین احرار ہوا حکم عصافیر
احرار و معانی کو کیا تونے ہے اکجا — ہرگز کسی اوستاد کو سوجھی نہ یہ تدبیر
گذرے ہین جو کامل سخن اونکے قدمو نپر — جو کوئی چلا جاے ہی منزل کا ہو رہگیر
بے دغدغہ پہوچے ہی وہ تا منزل معنی — اس خوبی سے جسطرح کہ پہوچے بہدف تیر
پیرو تو ہوا کو نسے گمراہ کا جس نے — پاؤنمین ترے ڈالی ضلالت کی یہ زنجیر
بولا کوئی اوستاد نہ اسطرح سے اک لفظ — جو کچھ ہی معانی کے بیان مین تری تقریر
مطلق شعرا کی نہین تقریر سے لگا — جسطرح سے کرتا ہی تو کہہ شعر کو تحریر
بولین ہین معانی کو ہزارون جگہ اوستاد — طائر بھی کہ اور مرغ بھی اور وحشی و نخچیر
لیکن کہین احرار ہوا کو نہین لاے — دی کتنی ہی معنی کے تئین شوکت و توقیر
بے معنی نہ بکولے کبھی طبع کی تجھکو — گر راستی ہوتی ترے اندیشہ مین جون تیر
اوستاد زبردست جو گذرے ہین اونھون نے — بافکر متین و بخیالات و بہ تدبیر
تھے عرش پہ جو بال کشا مرغ معانی — لفظونکا بچھا دام کیا اونکو گرہ گیر
اندیشہ کو شاہین و خیال اپنے کو شہباز — وہ کہہ گئے اس فن کے جو تھے موجد تقریر
معنی ہی شکار اور خیال اوسکا ہی صیاد — خود صید سے ہرچند معانی ہو ہوا گیر
اس باز معانی کے اوڑانے سے تو آباز — اور جانورونپر اوسے زنہار نہ کر سیر

معنی کو اوڑاتا ہے کوئی جانوروں پر
احرار نہ ہو لے سے جو عصافیر کو خارج
جتنے کہ ہیں طائر وہ سب احرار ہوا ہیں
تو نے تو معانی کا بنا باز اوڑا یا
اس شعر نے مطلع کو نہایت ہی دیا حسن
اس شعر میں عنقا کا اگر ذکر نہ آتا

مین فرض کیا یہ کہ ترا باز ہوا شیر
کرتا ہی عصافیر نے کیا کی تری تقصیر
آفاق مین سیمرغ سے لے تا بہ عصافیر
تا پکڑے تو اوس باز سے احرار ہوا گیر
اوس مطلع غرا کو تھی لازم یہی تقریر
احرار ہوا پاتے کسی طرح نہ توقیر

مصحفی

لیتا ہون کمان فکر کی جب ہاتھ مین اپنے
پاتا ہون مین عنقا کے تئین اوسکے سر تیرا

مصنف

کیا چستی تری فکر کی ہی تیر و کمانین
لے مصحفی عالم مین تو ہی ایک شکاری
عصفور سے سیمرغ تلک سب ہین ترے صید
کی تو نے ان الفاظ کی موزونی بہ تنخواہ

رکھتا ہی تو عنقا کے تئین جس سے سدا زیر
عنقا سا شکار اپنے جو پاتا ہے سر تیر
پاویگا نہ اونکو جو معانی کے ہین نخچیر
پردی انھین زنہار معانی کی نہ جاگیر

مصحفی

اور باندھون ہون جب شست نشانہ پہ سخن کے
رہجائے ہی منہ دیکھ مرا دیدہ زہ گیر

مصنف

پر شست نشانہ پہ جو باندھے ہی سخن کے
اس مصرع بے ربط کے معنی نہین سمجھے
زہ گیر کے منہ دیکھ کے رہجانے سی تیر کے
بہتر تھا کہ دیتا کر ارادے کی تو اپنے
وہ شخص جو کوئی تھے اس اندیشہ کے مالک

ہی اسمین طبایع کو تردد بجا ہیسر
رہجائے ہی منہ دیکھ مرا دیدہ زہ گیر
کیا پائی تری شاعری دستغر نے توقیر
اس شعر کے ساتھ حاشیہ مین شرح بھی تحریر
جس طائر اندیشہ کی تھا عرش سرا زیر

سطر ۹ [illegible] چھوڑ دی [illegible] گئی ۱۲

سطر ۱۰ [illegible] خارج کی گئی ۱۲

ہی چشم حقیقت مین اوس اندیشہ کے آگے — اندیشۂ فلک کا ترے جون مور زمین گیر
رکھے جو معانی سے یہ الفاظ علاقہ — عنقا ہو گرا حرار ہو گر دیدۂ زہ گیر
وہ چھوڑ بچاتے انھین ہرگز تری خاطر — تا کھیلے شکار انسے کمان لیکے تو اور تیر
ٹک دیکھ تو اوستاد کے مضمون کا نقشہ — یہ شعر نہین کھینچی ہی اک سحر کی تصویر

سودا

تیر اونکے کرے فکر رسا کا اوسے غربال — مضمون جو چھپے کوہ مین ہو صورت نخچیر

مصنف

بدفکر کہے جنکو تو شرمندہ اُنھون سے کے — ایضاح ارادہ سے ہی خوشہیار کی تنویر
جو تو نے ارادہ کیا سو سفر کے تیرے — الفاظ مین آیا نہ رہا دل مین گرہ گیر
شاگرد خدا جانے کس اُلو کا ہوا تو — بتلائی تجھے شاعری مین جسنے یہ تقریر
تھا زور ٹلو راوہ کہ تعلیم سے جس کے — معنی سے رہا باز تو عنقا پہ ہوا شیر
دستور یہ ہی شعر کے کہنے کا جہان مین — کرتا ہی لقدر اپنی طبیعت کے جو تحریر
لیتا ہی معانی کے تئین طبع مین ٹھہرا — کرتا ہی پھر الفاظ مین لا اوسکو گرہ گیر
تیری یہ عجب فکر ہی جسمین نہین کرتا — رکھنے کے معانی کی تو الفاظ مین تدبیر
کیونکر ترے اشعار مین ہو نور معانی — طینت کی تری طبع کی ظلمت سے ہی تخمیر
روشن ترے ہے معنی و مضمون کی اک شمع — ازبسکہ مچایا ہے تری طبع نے اندھیر
تیرے سبھی اشعار کے معنی کے بیا ئین — ہی بند غرض بو علی سینا کی بھی تقریر
تمہید قصید کے تئین سُن یہ جو تو نے — کھینچی ہی ہر اک شعر مین مضمون کی تصویر

مصحفی

دیوان کو میرے نہ لگا ہاتھ کہ نادان — ہر صفحۂ کاغذ پہ ہے یان شیر کی تصویر

مصنف

اعجاز خلیلی کو کوئی پہونچے ہین وہ لوگ
چالاکی سے ہاتھونکی بجاتے ہین جو زنجیر

ہر چند کہ دونون کا مربی تو ہی نیسان
پر قیمت کافور کو کب پہونچے طباشیر

پھبتا ہی کب اونکے تئین عطاری کا دعوے
دکانون مین جنکے ہو نہ ہاون نہ عقاقیر

خشخاش کے دانونکو اگر دودھ مین رکھین
شیرینی نہ پیدا کرین جو دانۂ انجیر

ہر چند کہ یاقوت کے ڈھنگ اسمین ہون سارے
پر ہووے گمید ک کو نہ یاقوت کی توقیر

مصرع کو بصد خون جگر مصرع سے چپان
کرتے ہین تو پھر وہ بھی دو پلکے کی ہی تعمیر

یون چاہیے لاوے جو کرے شعر کا دعوے
میرا سخن اور میری زبان اور مری تقریر

مصحفی

میرا نہ چھچھورون کی طرف روے سخن ہی
اس بات کو وے سمجھینگے جو ہوینگے گنبھیر

مصنف

سنتا ہی چھچھورونکے چھچھورے جو یہ تو نے
اس شعر کو گنبھیر ونکی جانب کیا تحریر

گنبھیر یہ کہتے ہین سخن کا کوئی پرسان
اسوقت مین ہوتا تو وہ دیتا تجھے تعزیر

تمیز سخن اوٹھ گئی ازبسکہ جہان سے
بک جو ترے منھ آئے نہین کوئی گلوگیر

کرتا وہ مہر احمق کا ہلالی کا سا احوال
اس عصر مین افسوس نہین میر علی شیر

یہ شعر ہی کیا واہی و بیمعنی کہ جس مین
تصویر سگ کلا تو نے کیا شیرون کو زنجیر

مصحفی

دیوان کو میرے نہ لگا ہاتھ کہ نادان
ہر صفحۂ کاغذ پہ ہے یان شیر کی تصویر

مصنف

ہ وہ ہاتھ لگاوے نہ اونھین جو تری صورت
سیرت مین تبر طفل سے ہو دیکھنے مین پیر

ہ یہان دو شعر محذوف ہین ۱۲

پھبتا نہین ان شیرو نہ کرنا تجھے یہ ناز — مانی ہین کہ کھینچ آئے تجھے شیر کی تصویر
تصویر کے بھی شیر مین ہی شیر کی صورت — دیوان کے ترے شیر ہین ننگ سگ و خنزیر
اس شعر مین الفاظ کی تصویر تو کھینچی — معنی کا بھرا رنگ نہ کیا اوسنے کی تقصیر
صفحہ پہ نزاکت سے کہ مصور نے لکھی ہی — حلکر کے گل و لالہ ترے رنگ کی تصویر
کہتے ہین سبھی چہرے کی تصویر کا لکھنا — یہ رنگ کی تصویر فقط تیری ہے تقریر
اسطرح سنا کب کہ مصور کے تئین کو — کوئی کہے تو کھینچ مرے رنگ کی تصویر
اس شعر کو اس رنگ سے اوسوقت تو کہتا — گر فہم سے بہرہ تجھے دیتی تری تقدیر
ہر چند مصور نے گل و لالہ کا لے رنگ — چہرہ مین بھرا پر نہ ملائی تری تصویر
پانے کو رہ راست کی تقریر و بیان کے — کوشش مین تو اور سعی مین کرتا نہین تقصیر
پر دیکھنے دیتا نہین تجکو طرف اوسکے — یہ حمق کہ تیرا ہے ہر اک آن گلوگیر
اس رنگ کی تصویر سے تصویر کا تو رنگ — گر بولتا ہو جاتے معانی تو نہ تغیر
سودا کا قصیدہ وہ کہ جو شعر ہی اوس کا — معنی کی نزاکت سے ہی صندوقچۂ تصویر
یہ تیری زبان سے جو ادا ہوئے نہ ہرگز — تھی اس سے جواب اوسکے مین بہتر کوئی تقریر
نادر یہ مقولہ ہی کہ اس کہنے پہ تونے — سودا یہ کیا اپنے یہ ترجیح مین تحریر

مصحفی

سودا سے کہا لغز قصیدہ مین یہی نہ — کچھ اسکے سوا اور تو میری نہین تقصیر
مصرع سے بصد خون جگر مصرع ہو چسپان — مصرع یہ عجب پوچ تو لاتا ہے بہ تسطیر

مصنف

مصرع کا جو مصرع مین ترے لفظ ہی اے کور — عین انھین سماتا نہین ہرگز کسی تقدیر
سو طرح کے وہ سقم ہین ہر شعر مین تیرے — صحت کی جنھون کی نہ مسیحا سے ہو تدبیر
جو تیری زبان ہی سو زبان تیری بلا دیکھی — کرتی ہی ادا کر نہین سو طرح کی تقصیر
اسپر تجھے ہی فارسی گوئی کا بھی دعوے — کیا تاب زبان سے ہو تری مغلونکی تقریر
پھر فارسی گوئی پہ سنو تخفگی یہ اور — کہہ کہہ کے جواب الیونکے کرتا ہی یہ تحریر

ہی شاعری و شعر مین یہ مرتبہ اون کا جاتے ہین جنھون کے تئین سارے شعرا پیر
جز تیرے کسی شخص سے از عہد نظیری صادر نہوئی آجتک اس طرح کی تقصیر
یارب کہ نظیری کی تجھے روح مقدس اے مصحفی دے اس گنہ و جرم پہ تعزیر
ہی فارسی و ہندی تری مضحکہ جو ہے طینت کا تری بسکہ حماقت سے ہی تخمیر
سودا ہو نظیری کی غزل اور قصیدہ رکھتی ہے زیادہ مہ و خورشید سے تشہیر
طرز اوسکے پہ اک خلق ہی مفتون ہل و جان انداز کا اسکے دل آفاق ہے تسخیر
ہندی مین ہی یا نوری و سعدی کا اوستاد اور فارسی کے فن مین وہ ہی عنصری کا پیر
ہی اسکے تصرف مین مضامین کی کشور اقلیم معانی کی جو ہی اوسکی ہے جاگیر
تشریف قبول اونکے کلامونکو خدا نے بخشی ہی تب آفاق مین ہی اونکی یہ توقیر
اونکے سخن و شعر کے تعریف و ثنا مین جبریل امین کی بھی زبان کرتی ہی تقصیر
ویسا کہے مقبول ہو جو در کہ حق کا پہونچے ہی اوسے کب کسی مردود کی تقریر
حمق اپنے کی غلبہ سے اب اے کان سفاہت کہنے کی جواب اونکے جو کی تونے یہ تدبیر
جز قافیہ پیمائی کے اونکا سا ہے تیرا نہ معنی و نہ لفظ نہ تقریر و نہ تحریر
اسطرح سے تابندہ یہ مطلع ہی کہ جون ہو خورشید درخشان بوسط بر فلک پیر
گر مار کے سو بار جلاوے تجھے تقدیر ایسی نہ زبان کی تری زنہار ہو تقریر
تقریر وہ یہ معنی کی تصویر ہے جسکی خامہ کو میرے فخر ہوا کرنے سے تحریر

سودا

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہون تسخیر معدن ہی جہان سونیکا وان خاک ہی اکسیر
لبریز ہی کیسہ دُر مکنون سے جن کا کب شبہ فروشونکو حضور اونکے ہے توقیر
ہی لعل سے نسبت نگہ چشم کو جن کے جاتی ہی دو پلکے پہ نظر اونکی بہ تحقیر
ہی وہ دُر یکتا بجہان جسکی زبان کی لڑتی ہی سدا ابر گہر بار سے تقریر
یون صفحہ پہ بولے ہی صریر اونکی قلم کی تعلیم ہے منشی فلک کو مری تحریر
ہوتا جو سخن فہم تو بہزاد سمجھتا پرواز کو معنی کے جو کھینچے ہین وہ تصویر
تیر اونکے کرے فکر رسا کاوسے غربال مضمون چھپے کوہ مین ہو صورت نخچیر

معنی کی جو ہو نام سے مشہور مؤکل
اوسکو بھی نچھوڑین وہ کبھو بن کیے تسخیر

اون سا نہ ہو کوئی کبھو آفاق کے اندر
تا فیض سخن اوسکی نہ طینت مین ہو تخمیر

روکش ہو وہ ایسونکے جنھین حق نے دیا فہم
نادانی سے کب اپنے تئین کرتی ہین تشہیر

یہ بات جدی ہے جو وہ مہر آپکو سمجھے
دم کرمک شب تاب کی چمکے جو شب قیر

صاحب ہین کئی اس طبقہ مین شعرا کے
ہم بزم سخندان کو نہ اونسے کرے تقدیر

مصرع مین اگر ریشۂ معنی ہو قلم بند
زعم اپنے مین سمجھے ہین کیا پیل کو زنجیر

نقالے کا مضمون بدرستی جو یہ باندھے
کوس لمن الملک کے ٹھوکی ہین بہم وزیر

سمجھین ہین کلام اپنا بہ از سورۂ یوسف
معنی جو ہین سو خواب فراموش کی تعبیر

کرتے ہین مجالس مین پھر اوسکو بہ بدی یاد
سامع کرے تحسین مین ذرہ بھی جو تاخیر

اس خبط کے عہدہ سے فرلے وہی برآوین
جو ملک سخن کے ہین مہنتو مین مشاہیر

اوستاد کی اونکے ہے اونھونکو یہ نصیحت
لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر

اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ
بے پنجۂ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر

جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو
باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر

تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن
بولو نگہ یار کو یارو نہ کبھو تیر

چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ
تا زلفونکو باندھو نہ کسی شکل سے گلگیر

مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو
لکھو الف و لام کے سیپارہ کی تفسیر

ملحوظ قراین رکھو ہر آن نظر مین
مرجع ہو مؤنث تو ضمیر اوسکی ہو تذکیر

اوستاد کی اس پند پہ کی اور ترقی
شیوہ وہ لیا غیر کی ہو جس مین کہ تحقیر

مضمون جو ہو ریختہ کا تازہ کسی کے
کرتے ہین اوسے فارسی مین باندھکے تشہیر

پھر کہتے ہین یون ہی کسی اوستاد کا یہ شعر
سرقہ یہ کیا جس نے بڑا ہی کوئی بے پیر

اور اونکا کوئی فضل و کمال آنکے دیکھے
ہین طرفہ معجون جو ہون خبط سے تخمیر

سرقہ کو نہ سمجھے نہ توارد کو گر اوسنے
پوچھے جو کوئی کیا ہے یہ دونون کرو تقریر

پھر بعد تامل بجواب اوسکے یہ ذی ہوش
روبہ کہین سرقہ کو توارد کو کہین شیر

محسود نشانہ ہے تخیل مین اونھون کے
ہووے نہ کمان حسد اونکے سے جدا تیر

اتنا یہ سمجھتے نہین نادان کہ جہانمین
حاصل نہین ہوتی ہے کچھ ان باتونسے توقیر

سررشتہ ہی عزت کا فقط ہاتھ خدا کے
افزائش قدر اپنی مین چلتی نہین تدبیر
قطرہ وہی پانی کا ہی قسمت کی ہی تفریق
ہوا یک تگرگ ایک گہر ہوکے گرہ گیر
انکا ہوا گر بو علی سینا بھی معلم
تعلیم کرے کس طرح اوسکی انھین تاثیر
نسبت سے فلزات کی مس ہوکے ہی سونا
پتھر کی جو ہو جنس وہان کیا کرے اکسیر

مصنف

اوستاد کو منظور جو اکسیر یہ تھی چوٹ
ہرجا یہ جدی زنگ سے کیا صرف کی اکسیر
دیکھ اسکو ہی اوستادونکی تقریر کا یہ طور
اردو کی فقط صاف زبان اوسکی ہی تقریر
کیا ربط ہی سودا کے تجھے طرز سخن سے
گہہ کھایا عبث تو نے یہ اے مردک بے پیر
مضمون و معانی سے نہین بہرہ کچھ اوسکو
ادن کے تئین تو یون کہے جنکی ہی یہ تقریر
اعجاز تراوش کرے ہی نطق سے جن کے
مضمون و معانی کی تو اونکے کرے تحقیر
اور مزخرف اپنے کو سمجھتا ہی معانی
رحمت تجھے اور اوسکو جو کوئی ہی ترا پیر
دیکھ اوسکے ذرا جلوۂ تقریر و بیان کو
صافی سخن اوسکی سے ہی نور کی تقطیر
دُرریزی الفاظ و اوابندی معنی
رنگینی تحریر و گہر باری تقریر
پائے گا تو ایسی نہ کسی اہل سخن مین
جتنے کہ مشاہیر ہین اور غیر مشاہیر
سودا کا ہے سلک دُر شہوار سے بہتر
ہر مصرع اشعار بچشم خرد و پیر
سمجھا تو یہ گر ہجو مین سودا کے سخن کے
اپنے لیے پیدا کرونگا عزت و توقیر
کہکر سخن اوسکے کو برا تو نے تو اپنی
توقیر بڑھانیکے لیے کی تھی یہ تدبیر
ایک پشم کی عزت مین نہ فرق اوسکے سخن کے
آیا ہی نہ آویگا تو کتنی کرے تحقیر
اوکھڑی سخن اوسکے کی نہ اک پشم بھی تجھسے
اور اپنے تئین تو نے کیا خلق مین تشہیر
اے مفتری سودا گا اگر تو یہ بدی نہ کرتا
کرتا نہ تو ہوتا تھا ترا کون گلہ گیر
کسواسطے تو لوٹ پڑا اوسکی بدی پر
کی اوسنے بھلا ایسی تری کونسی تقصیر
جھاپ کا تیرے وہ نہتا قتل کا باعث
للہ عداوت تو ہے نزدیک بہ تکفیر
ظاہر مین اگر اوسکے تجھے کیجے مقابل
تنگ اوسکے غلامونکی ہی تیری ہی جو توقیر
ہی باطنی اوسکے تئین تجھسے یہ تفاوت
جون تیرگی شب سے رکھے مہر کی تنویر

یک صفحہ رہا تیرے نہ دیوان کا خالی
اوس چاند پہ اس ڈالنے سی خاک کی تیرے
پھینکا طرف اوسکے تو بہت گرچہ ولیکن
بیہودہ کیا اپنی تو اوقات کو ضایع
تو اوسکے عوض دیکھتا اپنے ہی سخن کو
پر حمق سے تیرے تجھے اسپر متوجہ
تو کیا کرے ہی طور یہی سب حمقا کا
جو ہو سخن خوب بُرا کہتے ہین اوسکو
ہین متفق اللفظ وہ اس بات سے کہ اوپر
کہتے ہین غزل اور قصیدہ کی زبان کے
ہی طرز غزل اور قصیدہ کی ہی طرز اور
مصروف غزل گوئی ہین لیکن گہ و ناگاہ
کہتے ہین قصیدہ بھی غزل ہی کی زبانین
طور غزل اپنے کی قصیدہ مین بھی ہرگز
پایا نہ قصیدہ مین جو کچھ وزن غزل سے
ثابت یہ ہوا اوس سے کہ انہین نہین قدرت
ہی طرفہ یہ تقریر کہ اس کہنے پہ اپنے
کہنے کا غزل اور قصیدہ کا جو مذکور
سودا کی غزل کے تیئن رکھا نہین منظور
ہر چند غزل ہی مین نہین درخور گوئی
یہ میر کے بھی نام کا اک حرف ہی ورنہ
کیا میر کا ذکر اوسکو سنانے یہ غزل مین
سودا کی غزل گوئی کا اسطرح جو مذکور
اس سوچ مین اور فکر مین رہتا ہون ہر اک آن
منظور غزل اوسکی جو رکھتا نہین شاعر

اس مرتبہ سودا کے مطاعن کیے تحریر
دونی بجہان اوسکی ہوئی نور کی توقیر
تیری ہی سر و رو پہ پڑا خاک کا وہ ڈھیر
اوس سے تو ترے واسطے انسب تھی یہ تدبیر
کچھ آتی رہ معنی پہ شاید تیری تقریر
ہونے نہ دیا ٹک تری مطلق نہین تقصیر
طبع اونکی زبس ہوتی ہی تحقیق کی جاگیر
اور کرتے ہین ذکر اوسکے مصنف کا بہ تحقیر
ان واہیونکی بس کہ جو ہائے نہین تدبیر
تقریر و بیان کر نہین ہی فاصلہ سو تیر
آپس مین ہی ان دونونکے فرق زبر و زیر
کرتے ہین قصیدہ جو بصد فکر یہ تحریر
مطلق اونھونکی کرتی تفاوت نہین تقریر
کر نہین رعایت کی نہین کرتے ہین تقصیر
اور دیکھے کلام اونکے کی یکسان ہی جو توقیر
تقریر قصیدہ کو غزل سے کرین تغئیر
باوصف کہ اک حرف مین انکی نہین تاثیر
آتا ہی تو لاتے ہین یہ اسطرح پہ تذکیر
جو طور غزل کا ہی سو کہتے ہین اوسے میر
جانے ہی ہر اک اپنے تیئن میر کا بھی پیر
عندیہ مین انکے نہین کچھ میر کی توقیر
آوے نکل اوستاد انھون کا فن گو کہ حقیر
سنتا ہون تو حیران ہون مین جون صور تصویر
جون غنچہ گرہ خاطر و نشگفتہ و دل گیر
اوس سے بھی بُرا ہوگا وہ زیر فلک پیر

سودا سے بڑا شاعری مین تا بقیامت
ہی شاعری مین اوس سے بڑا نام خدا کا
جو شاعری مین اوس سے بڑا ہو وہ ممیز
شاعر جو یہ موجود ہین انمین سے کسیکے
کس فہم و فراست پہ یہ ہو گر کے تمیز
اس فکر مین تھا مین کہ کہا پیر خرد نے
دون طبعی و نافہمی و بدفکری کے باعث
اسواسطے جانا اجنبی اوس طرز روش کو
ہر چند کہ مقدور نہین ایک بھی مصرع
اسپر بھی یہ نادان بہ تقاضای سفاہت
اور اوسکی غزل کی کہ نظیری کی غزل سے
ہی سچ یہ مثل عقل کو جانے ہی ہر اک شخص
لیکن یہ سمجھتا ہی حماقت پہ دلالت
دانا جو ہین کرتے نہین دانائی کا اقرار
کیسی ہی بنایا کرے باتین کوئی نادان
منظور جو رکھتے نہین سودا کی غزل کو
لے رودکی سے تا بہ حزین جتنے تھے شاعر
گذرا ہی بر آفاق مین جو اکبری دورہ
اوس عہد مین کامل ہوی ہر فن مین ہزارون
تعریف خصوصاً طبقے کی شعرا کے
وہ بلبلین تھین گرچہ ہزارون سے زیادہ
ایک ایک کی ہی چہچہہ و شور سے ابتک
اوس دورہ کے اون بلبلون مین سے ہی زیادہ
نام اونکا ظہوری و نظیری ہی کہ کوئی
گلزار فن شاعری مین تا بقیامت

ممکن ہی نہین یہ کہ کسیکو کرے تقدیر
اوسکے سخن و شعر کو دی حق نے یہ توقیر
گر ہووے سخن کا تو بجا اوسکی ہی تقریر
سودا کی سی ہر گز نہ تقریر نہ تحریر
سودا کی غزل سنجی کی اب کرتے ہین تحقیر
تو کیون متردد ہی یہ ہی انکی ہی تقصیر
اس رتبہ تک ان کو جو نہین لیگئی تقدیر
بد کہنے مین یہ اوسکے نہین کرتے ہین تاخیر
کہکر کرین سودا کے یہ تقریر مین تحریر
طرز غزل اپنی کی بڑی جانے ہین توقیر
ہم پہلو و ہم رتبہ ہے کرتے ہین یہ تحقیر
ہر ایک کو وہ سیر بھر اور اپنی سوا سیر
یہ خبط نہووے کسی خاطر مین گرہ گیر
دانائی کے گو اون کے مقر ہوین جماہیر
دانا و نہین ہوگی نہ سخن اوسکے کو توقیر
کرتا ہون اونکی یہ تشفی کو مین تحریر
ہر ایک ہوا گرچہ کہ فن اپنے مین تحریر
اللہ نے اوسوقت کو بخشی تھی یہ تاثیر
حاجت نہین اظہار کی سب ہین وہ مشاہیر
اوس عصر کے کرنہین زبان کرتی ہی تقصیر
گلشن مین سخن کے تھا ہر اک چہچہہ تقریر
گر گوش سپہر برین پر گوش جماہیر
دو بلبلون کا زمزمہ و نغمہ جہان گیر
بلبل نے کیا زمزمہ اون کا سا بہ تحریر
بجتی رہیگی اونکی ہی دستانکی بم و زیر

گر سیر جو ہین گلشنین دیوانون کی اونکے
کھینچی ہی معانی کے قصیدہ مین بھی ہر چند
پر نازک و باریک کیا طرز غزل کو
توقیر متانت نے غزل گوئی کی اونکے
اونکا ہی جو کچھ خواہ غزل خواہ قصیدہ
موقوف غزل اور قصیدہ پہ نہین کچھ
سودا کی غزل چاہتے ہین اپنی زبانین
اندیشہ دیا حق نے جنھونکے تئین عالی
کرتے ہین وہ نطق اپنی طبیعت کے موافق
جو کچھ کہین وہ خواہ غزل خواہ قصیدہ
کچھ ایک قصیدہ نہین ہر بات مین اوسکی
الفاظ و معانی مین بہم جون گہر و آب
دیکھا اوسکو تو ٹک کھولکے تفہیم کی آنکھین
پہونچا دل دانا بہم اور دیدۂ بینا
کر فرق سفیدی و سیاہی جہانمین
تو خاک کو سمجھے ہی زر ناب سے بہتر
بہتر جو سخن ہی گہر و لعل سے اوسکو
رہتا ہی خزف ریزونکی تحصیل کے درپے
ہرگز نہین رکھتا گہر و لعل کا رتبہ
جبتک کہ نہو سنگ نہو رنگ نہو ڈھنگ
سوانین سے اک بات ہی انکا سخن و شعر
کہین باتین خدا لگتی یہ تمام اونکے سخن پر
ہین وہ دُر یکتا بجہان جنکے زبان کی
یہ کیا غضب افہام جہان پر ہی خدایا
جو ایسی زبان مین ہو غزل اوسکو کہین بد

گر فہم سے کچھ بہرہ تو رکھتا ہی بہ تقدیر
اودن مانی و بہزاد نے ہر شعر مین تصویر
تھا ساز معانی کا جو بم اوسکا کیا زیر
رکھے نہ قصیدہ کی کسی شخص کی توقیر
رنگین و متین ایک سے ہی ایک کی تقریر
جیسے ہو زبان جسکی وہ لاتا ہی یہ تحریر
یہ ہو نہ اگر چرخ و زمین ہو زبر و زیر
کیونکر وہ کرین پست سخن کہنے کی تدبیر
گر ہووے موافق نہ بافہام جماہیر
کب لفظ و معانی کی کرین خوبی مین تقصیر
پایا ہی جو کچھ خامۂ فکر اوسکی سے تحریر
تقریر و فصاحت مین بہم جون شکر و شیر
طینت ہو بشر طیکہ تری فہم سے تخمیر
یکسان ہی تیری چشم مین تاریکی و تنویر
یک رنگ سمجھتا ہی تو لے شیر سے تا قیر
ذرہ کو بڑا جانے کرے مہر کی تحقیر
کرتا نہین تو رشتۂ خاطر مین گرہ گیر
کرنیکو تو کر جمع دُر و لعل کی تدبیر
دیکھا سخن اہل جہان تا سخن میر
پاتا ہی سخن کب گہر و لعل کی توقیر
رکھتا نہین یہ جتنے ہین گمنام و مشاہیر
وصف اپنے مین یہ شعر جنھون نی کیا تحریر
لڑتی ہی سدا ابر گہر بار سے تقریر
انکو نہ دیا تو نے مگر فہم بہ تقدیر
اور لہجہ مین ہو عام کے سمجھاوے وہ توقیر

آیا ہی عجب وہ دریہ تا چندے کریگا — اسطور سے اور وضع سے گردش فلک پیر
نادان وسفیہ اپنے تئین سمجھین گے دانا — اور لائین گے داناؤنکی کہ ہجو بہ تحریر
اچھونکو برا جو کہے بیشک وہ برا ہے — ہووےگی برونکی نہ کبھو اچھون مین توقیر
تجھسا نہ برا ہوویگا آفاق مین کوئی — اچھونسے جو اچھے ہین تو انکی کرے تحقیر
مانند ترے اور بھی بیٹھے سبکے ہین تو — زندان حماقت مین ہی جو جو کوئی زنجیر
کسر آئے نہ پرشان مین کچھ اوسکے سخن کی — رکھتی ہی زیادہ یہ مثل مہر سے تشہیر
جو خاک کوئی پھینکے ہی خورشید کے اوپر — سو ڈالے ہی خاک اپنی ہی آنکھونمین وہ بے پیر
نازان ہی عبث تو سخن پوچ پر اپنے — معنی سے ترے طبع کا ہرگز نہین تخمیر
سودا ہی ہر اک شخص سے یان سینہ سپر تھا — کہتا ہی تو جو شعر مین تھا صاحب شمشیر
جھوٹا ہی تو زنہار یہ سودا کی نہ تھی شان — چڑھتا کوئی منھ اوسکے جو زیر فلک پیر
کب سامنے ہوتا کوئی روبہ صفت اوسکے — ایسا رکھے تھا دبدبۂ شاعری وہ شیر
یہ جھوٹ تو سب اسلیے بکتا ہی کہ اوسکی — ہی رتبہ شناسی مین تری فہم کی تقصیر
تھا اوسکے مقابل بجہان کون کہ جس کا — سینہ کے تئین اپنے وہ کرتا ہدف تیر
سودا پہ یہ بہتان ہی فقط تیرے گمان کا — اے مفتری اس جھوٹ پہ حق دے تجھے تعزیر
معلوم ہوا اس سے یہ تجھ پر ہے یقین تو — سودا کی بھی تھی خلق مین تیری ہی سی توقیر
اوس تذکرۂ پوچ مین لے مفتری اپنے — احوال بقا مین جو کیا تو نے یہ تحریر
میرزا سے گئے لکھنؤ مین معرکہ اوسنے — جھوٹا ہی تو اور جھوٹ وہ سب ہے تری تقریر
ہر چند کہ بکتا ہی یہ سب پوچ تو اور جھوٹ — مانا مین جو کہتا ہی تو بالفرض وہ تقدیر
وہ معرکہ یون اوس سے تھے جو لشکر خفاش — ہو معرکہ پرداز بخورشید جہان گیر
عہد اوسکے مین اسطرح تھا نام شعرا گم — معدوم شمارے کرے جون مہر کی تنویر
تو وصل سے اوس حال کے مطلق نہین آگاہ — واہی جو بکا ہی یہ تری حمق کی تقصیر
اوس ذکر کو سن من وعن اب میری زبانی — کھینچون مین اوس احوال کی تقریر مین تصویر

شروع مناظرہ میرزا رفیع السودا با فاخر مکین و احوال بقا

اشرف علی خان نامی با اخلاق مہذب — تھے عمدہ گھرانے سے وہ اک مرد توقیر

تھا شعر کا شوق اونکو جوانی سے نہایت
ایک عمر کے عرصہ مین بہت شوق و شغف سے
دلجمعی تھی منتخب اپنی سے سوا ونکے
مذکور سنا فارسی گوئی کا کمین سے کے
دل افزا کے مین آیا اسے لیجایئے اوس پاس
اس تذکرہ کو لیگئے القصہ وہ اوس پاس
جو شعر ہو چست اوسمین کرے صاد وہ اوپر
دکھلایا جب اوس تذکرہ کو خان نے کمین کو
تصحیح رکھی اوسکی کئی شرط پہ موقوف
جسدم نہ کی اون شرطونکی اشرف علیخان نے
ہاتھ اپنے سے اک بند پہ لکھا اونسے وہ شرطین
پھر اونسے کہا کیجے مہربانی اب اس پر
اصلاح کی لکھوا سند اشرف علیخان سے
اسطرح ہوا تذکرہ اوپر متوجہ
ابکار مضامین و معانی کے سب اسمین
تن پر نہ رکھا ایک کے سر اونمین سوا دستے
آئے وہ سب اسطرح بزیر قلم اوسکے
پہونچی یہ خبر جسگھڑی اشرف علیخان کو
اوس حال سے آئے جو افاقہ مین دو ہین جلد
احوال کو خان کے جو وہ دیکھا متغیر
پاس اوسکے سے القصہ ہو پیش آیہ خشونت
لا گھر مین جو اوس تذکرے کے حال کو دیکھا
اس ظلم کا انصاف کرو دو میری تم داد
سودا نے کہا خان سے کہ انصاف کی خواہش
انصاف طلب ہو جے اون اشخاص سے جا کر

مصروف اوسمین رہے جبتک کہ ہوے پیر
اون خان نے کیا تھا غرض اک تذکرہ تحریر
جسمین کسی آگہ کے دکھانے کی تھی تدبیر
اشرف علیخان نے جو بافواہ جماہیر
رکھے ہو وہ اس شہر مین اوستادی کی تشہیر
تا دیکھے وہ اوس تذکرہ کے شعر بتاخیر
اور سست کے احوال کو دیوے نہ وہ تغیر
تب عذر دماغ اپنا بیان کر دہ بتکریر
جو جو اوسے منظور تھا لا اوس کو بتقریر
لایا جو بتکرار وہ اقبال مین تاخیر
جو باتین کہ پائین یقین قرار اوسکی تدبیر
تا ہووے باسناد مزین بہ تحاریر
وہ تکئی مسند تعلیم جماہیر
کرتی ہے زبان جسکے بیان کرنے مین تاخیر
تھی زادۂ طبع اونکی جو گذرے ہین مشاہیر
لی ہاتھ جو ظالم نے قلم اپنے کی شمشیر
جون فوج گنہگارون کی آئے تہ شمشیر
سن اونکے اس احوال کو حالت ہوئی تغیر
پاس اوسکے سراسیمہ و مضطر گئے جون تیر
تا دیر تبسم سے رہا غنچہ کے تصویر
اوس تذکرہ کو لائے اوٹھا سخت ہو دلگیر
سودا کنے لا اوسکو لگے کرنے یہ تقریر
مین ورنہ گریبان کو ڈالونگا ابھی چیر
ایسی ہی اگر آپ کو تو کیجے مت دیر
جو فارسی گوئی مین ہین بالفعل مشاہیر

مین ریختہ گو ہون مجھے اب رکھیے معاف آپ
رنجیدہ و آزردہ ہو سودا سے یہ سُنکر
اوس تذکرہ کو ڈالگئے تھے وہ خفا ہو
ناچار ہوا اوس پردہ ہوا جب متوجہ
دیکھی تو عجب طرح کا ہی قتل مچایا
اوستادون کے وہ شعر کہ ہر حرف جنھوں تکا
اوسکے تئین کاٹا ہے بنایا ہی بگاڑا
کاٹا کوئی مصرع کوئی مصرع ہے بنایا
معنی سے گذر کے کہین لفظونکی رعایت
ٹھہرایا ہی بمعنی کوئی مصرع اوستاد
لکھا ہی کہین شیخ پہ بے علمی کا ایما
لکھی ہی کسی شعر کی تقریر پہ تضحیک
کرڈالے قلم خوردہ کہین صفحے کے صفحہ
لے سعدی سے تا جامی و خسرو سے حسن تک
جو تھے متقدم متوسط متاخر
وہ تذکرہ اون سبکے سخن سے تھا مزین
اوس تذکرہ پر ہات وہ اسطرح کیا صاف
سودا ہوا اوس دم گل تصویر سا حیران
بعد اوسکے افاقے مین جو آیا تو یہ سمجھا
اُستاد فلک رتبہ کہ ہی خلق کے نزدیک
کرتا ہی کلامونکو جو اون شخصونکی اصلاح
سودا کے ہوا دل کو یقین دیکھ یہ احوال
مشتاق سخن اوسکا ہوا تا کرے دریافت
اوستادونکے اشعار پہ اغلاط کا اطلاق
آگاہ ہوا اس فن سے جو اسطرح سے اوسکے
دکھلایئے اسکو وہین اچھی ہی یہ تدبیر
ڈیرہ کو گئے اپنے وہ باحالت تغیر
اسواسطے سودا کے رہا پاس وہ تادیر
جس جا کہ اون اجزا مین تھی اصلاح کی تحریر
ہاتھ اپنے مین لے اوسنے قلم کا بتر و تیر
دیوان فصاحت کے کتابہ کی ہی تحریر
ہر شعر کے معنی کو کیا ہے زبر و زیر
بمعنی کوئی لفظ کہہ اوسکی لکھی تقریر
لفظونکا تبدل کہین معنی کی ہے تغیر
مصرع کوئی بمعنی کہہ اُس مین کیا تسطیر
پھیرے کہین لفظ اوسکے جو تھی شیخ کی تقریر
سمجھا نہ کہ ہی اپنی ہی نافہمی کی تقصیر
خط کھینچ کے اوراق کے اوراق کیے قیر
لے مولوی روم سے تا محسن تاثیر
ذات اونکی ہوئی شاعری کی بانی تعمیر
قاصر ہی ثنا جنکے مین آفاق کی تقریر
جسطرح سے جو زنگ لگاتے ہین بشمشیر
یون دیکھی جب اوسکی وہ چمن بندی تحریر
نزد اوسکے اس اصلاح مین کچھ ہوئیگی تدبیر
از روے شرف خاکسارہ اونکی ہےاز اکسیر
اوستادونکی اوستادیکی وہ ٹھونک ہم وزیر
وقت اپنے کا وہ شخص بلاشک ہی بڑا پیر
اوستادونکی اوستادکی کیفیت تقریر
کرکے جو کرے ہی سخن اون کا زبر و زیر
سخت سے عجب کیا ہی کہ طینت کا ہو تخمیر

ہے شاعری مین جو کوئی اسطرح کا محتاط — اور نکتوں کی چینی مین وہ ہے خلق مین تشہیر
جو شخص کہ ایسا ہو وہ کب اپنے سخن کے — اغلاط کو اور سقم کو رکھے کا گلوگیر
از بسکہ وہ مشتاق سخن کا تھا مکین کے — پہونچانے کا تھا اوسکے بہم در پے تدبیر
سودا کنے دیوان مکین لے گئے آخر — عرصہ مین کئی روز کے ایک صاحب توقیر
اوسکو بتامل جو لگا دیکھنے سودا — جو اوسمین کہ الفاظ و معانی تھے گرہ گیر
اشعار مین اوسکے جو نئے طرز سے دیکھے — آئینہ مین ہر لفظ کے اک معنی کی تصویر
اوس شاعر ذی ہوش کی تعریف مین اوسنے — کس خوبی سے تب ایک رسالہ کیا تحریر

دربیان رسالہ عبرۃ الغافلین

کی اوسنے رسالہ کی غرض پانچ ہین فصلین — پہلے مین تو لکھنے کے رسالہ کی ہے تقریر
اور دوسری وہ فصل کہ جنمین ہین وہ اشعار — جو اوسکے قلم کے تھے ہوے طعمۂ شمشیر
اور تیسری وہ فصل کہ اصلاح کر اوسنے — اوستادوں کے اشعار کیے ہین زبر و زیر
اور فصل چہارم مین وہ اشعار مکین کے — کس لطف سے تقریر کو لایا ہے بہ تحریر
پنجم مین وہ اشعار مکین ہین کہ کر اصلاح — سودا نے جن اشعار کی دی معنی کو توقیر
القصہ ہوا جب وہ رسالہ مترتب — اور پائی ہر اک سمت مین ذکر اوسکے نے تشہیر
لکھنے کا رسالہ کے جو پہونچا اوسے احوال — جان اپنی اوسے شان کا وہ موجب تکسیر
بھیجے تھا بقا کے تئین وے شعر کی اسناد — پاس اوسکے جو عالم مین تھا یکتائے مشاہیر
ہر چند رہی انمین یہ تکرار کئی روز — سن اسکو کہ ہے صحبت آخر کی یہ تقریر
سودا کے جو ہین شعر مکین مورد ایراد — ہین طرفہ مضامین و معانی کے وہ تسخیر
یک شعر ازانجملہ یہ لکھا ہے کہ جس کا — ہر لفظ ہے نخچیر معانی کے لیے شیر
مضمون کو اوس فارسی کے شعر کے موزون — کر مین نے کیا ہندی مین اسطرح سے تسطیر
تھا دل مرا محفل مین گرفتہ قدح آسا — صہبا نے کی ہونیکی شگفتہ میری تدبیر
سودا کی یہ اوس شعر پہ حجت ہے کہ تونے — کس واسطے باندھا ہے قدح کے تئین دلگیر
دے گئے ہین قدح کو وہ گل و لالہ سے تشبیہ — جو ڈال گئے شعر کے بنیاد کی تعمیر
ہے شکل گل و لالہ شگفتہ کہ گرفتہ — بیہودہ و واہی نہ کر اس رنگ سے تقریر

مطلع ۔ [illegible]

صورت گل ولالہ کی اگر ہوتی گرفتہ ۔ کب کرتی پیالہ کی تشابہ سے وہ تدبیر
معنی کے سوا بندش الفاظ کے اسکے ۔ سودا نے رسالہ مین مفصل لکھی تقریر
اوستاد کا تب شعر سند شعر کے اپنے ۔ پھر اوسنے دیا کر کے بقا کے تئین تحریر
اوستاد کے اوس شعر کے مضمونکو بھی مین نے ۔ الفاظ مین ہندی کے کیا لا کے گرہ گیر
کیا بادہ خوشی دے مجھی جب ہجر مین تیرے ۔ نظرو نمین قدح ہی دل بگرفتہ کی تصویر
ہر چند کہ معنی مین ہی دونون کی تناقض ۔ لفظونکے تشابہ سے کر اوستاد کی تدبیر
اس شعر کو لکھکر دیا تھا اوسنے بقا کو ۔ یہ کہہ کہ یہ اسناد دکھا کر تو اوسے زیر
جسوقت کہ دکھلا چکے سودا کو یہ اسناد ۔ پھر کیجو طرف سے میرے تو اوس سے یہ تقریر
بے سقم سبھی شعر ہین اسطرح ہمارے ۔ ہی اونکے سمجھنے مین تری فہم کی تقصیر
سودا نے کہا اوس سے کہ اے فہم کی دشمن ۔ لا شعر کے معنی کو سمجھکر تو بتد گیر
یہ شعر ہی تائید ہمارے ہی سخن کا ۔ سمجھا نہین تو معنی کا اسکے زبر و زیر
اوس شعر مین اوستاد کا جو کچھ تھا ارادہ ۔ سودا نے کیا آگے بقا کے اوسے تقریر
جب شعر نہ ٹھہرا وہ سند شعر نمکین کے ۔ تب وان سے اوٹھا ہو کی بقا ملزم و دلگیر
اون بیتونکا احوال کہا آکے نمکین سے ۔ اون دونونکے مضمونکا جو آپسمین تھا تغیر
جب بند ہوئے شاعر یمین تب اونھین لے نے ۔ خفت کے مٹانیکے لیے سوجھی یہ تدبیر
بہتر ہی کہ سودا کے تئین دیجیے خفت ۔ تا خشک جھون کا ہو ہمارے خوی تشویر
یہ مشورہ ٹھہرایا بلا سب کو نمکین نے ۔ جو شیخ بچہ اوسکے تھے در حیطۂ تسخیر
سودا کو پکڑ لاؤ تم اور دو اوسے خفت ۔ اور اوسنے جو ایراد لکھے ڈالو وہین چیر
آکے وہ دل وجان سے قبول اور کمر باندھ ۔ کہنے کو سمجھ اوسکے کیا اوسنے جو تقریر
آئے تھے بہم جمع ہو ہتیارونکو لیکے ۔ سودا کے اشرار وہ بر عزم زد و گیر
گھر اپنے مین بیٹھا تھا وہ غدر اونکی سی غافل ۔ ناگاہ یہ وارد ہوئے لے خنجر و شمشیر
پیش آیا بتعظیم وہ اخلاق سے اون ساتھ ۔ اونکو وہ نہ سمجھا کہ یہ ہین مایۂ تشر و بر
یہ بولے وہ سب بیٹھتے ہی ہمکو نمکین نے ۔ جلدی ہی بلایا نہ کرو چلنے مین تاخیر
سودا نے کہا اسگھڑی مجکو خفقان ہے ۔ سچ جانیے اور کیجیے موقوف یہ تقریر
کل آونگا مین اون سے کہدو یہ تم اوسنے ۔ جاگیر نہین ہی جو کرینگے مجھے تغیر

یہ سُن چھری اک شخص نے کوکھ اوسکی پہ دھری
اور سر پہ کھڑے دو ہوئے لے برہنہ شمشیر

کہنے لگے لیجائینگے ہم تمکو اسیوقت
چلنے مین تمکین کے کہنے ہرگز نکرو دیر

اور لے لو رسالہ کو جو لکھا ہے وہ تم نے
جانیکی نہین پیش تمھاری کوئی تقریر

سودا نے اون اشرار کی دیکھی جو یہ شدت
سمجھا کہ کرینگے نہ یہ بدذاتی مین تقصیر

ناچار میانے کو منگا اوس مین وہ بیٹھا
جب دیکھی کوئی اوسنے بجز اوسکے نہ تدبیر

اونین سے چھری کھینچ وہین آنکی جلدی
چڑھ بیٹھا میانے مین بھی اک لطف تغیر

اسطرح سے جب لیچلا تنہا اوسے پاکر
وہ لشکر شیطان دغا پیشہ بے پیر

گھر اوسکے سے نے پہونچے تھے تا اوس قدم انکو
ناگاہ تماشا یہ دکھائے اونھین تقدیر

نواب سعادت علیخان ہاتھی کے اوپر
با فوج و حشم اوسگھڑی آکے ہوئے رہ گیر

دیکھین تو ہے میرزا رفیع ایک میانے کے اندر
اور گرد ہے بس میانے کے اک جمع مقاہیر

سودا سے لگا پوچھنے یہ ماجرا کیا ہے
سنکر کے اوس احوال کی کچھ تھوڑی سی تقریر

بٹھلا لیا نواب سعادت علیخان نے
سودا کے تئین اپنی خواصی مین بتوقیر

آمادہ وہ نامرد ہوئے بھاگنے کی سب
اوس حال کو دیکھ اونکی یہ حالت ہوئی تغییر

سودا سے جو ہین ٹک متوجہ ہوئے نواب
یک چشم زدن مین یہ ہوئے وانسے ہوا گیر

فرمایا یہ نواب نے وہ ماجرا اسنکر
یہ بھاگ نجاوین کہین کرلو اونھین زنجیر

تا اون سے خبردار ہون جاتے رہے وہ یون
جسطرح کمان سخت مین سے جائے نکل تیر

جز پیر کے گھر اپنے کر اک آن مین پہونچے
ٹھہرے نہ کہین بیچ مین یہ بھاگ وہ بے پیر

آ لشکر حق نے تو یہ دی اونکو ہزیمت
یون آگے کا احوال کیا خامہ نے تحریر

نواب جو سودا کے تئین لیگئے ہمراہ
داخل ہو مکان مین لگے فرمانے یہ تقریر

حاکم نہین اس عہد کا مجبور ہون ورنہ
تم دیکھتے دیتا مین جو اونکے تئین تعزیر

فرمایا پھر اوسکے تئین ازراہ تفضل
تم یان رہو یک چند کہ جانا نہین تدبیر

تسے کرین پھر آنکے شاید کہ خلش وہ
ان موذیونکا بسکہ ہے بدذاتی سے تخمیر

سودا نے کہا یہ ہے میرا خانہ امید
حق اسکو رکھے حشر تلک فیض کی جاگیر

اقبال خداوند سے اک خلق کو ہے راہ
بادوستی و یکدلی زیر فلک پیر

آفاق مجھے جانے ہے اور بہتونکو مین بھی
احوال یہ رکھتا نہین کچھ حاجت تقریر

ناگاہ شرارت سے نہ تھا اونکے مین ہرگز
تکرار سخن کی تھی عداوت نہ تھی مجھسے
شاعر کیلیے جنگ سخن کرنے کو باہم
تیغ سخن اوسکی جو اصالت نہین رکھتی
کچھ مجکو نہ تھی اوس سے سخن اپنے یہ تکرار
اصلاح دی اپنے تئین سمجھا کہ بنا مین
لکھا مین یہ اسواسطے تا نزد سفیہان
خالص ہے اون اوستادونکا نقد سخن ایسا
نافہمی سے جب اوسنے لکھے اونپہ مطاعن
دیوانکو منگا اوسکے مین جسطرح کہ اوسنے
مین نے بھی اوسیطرح سے اشعار کے اوسکے
پر میرے اور اوسکے ہے یہ لکھنے مین تفاوت
احوال یہ کر عرض ہو نواب سے رخصت
پہونچی اوسے جب یہ خبر آفاق مین جو تھا
وہ آصف جمجاہ کہ عدل اوسکے سے دائم
یہ شعلہ در آتش خشم و قہر کہ اوسکے
بجھتی نہتھی آتش غضب و غصہ کی اوسکے
مختار تھا اوس عصر مین نواب کا نائب
فرمایا اوسے آصف دوران نے بُلاکر
ناحق متعرض ہوئے سودا سے وہ جاکر
کھدواؤ محلہ کو ابھی جاکے اونھونکے
پھر اونمین سے ایک ایک کو گنگا کی کرو پار
اور پہلے اوسے بار او ترا ؤ کہ جس نے
لاؤ مرے احکام کو تم جلد عمل مین
نائب نے جو نواب کے اوسوقت مین دیکھی

بخشش آئینگے اسطور سے مجھ ساتھ وہ بے پیر
کچھ اونکو یہ اونکی ہے فقط حمق کی تقصیر
بہتر نہین ہے تیغ زبانسے کوئی شمشیر
اسواسطے شمشیر سے کی لڑنے کی تدبیر
مجھپر نہ گوارا ہوئی اوستادون کی تحقیر
اوستاد اونھونکا ہین جو وہ اوستاد مشاہیر
اوستادونکے حرف آئے نہ در عزت و توقیر
ہے قلب نما سامنے جس کے زر اکسیر
جلکر مجھے ناچاری سے تب سوجھی یہ تدبیر
اوستادونکے اشعار کیے ہین زبر و زیر
باشرح و بیان معنی کی تقریر کی تحریر
بیجا ہے وہ تقریر و بجا ہے مری تحریر
گر آیا اوسی رات کو گھر اپنے مین شبگیر
فریاد رس آہو و کلہ شکن شیر
شاہین رہا عہد اوسکے مین محکوم عصافیر
اوس لحظہ تھی قاصر ہے بیان جسکی مین تقریر
ہر چند کہ ارکان تھے بجھانیکی بتدبیر
لایا تھا ممالک کو وہ سب اپنے یہ تسخیر
ان شیخونکی تم نے سنی یہ بدعت و تقصیر
واللہ کہ ہے اونکی خطا کی یہی تعزیر
اور منہدم اوسکو کرو جو اون کی ہو تعمیر
اخراج سبھونکو کرو لے طفل سے تا پیر
بھیجا تھا اون اشرار کو از بہر زد و گیر
خاصہ مین نہ کھاؤنگا اگر اسمین ہوئی دیر
اس مرتبہ نار غضب و غصہ کی تاثیر

حیران تھا کہ کیا بات بناؤں نہیں کہ جس سے — نواب کے نزدیک معاف اونکی ہو تقصیر
تھا اوسکو سلوک اوس سے اون ایام مین منظور — رکھتا تھا وہ شیخونکی بسر داری جو تشہیر
خاطر کا تھا پاس اوسکے جو مختار کو ملحوظ — از بہر رفاہ اوسکے یہ نائب نے کی تدبیر
ارکانون سے تب اپنے بلا کر کہا اوسنے — یہ کام کرو جلد کرو اس مین نہ تاخیر
سب شیخ بچونکے تئین تم اور مکین کو — سودا کنے لیجا کے کرو اوس سے یہ تقریر
حاضر ہوئے ہین آکے گنہگار تمھارے — جسطرح اونھین چاہیے اب دیجیے تعزیر
القصہ جو تھے نائب مختار کے ارکان — آ شیخونکے گھر مین وہ لگے کرنے یہ تقریر
سودا کے گھر اب تم چلو سب لیکے مکین کو — اسمین ہی بھلائی ہے تمھاری نکرو دیر
سودا کنے جو وقت کہ اونکے تئین لائے — خجلت سے ہر اک اونمین تھا غرق جو تصویر
خفت سے اونھونکے تھا جو کچھ چہرونکا عالم — احوال وہ زنہار نہین قابل تحریر
سودا کے حضور ان سبھونکو لائے وہ اشخاص — اور بولے کہ ان خاطیونکو بخشئے تقصیر
سودا نے کہا انکی مین تقصیر سے گذرا — سر آکے مرے آگے اونھون ڈکی جب زیر
یہ کیا کرین اسمین کہ مقدر مے یون تھا — انسان کو لازم ہی رہے تابع تقدیر
رخصت اونھین سودا نے کیا عطر دے اور پان — حاصل یہ اونھین اس حرکت سے ہوئی توقیر
ہرکارے نواب آصف الدولہ کے تھے حاضر — جا عرض کیا دیکھ گئے تھے جو یہ تقریر
سودا کے تئین لیچلے تھے جیسے وہ مردود — لیجاتی گھر اپنے اوسی بالفرض و تقدیر
اور ڈالتے تلوار سے مار اسکو وہ نامرد — عزت کی ہی سودا کی نہ اک .... کی تحقیر
پایا ہی اکیلا جو سلاطین کو اکثر — اسطرح سے ہین لیگئے لا خنجر و شمشیر
پر گندہ کیا اونے جو اوستادی کو اوسکے — اوس گندہ کی اب شکل دشوار ہی تطہیر
سودا کا کشاکش وہ ہوا موجب عزت — اس سے بڑھی اور اوسکی تو اوستادی کی توقیر
اللہ جو اشخاص کو کرتا ہے مقرر — اونکے لیے ہر امر مین عزت کی ہو توقیر
شاعر کے تئین کام ہی کیا تیغ و سپر سے — جب لڑنیکو دی حق نے زباں سے اوسی شمشیر
اثبات قصور اوسکے ہوا تیغ زبان کا — جسدن سے کی با تیغ و تبر لڑنے کی تدبیر
اے مصحفی اسطرح سے یہ معاملہ گذرا — جو تو نے بتا ساتھ کیے مصرکے تحریر
بدذاتی مین کچھ شبہہ نتھا اونکے ولیکن — خفت دے اوسے کون دے عزت جسے تقدیر

ہی سننے کی یہ نقل کہ اس جنگ و جدل پر
جس سے پڑی افساد کے بنیاد کی تعمیر

سودا سے گئی روز کے بعد آکے بقا نے
اوس رنجش ماضی کا کیا عذر تقاصیر

اور کہنے لگا یہ کہ بلا شک ہو مسلّم
اوستاد تم اس فن مین باقرار جماہیر

یہ عرض ہی میری جو قبول اسکو کرین آپ
انسب ہی مری فہم کے نزدیک یہ تدبیر

دیجے مرے دیوان کو اصلاح کی تشریف
تا اہل سخن مین ہو سخن کو مرے توقیر

ہر چند کہ تھا ننگ کا سودا کے یہ موجب
بر خلق سے اقبال مین کی اوسکے نہ تاخیر

آیا گیا لینے کے وہ اصلاح کے خاطر
دیوان جو کوئی جز کا تھا کر اوسکو بغلگیر

دیوان کے اصلاح تلک رکھی یہ صحبت
کی وقت مین اصلاح کے ہرگز نہ کبھو دیر

دیوان کو کیا اپنے جب اصلاح سے فارغ
بعد اوسکے معاً اوسکے تئین سوجھی یہ تدبیر

شاگردون مین سودا کا ہوا آکے ولیکن
ہو ویگا مکین سنکے اس احوال کو دلگیر

شاگردی سودا کی وہ بیعت شکنی کر
لا حجت بموجب وبے ربط بتقریر

اوس طوق اطاعت سے نکل اپنے گلے مین
جا ڈالی پھر اوس سلسلہ کی پاؤنمین زنجیر

برگشتہ ہو کہنے لگا بیہودہ و واہی
مجذوب کے مانند وہ جذبے کا ہو تسخیر

یہ تو نے سنی معرکہ آرائی بقا کی
اوس کذب کو دھو ڈالکر اس صدق کو تحریر

سودا سے ہو کس طرح بقا معرکہ پرداز
خورشید کا ذرہ نہ کبھو ہووے گلوگیر

اوستاد کے بھیجے سے تو آنیکو بقا کے
گر معرکہ سمجھے تو ہی اسمین تری تقصیر

اے واہی کیا تذکرہ مین تو نے ہی اپنے
مذکور کو سودا کے عجب طرح سے تحریر

اوس شہرۂ آفاق کے احوال کو کوئی
لکھتا ہی بہ بے رتبگی و خفت و تحقیر

نسبت کری ہی سرقہ کی اور جہل کی اوسسے
رکھ بعضو نپہ عندیہ کی اپنے کرے تقریر

جہل اوسکی کا اور سرقہ کا رتبہ تجھے کھلتا
گر ہوتی ترے دیدۂ تفہیم مین تبصیر

جہل اوسکی کرے ناز سدا علم و ہنر پر
اور سرقہ نے طبع و دل عالم کیا تسخیر

ہر چند کہ ہین اوسکے مراتب تجھے ملحوظ
ہی اوسکے تجاہل مین حسد کی تری تقصیر

اس لکھنے سے قدر اوسکی نہ یکذرہ ہوئی کم
اور تیری حماقت کی زیادہ ہوئی تشہیر

اغلاط و توارد کا کرے اوسپہ تو بہتان
لعنت ترے اس جھوٹ پہ اے مفتری بے پیر

لکھتا تو اگر یہ کسی گمنام کے حق مین
تب خلق کے نزدیک تھی بجا تری تقریر

اوسکا ہنر و فضل ہر اک دل پہ لکھا ہے
ہر فرد کی ہی پیش نظر تجھسے زیادہ
جانے ہی اوسے ماہی دمہ ذرہ و خورشید
ایسا نہین گذرا ہی جہا نین کوئی ابتک
ذکر اوسکا ہی لکھا ترا ایسا کہ جہا نین
گر نظم و گر نثر مین جو تو نے بکا ہے
کیا ہجو تری اوسکی اگر مدح کرے تو
دھو پہلے تو با مشک و گلاب اپنے دہن کو
کسواسطے گذرا ہی وہ مقبول طبائع
مقبول اوسے جانے ہی تو مقبول کے مردود
اوسکا ہی بھرا دل مین حسد تیرے و لیکن
شدت سے حماقت کی ٹھہرتا نہین یکجا
یا چھائی ہوئی اوسکے سخن کی ہی جو صولت
کہیے اوسے خورشید سپہر سخن و شعر
اور وونکے تئین نسبت ذرات ہی اوس سے
یون اوسکے سخن سے ہی نمود سخن خلق
اے مصحفی ہر ایک کے حسب اور نسب سے
ہین فارسی کے تذکرے بید و نہایت
البتہ کہ سب ایک سے ہو وینگے نہ شاعر
لازم ہی سخن کے تئین پستی و بلندی
بر ثبت کیا اونہین ہی جن جنکے سخن کو
وہ کون ہی جس شخص کے احوال کو تو نے
اس تذکرے مین تیرے کسی شخص کی حق مین
معلوم ہوا اس سے کہ تھا تجکو یہ منظور
جس جسکا بھرا ہی حسد و کین ترے دل مین
ذکر اوسکا نہ تھا کچھ ترا محتاج بتحریر
احوال کا اوسکے جو نقیر اور ہے قطمیر
ہی لیکہ وہ آفاق مین مشہور مشاہیر
اور بعد کے ہونیکی خبر رکھتی ہی تقدیر
ذرہ کرے خورشید کے احوال کو تحریر
کچھ شان کی اوسکے نہین شایان وہ تقریر
ہو رتبہ و قدر اوسکی کا وہ موجب تحقیر
اس شخص کا تب لا بزبان اسم بتوقیر
تو اب ہی کہے یا اوسے اے واہیونکے پیر
کرتا ہی تو پھر کس لیے ہر شعر مین تحقیر
تقریر و بیان کے ہی سلیقہ کی یہ تقصیر
لکھی ہی کہین مدح کہین ذم کرے تحریر
اسواسطے کرتا ہی تو بھٹکی ہوئی تقریر
انوار کلام اوسکا ہی ازبس کہ جہانگیر
ہین ریختہ گو جتنے کہ گمنام و مشاہیر
جون پرتو خورشید سے ذرات کی تنویر
اسطرح ہوا کب تو خبر دار و خبر گیر
دیکھا اونہین کہ کسطور سے مذکور ہین تحریر
ہر ایک کا یکسان نہین اندیشہ و تدبیر
ہوتی ہی جدی طرح سے ہر فکر کی تقریر
ہر ایک کے احوال کو لکھا ہی بتوقیر
لکھا نہین بے رتبہ و بدطور و بہ تحقیر
اظہار معائب کے سوا کچھ نہین تذکیر
بر دیکھین کرے تذکرے مین ہجو جہانگیر
کرتی ہی اوس احوال کو ظاہر تری تقریر

ماہر کے لکھا حق مین گروہ بیخبری سے
اور ہین وہ خبردار جو اوس سی تھے نزدیک
یعنے کہ مین گو صحبت سودا مین نہ پہونچا
منہ اپنے سے جو چاہے سو بک ڈر نہ رکھے ہی
تحقیر کر اوس سید پاکیزہ نسب کی
ایک مین کہون تجھ سے سخن واقعی تیرا
نے دوستی سودا سے ہی نہ دشمنی تجھ سے
ساری یہ زبردستی خوبی سخن سے ہے
جو گذرے ہین مقبول خدا اوسکے سخن کی
مقبولی و مردودی طرف سے ہی خدا کے
تو کیا کہیگا اور کہے گا کوئی کیا اور
سب ریختہ کہتے ہین پہ سودا کے سخن کو
لگا نہین کھاتی ہی کسی بات مین اوس سے
یہ نکتہ ہی آویزہ گوش دل دانا
قائم نرہا آ کوئی میدان مین اوسکے
شہباز خیال اوسکا رکھے تھا تہ چنگال
دی قدر مگس کی تجھے اور اوسکو ہما کی
عقل اوسکی نرا احمق ہی ایک لایک یہ غالب
اوس شخص سے خامہ کی مرے ہی یہ گذارش
لاوے نہ وہ ہرگز خفگی طبع مین اپنی
اور اوس مین جو بہتان کا اوسکے ہو تردد
پھر اوسکو قسم ہی کہ تعصب کو اوٹھا کر
اول سے لے آخر تلک اوسے غور سے دیکھے
نکلے وہ کیے اوسمین بیان اوسے کہ جنکو
لاحل اگر ہین معنی اشعار مکین کے

بینا نہووے کور ہے نزدیک بتقدیر
یہ اپنی طرف تو نے کنایہ کیا تحریر
پر مین نے سخن اپنے کو دی دیسی ہی توقیر
بے رتبہ کہی شعر ترے خلق مین تشہیر
لی تو نے عبث لعنت و نفرین کی جاگیر
تفہیم مین اوسکے نکرے فہم جو تقصیر
دنیا مین کسی شخص کو سچ جان یہ تقریر
کرتی ہی جو عالم کے دلونکے تئین تسخیر
دلہائے خلائق پہ ہی چھائی ہوئی تاثیر
پیش اسمین نہین جاتی ہی کچھ سعی و تدابیر
شاعر بجہان جتنے ہین لے خورد سے تا پیر
جو حق نے دیا ہی شرف و عزت و توقیر
یون کہنے کو لوگونکے تو اوستاد بھی ہین میر
ہر چند کہ احمق کے جگر کے لیے ہے تیر
زعم اپنے مین گو بیشہ معنی کا ہوا شیر
تھے جتنے معانی و مضامین کے نخچیر
جس روز کہ تقدیر نے تقسیم کی تدبیر
ہرگز نہ ہٹے آگے سے ایک ایک کے ہوزیر
دیکھے جو طرفدار مکین کوئی یہ تحریر
کس واسطے ہی واجبی و راست یہ تقریر
اول نہ رسالہ کی طلب مین کرے تاخیر
پڑھنے مین نہ اک حرف کے اوسکی کرے تقصیر
بغض و حسد و جہل کو کر طبع سے تغییر
دیکھ اوسکی طبیعت کے مقر ہی خرد پیر
کس خوبی سے چلکر اونھین لایا وہ بتقریر

کس لطف سے الفاظ معانی مین کیا دخل
رکھنی تھی عجب معجزہ بے علمی سودا
بغض اور عداوت کو جگہ دلین نہ دیکر
بعد اوسکے تو انصاف سے کر غور کہ عائد
مختار کیا تجکو مین ہو کر کے حکم تو
کچھ شعر کی باتین نہین ایمانی و دینی
اوستاد نہین باپ کی گر بات بری ہو
اس بات کو سچ جان کہ پیدا کرے معنی
حمق ہی سوجھانے سے قباحت جو کسو کی
سودا و نکین مین پڑی اوس سے ہی لڑائی
کہنے سے ہو گر کوئی نبی یا ولی کوئی
ممکن نہین پہونچاوے بہم رتبۂ معصوم
سہو اور خطا ہے بشریت کا لوازم
پاک اپنے تئین جانے جو انسان خطا سے
عیب دگران کے تئین ہر یک نگران ہی
تیزی نظر عقل کو دی حق نے جنھونکے
آفاق مین جو عقل سے معذور ہین اونکے
حمق اپنے سے اور و نکے ہنر کو جو کہی عیب
حال اونکے سے اک شعر نظیری ہی مطابق
یک عمر بکا دوستونکا عیب جہان مین
اکمال سمجھتے ہین معرف تیرے جس کو
اس قصہ کے لکھنے کا ہوا مصحفی باعث
لکھتا نہ اگر معرکہ سودا سے بقا کے
ناواقفون کیواسطے واقف تو ہین دانا
کیا معرکو نکا ربط تھا سودا سے بقا کو
اشعار کے اوسکے کر او نھین کر دیا تصویر
علامو نکا اللہ نے جاہل کو کیا پیر
دیکھ اوسکے رسالہ کا نفیر اور تو فقطمیر
اون دونون مین سے کسکی طرف ہوتی ہی تقصیر
وہ کر کہ ہو جس پر متقاضی تری تدبیر
بد کہنے سے جن کو ہو کوئی داخل تکفیر
اچھی نہین کیجائی بجنگ تبر و تیر
شاگرد و نکے لڑنے سے نہ اوستاد کی تعزیر
ممنون نہوا اور لیکے لڑے اوس سے وہ شمشیر
تھے ورنہ بہم پیش ازین جون شکر و شیر
تو اوسکی خطا سے بری و پاک ہو تقریر
بالفرض ہوا شعر مین خاقانی کا بھی پیر
انسان نہ جو ہی ہر امر مین ہی مصدر تقصیر
بے شبہہ و شک جرم و خطا کا ہی وہ تسخیر
کچھ اوس سے کسی شخص کی بڑھتی نہین توقیر
عیب اپنے بجز چشم کے کندا و نکی ہی تنویر
اور و نکی خطا جوئی پہ مصروف ہی تدبیر
کیونکر نہ خطا بینو نکا ہووے ہدف تیر
اسواسطے مضمون کو کیا اوسکے مین تحریر
دشمن سے سن اپنے تو ذرا وصف کا تذکیر
کس نقص سے اوسکے تئین کرتا ہی وہ تقریر
تھا ورنہ دماغ اسکے کسے کرنے کا تحریر
کرتا یہ بیان کر نیکی مین کس لیے تدبیر
اس معرکہ کی مین نے قلم بند کی تقریر
یہ اوسکی فقط جہل و حماقت کی ہی توقیر

طاقت تھی کہ ہوتا کوئی سودا کے مقابل
گیا روبرو اوسکے بھی بقا کے تئین توقیر

اے روبہ پر حیلہ داے گربہ پُر مکر
سودا نے برے کہنے پر از بسکہ تو ہی شیر

اوسکا ہی بھرا بغض ترے دلمین و لیکے تو
رکھ اور نہ پر اوسکے تئین لاتا ہے بتقریر

ان باتو نسے اچھے نہ برے ہووین کسیطرح
کیونکہ وہ برے ہون جنھین اچھا کرے تقدیر

سمجھا تو کہ سودا کہ برا کہہ کے ہون اچھا
اچھا نہ بنا بلکہ بروں مین ہوا تشہیر

اے مصحفی اچھا تو نہو ویگا کسی طرح
اچھا وہ نہین ہی جو کرے اچھونکی تحقیر

اچھے جو ہین سمجھے ہین برونکے تئین اچھا
کہتا ہی برا اچھونکو تو ہی برون کا پیر

اچھا جو دکھاتا ہی تجھے تیری نظر مین
سو حمق ہی تیرا کہ وہ تیرا ہے گلوگیر

اچھا تو اگر آپ کو سمجھا تو نہ آیا
فہرست مین اچھونکے ترا نام بہ تحریر

جائیگا برا اپنے تئین سب سے جب اچھا
ہوویگا تو اور پایگا تب اچھونمین توقیر

خوب آپ کو سمجھا تو ترقی سے رہا تو
اس حرف کو زنہار نکر دلمین گرہ گیر

دشوار ہی تا منزل اکمال پہونچنا
پہونچاتی ہی وہان لاکھونمین ایک دھکو تقدیر

ہی نقص کے اندیشہ مین تکمیل کی کوشش
جب سمجھا تو کامل ہون ہوا نقص مین زنجیر

دانا ہی تو نادان ہو والنت کی کر سعی
تا ہووے تو اونسے جو ہین دانائی مشاہیر

گر خوب ہی اپنے سخن خوب کو بد جان
گو بد ہی سخن غیر کا کر اوسکی نہ تحقیر

ہر شیشۂ دلکے لیے ہی تیری زبان سنگ
تا چند رکھیگی یہ درستی تری تقریر

رکھیگا بنا تیغ زبان اپنی سے کب تک
ہر خاطر دہر دلکو لگا زخم تو دلگیر

صد مرہم و بخیہ کے پے زخم دل خلق
تقریر تیری چاہیے پیدا کرے تاثیر

گر فہم ہی تو اپنے تئین ہیچدان جان
تا تجکو جہان کے ہمہ دانونمین ہو توقیر

بالفرض اگر تو فلک فضل و ہنر کا ہو
خورشید ہو کر ذرہ مثالون کی نہ تحقیر

چون ہو سکے تو نقش خودی کے تئین کر نیست
تا صفحۂ ہستی مین ہو قائم تری تصویر

کیسا ہی تو اچھا کہے اوپر نہو راضی
کر سعی کہ ہو اوس سے بھی اچھی تری تقریر

زنہار طبیعت کو نکر حمق کا پیرو
گر عقل کو فکر اپنی کا تو راہبر و پیر

تعریف نہ کر آپ تو پڑھکر سخن اپنا
ہی تجکو قسم اوسکی جو ہے خالق تقدیر

دیگی جو تری طبع کی تئین خوبی معنی
سامع نہ کریگا کبھو تحسین مین تاخیر

اور ہے وہ اگر لوح و لچر واہی و بے ربط
تعریف سے تیرے نہ اوسے ہووے گی توقیر

تعریف نہ کر ایک سخن کے ہیں کہ خوب
تا خوب تراز خوب نہو لا بہ تحریر

منہ پر ترے تحسین کریں پیچھے تری نفریں
ہو یہ حرکت کر کے تو زنہار نہ تشہیر

نعیت نفس اپنی حماقت سے نکر تو
جو کوئی مرید اسکا ہی شیطانکا ہی وہ پیر

بد طینت و بدنفس جو کوئی ہیں جہا نہیں
شان اپنی بڑھاتے ہیں وہ کر غیر کی تحقیر

رکھنے نہیں زنہار خبر عیب سے اپنے
اور ونکے ہنر کی کرے ہیں عیب سے تقریر

نامرد ازل ہیں سو وہ اور ونکی ہمیشہ
رہتے ہیں بدل ڈھونڈھنے کے درپے تقصیر

صورت ہیں ہنر کی وہ نظر میں حمقا کے
ہیں گرچہ کہ سرتا بقدم عیب کی تصویر

جو واقعی ہیں مرد ہیں اونکا ہے یہ احوال
ہیں اپنے معائب کے وہ ہر آن خبر گیر

کہتا ہوں میں تجھ سے زرہ پند و نصیحت
سن گوش دل و جان سے ذرہ تو یہ تقریر

اکسیر بنا چاہے اگر عز و شرف کی
مردونکی نکر گرد قدم ہونے میں تقصیر

گر یاد ہے کر خاصیت خاک تو پیدا
آتش ہے تو ہوچکا تو کبھو آب کی تاثیر

ہر چند تری طبع کی بالضد ہیں یہ باتیں
اور تیری حماقت کے مخالف ہے یہ تقریر

پر فہم سے شاید کبھو نسبت کرے پیدا
تب جان زنانیکے فہموں کا مجھے پیر

دل اپنے میں کر سوچ کہے گا تو کہ جسکے
ایک حرف نے کی تب تو مرے دل میں نہ تاثیر

ہر ہر سخن اوسکا تھا بہ از گوہر شہوار
تھی اوسکے سمجھنے میں مرے فہم کی تقصیر

اور ایسا ہی احمق جو رہا تا بدم زیست
ہوتا نہیں اس جرم سے تو واجب تعزیر

کس واسطے مجبور سرشت اپنی سے ہی تو
کرتیکے بد و نیک کے مختار ہے تقدیر

اے ناطقہ اب اوہم خامہ کی عنان لے
تنگی کرے ہے صفحۂ بجولانی تحریر

ہونگے حمقا تیری نصیحت سے نہ غافل
احمق ہیں ازل ہی کے یہ اونکی نہیں تقصیر

تحریف میں کچھ نطق و بیان اپنی کی لکھ تو
جا گر سخن میں سے تجھے چاہیے توقیر

لازم ہی جو ہیں جوہری بازار سخن کے
اب گوہر شہوار میں تو لیں تری تقریر

اس لطف و صفا سے نکرے جوہری ہرگز
جسطرح کیے لعل و گہر تو نے گرہ گیر

فرمان بلاغت کی ہی پیشانی کا طغرا
اس نظم کے ہر مصرعۂ موزون کی تحریر

جون زلف بتان اسکا ہر اک مصرع دلکش
ہیگا دل عشاق سخن کے لیے زنجیر

کیا طاقت و کیا تاب جواب اسکا معاند
دیکھے جو مخالف کوئی اسکو جگر اوس کا
آنکھون مین احبا کے یہ ہے کحل جواہر
اقلیم معانی مین ہی راقم ترا ڈنکا
شاہنشہ اقلیم سخن ہی تو جہان مین
ہی چار قب نطق و بیان و سخن و حرف
لیتا ہے ترا خامۂ فکر اون سے سدا باج
ہی طبل دوات اور علم خامہ ہی تیرا
شمشیر کی تعریف تری کیا کرون جس سے
ہی فارس میدان معانی تو وہ جسکے
ہی شاعری کی فخر و شرف طبع سے تیری
در کوہ کنی سخن لے خسرو و شیرین
شبدیز ہی اندیشہ الگلگون ہی تری طبع
وامق ہی دل اہل جہان حسن کا اسکے
لایا ہی بکوہ ایک جوی شیر کو فرہاد
شہرے نے ترے خامہ کے لیلی روشی کے
جس حسن سے تو نے بت معنی ہین تراشے
الفاظون سے یون اوسکے معانی ہین نمایان
غرا و فصیح اور بلیغ ایسا قصیدہ
تیری ہی طبیعت مین ہی یہ زور کہ تو نے
اے سحر رقم مانی اندیشہ نے تیری
صد آفرین ہی بلکہ ہزار آفرین تجکو
جس نظم کی عمر خضر و عمر مسیحا
سواد سکو مین لکھا کہ نہو تیرے فلک سے
تکرار قوافی کی جو نادان کرے تکرار
لاوے بزبان اور کرے لکھنے کی تدبیر
دو ٹکڑے ہو کٹ کر یہ وہ برندہ ہی شمشیر
سیر اوسکی ہی اون کی سبب قوت تبصیر
عالم مین سخن کی تری بجتی ہے بم و زیر
چارون حدین اوسکی تیری فرمائی ہین زیر
قامت پہ زبان کے ترے زیبندہ یہ تقریر
ہین تخت نشینان سخن جتنے مشاہیر
معنی ہی سپاہ اور زبان ہی تری شمشیر
تو نے ہی کیا ملک سخن کے تئین تسخیر
خامہ کا فرس ران بپا تیکے ہی سدا زیر
جسنے کہ معانی کو دیا خلعت توقیر
خامہ ہی ترا تیشۂ فرہاد کا بھی پیر
شکر ہی مضامین تری شیرین تری تقریر
عذرائی یہ رکھتی ہی تری خامہ کی تحریر
ہر بین و سطور اسکی ہی اک تازہ جوی شیر
جون شہرہ مجنون کیا آفاق کو تسخیر
آذر کی فلک سے نہ تراشین یہ تصاویر
فانوس سے تابندہ ہو جون شمع کی تنویر
ہی مصحفی کیا کہہ نہ سکے مصحفی کا پیر
یون باندھا یہ مضمون زبردست کیے زیر
کھینچی ہی کس انداز سے اس نظم کی تصویر
کیا طول دے تو نے یہ قصیدہ کیا تحریر
آگے کرے تطویل کی کوتاہی و تقصیر
اے مصحفی ہی صحبت سودا کی یہ تاثیر
اوسکے لیے اشعار کیے مین نے یہ تحریر

تکرار قوافی کے قصیدہ میں نہیں عیب
یہ قاعدے ہیں کہہ گئے اوستاد مشاہیر

آوے نہ نظیر اور نظیر اسمین کسی طرح
اس وزن کے ہین قافیہ ہر چند بہ تکثیر

اس بحر کی خاطر ہین کئی قافیے مخصوص
آتا نہین تقطیر و تغیر اسمین مگر تیسر

اس وزن کے ہین قافیے سو آتے ہین اسمین
خامہ کی مرے کچھ نہین اس امر مین تقصیر

سب فارسی و ہندی بلا قافیہ اوسکے
کچھ بیتین ۳۰ سے شاید کہ زیادہ ہون بہ تسطیر

ان قافیونمین آٹھ سو اور کتنے ہین اشعار
کسطرح سے اسمین نہ قوافی ہون بہ تکریر

تکرار قوافی کے ہین استاد کے خاطر
اس ذکر کو ان بیتون مین لایا ہون بتذکیر

صائب سا ہوا کوئی کم آفاق مین اوستاد
لائق ہی اوسے گر مین کہون شاعرونکا پیر

اوس شاعر ساحر کے قصیدونکو جو دیکھا
رکھتی ہی بلندیِ معانی یہ وہ تقریر

پہونچے نہ جسے وہم فرشتہ کا بھی زنہار
ہر چند اوڑے عرش پہ ہو کر کے ہوا گیر

تکرار کو پر قافیہ کے حسن سمجھکر
صورت کش معنی وہ بہ از مانی تصویر

مضمون معانی کو بدل اوسنے کیا ہے
بعد ایک دو بیتونکے وہی قافیہ تحریر

اوستادونکے نزدیک نہین عیب کچھ اسمین
نادان ہی جو یہ عیب سمجھ کر کرے تحقیر

القصہ کہ جسدم چمن نطق مین میرے
اس رنگ شگفتہ یہ ہوا گلبنِ تقریر

گلدستہ بنایا پئے طبع عقلا مین
گل لا کے گلستان طبیعت سے بہ توقیر

تا اسکے تفرج سے تفرح کرین حاصل
جسوقت مطالع کرین یہ خوبی تحریر

پھر حمقا دستہ ہے تیرون کا یہ گویا
دیکھے سے اسے ہوتے ہین ازبسکہ وہ دلگیر

اور مرتے ہین سن اوسکے تئین دہ کہ لگے ہے
ہر مصرعہ جسبت اوسکا جگر اونکے مین جون تیر

تیزی و صفائی کو قصیدہ کی مری دیکھ
ہاتف نے خطاب اوسکو دیا برش شمشیر

بہتر ہی کرون خاتمہ اُس کا بدعا مین
کہتی ہی اجابت نہ دعائیہ مین کر دیر

تا جہل کو نسبت کرین ظلمت سے جہاںمین
تا جلوہ گر آفاق مین ہے علم بہ تنویر

جو عاقل و عالم ہین زمانے مین الٰہی
تدبیر سے انکی نہ تفاوت کرے تقدیر

اور جتنے کہ ہین احمق و جہل سو انھونکے
لعنت کا گلے طوق رہی پاؤن مین زنجیر

عبرۃ الغافلین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برارباب فہم وذکا مخفی نماند ہر دردمندی کہ بخود وارسید بدرد لہا رسید وتا بدرد دلہا رسید بخدا رسید پس برزبان راستی بیان خدا رسیدگان در کلام اساتذہ مسلم الثبوت حرف جاوبیجابے تامل نمیگزردومے دانند ✣ **بیت**

ہر کہ سخن را بہ سخن ضم کند	قطرۂ از خون جگر کم کند

وبر دل آگاہ ایشان روشن است جمعی کہ درفن سخن لبہای دریدہ دہنان دوختہ کوس لمن الملک الیوم کوفتہ از دار الفنا بدار البقا پیوستہ اندازآنہا انحراف ورزیدن کار خردمندان نیست کہ نفوس نفیسہ مذکورہ علت غائی ایجاد سخن وصیاد مرغ معنی عرش مسکن اند وعقیدۂ این ہیچمدان نیز ہمین است جائیکہ شاہباز خیال قدرت آنہا بال افشان است ما کنجشک طبعان راچہ یارا کہ زیر سایۂ او برزنیم اگر میلان طبیعت کسی بہ سخن طرازی ونکتہ رسی باشد باید کہ شیرۂ جان را در متابعت ہیچوکسان صرف نماید وماوراے این اگر با قلیم سخن پا گذارد وپہلو نشینی اہل معانی دستش ندہد باید کہ درین راہ برنقش قدم آنہا جبین سائیدہ پیروی کند تا از نشیب وفراز راہ سخن لغزشے نخوردوسر نگون نیفتد عیاذاً باللہ اگر کسی سوای طریق آنہا بعمل آرد بجز مایۂ انفعال ورسوائی بدست نیاردوسر بجیب فرد بردگان این طائفہ گرداب دریای بلااندزنہار بے آشنای این ہا پی سپرے نمائی تا غرق نشوی وتلاطم امواج طبیعت آنہا کوہ را از جامے بردتا بکاہ چہ رسد اگر طبیعت کسی برصفحہ قلم خوردہ آنہا سرگرم نکتہ چینی شود بدان ماند کہ باد تند خاشاک را بدم شعلہ دہد اوراق مغشوش کردہ آنہا لیاقت آن دارد کہ کسی سرمشق خود نماید تا بصفحہ منظور ایشان چہ رسد دورریزہ چینی ایشان صاحب قسمتان خطہا برمیدارند ولذت ہاے مے برند لیکن نوالہ باندازہ کام وذہن باید برداشت تا از دہن بازنریزد ومصرعہ این لقمہ باندازۂ ہر کام ودہان نیست ✣ اے عزیز اگر جرعہ از بادۂ سخن نزدنست سرخوش باش ولیکن از شور انگیزی بیہودہ نمک بہ دمپاش کہ از کیفیت خواہد رفت وبرنج خمار گرفتار خواہی شد غرض تا ل این قال مقال گفتگو آنست

ے نام نیکو رفتگان ضائع مکن + تا بماند نام نیکت برقرار + کسیکه بسیار است و خود را کم
می پندارد بسیار تر است و کسیکه کم است و خود را بسیار مے شمارد و خود سر است
از پا می افتد آدمی را باید که اوقات در تربیت و تهذیب اخلاق صرف نماید بدان که خمیر
مایۂ مرات از سنگ و آهن تاریکیست اما بواسطہ تربیت و کسب صفا کارش بجای میرسد
که صورت انسان درو جلوه گر مے شود تو که خود انسانی اگر پیش انسان کاملی زانوی ادب
تہ کرده نشینی همچنان در تو نیز کمال او صورت مے گیرد ہر صاحب نمالے که ترا خواهد دید
بصورت خود خواهد یافت ہر یکے ہم جلیس خود را دوست میدارد عزیز دلہا خواهی شد
ے اگر دریافتی بر دانشت بوس + ور نہ غافل شدی افسوس افسوس ۔

بدانکه این رسالہ مسمی بعبرة الغافلین مشتمل بر پنج فصل است فصل اول

دربیان موجب نوشتن رسالہ فصل دوم دربیان اشعاریکه میرزا فاخر بر دخط کشیده اند فصل سوم
دربیان اصلاح نمودن میرزای موصوف بر اشعار استادان ثقہ ماضیہ فصل چهارم دربیان اشعار معترض
میرزای مسطور فصل پنجم دربیان اشعار معترض میرزای مومی الیه که بنده موافق فهم ناقص خود دران
دخل نموده فصل اول دربیان موجب نوشتن رسالہ باید دانست که درین ایام سانحہ
عجیب و غریب روی داده لازم که سخن طرازان روزگار و نکته سنجان ہر دیار پنبه از گوش ہوش
برآورده تحویل سامعه نمایند اشرف علیخان نامی مرد بزرگ از خاندان عمده که آشنای دیرین
این احقر اند از تذکرہای قدیم و جدید بمشقت پانزده سال قریب لک بیت در تذکرۂ خود تالیف نموده
بخدمت میرزا فاخر صاحب متخلص به مکین سلمه الله الواهب آوردند و الحاح و سماجت برای
تصحیح بردند میرزا صاحب فرمودند که مارا دماغ نیست خوب این کار را برای خاطر شما بشرطے
قبول کنم که اشعار تمام شعرای هند را از فیضی و غنی و نسبتی و ناصر علی و بیدل و سراج الدین علیخان
آرزو و میر شمس الدین فقیر گرفته یکقلم خط بکشم مگر تصحیح و انتخاب اشعار شعرای اهل ولایت
خواهم نمود خان مذکور باستماع این حرف بعینه تذکره را برداشته آوردند و قبول نمودند
بعد از چند سال سی جزو تذکره را بخدمت شیخ آیت الله صاحب متخلص به ثنا برای تصحیح برده
بودند چنانچه شیخ صاحب مذکور چند جزو تصحیح رسانیدند بعده اتفاق رفتن ایشان از لکهنو بطرف
فیض آباد افتاد بعد از ان ناچار شده باز بخدمت میرزای موصوف تذکره مسطور را خان بردند

والتماس نمودند که شعر غلط را تصحیح نمایند و مکرر را مکرر ننویسند میرزا صاحب اجزا را که شیخ آیت الله
صاحب تصحیح نموده بودند ملاحظه کرده فرمودند که این تذکره را آن زمان بصحبت میرسائم که
یک نوشته در باب سماجت خود بدهید چنانچه خان مذکور نوشته دادند چون نوشته ملاحظه نموده شد
بیدماغانه از دست انداختند و فرمودند قسمی که من میگویم نوشته بدهید ایشان گفتند که هرچه
بفرمایند همان قسم نوشته بدهم میرزا صاحب فرموده چنین نوشته بدهید مسوده زبانی میرزا
فاخر که سابق تذکره را بخدمت افصح الفصحا و ابلغ البلغا میرزا صاحب مشفق کرم فرما میرزا فاخر
صاحب سلمه الله الواهب برای تصحیح اشعار و عبارت برده بودم ایشان بسبب کثرت
اشغال فرصت نیافته ناچار سی جزو تذکره را نزد شیخ آیت الله ثنا که گمان اوستادی
بر ایشان هم داشتم برده بودم ایشان تا مدت دیده بعضی جاها که غلط بود آن را صحیح دانسته
درگذشتند و بعضی جاها غلط دانسته به تصحیح پرداختند آن را غلط تر نمودند لهذا مرتبه ثانی
به حدی و آرزوی تمام بخدمت فیض موهبت میرزا صاحب که درین فن استاد اند و مثل ایشان
درین جزو زمان و درین شهر صاحب کمال دیگر نیست برای تصحیح بردم بهمت کلانه خان مذکور
اول بدل خفته شده ابای همین نمودند که صاحب را شیخ آیت الله صاحب چکار ذکر
اوشان درین نوشته خوب نیست که از آشنایان بنده و اوستاد مسلم الثبوت اند چون میرزا
فاخر صاحب مصر بر همین برای تفاخر شدند ناچار بمهر خود موافق درخواست اوشان ا و
نوشته دادند بعد از مدت مدید چون بسمع خان مذکور رسید که اشعار چیده چیده از تصانیف
اوستادان سابق در حال که دران جریده مندرج بودند همه را قلم خورده مشکوک ساخته
بل اکثر جاها باصلاح پرداختند سراسیمه گشته از خود رفتند چون بهوش آمدند باضطراب
تمام نزد میرزا فاخر صاحب حاضر شدند میرزا این صورت ملاحظه فرموده تبسم می نمودند خان
مذکور نتیجه سماجت سابق را برعکس دیده در طلب تذکره به بیدماغی پیش آمدند آخر کار
از حضور فیض گنجور میرزای موصوف آن اجزای را بخانه آورده چندی گوشه نشینی ورزیدند
و به مشغله صاف نمودن اشعار قلم خورده شب و روز بسر می بردند درین ضمن هر آشنای که
بخدمت خان مذکور میرسید و مستفسر احوال بر نیامدن خانه میگردید ایشان آه سرد از دل
پر درد کشیده میگفتند که ای مهربان از چندی در تعزیه زادهای طبع سخنوران سابق و
حال عزلت اختیار نموده ام که میرزا مظلمه خون فرزندان اهل معانی را ناحق بگردن خود گرفتند

غرضکه درہمین مخمصه بودند که روزی بخاطر ایشان چنین رسید که آن اشعار قلم خورده را بنابر
منصفی نزد این ضعیف البلاد آورده انصاف خواستند بندهٔ خاکسار محمد رفیع متخلص به سودا
التماس نمود که این احقر بزبان امور فارسی چندان ربطے ندارد و دخل ہیچو منی در زبان فارسی
بدان سے ماند بیت تو کار زمین را نکو ساختی + که با آسمان نیز پرداختی + و خدا عالم است
این چند بیت ریختہ از قبیل قصیده و غزل بچه سبب حسن قبول یافته است و الّا نه بنده ہم گلیم
خود را از آب نه کشیده و میرزا فاخر صاحب البته این کار فهمیده و سنجیده بعمل آورده باشند
در کمالات ایشان ہرگز شبہه نیست اگر مزاج یک لفظ شریف چنین انصاف طلب است
میباید که انصاف این نسخه را نزد سخنوران فن فارسی برده طلب انصاف نمایند چنانچه
بالفعل از شاگردان شیخ محمد علی حزین رحمة الله علیه شیخ آیت الله متخلص ثنا و از
شاگردان میر شمس الدین فقیر میرزا بهجو متخلص بذره حاضر اند و سوای این ہر دو صاحبان
میرزا بو علی ہاتف در بنگله و نظام الدین بلگرامی متخلص بصانع در فرخ آباد و شاه نور العین
واقف در شاہجهان آباد موجود اند حق تعالیٰ این ہمه صاحبان را بهم طبعی برساند انصاف طلبی
این ابیات یکپای مردی میخواهد چندان دور نیست بنده را معاف فرمایند چون این کلمات
التماس نمودم خان مذکور این شعر خان آرزو برزبان آوردند شعر آید بحال ذائقهٔ خویش
گریه‌ام + یک آشنای بامزه در روزگار نیست + بعد از خواندن شعر فرمودند که مگر صاحب
را خبر نیست این تمام برده ہا را کی بخاطر می آرند ہر گاه گرد بر آفتاب تابان انداخته در حق
شمس الدین فقیر چنین می فرمایند که در رساله عروض او پنج و شش جا غلط فاش بر آورده ام
و بر اشعار شیخ آیت الله صنع اعتراضات دارند و اشعار نور العین واقف را اکثر جا اصلاح
می نمایند و اشعار صانع و دیگران را سهل انگاشته میفرمایند که دیده و نادیده خط کشیدن
بر اشعار ایشان موقوف نمودم چون خان موصوف چنین فرمودند بنده بدرشتی التماس نمود
عجب حال است ہر گاه پیش میرزا ہیچو کسان اعتبار ندارند تا بمن ہیچمدان چه رسد طلب انصاف
از بنده دور از دانائی صاحب است غرض با وصف اینهمه فهمایندن آن اجزای قلم
خورده را بجبر او قهر اً پیش احقر انداخته کبیده خاطر برخاسته بخانه خود تشریف بردند چنانچه درین
ایام گاه بیگاه که این عاصی سیر این ابیات نموده در دفع اکثر اشعار شیخ سعدی و امیر خسرو دہلوی
و مولوی روم و مولوی جامی وغیره اساتذهٔ قدیم و جدید که منتخب و برگزیده عالم اند قلم خورده

بنظر در آمده و بسبب نارسائی فہم ناقص خود فہم این ابیات مطلقاً بخاطر نرسید ولاکن اینقدر دانست البتہ کہ از چنین صاحب کمالے کہ بکمال خود دعوی دارد ہیچو کاری بعمل آمد بیوجہ نخواہد بود فی الواقع مرتبہ میرزا درین فن بجائیست کہ متردد در امر دم اگر بر بیاض دیدہ بنویسند جا دارد گو مثل من ہیچمدان بہ کنہ او پی نبرد لیکن از دانائی میرزا صاحب بعید بود کہ چنین حرکت بعمل آوردہ رنگش وضیع وشریف گشتند خدا نخواستہ اگر ہر یکی از معتقدان شعرای مذکور مشکوک نمودن این اشعار سوال نمایند بقیہ عمر ایشان در بہم رسانیدن جواب بہ نحوی صرف شود کہ جای دم زدن نباشد علی الخصوص دو حرکت بسیار قبیح از ایشان بعمل آمدہ یکے خط کشیدن بر اشعار صحیح اوستادان مسلم الثبوت و دیگر از جہان گذشتگان را بخوبی یاد نکردن برین ہر دو چیز تصحیح تذکرہ موقوف بنود و عالم سخن ہزار رنگ است و ہر یکے برنگے مالوف چہ لازم بود کہ شعر دیگرے را کہ مرغوب طبع خود نباشد سست دانستہ مغشوش سازند می بایستی ہر شعر یکہ پسند خاطر می بود بصاد خاص مزین میساختند و باقی را بحال خود میگذاشتند بد انست این احقر محقر اصلح والنسب چنین می نمود واللہ اعلم بالصواب۔

فصل دوم

در بیان اشعار اساتذہ کہ میرزای موصوف بر وخط کشیدہ اند در وقبول نمودہ۔

حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ

تو بدین خوبی و من عاشق و انگہ ز تو دور
عمر ہا بگذشت یاد من نیامد در دلت
اے صبا خاک رہش آر د بیند از بہ چشم
تو لے صنم کہ مراد دلے چہ سودا زین
انچہ من دیدم و من میکشم از درد فراق
ز انسان شدہ ام خوار پیش تو کہ ہر چند
من اشک بیدلان را خندہ می بینداشتم روزے

خودم انصاف بدہ زستین امکان دارد
جان من یاران غم یاران ازین بہتر خورند
کہ بلاہا ہمہ زین رخنہ بر درون می آید
کہ در میان من و دل ہزار فرسنگ است
کہ شنیدہ است کہ دیدہ است و کرا پیش آمد
از جور تو کردم گلہ انکار نہ کردے
کنون بر میدہد کمی کہ من میکاشتم روزے

گویند کہ از خوبان بدنام شدی خسرو
دل چون نکند فرمان خسرو چہ کند آن را

کرشمہ‌ہای تو از بسکہ ہست رنگ آمیز
نہ آشتی تو داند کسی نہ جنگ ترا

خسرو کہ سوختست دی اول دلش دہید
دان دل کہ سوختہ بنود آتشش دہید

ندانم مر ترا در دلی چہ افتاد
کہ دادی صحبت دیرینہ بر باد

تغافل کردنت بی فتنۂ نیست
فریب صید باشد خواب صیاد

سخن باقی و شب در گفتگو رفت
سپیدہ دم دمید و مہ فرو رفت

سعدی علیہ الرحمۃ

بر من کہ صبوحی زدہ ام خرقہ حرام است
اے مجلسیان راہ خرابات کدام است

آرزو میکشدم با تو دمے در بستان
یا بہر گوشہ کہ باشی تو کہ خود بستانی

چون تنگ نباشد دل مسکین حمامی
کش یار ہم آواز نگیرند بدامے

ہر غمی را فرجی ہست ازان می ترسم
پیش ازانم بکشد زہر کہ تریاق آید

چرا چون نرسد بندگان مخلص را
رواست گر ہمہ بدمی کند نکو کہ نکوست

پیش دگرے نمیتوان رفت
از توبہ تو آمدم بہ زنہار

مولانای روم علیہ الرحمۃ

اے خداوند یکے یار جفا کارش دہ
دلبری عشوہ گری سرکش خونخوارش دہ

تا بداند کہ شب ما بہ چسان می گذرد
درد عشقش دہ و عشقش دہ و بسیارش دہ

این ہر دو شعر در اکثر تذکرہ ہا بنام مولوی روم ثبت است و زبان زد عالم نیز چنین است و میرزا صاحب می فرمایند کہ این ہر دو شعر از مولوی روم نیست خوب مصرع متاع نیک ہر دکان کہ باشد قابل خط کشیدن نہ بود + +

مولوی جامی علیہ الرحمۃ

سرود مجلس در دست آہ و نالۂ ما
حباب خون جگر لالہ گون پیالۂ ما

مرا بگوی تو خواہم کہ خانۂ باشد
ز بہر آمدن آنجا بہانۂ باشد

آہ ازان شوخ کہ من بر سر راہش چو روم
بہر محرومی من از رہِ دیگر گذرد ٭

گذر کن از سخن بوسہ این نہ بس باشد
کہ بگذرد سخنان تو بہ لب و دہنش

خواہم از دل بر کشم پیکان تو
لیک از دل بر نمی آید مرا

شکار پیشہ دو ترک اند خفتہ چشمانش
نہادہ بر سر بالین خود کمان ہر دو

آہی سبزواری

شود از دیگران ور چشم و بر من و من افشاند
غبارے در دل از ہر کس کہ دارد بر من افشاند

تابوت من آہستہ ز کویش گذرانند
چون نیست امیدی کہ بیایم دگر اینجا

مولانا فنری

آئی و بگذری و بمن ہیچ ننگری
اے جان من فدای تو این نیز بگذرد

نعمت خان عالی

شد گلِ رویش نگر از روی گل گلرنگ تر
گز نوائے بلبلان شد نالہ سیر آہنگ تر

ہر لحظہ ز بس آمد و رفت تو در انجاست
در بستر ہر برگ گلے جای تو گرم است

گل اشک چشم و لالہ داغ دل سنبل پریشانی
گرفتہ ہر کسی از عشق چیزے یادگار از من

اگر شکستہ عالی بپایِ من شکوہ توان کرد
کہ دارد از غرورِ ناز معشوقانہ عار از من

واعظان منع شراب از دو سہ حرفی کردند
قفل ابجد بگرہ فتند و میخانہ زدند

قدر و قیمت نیست ہرگز مردم بی فیض را
عاقلان عبرت ز نخل بے ثمر باید گرفت

صد قسم گر بخوری یک سخنت نیست درست
زانکہ دیدیم بیک حرف تو بنجاہ غلط

بارخ و زلف تو کار است چہ می باید کرد
آفت لیل و نہار است چہ می باید کرد

بہ غیبت ہر کہ حق آشنائی را نگہدارد
الٰہی ہر کجا باشد خدا باشد نگہبانش

شفیعائی اثر

بخون غلطیدن دلہا ز بیداد تو می باشد
ستم در قبضۂ مژگان جلاد تو می باشد

امینای نجفی

کجا شد آن همه مهرے کہ داشتے اکنون
بخاطرت نرسم گر همه غبار شوم

میر صید حسین مخاطب بامتیاز خان متخلص بخالص

ز شرم آلوده چشمی دیده ام نظارهٔ گرمی
که تا آید نگاهش بر سر مژگان حیا گردد

هر که شد بالانشین محروم گشت از یاد تو
مقری تسبیح ازان بی بهره از یاد خداست

شوخی مشت پری یعنی که بلبل را چرا
سیر گلشن پیشکش بیرحم گلچیدن چه بود

آدمی نیست صنوبر که بود بارش دل
انقدر دل ز کسے خواه که مقدور شود

حسن سرشار ترا مشاطهٔ در کار نیست
میزند برگشته مژگان شانه بر کاکل ترا

ز تاثیر نگاه چشم او پیوسته بیمارم
بمن آب و هوای وصل گلرویان نمیسازد

بمراد خود نشد چون بگذارکم شود دل
چه بکار خویش آید که بکار ما بیاید

ماه من از صبا رخش بسکه بآب و تاب شد
سهره چو بست عارضش پنجه آفتاب شد

میرزا صائب

نه خطست این نمایان گشته از طرف بناگوشش
که شد گرد یتیمی سایه افگن از بر و دوشش

ترک عجب و کبر کن تا قبلهٔ عالم شوے
صورت ابلیس را بگذار تا آدم شوے

که کام عاشق ناکام میتوان داد
بغیر ما بکه دشنام میتوان داد

هرگز نبوده است باین رتبه حسن خط
ما سر بسر قلم و ایجاد دیده ایم

گر بشنوی از دو سه حرفی چه میشود
صائب چها شنید ز مردم برای تو

آنکه دارد اعتماد خیرگی بر چشم خویش
سخت میترسم دو چار آفتاب من شود

حکیم شیخ حسین شهرت

نشد هرگز کسے محسود من از مردم دنیا
اگر گردم حسد بر تارک دنیا حسد گردم

سودای باز محنت وصل تو در گرفت
بیدرد تلخ جور و جفا را گران مکن

بهشتی چون خودی هنگام عرض مدعا ظالم
برنگ موی چینی میدهم جا در دل خویش
گدائی را به نخوت میکنند امروز درویشان
پریشانست بوی نافه هر جا میبرم شهرت
گرفتم بوسه از لعل کشش دشنام می خواهم
نام صاحب جوهران از کار فرما شد بلند
عشق چون کامل عیار افتد کند ایجاد حسن
شهرت از فرزندی آدم نگردی حق شناس
دنیای سفله پرور نگرفت دست مردی
من دشهرت جناح دوستی با هر که می بندم
یک عمر درین میکده بودیم سرافراز
شهرت رخ یار تو نکو خط چو برآورد

زبان خویش را الکن مبدی کاش میدیدی
اگر از زلف یار افتد بدست من رسن داری
چه میکردند اگر میداشتند این قوم دنیائی
نمیدانم گره از زلف یا کاکل کشاد امشب
که من کار نمایان کرده ام انعام میخواهم
شاهدی از بهر این دعوی بلاز شمشیر نیست
کوهکن معشوق را از سنگ پیدا کرده است
بندگی باید پیمبرزادگی منظور نیست
تا چون خودی نه بیند از خاک بر ندارد
بغیر از دشمنی ها شرط دیگر نیست منظورش
چون دختر رز یک پسر ساده ندیدیم
در بنگ تو کیفیست که در باده ندیدیم

سراج الدین علی خان آرزو

اگر سید بسرخ از رنگ پان دندان خان را
شیخ آنجا دعوی تقوی نخواهد رفت پیش
هر لحظه آیدم بنظر دیگر او مرا
کام دو هان من زمی بوسه پر کنند
گر تو هم آئی پی طوف شهیدان تو درست
زین بیش طاقت جور ای بیوفا نداریم
آید بحال ذائقهٔ خویش گریه ام
بتقریب عجب بودم رفیق محتسب عمری
از زلف دل گرفته بخط تو بسته ایم
مه کامل بنورانی رخ دلبر نماند
دیدیم زلف تا کمر آن دلفریب را

گسستی شیخ همچون شک ما تسبیح مرجان را
عالم الست این والله جای زور نیست
زان رو بوصل بیش بود آرزو مرا
در بزم وصل نیست همین آرزو مرا
گریه می آید درینجا راه چندان دور نیست
تا چند خون توان کرد آن دل که ما نداریم
یک آشنای بامزه در روزگار نیست
پی تاراج می تا خانهٔ خمار می رفتم
این عذر بدتر است بسی از گناه ما
اگر ماند شبی ماند شبی دیگر نمی ماند
شاید عجب مقابله دیدیم روز را

محمد قلی سلیم طشتری

انکه بر ما گل نمی زد پیش ازین از دوستی
میزند اکنون بچوب گل من دیوانه را

نگاه باغبانم می پرستم لاله و گل را
کنم چون موی پیغمبر زیارت شاخ سنبل را

نمیکشد به چمن طبع پر غرور مرا
شراب میکشد اینجا گہے بزور مرا

سلیم بار فروشیٔ عشق را نازم
که خاک بودم و بلفرخست چون عبیر مرا

ز بلبلان گلستان سلیم صد فریاد
که از بهار نگردند با خبر ما را

اے باغبان بجان تو ما آزموده ایم
از نکهت گل است علاج زکام ما

به معشوق کسی هرگز ندارم میل آمیزش
به بلبل میدهم گل را اگر در دست من باشد

رسید کار بجاے ز عاشقی ما را
که در قبیلهٔ ما هر که بود مجنون شد

از گرفتاری چرا نالم سلیم
فکر آزادی چو در اندیشه نیست

ز ناز و غمزه دران چشم هرچه خواهی هست
ولے چه سود اسیران نگاه مینخواهند

گرم آتشبازی ام چون دید در طفلی پدر
گفت این بدبخت مشق عشقبازی میکند

گرفتم آنکه دهد وعده تباهد امید
دماغ کو که کسے صرف انتظار کند

آن لب اسلیم آب بقا را شهید کرد
خونهای خلق کهنه شد این خون تازه است

دارد اید دست ز تو شکوه بسیار سلیم
آه اگر مُهر خموشی ز دهان برخیزد

حسن و عشق از یک نگاه گرم یار هم شوند
چون دو هم شهری که در غربت دوچار هم شوند

وائے بر آنکه کند توبه به هنگام بهار
این گناهیست که مستوجب بخشیدن نیست

گرم بوصل رساند سلیم منت عجب
که هرچه گوئی ازین روزگاے آید

من کجا و سفر از کوی خرابات سلیم
چه توان کرد چو تقدیر اسے باشد

بره گذار نظر ریزے دو چار شدم
خبر ز دیده بدل نارسیده کارم شد

چو سوی صیدگاه آید ز ذوق و غزالان را
صدائے خندهٔ زخم از سر یک تیر می آید

ز بوی پیرهن بر زلیخا اخوان داغست
که چون برگ گلے هر جا نسیمے دید میلرزد

بباغ میرود آن شاخ گل سلیم و گرنه
بهار در چمن امروز میهمان گل است

گلرخان ببندند مهرگه بر اسیر یکید اگر
آفرین گویند بر هر زخم تیر یک دگر

رسوای عالمی شدی از دست گلرخان
سلیم رفت ز کف اختیار ما بیرون
در باغ ز سامان گل و لاله کمی نیست
منت ز باغبان چه کشم از برای گل
بدینسان گر نظر یکدم جدا نیست

صد بار گفتمت که سلیم اینچنین مباش
نصیحت من دیوانه بعد ازین عبث است
چیز یکه درین فصل ضرور است دماغ است
دارد خدنگ ناز تو زخمی که واه واه
گرش بابا نظر بودی چه بودے

خضر خونساری

ز رفتن تو دلے باز پس نمے ماند
تو میروی و درین شهر کس نمے ماند

جلیل خلیل تخلص

دردی که میکشد دلم از انتظار وصل
گره شد پرتو از تنگی جایم شمع تابان را

داند کسی که بر سر راهی نشسته است
نگین یاقوت احمر گشت آخر این نگین دان را

درویش دہلی

برنگ دیگر امروزم نصیحت میکند ناصح
هنوزم پیش آئینه اعتبارے هست ای همدم
افسوس که کار مشکل افتاد

مبادا دل ز دستش برده باشد دلربائی من
که شب بود دست با اغیار و پنهان میکند از من
قتلم برضای قاتل افتاد

میر رضی دانش

می مخور چندانکه نشناسد ز گل گلچین ترا
چند هر هفته کنم خون دل میخواران

پاسبان حسن پاک خویشتن بودن خوش است
شب آدینه همین در رمضان میبایست

داؤد تنبولی

بیتو از شعلهٔ آه دل دیوانهٔ ما
افتاده بکف زلف تو کام گرفتیم

سیل دودی شد و برخاست ز ویرانهٔ ما
شب بر سر دست آمد و آرام گرفتیم

درکی قمی

کردہ ذوق چمنے گرم طلب باز مرا	شوق گل با قفس آورد بہ پرواز مرا
بروز عہد تو ہر دل کہ بود پرخون شد	ستم تو کردی و تہمت بنام گردون شد

دانای کشمیری

زکوۃ حسن زعاشق دریغ نتوان داشت	درست اگر ندہی نیم بوسہ بسیار است
تاب مقراض ندارد ورق نازک گل	لب گستاخ رساندن برخ او ستم است
اضطراب اندر سخن عیب است دانا چون ہلال	مصرعۂ برلبستہ باید گو لبس ماہی رسد

فقیہ دردمند

نامہ ام تا باز ننماید کسے خوب مرا	کشتہ قاصد را بگردن لبستہ مکتوب مرا

ذہنی مشہدی

صد سفر ہمراہ دی بودیم از عہد صبا	از رقیب امروز می پرسد کہ او ہمراہ کیست

رضی الدین نیشاپوری

گر بر سر من ز چرخ آتش بارد	ممکن بنود کہ دل ترا بگذارد
آخر روزی گذر کند بر دل تو	این سوختہ دل بما امیدے دارد

رضی اصفہانی

زخمی بمن نزد کہ دم تیغ برنگشت	برگشتگی بخت من از این قیاس کن

رضاے ہروی

دل جان سپردہ بسکہ طپید است در برم	من خوش بر این گمان کہ قراری گرفتہ است

میر رضی ارطمانی

باور مکن کہ از تو دل آزردہ میروم چہ دوستی است با آن سنگدل رضی دیگر	جنگ مرا چو صلح تو ہیچ اعتبار نیست چہ دشمنی است کہ با جان خویشتن داری

رضای کاشی

نیاز عاشقان معشوق را در نازمی آرد	تو سرتا پا وفاداری ترا من بیوفا کردم

سعد الدین راقم

ز آزار دل من یکسر مو کم نمی گردد	ستمگر بیوفا برگشتہ مژگانی کہ من دارم

میر محمد زمان خان راسخ

ز گلگشت چمن بیرون چو آن سرو خرامان شد	کشادہ بال قمری سر و را چاک گریبان شد

حسن بیگ رفیع

ز جور یار چہ گوییم مثل کہ بہمثیل است	بلطف او ستم روزگار می ماند

سلمان ساوجی

دعوی زہد تو آن روز مسلم دارم شکل صنوبری کہ دلش نام کردہ اند	کہ روی بر سر آن کوچہ و ہشیار آئی سلمان بیا و قد تو در بر گرفتہ است

ثنائی

افتادم را عجب شکارے چکنم سالوسم و زاہدم و لیکن در راہ	و ندر سرم افگندہ خمارے چکنم گر بوسہ دہد مرا نگارے چکنم

میر نظام الدین سنبھلی

هر ماهی که آن نامهربان یکبار پیش آید | روم از خویش و ماهی بایدم تا دل بخویش آید

سیفی بخاری

هر که دید از غم آن ماه جبین لرزم گفت | هر بلائے که ترا هست همین یکماه است
هست از دهنت درد دل هر غنچه سخنها | گلها شگفد گر بگشایند دهنها

میرزا سلیمان جابری وزیر

اگر ز دل غرض تست صبر معدوم است | و گر مراد من از تو وفاست معلوم است

حاجی فریدون شائق

مست و بیباک و دغا دشمن و خنجر بر کف | خوب می آئی اگر رحم شفاعت نکند
امشب مه دو هفته خوش با ضیاست بنگر | شائق بمال چشمے آن نازنین نباشد

میر سنجر کاشی

رو ندارم که بگویم بتو ورنه دارم | سخنے چند که بر روے تو گفتن دارد
زین حیرتم ایدل ز ساده لوحے تو | گر ز جدائی و امید زیستن داری

محسن سیری

دل محمود شد اسیر ایاز | کار خود کرد عشق بنده نواز
ز پریدن کبوتر همه تن در اضطرابم | که کجا نشسته باشد بکجا رسیده باشد

سالک قزوینی

زان لب که مرده را نفسش آب زندگیست | دشنام خشک هم بدعا گو نمی رسد

حسرت مرا گداخت کہ چون جذبۂ وفا	دست پسر گرفته بدست پدر دهد
دل سر از زلف بر نمیدارد	زین طلسم شکسته چون بستند
از پی قتل چون منی دعده چه میکنی مکن	بند قبای خویش را خاطر خود گره مزن
بعتاب لبت مشغول درمان که خواهی شد	که در هر گوشه از چشم تو افتاده است بیماری
همچو دور افتادهٔ ناگه بیار خود رسد	دست تا در گردن من کرد تیغش خون گریست
پروانه مزن لاف محبت که نداری	آن سوز که بی منت پرواز توان ساخت

میر سیادت لاهوری

چو آفتاب لب بام آخر عمر است	رسید بر سر ناخن حنای عشرت من

سرخوش

حال دلم بگوش تو غافل چسان رسید	گفتم پیام شوق تو قاصد ز خویش رفت
چشم ادا آبروے میکده ریخت	مے بکشتی نشسته مے آید

سری مشهدی

خویشتن را هیچگه بی ذوق عشقی کار نیست	از هوس پهلو خورد عشقی که مادرزاد نیست

سخنور

بتاب حوصلهٔ عاشق تو مے نازم	که جان ز جور تو بر لب رسید و هیچ نگفت

رباعی شاه بوعلی قلندر

دل کرد بسے نگاه در دفتر عشق	جز روی خوشت ندید اندر خور عشق
چندانکه رخت حسن نهد بر سر حسن	بیچاره دلم عشق نهد بر سر عشق

شاہ واقفی

نمے کز چشم ما خیزد جہان را در خطر دارد — معاذ اللہ کہ این ابر بلا طوفان انگیزد

شاہ حسین

چون نیازم در مقام ناز میدارد ترا — بر من زار از ترحم باز میدارد ترا

شریف تبریزی

دست تو چون بگردن قاتل نمیرسد — اے مرغ نیم کشتہ طپیدن چہ فائدہ

شرف جہان

شد سینہ بصد چاک زتیغ ستم او — بیرون نشد از سینہ صد چاک غم او

میر شاہی

زجہانیان ندارم بہ کسی جز از تو الفت — تو ہم از وری برائی سر بیکسی سلامت

شرف جہان

سگ کویش اگر آزرد مارا از دہی رنجم — میان ہمنشینان گفتگو بسیار میباشد

شاپور

کم کن ای شاپور از زنار زلفش گفتگو — این سخن ہا آدمی را زود کافر می کند

شانی تکلو

بکشم ناز و لیسران چکنم — طور من عاشقانہ افتادہ است

حیدر شکوئی

مزا کتش نہ باندازہ است اے محرم   بگو تبسم بسیار یار لب نکند

شفائی

صبا ر انیست بامن سینہ صافیہا از آن ترسم   کہ بوئے پیرہن در نیمہ راہ افگندہ برگردد
از در دل چو در آیند نگرد در جیب و راست   تا بالنو کر نشستہ است وفانہ نشیند
من کجا و ہوس بوسہ از آن لعل کجا   لب گزیدی و دلم در طلب جام افتاد
غافل ز خود شدیم بگوشش گہ وداع   خود را از اضطراب ہمانجا گذاشتیم
شفائی از تو تمنائی یک نگہ دارد   امیدوار بدلداری و عنایت نیست

شیخ بہاؤ الدین عاملی

مرا امید بہبودی نماندہ ای خوشا روزی   کہ میگفتم علاج این دل بیمار می باید
زاہدے بمیخانہ سرخ رو بہ مے دیدم   گفتمش مبارکباد از منے مسلمانی

کمال الدین ثنائی

دل داد و جان از آن لب شکر فشان گرفت   جان تمام داد و عوض نیم جان گرفت

شرف الدین علی پیام

جز عزیز القدر یوسف را کنے ننوشتہ است   از غرور میرزائی شوخ بے پروائے ما
غیر دو وصل کسے زہے طالع   من و ہجران یار یا قسمت
توہم بگیسوے خود گو کہ دا شود با ما   اگر مناسبت شام با غریبان است
ساختہ است آئینہ سان با خوب و زشت روزگار   دل بہر صورت کہ باشد زندگانی میکند
دوش گفتی کہ رقیب از تو شکایت دارد   ہرچہ خواہی تو بگو غیر چہ طاقت دارد

باقر کاشی

حیران خودم که از چه جنسم ۔ این ہیچ باین و آن نمانم

مرزا بیدل علیه الرحمۃ

عشق گاہے قدردان درد پیدا میکند ۔ بیستون تا حشر اگر نالد دگر فرہاد نیست

دل جمع این زمان چه امکان است ۔ ریشه گل کرد و رفت دانهٔ ما

در جیب ہر مژہ آغوش می چکد اینجا ۔ بیاکه جان تو در چشم دوستان خالیست

عنقا سر و برگیم مپرس از فقرا ہیچ ۔ عالم ہمه افسانهٔ ما دارد و ما ہیچ

نشاء گوشه دل از دیر و حرم نمیرسد ۔ سر بہزار سنگ زن ره بہم نمیرسد

ز روز در غم حسرت شب بکوی نومیدے ۔ روز آن شبم انیست طرفه زندگانی ہست

ازین عبرت سرا گفتم چه بردند آرزومندان ۔ حقیقت محرمان گفتند داغ آشنائی ہا

آنجا جواب نامهٔ عاشق دریدن است ۔ بیہوده انتظار خبر می کشیم ما

ہمه عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما ۔ چه قیامتی که نمیرسی ز کنار ما بکنار ما

رباعی

بیدل به تلاش رزق آماده به بر ۔ سگ تابع سگ نگشت و خرجا کر خر
در زمرهٔ کائنات دیدے که نه کرد ۔ این ننگ بخود قبول جز نوع بشر

رباعی

زاہدان سوے فطرت مردانند ۔ در معبد شوق نیستی فردانند
یک ره خبر از اتش کاغذ زده گیر ۔ تا سوختگان چو سبحه مے گردانند

رباعی

بیدل بسجود بندگی توام باش ۔ تا بار نفس بدوش داری خم باش

زین غرہ کہ در کارگہ طینت گشت — اللہ نمی توان شدن آدم باش

رباعی

در مذہب خود گرچہ ہمہ خر گردو کس — ناصح نشوی ببا و تر گرد و کس
اے بیخبر این قافلہ اوہام است — جائے نرسیدہ است کہ ہر گرد و کس

رباعی

بیدل اگر از عالم جودت خبر است — اظہار قناعت ز ہر بدتر ست
ساغر خورد عشرت مکن و اقبال طلب — مہمان کریم را فضولی ہنر است

رباعی

بیدل عمریست کز طلب در بدریم — در معنی تحقیق ہمان بے خبریم
صد پردہ تنگ نیستیم و چیزی نکشود — اکنون برخیز تا گریبان بدریم

شوکت بخاری

خطے کہ بیا قوت تو نظارہ پسند است — اگر دلیست کہ از آمدن خندہ بلند است
کی بود طاقت آغوش من اندام ترا — بیکدا از دو چو شکر آب نگین نام ترا
کسے می سنجد آن دندان و یاقوت لب او را — گراز شبنم بود سنگ و زبرگ گل ترازویش

خان آرزو در اول مصرعہ این بیت چنین دخل کردہ اند۔

نہ سنجد گوہر دندان و یاقوت لبش آنکس — اگراز شبنم بود سنگ و زبرگ گل ترازویش

میرزا صاحب بعد از خط کشیدن در تذکرہ مذکور بخط خاص نوشتہ اند از ہر دو صورت معنی ندارد و بر ارباب فہم روشن است کہ بہر دو صورت بدے معنی ندارد و در دخل خان آرزو ترقی معنی است

غنی بیگ قبول

بے اصل ہر کہ دید بنائے زمانہ را — آئینہ دار ساخت زیک خشت خانہ را

هیبتست در سر فکر روزی صاحب شمشیر را	باشد از ناخن کلید رزق در کف شیر را
تیغ هندی کشیده می آید	وای بر عاشقی که بی جگر است
گر به بیند رخ زیبای ترا	گل فرستد به محمد صلوات
در شیشهٔ بلور مے جان فزا قبول	هر کس که دید گفت که روح مجسم است
قبول بسکه کنی خویش را بوصلش گم	ترا نشسته به پهلوی یار نتوان دید
شیعه و سنی و ملحد نیستم	کم کسی داند که این هم مشربی است
از جهان مجنون برید دردی ز دیوانه کرد	کم کند عاقل چنین کاری که این دیوانه کرد
گفتمش میکنی به من نگهی	از سر ناز گفت باید دید
میروم از جفای ادای کاوش	در مقام ستیزه گوید باش

شیخ آیت الله ثنا

مردیم چون کنیم که باید بخلق ساخت	ما را که در غمیم تو بخود هم بر آ نیست

در تذکره خان موصوف نقطهٔ شک گذاشته اند فی الواقع در معنی این بیت شک در شعر فهمی میرزا بلا شک ۔

چه سودا ر فطرت تو راز را در سینه میداند	که از بس بدگمانی دوستی را کینه میداند

میرزا میگویند که معنی فطرت درست نمی آید و در تذکرهٔ اشرف علیخان نقطهٔ شک درین شعر کرده اند اینجا شک از فطرت میرزا صاحب بعید است ۔

شیخ محمد علی حزین علیه الرحمة

لب یاقوت او سازد خجل لعل بدخشان را	خط ریحان او در دام آرد ماه تابان را
نه آنم کز جفای عشق آسان دست بردارم	بدامان قیامت می برم چاک گریبان را
دل را به نهان خانهٔ دیدار فرستیم	این نامهٔ سربسته بدلدار فرستیم
داغی خوشی افتاد ز عشق تو بدستم	این لاله بآرایش دستار فرستیم
بجفات دل نهادم بکن آنچه می توانی	چکنم نمیتوانم ز تو احتراز کردن
هدف سینه ز من ناوک مژگان از تو	سخت جانی ز من و سستی پیمان از تو

طفلی که زمستی نشناسد سر و پا را / از بی سر و پایان چه خبر داشته باشد
ز هجران دیده ام حالی که کافر از اجل مبیند / خدا کوتاه سازد عمر ایام جدائی را
اگر از دیدهٔ ابنای زمان مستوری / خوش بیاسای که از جمله بلاها دوری
یک روش نیست جهان گذران ای غافل / خاک ره گردی اگر تاج سر فغفوری
من آن غارتگر جان می پرستم / غم جان نیست جانان می پرستم
سزد گر تو کنم عهد جوانی / که نور پیر کنعان می پرستم
من برگشته دور از کوی جانان خانه دارم / دل آنجا دلبر آنجا مدعا آنجا امید آنجا

آنجا میرزا صاحب عقل مصاحب بعد از خط کشیدن بر اشعار او ستادان در تذکرهٔ مذکور بدستخط خاص نوشته اند عجب حالیست که مؤلف تذکره شعر بلند رتبه را موقوف داشته بلکه موقوف بر نوشتن دیگران گذاشته و اشعار رتبه دار همین اند۔

سعید اشرف

فتنه گردان نرگس خونخوار اگر رو آوری / چون طبیبی کو کند بیمار را گرد آوری
چون رگ یاقوت در لعلش بود موج سخن / بسکه گردانست از حیا گفتار را گرد آوری
کوس شهرت نتوان زد ز زبان دگری / چند چون کوه بنالی ز فغان دگری
تا بکی پایه ز مردم بود دوست ز تو / نکنی دست فروشی ز دکان دگری
تاری از پیرهن طاقت ما تا باقیست / ماه من کار ندارد بکتان دگری
زبان را نیست یارائی سخن گفتن مگر گردد / طپیدنهای دل افشاگری رازیکه میدانی
بگفتا کیست اشرف اینکه می بینم سراسیمش / گرفتاری که می بینی نظربازی که میدانی
ازین چشمه ایم از انتقام ما چه می پرسی / همان چندانکه کاوی فیض باز از ما بیشتر یابی

طاهر میرزا صاحب قباحت این شعر نفهمیده اند که بلند رتبه دانسته بانتخاب نوشته اند۔

بباغ رفتی دگر دید عارض گلها / برنگ چهرهٔ مفلس ز شرم مهمان سرخ
بپستی در سر کشی دارم نهان چون گرد باد / خاکسارم گرد دم بر آسمان چون گرد باد
صد هنر دارم ولی لا فهم الشعر دلکش است / خامه در دست هنر در تیر روی ترکش است

حالتے

از چاک تنم در دل پر خون نظری کن	نظارهٔ صد بار ز من خسته تری کن
با مهر و محبت تو جفا پیشه چه دارے	رو داغ بجائے نه و خون جگری کن

سبحان الله این هر دو شعر حالتی را بلند رتبه دانسته در تذکرهٔ مذکور بخط خود نوشته اند و بر هیچو شعر رتبه دار او خط کشیده اند اینست ؎

کشیده تیغ و سر حالتے بفتراکش
خبر دهید کزین ره چنین سوار گذشت

فصل سیوم۔ در بیان اصلاح نمودن میرزای مسطور بر اشعار شعرای حال و استقبال میان نور العین واقف ساکن پٹیاله ؎

دیدم سحر ز مرغ چمن زاد در قفس	نالیدنی که زلزله افتاد در قفس

میرزا صاحب در مصرع ثانی بلفظ بیتابی تصرف نموده میفرمایند که ناله تعلق بشنیدن است نه به دیدن حالانکه شعر محسن تاثیر که از استادان ثقه و مسلم الثبوت و زباندان و از اعزا ایران است سند شعر واقف است۔

محسن تاثیر مے فرماید

اثر ناله ام آخر به قفس آتش زد	کس چنین نالهٔ مرغان گرفتار ندید

و جناب فیض مآب حضرت شمیر از خواجه حافظ نیز می فرماید

این چه شوریست که در دور قمر می بینم	همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم

و نیز باید دانست که از بیتابی مرغ زلزله در قفس لطف ندارد و اگر وطواط هم بال و پر بجنباند قفس در حرکت می آید و درینجا لطف صوکت تاثیر ناله مرغ مدعای شاعر است۔

غرت

بر سبکروحی ماکس نتواند در بست	چون هوا در همه آفاق بود خانهٔ ما

در مصرع ثانی اصلاح میرزا اینست ع

هیچو بو در همه آفاق بود خانه ما

بندۂ التماس می نماید ہر چند بوہم سکروح است لاکن در بودن ہمہ آفاق تعلق ندارد چہ حکما خلارا بسبب امتلاے ہوا محال قرار دادہ اند نہ بجہت بو شعر نامبردہ درست است و اصلاح میرزا بو نکتہ رسان و نکتہ سنجان قبیح و نادرست اگر اصلاح منظور بود کاش چنین می فرمودند۔ ع

ہیچ بو در ہمہ گلزار بود خانۂ ما

غنی بیگ

ماہ نو گرچہ رفت بر گردون	زیر جاق کمان ابروے اوست

میرزا صاحب در مصرع دوئم این شعر بجای زیر جاق زیر طاق اصلاح نمودہ اند اینجا حق بطرف میرزا محمد فاخر صاحب است چہ ازین اصلاح شعر دو لطف بیدا کرد اول آنکہ طاق مناسب ابرو ست دوئیم آنکہ مبالغہ طول قامت معشوق ہست لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم نفہمیدہ اند کہ زیر طاق اینجا معنی ندارد و اصلاح دان می داند کہ زیر جاق مصطلح محکوم و فرمان بردار شدن است حق تعالےٰ اصلاح غلط فہمی وخود بینی ایشان نماید آمین +

اشرف

مہر خور را از نواے بےمہری خواہم برید	تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید

میرزا صاحب مصرع اولین را چنین فرمودہ اند

ای بت بمہر قطعاً از تو نتوانم برید	تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید

ازین اصلاح شعر نزدیک زبان دان از پایۂ سلامت افتاد و بجہت تناسب الفاظ قطع و برید کہ لازمۂ زبان میرزا صاحب است ہرگز مزاج الشان بر حسن تکرار لفظی نرفت

میرزا خلیل

شنیدن بیشتر رفت از یاد دیدن سد فراموشم	چو می آئی ہمہ چشمم چو مے گوئی ہمہ گوشم

میرزا صاحب چنین در مصرع آخر اصلاح فرمودہ ع چو می بینی ہمہ چشمم چو می پرسی ہمہ گوشم

چون مزاج شریف ایشان بفراہم آوردن الفاظ تناسب بسیار راغب است چنانچہ در شعر بالا اشعار رفت لہذا مصرعۂ آخر را چنین اصلاح فرموده اند ع

جائیکہ چشم و گوش است بینی چرا نباشد

گو صورت معنی از صفحہ عبارت حک شود میرزا صاحب را ہیچ پروا نیست ولہ

دوستی پائدار بایستے | عہد ہا برقرار بایستے

میرزا صاحب بجائے پایدار استوار اصلاح داده اند فی الواقع باعتقاد خود خوب فہمیده اند لاکن اعتقاد جمہور اینست کہ برائے دوستی پائداری و برای ستون چوب و کمر استواری میباید زہے استواری فہمید میرزا صاحب صائب

یکدیدنش برائے ندیدن کفایت است | ہر چند روی مردم دنیا ندیدنی است

میرزا فاخر صاحب در مصرع اول چنین اصلاح نموده اند مصرعہ

یکدیدنی برائے ندیدن بود ضرور

فصاحت مصرع میرزا صاحب و مصرع اصلاحی میرزا فاخر بچشم غور ملاحظہ باید نمود کفلیت است

مولوی روم

من با تو نے گفتم کم ده دو سہ پیمانہ | من مستم و تو مستی اکنون کہ برد خانہ

میرزا صاحب بدستخط خاص مصرعۂ ثانی را در تذکرہ اشرف علیخان خط کشیده چنین اصلاح نموده اند ع

من مست و تو گشتی مست اکنون کہ برد خانہ

زہے بلاغت و فصاحت طبعان خوبی اصلاح روشن میر عقیل نامی شاعر متخلص بہ کوثری از سادات ہمدان پرہیز و محب حضرت ائمۂ اطہار علیہ السلام بود حتے کہ شاہ عباس ماضی روزے باو تکلیف شراب کرد او گفت میخورم لبسر مبارک مرتضی علے علیہ السلام شاہ فرمود لبسر من بخور آشفتہ شده گفت کہ من نخورم مگر ترا از مرتضیٰ علی دوست ترمیدارم شاہ را بسیار خوش آمد و مبلغی لعد و سیورغال برای او مقرر کرد مثنوی شیرین و فرہاد خوب گفتہ نظمش صفائی گوہر و سلاست آب کوثر دارد اشرف علی خان از ریاض الشعراء از سفینہ دستخطی شیخ محمد علی حزین این قطعہ را مع احوال در تذکرہ خود ثبت نمود

یکے شوریدہ باغی داد ترتیب
بآب دیدہ پروردی گلشں را
گہے مشاطگی کردی چمن را
گہے خاشاک چیدے بہر بلبل
چو شد آراستہ از گل بہارش
کہ ناگہ تند بادے ہمچو صرصر
چنان بگشودہ بروی دست تاراج
فلک نگذاشت جز گلہای باغش

نمودی از ریاحین زیب و ترزیب
زگلہا مژدہ دادے بلبلش را
گہے آراستی سرو و سمن را
کہ سازد آشیان در پہلوے گل
فروزان گشت طرف لالہ زارش
برآورد از کمین گاہ بلا سر
کہ گلچین را بخارے کرد محتاج
بوی آشنا گردد دماغش

اعتراض میرزا فاخر صاحب اینست ترزیب از لفظ زیب ظاہرا برآوردہ اند چنانچہ مزیب بمعنی آراستہ میگویند غافل اند کہ چون اصلش کہ زیب است لفظ فارسی است مزیب وترزیب چگونہ درست باشد چنین لغزش در کلام ناآگہان بسیار است چنانچہ مزلف و مرغن افسوس کہ رفتہ رفتہ اہل علم لاہم آگاہی بعضی اوقات نمی شود کلام ہمین تمام شد تمت کلامہ چون مؤلف تذکرہ نوشتہ کہ از بیاض دستخطی شیخ محمد علی حزین علیہ الرحمۃ والغفران نوشتہ ام در ین صورت کنایۂ ناآگاہی و بیعلمی بطرف شیخ ست میدانند کہ شیخ مذکور شخصی گذشتہ است کہ تحریر و تقریر او برائے تمام عالم سند است و لفظ ترزیب را کہ شیخ درست داشتہ بے سند نخواہد بود و اوستادان اکثر الفاظ فارسی را معرب نمودہ در اشعار خود آوردہ اند چنانکہ حکیم خاقانی علیہ الرحمۃ در تحفۃ العراقین فرمودہ خاقانے ذو النحور شد این شد خراسان دلقی اوحدی صفاہانے در تذکرہ در تعریف مولانا فیضی قلمی نمودہ کہ جمیع متاخرین حتی ملا ناعرفی ابکارہ تیغ مہند طبعان از سوہان فطرت و مصاحبت او باصلاح آمدہ باید دانست کہ ہند و ہیجا و رہند ساختہ شدہ است و ملا کوثری ہم مرد ولایت زاد عالم و زباندان ست و معہذا اہل عرب ہم اکثر الفاظ عجم را معرب نمودہ اند چنانچہ لفظ بادہ فارسی ست این را معرب نمودہ مبتی گفتہ اند و ہند را مہندس زیب را ترزیب کردن چہ نقصان دارد و ماوراے این چیزے کہ شیخ محمد علی حزین جائز داشتہ بر و خوردہ گیری مردم زیادہ از دہن است و ہمچنان مزلف کہ اصل مادہ اش زلف است بر السنۂ اہل عجم این قدر شہرت دارد کہ اصطلاح مقرر شدہ و در صحت این ہیچ شکے نیست چنانچہ دستور ولایت است و کثر نامی گویند از امیر خسرو ست

موران خط بدور رخت صف کشیده اند — صد گونه جور را زه تو بر زلف کشیده اند

وسوای این شعر ملا محمد سعید اشرف است که مرزا از زمرهٔ مفت خواران مائدهٔ سخن او خود را میداند اشرف

همچو رخسار بر زلف دلبران تازه خط — مصحفی گرمی نوشت آنهم خط خوانا نداشت

سرور خان عاقل

گواهی میدهد عالم بوحدت ذات بیچون را — که خاصیت یکی باشد ز چندین جزو معجون را

میرزا صاحب درباب معنی این شعر چنین میفرمایند که بدستخط خاص در تذکرهٔ مذکور نوشته اند چه نویسم مؤلف زاد فهمهٔ ملتجی شده که اشعار بی رتبه را خط نکشیم سخن تنشاسی کوکه سستی این بیت مرحومی را بفهماند وانیح باد تلاش در عرصهٔ ما عبارت از چنین تشبیهات بارده میگیرند مر ذات بیچون را تشبیه بمعجون داده واهل عالم را اجزای آن گفته هر چند معجون بمعنی آمیخته شده آمده اما بنا بر عرف خالی از سوء ادب نیست متتبع میفهمد این قسم تشبیهات بد مفهوم را اهل کمال در کلام نمی آرند مگر جایی که غرض تشبیه بقبیح باشد مضایقه ندارد و عجب معجون بی نشه بود علیه الرحمة والغفران نفهمید که سر رشته بکجا میکشد تنها معجون قرار دادن ذات بیچون را تعالی شانه عما یقولون محل گرفت نیست بلکه ترکیب تمام بیت بی کیفیت واقع شده کاش چنین میگفته ۵

بود آمیزشی باهم بطینت ربع مسکون را — که کیفیت یکی باشد ز چندین جزو معجون را

د اگر عالم را معجون مراد گرفته مصرعهٔ اول بمعنی ربط ندارد تمام شد کلام تمکین تمت کلامه و اعتقاد این عاصی اینست که اصلا بکنه مضمون مصنف پی نبرده اند مصنف اجزای معجون را بعالم که خلقت آنها از عناصر است مناسبت داده است و خاصیت معجون را بوحدت سخن پیش پا افتاده را نظر بکور سودای بچشم فهم ملاحظه نمیکنند و در تفضیح مصنف و مؤلف عبارت آرائی بیجا مینمایند نمیدانند که این عبارت موجب تضحیک سخن سنجی ایشان است بنا بر نافهمی خود در مصرع شاعر سوء ادب قرار داده اند و مصرعی که معنی ندارد بدولت موزون فرموده این ست مصرعه۔

بود آمیزشی باهم بطینت ربع مسکون را

بر هر ذی فهم شعور پیدا است که معنی ربع مسکون یعنی چهارم حصه حصهٔ زمین که آبادی دارد چنانچه

اہل ریاضی جاے کہ حقیقت زمین یعنی کرۂ ارضی نوشتہ اند یک ربع را مسکون نوشتہ اند لیس قطعہ زمین را باہم چہ آمیزش است بلکہ آن را باہم در طینت آمیزش است کہ ترکیب ہمہ از عناصر است و قطعہ زمین صرف عنصر خاکی است و آمیزش کثرت میخواہد و ہر چند زمین باآن معنے کہ بسیط است نوعے از کثرت دارد لاکن این کثرت باعث آمیزش کہ درینجا عبارت از فعل و انفعال است نخواہد بود و درین مقام فائدہ نخواہد بخشید باانہمہ رسائی فہم اعتراض ہای بیجا بر اساتذہ مسلم الثبوت دال بر ذکاء طبع وقاد است و لفظ معجون لعالم تفحیگ مستعمل زبان اہل ہندوستان قباحت است مغل بیچارہ چہ میداند کہ در ہندوستان قباحت است شیخ ناصر علی علی تخلص کہ از جملہ خوبان روزگار است و اکثر صاحب تذکرہ آورا آبر دے شعراے ہندوستان نوشتہ اند و میرزا معز فطرت و سرخوش و دیگرے شعراے عالمگیری و بہادر شاہی پیروی او دارند در حق او میرزای موصوف چنین میفرمایند انصاف را چہ پیش آمد چرا مانند بعضے اشعارش حکم المعنی فی بطن الشاعر پیدا کردہ منصفان را چہ شد براے چہ بصورت اکثر الفاظش ترکیب لایعنی بہم رسایندہ ہیچ نمیگویند میرزا صاحب مرحوم یعنی جناب مرزا صاحب را این حالت رسیدہ کہ مورد چنین کلمات شود۔

از ہوش ربود نمکین ہرزہ درایان
شور زغن و زاغ بلند است درین باغ
خیر است چرا اینہمہ بیہوش نشستی
اے بلبل خوش لہجہ چہ خاموش نشستی

عاصی گوید فی الواقع این بلبل خوش لہجہ سزاوار ہمین کہ با زاغ و زغن طرف نشود و در حق چنین میرزا صاحبی کہ اشعار او را میرزا فاخر صاحب خط بکشند و اصلاح نمایند ناصر علی اگر این مقطع گفتہ باشد چہ مضایقہ است ناصر علی شخصے است کہ فہمیدن شعر او کمال است ہمچشمی او کرا مجال است و میرزا صاحب مے فرمایند کہ منصفان را چہ شد کہ انصاف نمی نمایند ہرگاہ منصفان بیچارہ در حق میرزا صاحب چیزے نمی توانند گفت تا بہ ناصر علی چہ رسد ناصر علی صاحب کمال و مرد خدا رسیدہ بود میدانست کہ شخصے بعد از من در بلدۂ لکھنؤ ہم خواہد رسید کہ ز اذہان طبع مردم بہ تیغ قلم قتل خواہد ساخت بنا بر خوف اکثر اشعارش المعنی فی البطن الشاعر ست حق بجانب اوست محمد افضل سرخوش در تذکرۂ خود نوشتہ است کہ در اوائل مشق روزی فقیر با ناصر علی گفت اعزہ میگویند مسودہ اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتادہ اشعار او را بنام خود میخواند ناصر علی گفت کہ امتحان شاعر طرح غزلیست

بیائید طرح غزل بکنیم این غزل در پیش بود آب استاده است آفتاب استاده است
اول فقیر اسپ را در میدان تاخت و این مطلع را بدیهہ گفتہ خواند سرخوش

تن ز شکم تا بگردن غرق آب استاده است	سر بروے تن عیان ہمچون حباب استاده است

ناصر علی حسن مطلع ہم سایندہ جواب مدعیان را باین عبارت فی الفور ادا ساخت

اہل ہمت را بنا شد تکیہ بر بازوے کس	خیمۂ افلاک بیچوب و طناب استاده است

میرزا فاخر صاحب بدستخط خاص در تذکرہ مذکور نوشتہ اند علی ہذا القیاس مصرعہ
اول ناصر علی علیہ الرحمۃ سست افتادہ واقع شدہ اگر بجای اہل ہمت سر بلندان میگفت
ملایم افلاک بود انظر دا بنظر الانصاف باوصفی کہ موجب گفتن حسن مطلع ملاحظہ نمودہ
مصرعہ اول شعر او را سست انگاشتہ باصلاح پرداختہ حاضر جوابی او را انجاک سیہ
برابر ساختہ و بکنہ مدعا نپرداختہ کہ جواب مدعی را چہ خوبی بیان کردہ اند کہ رج ناصر علی
انظر وا بنظر الانصاف بگویید نہ محل انصاف خواستن میرزاست شیخ آیت اللہ ثنا
غزلی خوب گفتہ این ست

دل از پیالۂ قسمت عبث خروش کشد	ز درد و صاف رسد آنچہ کو خموش کشد
غمت بلذت شادیست خاصہ کامی را	کہ نیش قسمت خود نیش را بنوش کشد
نشست و خاست چو بوی گلم ز ضعف نماند	مگر نسیم کنون تا درت بدوشش کشد
چو آید از پس دیوار تنگ تنگ پاے	چراغ دار نگہ سر ز راه گوش کشد
بچار سوی غم آباد م آن کدام ہست	کہ سر بکوی فرح بخش می فروش کشد
چہ میفروش کہ حکمم اودہد بغائیہ اش	ملک ز پایۂ عرش مجید دوش کشد
چنانچہ مصرع صید می بشور شیم ثنا	کہ نفس ناتوانند کسے خموش کشد

میرزا صاحب موصوف در مصرعی کہ لفظ نیش و نوش یکجا بستہ شدہ میگویند کہ نیش
کشیدن بمعنی خوردن درین بیت واقع شدہ چرا بجاے آن زہر نگفتہ کہ زہر کشیدن
مستعمل ست وہم صنعت طباق کہ دران ست فوت نمی شود عاصی گوید مراد مصرع ثانی
آن ست کہ شاعر بدرا مثل نیک برخود گوارا میکند و کشیدن بمعنی خوردن است چنانچہ
شراب کشیدن مشہور و معروف است و شراب خوردن نیز بالفرض اگر میرزا صاحب را
در نیش خوردن بلفظ کشیدن شبہ باشد باعتبار تشبیہ بنوش توان فہمید و اعتراض دیدیم

میرزا صاحب بر این بیت آخر قطعه است

چه میفروش که حکم ارد هد بغاشیه اش — ملک زپایهٔ عرش مجید دوش کشد

میرزا صاحب در تذکرہ مذکور نوشته اند این بیت حکم المعنی فی بطن الشاعر دارد بغاشیه کشتنے مے باید تنها از لفظ غاشیه خدمت و اطاعت مفهوم نمی شود بنده میگوید سبحان الله مرتبهٔ شعر فهمی و زبان دانی تا بکجا رسیده شاعر گفته است که بغاشیه دهد غاشیه را کسے نمے خورد و نمے پوشد با لفظ کشیدن ازین احتمالات ممیز گرداند علاوه آنکه لفظ کشد در غزل ردیف استاده است باز هم غاشیه کشیدن نفهمیدن خالی از بید ماغی نیست که بسبب آن نکته این معنی رسیده نرسیده اند

ابر ساں چه از گریه بهم آمده راه — بیتو خنداں به تقنع چو شفق چند کنم

میرزا صاحب بجاے لفظ تقنع بلفظ تکلف اصلاح نموده اند این اصلاح هم کم از خوگرفتن باصلاح دادن نیست بر ماهران این فن این معنے روشن است

شیخ محمد علی حزین علیه الرحمة

میگرفتم بجانان سر راہے گاہے — او هم از لطف نهان داشت نگاهی گاهی
دو سه روز یست که وزدیده نگه دین عجب است — نه ثوابی ز من آمد نگناہے گاہے

میرزا صاحب در مصرع ثانی بجاے لفظ نهان لفظ بما اصلاح داده و مزه لطف نهانی را نجاگ برابر ساخته و در مصرع آخر حسن مطلع بجاے لفظ ثوابی لفظ خطاے بهم سایند از اصلابه مآل مصنف پے نه برده او میگوید که از دو سه روز که نگاه وزدیده است بیش ازین چه صواب از من بظهور آمد که نمیگردد حالا چه گناه از من بوقوع آمد که نگه میدزدد و این اراده شیخ علیه الرحمة از لفظ دو سه روز پید است سخن فهمے می باید که پے باراده مصنف برد ایشان لفظ گناه و خطا که بر زبان عوام یکجا مستعمل است از زبان آنها برداشته اینجا اصلاح نموده اند و مرتبه شعر را از اعلا علیین تا اسفل السافلین انداخته است

ولہ

زمرد کار دل روزگار مے لرزد — کمر چو راست کنم کوهسار می لرزد

میرزا صاحب قافیہ مصرع اولی کہ روزگار بود آنجا کوہسار اصلاح دادہ اند و قافیہ مصرع ثانی کہ کوہسار بود آنجا روزگار بر معنی فہمان کہ از لطف سخن بہرہ دارند واضح است کہ کار بر روزگار تعلق دارد و استواری کمر بکوہسار این تفہمیدہ اند ع

ہر سخن جای و ہر نکتہ مکانے دارد کو	

ولہ

کو قدر دیرین بندگی کو مزد غم پروردگی	لطفے کہ با ما میکنی با گبر و ترسا کردہ

اصلاح میرزا فاخر صاحب

کو قدر غم پروردگی کو مزد دیرین بندگی

درحق این اصلاح چہ باید گفت للمجنون فنون غرض خط کشیدن و اصلاح نمودن ہجو مستے نادان بر اشعار شیخ محمد علے حزین علیہ الرحمۃ کہ بعد از میرزا صائب ہچو شاعری زبردست نہ در ایران و نہ در توران و نہ در ہندوستان بہم سیدہ خالی از خلل دماغ نیست و ما درای این شیخ مرحوم یک اعتباری بچشم اساتذہ این فن داشت کہ آنرا بیدا کردن بسیار مشکل است و سراج الدین علی خان آرزوے مرحوم کہ او را شعرای این طبقہ کم از ابو الفضل و فیضی نمی دانند او چہ پیش برو کہ ایشان تصدیع بجا کشیدہ اند او سبحانہ تعالی بہر کاریکہ شخص را اعتبارے میدہد بے تائید الٰہے طرف او گشتن کار جہل است چرا عوض این سخن خود را بنظر فہم ملاحظہ نفرمودند کہ معترض میرزا رفیع ریختہ گو گشت فی الحقیقت این شعر میرزا مصداق اصلاح میرزا ست مکین

چو فال نامہ زمانی الضمیر خلق خبر	و ہم ولی نیم آگاہ از حقیقت خویش

چنانچہ این چند بیت از دیوان ایشان درین جا قلمے گردید فصل چہارم در بیان اشعار معترض میرزاے مذکور اعنے فاخر مکین **ولہ**

راستی من یاد دادم کجکلاہ خویش را	من گدائی خویش کردم پادشاہ خویش را

عاصی میگوید لطف از معنی این بیت پیدا نیست فرض کردم کہ عاشق را راستی یاد داد لاکن از یاد دادن راستی شاہ گدائی شود و کجکلاہی بر معشوق بر آزندہ ست دگر مراد از

لہ غالباً یہ شعر اشرف علی خان سے منسوب ہے مگر یہ میں اسی طرح لکھا ہے [illegible]

راستی کلاه است لطف ندارد وله

زن سیرتان دور جهان را صلا دهند | ساقی گرفت ساغر مرد آزمای ما

عاصی می گوید اول دعوے مردمی بر زن سیرتان ثابت نه کنند و بعد ازان بر ساغر مرد آزما صلا باینها دهند آن بیچاره ها کجا دعوے مردمان دارند و کسیکه ساغر مرد آزما بدست دارد باید که صلا باینها دهد که دعوے مردمی داشته باشند نه بزن سیرتان و لفظ آزمودن هم همین میخواهد چنانچه این شعر نظیری نیشاپوریست

کار نظیری در رضا غم خوردن و خوش بودن است | دارم می مرد آزما خوش باد شیخ و شاب را

مدعاے نظیری علیه الرحمة ازین بیت اینست که در رضاے الٰهی کار نظیری غم خوردن و خوش بودن است و همین را می مرد آزما قرار داده پس خطاب میکند بشیخ و شاب که هر دو را دعوی این معنی ست نه قسمی که میرزا گفته اند که ساقی بر ساغر مرد آزما صلا بزن سیرتان دهد زن سیرتان کجا دعوے مردمی دارند و شیخ ابو الفیض فیضی نیز همے گوید

گرد فنا شدند حریفان بزم عشق تو | بر خاک ریز جرعهٔ مرد آزماے را

حاصل معنی همین است حریفانے را که حوصله کشیدن جرعهٔ مرد آزما داشتند گرد فنا شدند یعنی در عالم نماند چنانچه بساقی می گوید که آن جرعه را بر خاک ریز غرض که نظیرے علیه الرحمة برسے مرد آزما صلا بشیخ و شاب میدهد که هر که طاقت این میداشته باشد بکشد و فیضی علیه الرحمة مے فرماید که حریفان بزم عشق گرد فنا شدند کسے نمانده که این می مرد آزما بکشد پس میرزا صاحب بچه سند بر ساغر مرد آزما زن سیرتان را صلا میدهند درین صورت بر هر اعلم و اجهل و احمق و اعقل ظاهر و هویدا و واضح و پیدا است که علم و فضل و شعر و شاعری میرزا فاخر با علم و فضل و شعر و شاعری مولانا فیضی و مولانا نظیری علیهما الرحمة نسبت ذره با آفتاب درخشان و مناسبت قطره با دریاے بیکران هم ندارد اگر زن سیرتان را قبل کشیدن ساغر مرد آزما میدانستند آن هر دو شاعر ساحر درین هر دو شعر خود ذکر سیرتان کی آوردند از براے میرزا صاحب چرا میگذاشتند که بر شاعر مرد آزما صلا بزن سیرتان میدانند بر جرعهٔ مرد آزما زن سیرتان را صلا دادن فقط سیرت میرزا صاحب است زیرا که آنچنان برعایت الفاظ می پردازند که خانمان معانی ویران می سازند چنانکه از براے مردزن آورده اند گو شعر بمعنی شود لیکن رعایت لفظ از دست نرود اعتراض

فقیر نزد مردمیدان سخن درست دہرکہ ازین سیر تے در پے معنی دانستن شعر میرزا فاخر جبل بکار برد عقل وشعور او سست است ولہ

	از مدارا اگرچہ کام دل نشد حاصل ولے		خاطر یار و دل دشمن بدست آید مرا

ارادۂ میرزا ازین بیت چنین مفہوم میشود یار چنین می خواست کہ ترک تمنا از دل کنم پس منکر مدارا کردم یعنی قبول این معنی نمودم کام دل من حاصل نشد و دشمن و یار ہر دو از ما راضی شدند لاکن عاصی مے گوید ہرگاہ خاطر یار و دل دشمن بدست آمد در حصول کام دل کدام عقدہ باقیماندہ درین صورت ہر تمنائے کہ عاشق در دل داشتہ باشد مے تواند بر آرد چنانچہ تشبیہی کاشی می گوید

بر رضاے یار تشبیہی حصول مدعاست		کام دل حاصل شود خاطر بدست آوردہ	
یار و غیر چشم من گردند با من اختلاط	ولہ	آفتاب و ذرہ در روزن بدست آید مرا	

ہر چند آفتاب و ذرہ در روزن یکجا بدست آوردن خالی از خرق عادت نیست تاہم لطف معنی سوای لف و نشر مرتب ازین شعر مفہوم و معلوم نے شود

ولہ

پا بہر جانب نہادم در شہادت گاہ عشق		از تو شمشیر و ز خود گردن بدست آمد مرا	

ارادہ میرزا چیز دیگر خواہد بود کہ بفہم ناقص میرسد و معنی تحت لفظی اینست کہ میرزا در شہادت گاہ عشق بہر جانب کہ پای نہادند در شہادت گاہ چنین پیداست کہ چندین شمشیر و چندین گردن بدست آمدند و ندانستند کہ اینجا لفظ بدست آمدن موقع نیست محل نظر آمد لست

ولہ

گرفتہ بود درین بزم چون قدح دل من		شگفتہ روے صبا شگفتہ کرد مرا	

عاصی گوید اگر در اصل قدح صورت گرفتگی میداشت گرفتگی دل را باد تشبیہہ میدادند نزد سخنوران قدح را با گل تشبیہہ است و گل را با قدح و غنچہ را با صراحی و صراحی را با غنچہ و ماورای این میرزا صاحب را برد و این استادان عبور بسیا است ظاہر اصل قدح

را بگرفتگی لبستہ دیدہ باشند و اگر این شعر با ذل راسند نوشتہ اند و حجت پندا شتند با ذل

چہ نشاط بادہ بخشد بہ من خراب بی تو		بدل گرفتہ باند قدح شراب بی تو	

مآل ازین شعر مبالغہ است یعنے با وصفیکہ قدح بہر صورت شگفتہ است تاہم بدون تو بدل گرفتہ میماند و احیانا اگر ارادہ میرزا چنین باشد گرفتہ بود دل من درین بزم و شگفتہ روے صہبا مانند قدح اورا شگفتہ ساخت درینصورت لفظ مرا بیکار است و اگر ارادہ لطرف ذات خود است یعنے شگفتہ روے صہبا چون قدح مرا شگفتہ ساخت پس دل من بیکار است ۵

بندش عجیب دارد مضمون تازہ است		این شعر نیست میت ملا دوپیازہ است

ولہ

دار د شدیم بتو بہر جا کہ ما مکین		شد مورد ہزار ملامت ورود ما	

از معنے این بیت سواے رسوائی حصول دیگر نیست چراکہ شاعر خطاب بہ معشوق میکند ہر جا کہ بتو دارد شدم مردمان ملامت نمودند و بسیار بیش کشیدند کہ چرا اورا ہمراہ بیاوردی ترا کسی چہ کند ما مشتاق او بودیم نہ مشتاق تو ولہ مکین

ز غوغای نے و مطرب بہ بزم غیر بی رولیش		رود برمن عذاب دوزخ و روز حساب امشب

اول اینکہ بہ بزم غیر رفتن چہ لازم و دیگر آنکہ در بزم غیر معشوق خواستن دور از غیرت عشق است و ہرگاہ او دران مجلس خواہد بود دیگران ہم نظارہ خواہند نمود و با او مشغول اختلاطی خواہند شد و گفتار عاشقان غیور این است چنانچہ در بیت میفرماید

غیرت از چشم برم روے تو دیدن ندہم		گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

ولہ مکین

کن پنہان زمن گردسرت گردم بگو قاصد		کہ از بہر رقیب آن مہ چہ پنہانی نوشت امشب

عاصی می گوید

بمشورہ قاصد بنوشتہ باشد کہ او اظہار نماید پرسیدن شاعر گو سواد از قاصد بیجاست اگر

پیام زبانی بقاصد می داد پرسیدن آن راه بدیہی میداشت واز مضمون نامہ قاصد کے
اطلاع میدارد کہ از وے بپرسد چنانچہ بیت اوستاد است بیت اوستاد

چون نامہ بران میروم از شہر بہ شہری | با من خبری ہست و مرا ہیچ خبر نیست

ولہ مکین

طریق اہل خرابات و خانقاہ یکیست | دو جادہ گر بہ بیابان فتادہ راہ یکیست

عاصی گوید

طریق اہل خرابات را با رسم معتکفان خانقاہ ہیچ ربط نیست مصرع اولی از لفظ طریق
مصرع ثانی را ہم ضایع ساختہ اہل خانقاہ نماز مے گذارند ساکنان خرابات شراب
میخورند و حلال و حرام شرعی بزعم اہل خانقاہ نزد ساکنان خرابات تفاوتے ندارد و اگر
میرزا صاحب قباحت این بیت را از راہ خود سری نفہمند اللہم زد ولا تنقص و باعتقاد
این عاصی اگر بجاے طریق لفظ مآل و بجاے راہ منزل مے بود راہ بدیہی داشت چنانچہ
مصدق قول ما شعر میرزا مغز فطرت علیہ الرحمۃ است فطرت

توان دید از چراغان ہای کثرت وحدت اورا | بود توحید صوری زنگ کفر آئینہ کیشان را

ولہ مکین

مردم دخون میخورم از غیرت دشنام او | جان شیرین رفت و حرف تلخ او از دل نرفت

بنائے معنی این بیت بر تناسب الفاظ شیرین و تلخ گذاشتہ اصلا بہ نیرنگی پے نبردند
کو نصیب عاشق کہ معشوق بدشنام نوازد و خون خوردن از غیرت دشنام او چہ معنی دارد
چنانچہ ہلالی گوید ہلالی

پیش تو دعا گفتم و دشنام شنیدیم | ہرگز اثری بہتر ازین نیست دعا را

فصیحی

لبے کز ناز گہ بار تبسم بر نے تابد | بخون غلطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم

مکین

کجا روم چه شوم چون کنم چسان سازم ‌‌‌ گذار من بسر کوی قاتل افتادست

در عالم عشق کوی معشوق را فوقیت بر هر دو جهان و باغ جنان است و مراد عاشق بیچاره همین است که در آنجا کشته شود ودر عالم عشق کسی که از پا گذاشتن بکوی قاتل اینهمه مضطرب شود باید که از راه دیگر بخانۂ خود تشریف برد و اینچنین عاشقی کم از بلهوسی نیست و چه شوم طرفه لفظی و عجیب عبارتی است و ازین لفظ کمال اضطرار پیدا است لازم که شاعر خود را بشکل زاغ و زغن قرار داده از مثل طیور پرواز نماید سابق این مضمون را امیر خسرو چه خوب بسته اند لیکن باین صورت

کجا روم بکه گویم چه چاره بکنم ‌‌‌ که تیر عشق مرا اندرون جان زده

در واقع هرگاه تیر عشق درون رسید عاشق کجا رود سخن خسرو درست است

مکین

همچو صبح و شفق از ذوق شهادت دل من ‌‌‌ بر سر کوی بتان تیغ و کفن را برداشت

تشبیه کفن با صبح مسلم است و تیغ تشبیه بشفق ندارد و چون شاعر را دعوی عبور بسیار است ظاهرا تشبیه تیغ به شفق دیده باشد و باعتقاد بنده تیغ خون آلوده تشبیه به شفق میتوان داد درین عبارت خون آلودگی تیغ ثابت نیست ظاهر اغلافش از مخل یا با نات سرج کرده باشد

وله مکین

در فقر و فاقه می گذرد بیتو زندگی ‌‌‌ دور از تو عمر من همه ماه صیام گشت

در ماه صیام روزه میدارند روزه را فاقه نمی توان گفت و عاشق را به بی خواب و خوری نسبت میدهند بفقر و فاقه جای دیده نشد و لفظ فقر و فاقه مستعمل بر فقر است عاشق اگر چیزی نمیخورد تاهم خون جگر میخورد ماه صیام این جا ربطی ندارد

وله مکین

دست و پای غیر را از گریه نگین کرده ام ‌‌‌ گل زدم امروز بر سر خار راه خویش را

مدعا ازین شعر چنین مفهوم میشود که بسبب ناچاری با دیدهٔ خونبار بدست و پای غیر افتاده رنگین نمودند و رقیب را که خار راه است گویا گل بر سر زدند یعنی خوشامد او نمودند لیکن در عالم عجز بپا افتادن مسلم و بر دست افتادن مسموع هیچ کس نیست پس دست چگونه رنگین شد و اینمعنے هم میتواند شد که در راه آمد و شد خود از بسکه خون گریستم و از ان راه غیر هم میگذرد دست و پاے او رنگین شد در اینصورت هم پاے غیر رنگین شدن درست و رنگین دست اینجا هم ثابت نیست مگر غیر مانند چارپایه راه رود و این روش جدا است و اگر به محاورهٔ هندی لبستہ اند ایجاد یست لانسلم

وله مکین

گرچه دارد لکنت اما حرف میگوید درست | دل شکستن خاطر آزردن نمیداند که چیست

این بیت از ان غزل است که در تمام غزل معشوق را بعالم طفلی قرار داده اند بیک نسق گفته اند بنده در مصرع اولای این بیت اعتراض دارد حرف درست گفتن را تعلق به لکنت نیست هرگاه سخن درست از زبان برآید لکنت کجا ماند و اگر مراد شاعر از لفظ درست این باشد یعنے قول و فعل او درست پس کسے را که اینمه طفل قرار داده اند و در مصرع ثانی اظهار نادانی او نموده اند که بسبب کمے سن خاطر آزردن و دل شکستن نمیداند که چیست قول و قول و فعل درست چه قسم خواهد بود و همچو مضامین را سابق برین هم استادان لبستہ اند لاکن باین صورت ؛

شاپور

طفل است و بعاشق روش ریست نداند | صد جان اگر از کس طلبد نیست نداند
دلدار نداند دل ما از دل اغیار | داند که دل است این و دل کیست نداند
شاپور به محشر چه حساب است و کتاب است | با همچو ائے که ده از بیست نداند

سو

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی که چیست | آنچه روز اول از ما بردهٔ آنرا بده

تمکین فاخر

ازکس بجود تافته ام هیچ باب رخ | ای بت تو وخدای تو از من متاب رخ

لفظ تو وخدای تو موقع این بندش بود و این لفظ مصرف گواه گرفتن است یا کسے که برکسے تہمت کاری بند دو اوچنین بگوید تو وخدا تو که این کار از من بوقوع آمده

مصرعه

ہر سخن جائے وہر نکتہ مکانے دارد

وماورائے این قباحت است که عاشق در ورسیده میگوید من از کسی در ہیچ باب روگردانیده ام تو ہم از من روگردان و شاعر ہرگز بمآل معنی خود بے نبرده ہرچه بخاطر میرسد العیاذ باللہ

فاخر تمکین

تقصیر چیست مشت مزن پنجه ام مپیچ | قربان شوم بزور ازین ناتوان مرنج

مشت زدن و پنجه پیچیدن کار پہلوان است کار معشوق ناز و ادا و غمزه خود را آرایش نمودن تادل عاشق بسیار فریفته شود وائے بر عاشقی که ناتوان باشد قوی ہیکل اگر مشغله برگردد و سخت قباحت است ہرچند پیچیدن و مشت زدن سابق شعرا بسته اند اما باین صورت چنانچه میرزا صائب گفته است ؎

دست پیچیدن و دل بردن و پنہان گشتن | ہرچه میگوئی از ان موی میان می آید

تمکین وله

شہادت از کف او بہتر است بسم اللہ | کند شروع به چیزے که بہتری داند

لفظ شروع در مصرع ثانی بیجاست کاریگه طول با نجامد لفظ شروع استعمال است درین مقام محض زائد و بیت بر کن واقع شده و آنہم بسیار بے ربطی و شہادت کاریست که بیک ضرب شمشیر وغیره می انجامد صف کشے نیست و نه باین طور که معشوق عاشق را گرفت و ہر روز بیک ضرب و یک حربه اذیت رساند مثلاً امروز به خنجر و فردا به تیر و پس فردا بشمشیر

تا شهید شود و اگر شهادت عاشق باین طور باشد لفظ شروع مضائقه ندارد به بسم الله

مکین وله

بلبل ز رشک سوخت که از شور ناله ام	هر نیش خار بر سر دیوانه روشن است
چون مجمر و سپند ز شور صفیر من	صیاد عاقل و قفس دانه روشن است

درین هر دو شعر لفظ روشن است که به معنی سوختن آورده اند جز به شمع و آتش و چراغ اطلاق روشن است که به معنی سوختن باشد نیامده و سند میخواهد اگر تشبیه شمع می بود هم مضائقه نداشت

وله مکین

نیار و تاب شوخ من هجوم عشقبازان را	شهی از کثرت خیل و حشم رنجیده را ماند

عاصی گوید کار سلطنت از کثرت خیل و حشم درست میشود شاهان بفراهم آمدن سپاهی می نازند نه که می رنجند تمثیل با مصرع اولی درست نیست

مکین وله

گر فریفتهٔ آن دو نرگس سیه ام	که چشم داغ دلم سرمه ناک میگردد

چشم سرمه ناک جای دیده نشده و به قیاس همچنین معلوم می شود که نخواهد چرا که هر جا مدعا برنگ باشد آنجا چنین الفاظ مستعمل سرمه گون و نیلگون و گلگون و میگون و لفظ ناک در مقام صفت می گویند چنانچه غمناک و نمناک و آتشناک و غضبناک و چشم سرمه آلود و سرمه سا مستعمل یافته است

وله مکین میفرماید

پاره می کرد دل از شوق گریبانے را	دست در دامن یار است چه می باید کرد

هر گاه دامن یار بدست آمد از وی پاره کردن چه لازم است و لفظ چه می باید کرد نه بجاست چنانچه نظیری می فرماید

شماری تا سحر دستم بزلف درهمی دارد	گریبانم گریبان است و دامن دامن است امشب

از معنی این شعر پیداست هرگاه دامن یا زلف معشوق بدست آید پاره کردن گریبان چه دخل دارد

ولہ

نہ طوفی چون مکین در کعبہ کوی توان کردن	نہ بوسے چون زمین بر خاکپای میتوانم زد

زمین یار امی بوسد نہ خاک یار اچرا کہ زمین خود خاک ہست درین صورت تمثیل زمین درست نیست

ولہ

شب دل از آشفتگے گیسوی او در خواب دید	صبح از بیدار بختے روی او در خواب دید

سوای الفاظ متناسب ہیچ معنے ازین مطلع بفہم ناقص عاصی پیدا نیست نتیجہ بیدار بختی این نیست کہ روے اورا نیز بخواب بیند بلکہ بایستی کہ روزانہ بظاہر ملاقات گل تمنا بچیند وگرنہ بیدار بختے را بدتر از آشفتگے دل باید دانست لازم کہ سخن سنجان بچشم دل ملاحظہ نمایند و بگوش ہوش بفہمند دیگر آنکہ مضمون این بیت علے الرغم و خلاف مضامین اوستادان سابق است ہر یکے عاشق را بہ بیخوابے نسبت دادہ است چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گفتہ است

گفتی بسی بخواب تو آیم ولے چہ سود	چون من بعمر خویش ندانم کہ خواب چیست

ونیز حضرت حافظ شیراز علیہ الرحمۃ می فرماید

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار اے دل	اقرار چیست صبوری کدام و خواب کجا

ونیز شعر دیگر از مثنوی کسے است

بگفتا وصل من در خواب دریاب	بگفتم راضیم لیکن کجا خواب

زہے نتیجہ بیدار بختی کہ عاشق تمام وسحر در خواب باشد

مکین ولہ

چون سیتی کہ بیند گوشۂ محراب را	چشم جادوئیش خم ابروی او در خواب دید

شخصے بخواب چیزے را می بیند کہ بظاہر ہم او را میتواند دید و ابروی خود بچشم خود بنظر نمی آید مگر در آئینہ پس آئینہ در شعر معائنہ نیست

مکین وله

از غبار رہ کند رم آہوے من بعد ازین | سرمہ خواہد نرگس جادو ے او در خواب دید

عجب معنی غریب است شاعر میگوید که آهوی من از غبار راه رم مینماید پس سرمه چه طور چیز یست که نرگس جادوی او بر و نگاه بکند مگر در خواب اول اینکه از غبار راه همه کس رم مینمایند تخصیص بر آهوی میرزا صاحب نیست دوم اینکه از نیمعنی غبار راه بر سرمه ترجیح یافته است چرا که شاعر میگوید هرگاه از غبار راه آهوی من رم مینماید پس سرمه را چه رتبه است سوای این لطف دیگر ندارد

مکین وله

از نزاکت مہ بروش می نماید چون کلف | خیرہ چشمی گر رخ نیکوی او در خواب دید

اینجا لفظ نزاکت نیز بیکار است اگر کسے ثبوت نزاکت برپا کرده باشد لفظ نزاکت اینجا هم راه بدیهی داشت ماه را تعلق بنور و ضیا و تجلی است و در مصرع ثانی معلوم نیست که خیره چشمی نزدیک خود چه چیز را قرار داده اند در السنه عجم خیره چشم آنرا گویند که در چشم او حیا نباشد پس درین صورت این مضمون هجو رخ معشوق است

مکین وله

در خیال باغ خلد و شاخ طوبی شیخ خفت | کوی او را با قد دلجوے او در خواب دید

چیزی را که بذات انسان تعلق داشته باشد یا همجنس او باشد او را آن چیز بخواب میتواند دید اگر کسے بگوید فلانے را با لباس تکلف یا بحال تباه یا زید را با عمرو بخواب دیدم درست است و ازین قبیل میتوان گفت لیکن کوی را یا دروازه را یا حویلی را با قد کسی ندیده باشد کوی با قد دیدن مضمون تازه است سند میخواهد

مکین وله

از نگه نازش روان سیل عرق از شرم شد | رود نیل آخر نمود اعجاز یوسف چاه را

عرق شرم را بیشتر بجبین نسبت است یا برخسار و عرق از زنخدان جوش زدن ظاہرا مسموع ہیچکس نباشد چنانچہ شعر اوستاد ست ؎

تا بر جبین او عرق شرم جوش کرد | آئینہ را ز کان جواہر فروش کرد

و شعر میرزا صاحب میرزا بیدل نیز ؎

نشبنم صبح این گلستان نشاند جوش بہار خود را | عرق چو سیلاب از جبین رفت و ماند ہم کار خود را

تمکین ولہ

تا شود رامم ہزاران حیلہ و فن میکنم | آنچہ می باید کہ او با من کند من میکنم

معشوق را با حیلہ و فن کار نیست کار او ناز و ادا و عشوہ است و میرزا صاحب قباحت ہا با فہم سے فرمایند ع آنچہ می باید کہ او با من کند من می کنم او را چہ ضرورست کہ ناز و عشوہ را گذاشتہ حیلہ و فن برای ملاقات ایشان نماید میرزا کار او را اینجا بر خود گرفتہ اند خیابان شان ایشان نبود۔

تمکین ولہ

مرا دل در بر دارد بلی صحبت اثر دارد | غم خونین جگر دارد بلی صحبت اثر دارد

اثر صحبت با مصرع ثانی ربط ندارد و غم جگر خون کن است و جگر غم خون کن نیست

تمکین ولہ

یافتم عشر عشیر درد خود | محنت ایوب کردم امتحان

با یوب نسبت محنت مسموع نیست سند می خواہد اگر نسبت بکوہکن میدادند مربوط مے بود صبر ایوب مشہور است

تمکین ولہ

در سینہ غم آلودہ چرا ماند دل من | ناپاک ز آتشکدہ کی پاک بر آید

غم و دل ہر دو تعلق بہ ناپاکے ندارند فرض کردم کہ ہر دو حکم زہر قاتل دارند تاہم

کسے دل و غم را ناپاک ننوشته

تمکین وله

در محبت بدعا گریه اثر داد مرا — زهد خشک اینچه و هد دامن تر داد مرا

زهد خشک کجا اثر دارد و چه میدهد که ایشان تمثیل داده فقط به تناسب لفظ تر زهد خشک را یاد فرموده بلکه زهد خشک زهر است چنانچه شعر اوستاد است ؎

بجاے چوب دری مانست زهد خشک عفتی را — مبین زنهار این تقوی شعاران ریائی را

؎

حلال است بر لفظ گشتن حلال — نه چندانکه معنے شود پایمال

تمکین وله

زنهار بآن طرهٔ جادو ندهی دل — کز دوش تو هم مار چو ضحاک بر آید

از عبارت این شعر پیدا است که ظاهرا ضحاک به جادوی کسی دل داده بود که بعلت او مار از دوش او بر آمد قطع نظر از شعر و شاعری نیز تا نام خدا مو رخ بے بدل اند ضحاک کے بطره جادوی مهوشان دل داده بود که علت مار بر آمدن باشد و مشهور است که شیطان بر کتف او بوسه داده که این بلا برو نازل شد تمثیل نزد آگاهان سخن درست نیست و این مضمون را پیش ازین شاه طول صاحب سلمه ربه بخوبی بسته اند ؎

گر د مشاطه بزلف تو گر شوخی ها — مارش از شانه چو ضحاک برون می آید

تمکین وله

آنکه کارش بغم عشق جگر خوار افتد — هر نفس خیزد و از ضعف نگونسار فتد

در غم عشق از ضعف افتادن مسلم لاکن علت نگونسار افتادن بعید از رای ناقص فقیر است و این مضمون را ابوالقاسم خان قاسم تخلص بسیار بخوبی بسته است ؎

کارم اینست بگوئی تو که چون سایه ز ضعف — گه بخاک افتم و گه تکیه بدیوار کنم

تمکین وله

نیست ممکن که رود از سر کویش بیرون — بر سر عاشق او گر در و دیوار افتد

در و دیوار بر هر که بیفتد حرکت نمی تواند کرد موقوف بر عاشق نیست و مدعای میرزا نیست کہ
در و دیوار مشرف بافتادن باشد تاهم عاشق خدر نکند این معنی از بندش این شعر پیدا نیست

تمکین وله

آنرا که با زبان دراز آفریده اند — گویا چو شمع بهر گداز آفریده اند

به تناسب شمع لفظ زباندرازی و گدازگی آورده اند لاکن بخاطر ایشان نرسید زباندراز
آن را میگویند که کسی سخن زیاده از دهن خود بر آرد و کسے را که بهر گداز آفریده باشند
او را چه نسبت با زبان درازی او را چه نسبت حرفے از دهن او همچنین بر نمی آید که موجب
رنجش دل کسی باشد پس درازی زبان را با گدازگے دل چه نسبت گو این هر دو بشمع تعلق
داشته باشند و استادان زباندرازی شمع را باین قسم می بندند

بپای شمع شنیدم ز قیچی فولاد — زبان دراز سر خویش میدهد برباد

تمکین وله

نرگس از چشم گل افتاد ز سیم و زر خویش — طالب سیم و زر از غنچه دهن نتوان شد

افتادن نرگس از چشم گل ثابت نیست و اگر نرگس را بعلت سیم و زر از چشم گل افتاده
مے فرمایند گل هم ازین علت خالی نیست چنانچه زر ورد مشهور و معروف است و نرگس
در مرتبهٔ خود هیچ کم از گل نیست اگر گل را بر خسار معشوق نسبت است نرگس را به چشم هر چند
ادعا هم در فن شعر درست است تاهم اندکے راه بدیهی داشته باشد ارباب سخن قسمی که ادعا
در فن شعر قرار داده اند از و این معنی بیگانه و جدا است و سخن رس مے فهمد لو لو

تمکین وله

شمع را گر آتش بیگانه می سوزد تمکین — از گداز خویش باشد احتراق ما هنوز

اول اینکه آتش بیگانہ مسموع نیست دوم اینکہ لفظ ہنوز در مصرع ثانی پر بیکار است

مکین ولہ

خورد سال من نماند ہم مہجوری ہنوز ٭ یکدم از طفلے ندارد طاقت دوری ہنوز

شاعر این مضمون را ظاہر از بانی دایۂ طفل بستہ است و ماورای این لطف دیگر از زمین عبارت مفہوم و معلوم نمی شود

مکین ولہ

لعل جان بخش بتان را نفرت از خط لازم است ٭ نیست عیسیٰ را ز استغنا بسوزن اختلاط

شاعر لعل جان بخش بتان را عیسیٰ و نمود خط را سوزن قرار دادہ میگوید کہ چنانچہ عیسےٰ را بسوزن اختلاط نیست باید کہ لعل جان بخش بتان را ہم نفرت از خط باشد عاصی گوید تمثیل غلط است عیسیٰ از تمام مال دنیا بسوزن و رشتہ اختلاط داشت کہ ہمراہ خود برد چنانچہ تمام شعرا عیسیٰ را بسوزن و رشتہ نسبت کردہ اند

مکین ولہ

ز سا ماتی کہ دارد شمع باشد این سخن روشن ٭ کہ من از درد سر در عالم اسباب میگریم

عالم اسباب مانع دفن نیست ہر سری را کہ درد گرفت گو عالم اسباب باشد میگرید این معنی موقوف بر تمثیل شمع نبود و اگر ارادہ شاعر اینست کہ من از درد سر عالم اسباب میگریم پس لفظ در کہ بمصرعہ ثانی ست سبب این معنی مفہوم و معلوم نمے شود

مکین ولہ

دی ہر کہ بود با تو بہ من یار و آشنا ٭ امروز بتو دشمن و بیگانہ دیدہ ام

ازین بیت مفہوم مے شود کہ میلہ و آشنا منافی او بہ میرزا مربوط بودند و قتیکہ او را ہم صحبت میرزا اندیدند ہمہ کس از ایشان رو گردانیدند این شعر چہ لطف دارد کہ شاعر اوقات ضائع نمودہ

تمکین وله

زنجیر زلف یار گرفتند مرا بدست | خاقان ز چین همیشه فرستد خراج من

خراج بزور شمشیر بدست می آید نه بزنجیر زلف معشوق کاش چنین میگفتند که اگر تیغ ابروے یار بدست من ے بود خراج از خاقان میگرفتم چون شاعر بزنجیر زلف در مصرع اول سری کشیده برای تناسب خاقان چین را در مصرع ثانی تقدیع داده در عایت زنجیر بگردنش افتاده چرا عوض این فیل چین را یاد نفرموده که از حق تناسب هر دو دامی شد سخن فهم معنی یاب را باید که بعد از استماع این بیت زنجیر در نشاط زده عمل براین آیهٔ کلام شریف نماید فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا

تمکین وله

این سیه روز رقیب است که می آید باز | این همان بچهٔ زاغ است که می بینی تو

درین بیت بجز تناسب لفظ باز و زاغ معنی دیگر پیدا نیست اگر لفظ میر شکار هم ے بود باعتقاد شاعر شعر ترقی میکرد

تمکین وله

از آفت و از بلا فزونے | نے نے غلطم برابری تو

این قسم معنی شعر را ترقی معکوس میگویند در مصرع اول معشوق را از آفت و بلا افزون قرار داده اند و در مصرع ثانی برابر گفته بعید از گفتگوی شاعرانه است

تمکین وله

تا صبح بہ غیر شب افسانہ شنیدی | در خواب شدی چون سخن خانہ شنیدی

معنے مصرع ثانی معلوم نشد که مدعاے شاعر از شنیدن سخن خانہ چیست ؛

وله

دل افسردگان از شور محشر کی بدر آید | قیامت را نباشد کار با موتای بیدردے

قیامت را با اہل ورد و بیدرو ہر دو کار ہست ایشان تخصیص کردہ کہ قیامت را با موتا سے بیدردی کار نیست از چہ روست

ولہ

آخر ندانم تا کجا ای طفل خو بازی کنان | گہ پانہی بر بسملی گہ سے سرے بر بسملے

پا نہادن قاتل بر بسمل از راہ شوخی و طنازی مسلم لاکن سر بر بسمل نہادن مسموع نیست و معشوقے کہ این ہمہ طفل مزاج باشد کہ پا از سر نہ شناسد قاتل شدن بر و اثبات سے شود

ہمین ولہ

خون شد دلم از فکر کہ چون دوش نشستے | از بہر چہ سر بردہ در آغوش نشستے

در عالم فکر و اندوہ سر بگریبان و سر بجیب و سر بزانو مستعمل السنہ است سر در آغوش مسموع نیست سندمی خواہد لو

ہمین ولہ

تا قبا جامۂ رسوائے خود کرد ہمین | نے کشند خصم گریبان و نہ دشمن دامن

دشمن گریبان گیر و دامن گیر است و دامن کشے از راہ دوستی است چنانچہ شعر استاد موجود است

سہ

شور مرغان چمن دامن پرواز کشید | ورنہ ما را ہوس دیدن گلزار نبود

پس باید فہمید کہ شور مرغان چمن کہ دامن پرواز ہم جنس خود را کشید از راہ دوستی است یا دشمنی و نیز گواہ آنکی مطلع ہمین غزل است

ہمین ولہ

گر بود دست رسے می کشمت من دامن | گوہر اشک بپا ریختہ دامن دامن

پس ازین مطلع خود انصاف نمایند کہ کشیدن دامن دال بر دوستی است یا دشمنی و این سخن مستعمل

زبانہاست چنین آزار بکسے نباید رسانید کہ روز محشر دامنگیر من شود اگر بجاے دشمن دوست
می بود معنی مصرع ثانی با مصرع اولے مربوط میشد و براے مراعات قافیہ شعر بے ربط نباید گفت

ولہ

صیاد ما بہ پردہ گرفت ست کار خویش	گسترد دام و زلف رسا را بہانہ ساخت

عاشق را بخوبی زلف کردن لطف است و در دام ہر جانوری را صیاد اسیر میکند و نہ ہی معشوق کہ صید را بدام گرفتار بکند و بہانۂ زلف نماید درین صورت ترجیح دام بر زلف است و لطف زلف پائمال است معشوق را باید کہ بزلف گرفتار سازد و بہانہ دام نماید و اگر ارادہ شاعر ازین شعر اینست کہ از زلف صید را گرفتہ است و دام را بہانہ نمودہ این معنی ازین لفظ بر نمے آید

ہمین ولہ

رندان چو گوش حرف مؤذن نمی کنند	فریاد کرد و حی علی را بہانہ ساخت

موذن بیچارہ برندان چہ چیز میگوید کہ حرف او گوش نمی کنند این کار تعلق بناصح یا بواعظ دارد و ازین عبارت اینمعنی بر نمی آید کہ موذن بشور و فریاد در حق رندان ناسزا میگوید ہرگاہ آنہا کنگ گرفتہ در پے او می شوند او بہانہ حے علی الصلوٰۃ میکند

ولہ

نمیدانم چہ نیرنگ و فسون کرد آن حبیب امشب	کہ یکسو مدعی می نالد و یکسو رقیب امشب

معلوم نمی شود کہ در عالم عشق مدعی کیست و رقیب کدام است

ہمین ولہ

گرم مے جوشد بغیر افسردہ خاطر از منست	ہر نفس نیرنگ او رنگ دگر سوزد مرا

معشوق را اسر دمہر گفتہ اند و لفظ افسردگی خاطر بمعشوق نمی زیبد افسردہ خاطر عاشق است
و افسردگی خاطر بہ معشوق مسلم اینجا لفظ افسردہ بہ تناسب گرم جوشیدن آوردہ اند کہ معنی [illegible]

مکین وله

چه جای غیر هر کس عشق آن شیرین پسر دارد | پدر ناشاد ازین رسوائی مادرزاد خواهد رفت

اراده شاعر ازین بیت این ست قطع نظر از غیر اگر پدر او بر و عاشق شود آنهم ازین سوائی مادرزاد از دنیا ناشاد خواهد رفت لاکن معشوق را کسی رسوائی مادرزاد نگفته و رسوائی روز تولد بطفل تعلق ندارد مگر حرام زاده باشد این بیت سوای تفضیح معشوق خوبی دیگر ندارد

مکین وله

یکبار روی غیر نگاہے کہ دیدہ است | از چشم پاک حور و ملک قابل تو نیست

معنی این شعر مفهوم نمیشود شرح آن باید نوشت تا بفهم رسد

فصل پنجم۔ دربیان اشعار معترض میرزای موی الیه که بنده موافق فهم خود دران دخل نموده است

مکین وله

دانم که دل از لاله بیاد تو ز خود رفت | هم رنگ به بوی تو اگر هست وگر نیست

هست و نیست چه دخل دارد البته نیست چگونه رنگ لاله مانا بوی معشوق باشد اگر شاعر ماهر مے بود این مضمون را این قسم می بست اصلاح

از دیدن گل رفت بیاد تو ز خود دل | هم رنگ بروے تو اگر هست وگر نیست

مکین وله

بسکه بے نام و نشان و بیکسم ترسم مکین | همچنان افتاده بگذارند روز محشرم

عاصی گوید که این مقام شادی است که کسی بروز حشر نپرسد نه محل ترس است چراکه از بزرگان روز محشر خوف باز پرس است چنانچه اوستاد میگوید

بروز حشر نعانی ز باز پرس مترس | تو بیکسی و غریبے ترا کہ مے پرسد

و باعتقاد اگر چنین مے گفتند شعر درست مے شد اصلاح

بسکه بے نام و نشان و بیکسم شادم مکین | همچنان افتاده بگذارند روز محشرم

تمکین وله

اگر گیرد فلک دستش عجب دارم که برخیزد ‖ بهر بستر مریض نرگس بیمار یار افتد

دستگیری فلک به مردم بیمار چه نسبت دارد و در دستگیری مسیحا لطف دیگر است که تعلق به نبض هم دارد درین صورت برائے مصرع ثانی اولے چنین مے باید اصلاح

مسیح ار دست او گیرد عجب دارم که برخیزد ‖ بهر بستر مریض نرگس بیمار یار افتد

تمکین

بر لب گره از بیم تو دل صد گله دارد ‖ این خسته ندانیم چقدر حوصله دارد

عاصی گوید اگر گله و شکوه بر لب از ترس و بیم گره شود او را وسعت حوصله دل نمیتوان گفت بلکه بنا بر خوف جان خواهد بود حوصله آنجا کار میکند شخصے که بقوت و قدرت به همه چیز قادر باشد و از شخص ضعیف حرف پست و بلند نشود چیزے بگوید وقتی که پاے بیم بمیان آمد حوصله کجا ماند باعتقاد بنده بجاے بیم اگر لفظ خوے مے بود شعر درست می شود لازم بود که این قسم مے گفتند اصلاح

بر لب گره از خوے تو دل صد گره دارد ‖ این خسته ندانم چه قدر حوصله دارد

تمکین

بمهر آخر شفیع خویش کردی قاتل خود را ‖ تمکین مریخ را ناهید کردن از تو می آید

عاصی گوید میان قاتل و مقتول شفاعت کننده شخصی دیگر باید تا شافع او باشد و شاعر همان قاتل را شفیع قرار داده این خود از آئین سخنوری دور است و ما در اے این اوستاد بنظر اند که ترک فلک را رقاصه ساخته اند قطع نظر ازین اگر ترک فلک ناهید شد صفت رقاصی در دپیدا گردید نه صفت شفاعت میبایستے که این مضمون این قسم می بستند اصلاح

به مهر خویشتن سرگرم کردی قاتل خود را ‖ تمکین مریخ را خورشید کردن از تو می آید

مکین

شب بخواہم چو رخ آن دلبر عیار نمود
بخت خوابیدہ بر رشک آمد و بیدار نمود

عاصی گوید در مصرع ثانی لفظ رشک بے جاست بخت خوابیدہ عاشق او نیست کہ بر وصل او رشک برد و کار بخت خوابیدہ ہمین است کہ بر خلاف مدعاے عاشق کار کند نہ بر حصول مطلبش رشک برد باعتقاد عاصی این مصرع ثانی بہتر از وست **اصلاح**

شب بخواہم چو رخ آن دلبر عیار نمود
بخت خوابیدہ سراپا زدہ بیدار نمود

براے بیدار ساختن سر و پا زدن مناسب است چنانچہ شعر استاد است

در ہمہ شہر یکے فتنۂ خوابیدہ نماند
کہ سراپا زدہ مژگان تو بیدار نکرد

مکین

این زمان دم از محبت میزند آن بیوفا
ظلم چرخ دون و جور طالع واژون گذشت

ہر دو مصرع محتاج دو مصرع دیگر اند موافق مصرع اولے مصرع ثانی چنین می باید **اصلاح**

این زمان دم از محبت میزند آن بے وفا
گشت چون ریش از خط و آنہم تمدد بر من گذشت

و مطابق مصرع دوم مصرع اولے چنین می بایست **اصلاح**

شکر ایزد را کہ یار از دوستی دم می زند
ظلم چرخ دون و جور طالع واژون گذشت

رباعی مکین

در خدمت شاہ عالم و عالمیان
برخاک فتد ز خاکساری سایہ
بنشست اگر مکین مزن طعنہ بر آن
ناچار بہ پیش آفتاب تابان

افتادن سایہ پیش آفتاب اختراع تازہ است نفہمیدہ اند کہ نور و ظلمت باہم نقیض اند چنانچہ حافظ مے گوید

آفتاب از روے او شد در حجاب
سایہ را باشد حجاب از آفتاب

و نیز شعر عرفی است کہ در ملح گفتہ **عرفی**

روے بار وی رو و سایۂ او با خورشید
چشم با چشم کند پایۂ او جنب زحل

سخن رس می فہمد چیز محال را در عالم مبالغہ منقبت و مدح می آرند اگر سایہ را پیش آفتاب جا می بود معنی این شعر برائے ممدوح چہ لطف و خوبی داشت ظاہرا میرزا فاخر مکین این شعر را دیدہ سایہ پیش آفتاب انداختہ اند و حرفے می گوید ؎

سراسر آفتاب عشق تا پیدا است عالم را ۔ تو فکر سایہ کن اول پس آنگہ سائبان پیدا

موافق فہم بندہ برای مصرع آخر رباعی این مصرع مربوط است اصلاح

این خاک نشین نشستہ ہمچون پرتو ۔ ناچار بہ پیش آفتاب تابان

غرض از نوشتن این اشعار خدا نخواستہ عداوت بہ مصنف منظور نیست بلکہ مدعا تربیت خود است اگر حق تعالی توفیق مطالعہ این اشعار بہ سخن سنجان دہد درین امر رائے بندہ بر خطا باشد ازان اطلاع بخشند تا متنبہ شوم و اگر بر صواب است باید کہ نومشقان سخن بہ پیروی ایشان خامہ و زبان را آلودہ مرکب نسازند و ایشان را نیز از خط کشیدن و اصلاح نمودن بر اشعار استادان مسلم الثبوت پای عداوت بکسی نخواہد بود بلکہ مرکوز خاطر ہمین قدر باشد کہ مردمان اوستاد او ستادان مسلم الثبوت نداانند و سابق برین کسانیکہ بدرجہ اوستادی رسیدہ اند عمر عزیز را بہ عیب جوی خود صرف نمودہ اند بہ نکتہ چینیکہ دیگران چنانچہ بندہ ہم از چہل و پنج سال اوقات خود را در فن ریختہ ضایع ساختہ است و ہنوز سخن خود را بعضی جا ہا زپایہ اعتراض بیرون نیافتہ کسان را کہ درین فن مسلم الثبوت میدانند بامید حصول فائدہ زانوے ادب تہ کردہ پیش آنہا می نشینند بلکہ نومشق ہم اگر دخل بجا در شعر این عاصی نمودہ است مسلم داشتہ و ماورای این مرتبہ سخن ہمرگز نمیرسد و در فن شعر و سخن عبارات رنگین بوستان بے خزان است و الفاظ مناسب نہالان اند بشرطیکہ بقرا این در گل زمین شعر بنشانند و معنے برجستہ ثمر شیرین آن باغ است و زمزمہ طراز دران حدیقہ بلبل طبیعت است و بنظر غور ملاحظہ نمودن بدان مانند قسمے کہ باغبان سبزہ بیگانہ را از خیابان کندیدہ بیرون باغ اندازد و بے این سخن موزون گفتن بہ طوطی وارکہ حق اللہ و پاک ذات اللہ میگوید و نمی داند کہ حق اللہ کدام است و پاک ذات اللہ کرا مے گویند چنانچہ شعر میرزا بیدل علیہ الرحمۃ است ؎

جہان آئینہ وہم است داین طوطی نژادانش ۔ نفس پرواز تقریر اند و سے گویند الہی

دحال این دو شعر کہ یکے از میرزا است و یکے از بندہ موافق این مقال است

مکین

شادیم ز دیدار به پیغام تو گویا
برخاستی از دیده و در گوش نشستی

شعر عاصی

عمد پیام را تو به بوی شکسته
برخاستی ز گوش و به بینی نشسته

پس باید فهمید که به تناسب دیدار لفظ دیده آورده اند و به نسبت پیام گوش اگرچه مراعات نسبت مسلم است لاکن دخل معنی درین بیت دو و را از فهم سخن سنجان است و شعر بنده عاصی نیز علی هذا القیاس شاید بجهت تتبع اوستاد حسن قبول یابد و در محاوره اوستادان سلف چنان است که معشوق را بسر و چشم و دل جا میدهند و بگوش و بینی اختراع تازه است چنانچه شعر حضرت سعدی علیہ الرحمۃ است

گر بر سر و چشم من نشینی
نازت بکشم که نازنینی

تمت

سبیل ہدایت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بلیغی که عندلیب طبع یک گل پژمردهٔ چمن ابداع اوست و طاؤس نظر یک گلدستهٔ پریده رنگ باغ اختراع او طوطی شکرخای ناطقه در محاذی آئینهٔ عرائس معانی سرگرم ادای دلکشای و ساغر تفکر را بوی جرعه تحقیقش دماغ آسمان پیمای شور عشق یک نمکدان خوان کرم و شیرینی شکرخواب راحت مضامین یک انگشت از مائدهٔ نعم قادری که عقل کل یک پروانه پرتوه شمع مجالش قهاری که معلم الملکوت شرر جهیدهٔ مجمر جلالش بهشت یک گل بیرون ماندهٔ دیوار گلزار مهرش سقر یک گرم دود لیست برخاسته از مطبخ قهرش محیطی که دریای بیکران فیضان باین موج زنی قطرهٔ الیست از قلزم اسرارش جبلی که حرکات خیالات دو عالم مشتاق یک جلوهٔ دیدارش کاتب حکمش نوشتن دیباچهٔ نون کن ناتمام گذاشته و دورهٔ افلاک دم گرد خاک سرانجام ساخت کجا بزبان کوتاه بلبلان خوگرفته قفس مینوائی بشکر ادای شمهٔ از ان تواند پرداخت بهتر است که لذت بکام و زبان رسانم در نعت سید العالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سروری که معراج یک پایهٔ بلندی ایوان قدرت اوست مقالهٔ انا رتبک الاعلی در شان

و عظمت اوست انگشت قمر شگافش معجز رسای ید بیضای کلیم را چهار انگشت بیشمار دودم
جان بخش هزار عیسی را قالب بی روح می پندارد از ان روز که آفتاب ظهورش برین خاکدان
تابیده معاشر انبیا را چنان چشم و چراغ نکرده که در خیال خواب تصور چشم برهم زدن بخاطر
گذرد آمی لقبی که از ازل تا ابد گوشهٔ دبستان ابجد خوان او سر دفتر قضا و قدر غلامان جاروبکش
درگاهش تقدیر و اجل دو پیادهٔ خبرگیران سپاهش نکته خاک گردی ست دور ماندهٔ از قدم
رهروان جویای وادی کهنه مفاتش نگار قطرهٔ عرق چکیده از پیشانی بیرون از آتش هوا نفسی ست
که در باد آن سرمایهٔ دم و هوشش ایجاد دوستانش بالا کشیدهٔ آتش گرمیست از آبله آبله پایان
صحرای شوقش که والله اعلم بمطلب رسیده اند یا نه رسیده اند صلی الله علیه النبی ما دامت الارض
والسماء فی منقبت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیه الصلوة والسلام بهار تری و بد هوش
خرامی قلم بمنقبت ساقی الست که از سبب او نشئه کرمنا آدم بمیخانهٔ حقیقت انسانی رسیده
نگاه ہی ابصار موج پیمانه او و ہای ہو نفسهای قلقل مینای مستانهٔ او خورشید خشتی ست
بر تافتهٔ خم کیفیت هوش ایمان تخشیعن نه سپهر دردی کش جام جان بخشش دو عالم جرعه نوش
جام وحدت آشنائیش طرنگهای باده خیالات سرخوشیست از ساغر هوش ربائیش ساغر گل
امید کونین متوقع قطره در ماندهٔ از جام مستانهٔ او و بلبل عالم علم لبطون بی وقفه بحسن طلب
مدح خوان او صلواة الله علیه مع آله و اولاده دائما ابدا فی مدح التکلم والکلام ای
طبع اگر اثر کلام میخواهی انصاف را از دست مده و بیا بوصف سلطان المعانی نهنگ
بحر سخندانی ابلغ البلغا و افصح الفصحا میرزا محمد رفیع سودا که حالا اقلیم سخن بانصاف زیر نگین
حکم ایشان ست و کلام ایشان منصفان عالم را عزیز تر از جان ست علی الخصوص شرح این مرثیه
وسلام که مسمی بسبیل هدایت ست تحفهٔ بر بلاغت روزگار هنرمند محض از برای تربیت اہل صحبت
نه برای مخالفت سرانجام شده متفق علیه بلبل طبع منصفان عالم توصیفش نغمه سراست خیر یعنی
مضمونش اگر مورچه از کاغذ پیدا کند رواست فنون بلاغتش کر را چون گل سراپا گوش
گرداند شکر خوایی معنیش هر کس را از ملاحظه بیهوش سازد از مطلعش مطلع آفتاب پامال حیرت
میشود اگر اثر تسجیع الفاظش بر خاک مرده بگویند هماندم قیامت میشود هر مصرعش چون سرو
آزادیست از خلل سنگ بی انصافان هر بیتش باج گیرنده از بیت ابروی خوبان بر بیاض
بین السطورش واکرده صبح صادق و مقابله دو مصرع مقابل طاق ابروی مهوشان عاشق

دوبیتش رشک چہار ابروی دلبران و باہر حرفش اعجاز عیسی توامان غرض از مطلع تا مقطع چون
زلف دلربا خوشنما و شہباز مدعا ہر حرفش آسمان پیما سزا است اگر مستمعان این از صدف در
شہوار خراج گیرند و چشم ببیندگانش از قبیلۂ لیلی باج ستانند بہر کیف ہرگاہ این شرح مرثیہ
وسلام نزد احقر رسید بنظر دشمنی درپے تلاش جواب شدم برہر حرفش بسیار دو چراغ را ضائع
ساختم غیر از بے جوابی نیافتم لیکن محل استعجاب ست کہ من کلام میر محمد تقی صاحب را بسیار
بحسن بلاغت دیدہ ام و شنیدہ ام و این مرثیہ وسلام ہم از جملہ کلام ایشان ست چنانچہ
میرزا صاحب موصوف بدستخط ایشان دارند و پیش من ہم رسیدہ است بیان واقع کہ
این مرثیہ وسلام قابل شرح ست و جای دریافت فہم دانا ست کہ چنین کلام ناقص از کجا برخزد

سبیل ہدایت

میر صاحب مرے کرم فرما　مبدء عقل و کان فہم و ذکا
عرض رکھتا ہون اے کرم گستر　اعتراضی سے پر مجھے ہے ڈر
کھول سکتا نہین مین اپنے لب　اس سبب سے کہ ہے یہ جاے ادب
جو سخن آپ کی زبان سے سنا　کچھ نہ بولا سواے آمنّا
لیکن اب آپ سے کہی اک عرض　کرنی مجھکو ہوئی ہین واجب و فرض
آپ کے ہوتے جب کیے حضور　مرثیہ کہنے کا ہوا مذکور
وان یہ بولی زبان سحر طراز　حق مین اس بے زبان کے بندہ نواز
ریختے کی جو وہ کہی ہے غزل　لفظ و معنی مین اسکے کم ہے خلل
مرثیون کے سنے جو کتنے بند　بندش اُنکی نہ آوے اپنے پسند
معنی اُنکے تب آوین فہم کے ہاتھ　شرح لکھدے جو مرثیے کے ساتھ
جب بتکرار مین سنے یہ سخن　دلمین گذرا کہ مرثیے کا فن
ہوئیگا فن شعر سے باہر　میر کی گفتگو سے ہے دال اُس پر
اسکا آگاہ جو کوئی ہو خوب　سیکھیے اُس سے کہنے کا اسلوب
ماہر اس فن کے جب کیے مین غور　دل مین ہمتا کوئی نہ ٹھہرا اور
آپ کے مرثیون کو تب اکثر　ڈھونڈھنے مین لگا ہر اک کے گھر

ہاتھ آیا مرے بسعی تمام
فہم میرا جب ان مین در آیا
مرثیہ کہنے کا ہے جو آئین ہو
بلکہ وہ چیز جس سے شعر ہو رد
مطلب اس کام کی جدی ہی راہ
عند کے مارے تو یون وہ کچھ ہی کہے
شعر کے قاعدے کے موجب ہم
سو زبانی تمھاری اے مخدوم
مرثیہ وہ ہے جسے عوام الناس
اور سودا کا مرثیہ سنکر
کیسی ہی طرح گوئی اسکی بنائے
بارہا یہ سخن ہوا ظاہر
سچ ہے یہ مجکو مرثیے کا ڈھب
آپکے مرثیے کا ہون قائل
سنکے جما سے جس پہ بدھو تک
لیکن افسوس صد ہزار افسوس
بدھو جما سمجھ ہے جسے رووین
جب یہ صورت خیال کرتا ہون
غرض اس امر مین کہون اک بات
وہ جو اک مرثیہ اور ایک سلام
من بکا کے حدیث پر تجھے
مین بھی آگاہ اس سے تا ہووُن

غرض اک مرثیہ اور ایک سلام
وہم اپنا بہت بجا پایا
واقعی فن شاعری مین نہین
مرثیے مین روا رکھے ہے یہ کد
شاعر اس راہ سے نہین آگاہ
چاہے ایسا کہے تو کہہ نہ سکے
کہنے لاگے تھے مرثیہ کم کم
ہوا اپنے تئین کو یون معلوم
رووین سن سن پڑھین جب انکے پاس
چپ ہی رہجاؤن ہو نہین سر دھنکر
لیکن اسپر کبھو نہ رونا آئے
حق مین بندے کے غائب و حاضر
نہین آتا وہ جس سے رووین سب
خون جس سے عوام کا ہے دل
شام سے کوٹین سینہ صبح تلک
یہی آتا ہے بار بار افسوس
معنے اسکے نہ مجھ سے حل ہووین
اسی غیرت کے مارے مرتا ہون
مانو تو جان کی ہے اپنی نجات
دستخط خاص سے رکھے ہے غلام
عمل اور معنے اسکے رکھ دیجے
چھوٹی امت مین بیٹھ کر رووُن

متن

اے نبی کے باطنا رتبے کے والی السلام
ظاہرا اُن سے بھی ہوا اک نوع عالی السلام

شرح

پہلے یہ کیجیے اے کرم فرما
باطنی رتبہ ہے نبی کا کیا

آپ پر جس طرح سے ہو تحقیق
اپنے مخلص سے بھی کہو تحقیق

دوسری بات یہ جو کہہ ڈالی
ہو تم اک نوع اُن سے بھی عالی

اور اس نوع کو بیان کیجے
مجکو آگاہ اُس سے کردیجے

یا وہ جسطرح مجھ پہ ہے اثبات
کہو تو عرض مین کرون وہ بات

گرچہ وہ شخص ہے امام حسینؑ
ایکدن جس کو سید الثقلین

لگے فرمانے مجکو بتلا تو
مرتبے مین بڑا ہون مین یا تو

تب یہ چھاتی پہ لوٹ کر بولا
کیون یہ سررشتہ بات کا کھولا

عرض کرتا ہون مجکو کیجو معاف
دلمین کر لیجو سُنکے یہ انصاف

مان مری فاطمہ علیؓ ہے باپ
والدین اپنے اب بتادین آپ

اور جس شخص کا نواسا ہون ؑ
امر ہو تو اُسے بھی بتلادون

حق مین جسکے ہے آیۂ لولاک
برزبانی ہے خالق افلاک

سب نبی جان اُس کو مانین ہین
اپنے نانا کو آپ جانین ہین

نور چشم اپنے سے عرض سُنکر
یہ لطیفہ ہوے خوش آن سرور

متبسم ہو تب یہ فرمایا
سخن راست حق کو بھی بھایا

اُنکے رتبے کی ہے بہم یہ نمط
لیک جو آپ سمجھے ہین سو غلط

ظاہرا تم کو ہے یہ قصہ یاد
جسکی رووے گی فہم کر برباد

رتبہ باطنی پیغمبر
اپنے نزدیک ایک ٹھہرا کر

نسبتی مرتبے کو تم فائق
اسپہ سمجھے ہو یہ نہ تھا لائق

باطنی رتبہ جو نبی کا ہے
اسکے مافوق ہے جو بیجا ہے

موجب اس رتبے کے نبی کریم
آپ کو بولے احمد بے میم

میم احمد سے کردیا جب رد
تھا جو احمد سو ہو گیا وہ احد

احدیت سے ہے مرتبہ بالا
سمجھے گا تب ہی پوچھنے والا

فہم یون باطنی سے باہر ہے
کس طرح سے کہو تو سبط نبی
حرف میرا نہین ہے لا یعنی
غش نہین صرف اُسکے مضمونین
کہو تقطیع شعر کو کر دون
مصرع ثانی سے بھی ہو آگہہ

اس سوا رتبہ جو ہے ظاہر ہے
رتبۂ باطنی سے ہو عالی
فہم کے معترض ہین یہ معنی
خلل اس سے زیادہ موزونین
بندش الفاظ کی ہے ناموزون
نوع کے عین کو نہین جاگہہ

متن

اے تصدق یہ پدر یہ مادر اور یہ جد پاک
ختم ہے تپر یہ سب صاحب کمالی السّلام

شرح

گر نہین جانتے تو سن لو اب
گر تعلق کمال کا ہوتا
منحصر کچھ نہین نسب پہ کمال
بندش الفاظ کی غلط اس کی
پیش مصرع مین لفظ یہ سے مراد
پر نکلتا ہے اس سے یون بیکد

ساتھ اوسکے ہو جسکا نام و نسب
پسر نوح باپ سا ہوتا
جس پہ ہو فضل ایزد متعال
بری ہے معنی کی نمط اسکی
آپ کو ہے بزرگی اجداد
سب تصدق پدر سے لے تا جد

متن

لامکان بھی ایک بازیگاہ طفلی ہے ترا
کوئی مکان تم سے نہین پایا مین خالی السّلام

شرح

عوض کوئی مکان جو لفظ فصیح
بولتے کوئی جا تو تھا یہ صحیح

متن

ہے گریبان گیر گردون تیرے لشکر کا لہو
تا قیامت کم نہین ہوتی ہے لالی السلام

شرح

خون سو ایسی جا مین لفظ لہو
اور لالی کا حرف کرو دھک
تا نہ تشبیہ ہو شفق کی یہان

نہین آیا محاورے مین کبھو
ہو نہ ثابت شفق سے یہ جب تک
معنی جو چاہو اسمین تم سو کہان

متن

اے ہوالاول ہوالآخر کے مالک بالیقین
وے ہوالظاہر ہوالباطن کے والی السلام

شرح

کیا ہوالاول و ہوالآخر
حق کیجانب پھرے ہے انکی ضمیر
کیا یہ خاطر مین آپ کے آیا

کیا ہوالباطن و ہوالظاہر
اس سوا جس پہ کیجیے ہے تکفیر
مالک اسکا جسین ٹھہرایا

متن

یہ شہادت تیری تائید انا بشر کی تھی
کیا حدیث مثلکم تم نے نبھالی السلام

یہ شہادت تیرے کلمے کی شہادت ہے تمام
عبد ہو کے بات تمنے ساری پالی السلام

ورنہ تم بے شبہہ و شک احمد بے میم ہو
لی مع اللہ کے ہو تم ہر وقت حالی السلام

شرح

مطلب اس ہر سہ شعر سے مخدوم
کرتے ہو تم خطاب یون بامام

کیا بندے نے آپ کا معلوم
سے ہے تمہارا یہ مدعائے کلام

جا ہے نبی وا مام حق کی ذات — حق کو کیا کام از حیات و ممات
انا بشر جو۔ بولے پیغمبر — اسکے اثبات پر دیا تین سر
رتبہ تیرا ہے جون خدا عالی — عبد تین ہو کے بات سب پالی
تو بلا شک ہے احمد بے میم — لی مع اللہ مین ہر زمان ہے مقیم
ہے تصوف کی راہ سب یہ درست — بندش الفاظ کی پر اتنی سست
نہین لفظون سے معنی کو کچھ ربط — سمجھے وہ ہی جسے ہو مجھ سا خبط
اور ہے راہ جو شریعت کی — وان خدا ہی خدا نبی ہے نبی
کلمہ ہے جو کہ دین کی بنیاد — مسلمین کا ہے صبح وشام اوراد
وہ نبی نے جسے پڑھایا ہے — آپ کو عبد کہہ جتایا ہے
"آنا بشر" ہے آیۂ قرآن — وحی بہر پیمبر دوجہان
مثلکم جزو ہے اس آیت کا — منفصل باندھنا نہ مین سمجھا
اس لیے اسکا بیان ہو شان نزول — جسطرح چاہیے سواے رسول
علما وہ جنھین ہے عقل معاد — یون زبانی ہے اسکے مجکو یاد
دعوت دین جب احمد مختار — لگے کرنے تو بولے یون کفار
دل چھپاتے ہین اپنے ہم اس رو — اے محمد جو کچھ کہے ہے تو
نہین سنتے ہمارے گوش ہین کر — اپنے آئین کی بات ہمسے نہ کر
تب یہ آیت غرض بران سرور — ہوئی نازل ز خالق اکبر
عالمون سے مین گوش دلکو دے — سنیے ہین معنی یون اس آیت کے
کہہ کہ مین بھی بشر ہون جو ہو تم — وحی آتی ہے مجکو اے مردم
آپ سمجھے نہین اسے بخدا — جہل کیجے تو ہے یہ امر جدا
کرے ارشاد جو خدا کی ذات — سب مبرا ہے وہ ز تائیدات
سمجھیے اس کلام کی تائید — کر شہادت کو فہم سے ہے بعید
جاے تائید ہے وہ جب باہم — ملکے بحثین کسی سے تم یا ہم
تھی اگر آپ کو بفکر اسلام — یہی آیت غرض بمدح امام
بولتے یون تو اسمین تھا نہ خلل — "آنا بشر" پہ تین کیا ہے عمل

عل لیے دوست حق کے کہنے پر	ہو سکے ہی کرے وہ نقل اگر
اور اسکے کلام کی تائید	جس پہ ٹھہراؤ ہے یہ کفر شدید
مین سنے ہین سلام تو اکثر	لفظ و معنی مین بہتر از بہتر
لطف ہے اس سلام مین اک اور	کہ نہین اسمین السلام کو ٹھور
بس کہ بے ربط اسقدر ہو سلام	بھیجے تم سا اسے یہ نذر امام

ضمیر منیر پر آئینہ داران معنی کے مبرہن ہو کہ محض عنایت حق تعالی کی ہے جو طوطی ناطقہ اسکی شیرین سخن ہو پس یہ چند مصرع کہ از قبیل ریختہ در ریختہ خامۂ دو زبان اپنے سے صفحۂ کاغذ پر تحریر پاوے لازم ہے کہ تحویل سخن سامعہ سنجان روزگار کردن تا زبانی ان اشخاص کی ہمیشہ مورد تحسین و آفرین رہون مطلع

قیمت و قدر شناسا سے پہونچے ہے بہم	ورنہ دریا مین خزف بھی نہین گوہر سے کم

مضمون سینہ مین پیش از مرغ اسیر نہین کہ تا ہو بیچ قفس کے جو وقت زبان پر آیا فریاد بلبل ہے واسطے کوس وادرس کے غرض جس اہل سخن کا در منصفی زینت لب ہے سر رشتۂ حسن معانی کا اس کلام کی اس سے انصاف طلب ہو اگر حق تعالی نے صبح کاغذ سپید کے مانند شام سیہ کرنے کو یہ خاکسار خلق کیا ہے تو ہر انسان کے فانوس دماغ مین چراغ ہوش دیا ہے چاہیے کہ دیکھکر نکتہ چینی کرے ورنہ گزند زہر آلودہ سے بے اجل کا ہیکو مرے ہر چند کلام استادان سلف پر بھی غلطی کا گمان ہے کسواسطے کہ انسان مرکب الخطاء والنسیان ہے لیکن خدا تعالی نے جنھین شعور کرامت کیا ہے وہ سمجھتے ہین ناگہ اگر لکھنے کی بدی سے قدرے زر قلب نکل آوے تو اوپر کسی کو خوض و غور نہین اور جو خریطۂ صراف سے ایسا کچھ پاوے تو اوسے کہین ٹھور نہین پس لازم ہے ذی ہوش کو ربط الفاظ سے معنی کو سمجھکر دے تا وبال فیضان ناطقہ اپنی گردن پر نہ لے چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ع

اول اندیشہ انگہی گفتار	پائے پیش آمدست و پس دیوار

انسان کہ جس فن سے آگہ کما ینبغی ماہر نہ کرے چاہیے کہ اسمین اپنے حد سے سخن باہر نہ کرے گفتگوے جاہل بہلوے عالم مورد انفعال بلکہ خموشی ہے اُسکی برابر صد فضل و کمال ع

بات گر آوے تو چپ رہ کہ گمانکے نزدیک
سو طرح کا ہے سخن بردۂ خاموشی مین

اگر ناآگاہ جس فن کے آگاہ سے اس فن کی بولی بولے گویا ہر دو لب اوس کے دروازۂ رسوائی کے پاٹ ہین کہ عمداً اپنے منھ پر کھولے بیت

طرفہ میوہ ہے یہ سخن اے دوست
مغز شیرین و تلخ جس کا پوست

مخفی نہ رہے کہ عرصہ چالیس برس کا بسر ہوا ہے کہ گوہر سخن عاصی زیب گوش اہل ہنر ہوا ہے اس مدت مین مشکل گوئی و دقیقہ سنجی کا نام رہا ہے اور سدا مرغ معنی عرش آشیان گرفتار دام رہا ہے باوصف اوس کے قول خذ ما صفا و دع ما کدر پر عمل کیا ہی بلکہ تمام عالم کے سخن انصاف پر تلمیذانہ گوش دیا ہے جس کی زبان پر فتیل اعدا سے حرف واقعی اور منصفانہ جاری ہوا ہے باللہ کہ مرتبہ من تعلم حرفاً فہو مولاً طاری ہوا ہے اور بے اختیار زبان سے یہ مصرع ہوا ہی سر نوع

وای بر جان سخن گر بہ سخنداں نرسد

لیکن مشکلترین دقائق طریق مرثیہ کا معلوم کیا کہ مضمون واحد کو ہزار رنگ مین ربط معنی سے دیا چنانچہ اس کام مین محتشم سا کسو نے ع قبول نہین پایا ہے اسی مغفور مرحوم نے یہ فرمایا ہے ؎

جمعی کہ پاس محمل شان داشت جبرئیل
گشتند بے عماری و محمل شتر سوار

پس لازم ہے کہ مرتبہ در نظر رکھکر مرثیہ کہے نہ کہ برائے گریۂ عوام اپنے تئین ماخوذ کرے نادر مقالہ ہے کہ عقلا جو نہ سمجھین اور ضبط تضحیک و قصد بکا ہین رہین اسکا سیاق و سباق جلا دریافت کرین اور پھوٹ بہین بیت

معنی لفظون سے ہوتے ہین روپوش
یان تلک رتبۂ سخن پہونچا

مرثیۂ عن ملتن

دلو نیر محبون کی حالت عجب ہے
غرض کیا کہون کس روش کا غضب ہی

مصیبت ہے ماتم ہی غم ہی تعب ہی
حسین علی کی شہادت کی شب ہے

مرثیہ عن شرح

یہ مطلع جو ہے آپ کا تو عجب ہے
وے فیض کا ناطقہ کی سبب ہے
کہ یہ ریختہ کہنے والونکا ڈھب ہے
نجانو کہ یہ مرثیہ یونہین سب ہے

متن

مجنون نے دلسے خوشی سب تجی ہو
عجب طرحکی ولے ویلا مچی ہے
ہراک گھرمین ماتم کی مجلس رچی ہے
کہ روز قیامت کی گویا یہ شب ہے

شرح

تجی کا رچی قافیہ شایگان ہے
رچی اور مچی قافیہ جبکہ یان ہے
سووہ ہر سہ مصرع مین صورت کہان ہے
تو یہ قافیہ ہر طرح سے کڈھب ہے

متن

کوئی دل نہین جسکو ماتم نہووے گا
یہ دن کچھ قیامت سے بھی کم نہوئیگا
وہ دل دیرہی جسین یہ غم نہووے گا
قیامت مین یہ کچھ نہوئیگا جواب ہے

شرح

جو تقطیع سے شعر کی تم ہو ماہر
مرا صاحب اس بحر کے رکن آخر
تو افزودی ہمزہ دیا ہے ظاہر
نہوگا ہے موزون نہوئے گا کب ہے

متن

ہے چارونطرف ہورہا شور محشر
حسین علی پر چلایا ہے خنجر
زمین آسمان ہورہا ہے تل اوپر
ہراک جان اس غم سے خنجر طلب ہے

شرح

کہو پہلے مصرع کو یون مجھسے سُنکر یہ تقطیع ناموزون اے بندہ پرور	زمانے مین ہر سمت ہے شور محشر زبان پر فصیحون کو لانا غضب ہے

متن

بجا ہے کہ لوہو کے دریا بہائے شہ تشنہ لب کا کسے غم سنائے	یہ کشتی فلک کے لہو مین ڈُبائے یہ کس منہ سے کہیے کہ وہ خشک لب ہے

شرح

کسے کہتے ہو کون ہے وہ کہان ہے جو اپنے یہ اس گفتگو کا گمان ہے	کہین ہر مصرع مین اسکا نشان ہے تو یون کہیے کہنے کا اسکے یہ ڈھب ہے

شرح باصلاح

بجا ہے کہ لوہو کے دریا بہاؤن شہ تشنہ لب کا کسے غم سناؤن	یہ کشتی فلک کی لہو مین ڈباؤن یہ کس منہ سے بولون کہ وہ خشک لب ہے

متن

لعینون نے اُسکو وطن سے بلایا پھر اس جور سے اسکو مارا ہی پیاسا	مع اقربا لا کے بن مین بسایا کہ بس غم سے خورشید کے تئین تب ہے

شرح

مع اقربا نے زانفزونی با نہین اسمین ہرگز مرا حرف بیجا	گیا غیر موزون یہ مصرع سراپا کہ اوزان اشعار میرے بلب ہے

متن

غرض وہ جفا اوس کو دکھلائی ظالم	کہ جسکا وہی آپ رب ہیگا عالم

نہ لینے دیے اُسکو اک دم بھی سالم | دیے اُسکو کیا کیا تعب پر تعب ہے

شرح

دیے میں دیا ہے یہ کہنا روا ہے | زبان جمع واحد سے یون آشنا ہے
یہ لہجہ مین حیران ہون کس ملک کا ہے | دیے اُسکو کیا کیا تعب پر تعب ہے

متن

دونون رات و دن تو گئے ہر طرح مین | بظاہر مصیبت پہ باطن فرح مین
سحر پہ ہوا خون قضا کے قدح مین | کہا پی لے شبیر تو خشک لب ہے

شرح

جو پوچھون قدح مین بھرا خون کن نے | تو بتلاؤ گے تم شہادت کے دن نے
یہ حیران ہو نمین کون ہی وہ کہ جن نے | کہا پی لے شبیر تو خشک لب ہے

متن

سحر تھی کہ خواب عدم اُسکو کہیے | سحر تھی کہ آخر کا دم اُس کو کہیے
سحر تھی کہ ظلمات غم اُسکو کہیے | کہ اک پر تو اُسکا سویدا کی شب ہی
سحر تھی کہ تلوار کی کوئی جھمک تھی | سحر تھی کہ برق ستم کی چمک سے ہے
سحر تھی کہ کوئی واپسین کی پلک تھی | سحر تھی کہ موت اُس سے رو در حجب ہے

شرح

دم واپسین گوش زد ہے ہمارے | پلک واپسین کی زبان پر تمھارے
پھرے تھی اجل جس جگہ منہ پسارے | اسے کیے پر نہ مین وان کیا عجب ہی
کرو داہیانہ نہ ذکر شہادت | رکھو ماضی و حال مین کچھ تفاوت
کہو تو یہ کسطرح کی ہے عبارت | سحر تھی کہ موت اُس سے رو در حجب ہے

متن

غرض اس سحر نے جو چہرہ دکھایا
حرم نے جواب اسکا اور کچھ نہ پایا
شہ دین نے اسباب رن کا منگایا
سبھون کے منہ اوپر قمیص او قصب ہی

شرح

سخن سبکو سب کا خوش و ناخوش آیا
خدا جانے تم اسمین کیا مغز پایا
پر اس گفتگو نے نہایت رجھایا
بدانست اپنے تو ہذیان تب ہے

قمیص او قصب یان نہایت ہین بیجا
کہین پیرہن کو قمیص اے ملاذا
بتاؤ مجھے تمنے کیا ان کو سمجھا
نباتات مین سے ہی کچھ سو قصب ہی

قصب اس سوا قسم ہے پارچہ کی
جگہ آپ نے جس ارادیکو یان دی
نہ اس معنی سے بھی ہوا ہی تسلی
سو لفظون سے اسکا نکلنا عجب ہے

کہو مرثیہ یہ رولادے گا کس کو
رولانے کی خاطر سنا ئیہ جس کو
رلادے گا سر اپنا کوئی سنکے اسکو
کہو کیا جو پوچھے وہ کیا شے قصب ہے

متن

کہا شاہ دین نے اے میرے غریبو
خزان دل باغ کی عندلیبو
زمانے سے ساری عمر بے نصیبو
عجب طرح کا تم اوپر فضل رب ہی

شرح

خزان دل باغ کب گوش زد ہی
غلط گوئی کتنی غرض یان بکد ہے
خزان باغ دل کی کہو تو سند ہے
اگر فرض و واجب نہین مستحب ہی

متن

تو اب ہاتھ سے تم رضا کو نہ دینا
جو آوے بسر و چشم پر اس کو لینا

اے میرے عیال اور مری بیٹی بہنا
تھیں مین نے اللہ کو سونپا اب ہی

شرح

عیال اے ملا ذان سے کب ماسوا ہی
یہ تفرقہ بیجا سے کیا مدعا ہے
جنھیں دختر و خواہر اس جا کہا ہے
عیال ایک جو لفظ ہے اسمین سب ہی
یہ ہی جو تھے مصرع کا پوچھے جو کوئی
سخن کہنے کے طرز یہ بھی ہین کوئی
جواب اسکا کچھ ہی بجز ہرزہ گوئی
تھیں مین نے اللہ کو سونپا اب ہی

متن

شہ دین یہ فرما کے رنکو چلے ہین
بلائین وہ چارو طرف لے رہی ہین
سب اہل حرم سینہ کوبان کھڑے ہین
کہ دیدار اب تیرا پھر ہمکو کب ہے

شرح

تھیں اپنے پر شاعری کا یقین ہے
چلے ہین کے کہنے کی یہ جا نہین ہے
پر اتنا نہ سوجھا ہزار آفرین ہے
روا ماضی مین حال کا ذکر کب ہے
چلے اور کھڑے قافیہ جو کیا ہے
تھیں جن نے بے عیب سے کہدیا ہے
یہ معیوب فن سخن مین کیا ہے
بہت شوخ ہی اور پر بے ادب ہے
جو غصہ کروگے مجھے وہ بھی کہنا
بلائین لیے سے نہ نکلا یہ کہنا
سخن واجبی پر کہے بن نہ رہنا
کہ دیدار اب تیرا پھر ہمکو کب ہے

متن

ادھر زینب اسکے تھی قربان جاتی
اے بھائی یہ آفت سہی نہین ہی جاتی
اور اس طرف کلثوم تھی بلبلاتی
فراق اب ترا ہمکو نار او رحطب ہی

شرح

جو اتنی ہو تقطیع لفظی سخن مین
مگر کان بے ربطی کے ہین ہن مین
تو جائز نہین شاعری کے وہ فن مین
کہ جو منھ سے نکلے ہو بے ربط سب ہے

یہ بندش تھین کاش یون باندھ آتی
نہین تیری فرقت سہی مجھ سے جاتی
لگی ہر بہن کہنے کوٹ اپنی چھاتی
چلا تو بھی بھائی مرا کون اب ہے

مزاج آپکی سیج سے جاتی ہی اکڑی
فراق آگ بیشک ہے لیکن نہ لکڑی
کہون کیا مین یہ مرثیہ ہی کہ پھکڑی
فقط قافیہ کے لیے یان حطب ہے

متن

اے بھائی بنی آج گویا سدھارا
اے بھائی پھرینگے کہان ہم آوارا
علی کا ہوا داغ تازہ دوبارہ
نکرنے کا جو ہر ہمین کیا سبب ہے

شرح

سر بیت اس بحر مین یہ بجانا
انھین اسجگہ اُن نے موزون نمانا
کرلے کا نہین اسمین ہرگز ٹھکانا
جسے شعر تقطیع کرنے کا ڈھب ہے

آوارا فقط تم سے سننے مین آیا
بلا مد اسے تمکو کن نے پڑھایا
کسی میر و میرزا کو کہتے نہ پایا
کہو اہل خطہ ہی وہ یا عرب ہے

متن

ہمین اپنے ہاتھون سے تم مار جاؤ
لگا ہمکو ایک ایک تلوار جاؤ
زمین کھود ہم سب کو یان گاڑ جاؤ
ہماری بھی آخر شہادت نسب ہی

شرح

مین اس چار مصرع مین جو بات جانی
کہون طبع پر گر نہ آوے گرانی

نہین ہی یہ ہرگز تمھاری زبانی
انھین اسمین لکھ لینے کا کیا سبب ہے

متن

ادھر پاؤن پر گر پڑی ام قاسم
اے حضرت مرے دین و دنیا کے حاکم
کہ مین بیوہ تیرے برادر کی خادم
کہو میرے مرنیکا بھی کوئی ڈھب ہے

شرح

ادھر معنی کی رو سے افزود ہی یان
یہ لے غیر موزون بھی موجود ہی یان
یہ لفظ اپنی جانب مین بے سود ہی یان
نہون یہ دو لفظ اسمین بے سقم تب ہی

متن

اے بھائی جی میرے تو جو کچھ تھے تم تھے
چھتر میرے اور میرے بچون کے تم تھے
مرے جینے مرنیکے رکھوالے تم تھے
مین تم بعد جیونگی یہ کیا غضب ہے

شرح

عوض آپ رکھوالے کے بندہ پرور
جنھین لوگ کہتے ہین رکھوالے اکثر
یہ کہتے کہ وارث ہو تھا اس سے بہتر
جتانا مجھے انکا یان فرض اب ہے

جسے کہیے رکھوال سو پاسبان ہی
مجاور بافواہ اہل جہان ہے
جو موتا یہ ہو پاسبان وہ کہان ہے
نہ یون بولے ہونگے کہ دور از ادب ہے

چھتر کہتے ہو کیا ہوا ہی یہ تم کو
کہو کن کے لہجے کی آتی ہی یان بو
غرض کیا کہون واہ صلّو وجلّو
جہان دیدہ ہو آشنا قوم سب ہے

متن

ادھر بیٹیون نے ہی دامن کو پکڑا
اے باباجی ہمکو یہ جینا ہے کھانا
گریبان اپنے ہی دونون نے پھاڑا
کھلا دو اگر زہر کی کوئی حب ہے

شرح

کوئی نظم مین ہی کہ اتنا ہی در پے
کرون منع اُتنی ہی کے کہ نیکو تا شے
کیا تم نے یان ہی کوئی دوست کا ہی
تمھین تو یہی پیٹنا جھب نہ تپ ہے

نہ اودھر ہی گے لفظ کا ڈھب ہی آمین
نہ با با ہی جی کا مخاطب ہی آمین
نہ صحت قوافی ہی کی اب ہی آمین
بجز ربط بے ربط جو چاہو سب ہے

متن

اے با با جی ہم پر بُرا دن پڑیگا
دکھاتا ہوا جگ مین لیے پھریگا
ہمین اب عمر بخس بندی کرے گا
یہ جینا ہی سر پر ہمارے غضب ہی

شرح

لیے کو مشدد جو تم نے کیا ہے
پڑیگا پھرے گا جو یہ کہ دیا ہے
سبق حاجی مونس سے شاید لیا ہے
بھلا کیسے یون قافیہ ٹھیک کب ہے

متن

اے با با مدینے مین ہم کو بھجا دو
ویا ہمکو ماٹی کے نیچے چھپا دو
ہمین گور پر فاطمہ کے بٹھا دو
بتا دو جو کوئی اس زمین مین نقب ہے

شرح

نکر واو کو تم بھجا دو مین تحریر
اٹھا نیکی یا نسے کر واس کی تدبیر
سراپا یہ لائے بھلا اسکی تقصیر
فصاحت کو اس واو کی وان طلب ہی

متن

سکینہ کی مان پیچھے سب کے کھڑی تھی
سرشک اُسکے دامن تلک اگ لڑی تھی

وہ آشاہ کے پاؤن پر گر پڑی تھی
کہ یا شاہ احوال میرا عجب ہے

نہ لٹنے کی اب مجکو اپنی خبر ہے
یہ تم سے جو مرنیکو باندھی کمر ہے
نہ معلوم ہے سر کی چادر کدھر ہے
مری موت بھی اسگھڑی مضطرب ہے

شرح

سنی آپ سے مین عجب یہ حکایت
عبور تواریخ بھی ہے نہایت
کہ لٹنے کی تھی شہ کے آگے شکایت
خبر آپکو ایسی باتون کی تب ہے

خلل اور اک اسمین ہے بندہ پرور
اسے یون کہو اپنے مخلص سے سُنکر
نہین موت وہ شے جو غم سے ہو مضطر
مرے جسم مین جی مرا مضطرب ہے

متن

مری موت اب مجکو باقی نہین ہے
مری آہ جگ مین سمائی نہین ہے
کدھر مر گئی موت آتی نہین ہے
مرے غم سے فریاد بھی جان بلب ہے

تری راہ بالون سے اپنے بہارون
اے سرور مین اپنے تئین تمپہ وارون
سر اپنا تمھارے قدم پر اُتارون
مرا مو بمو تجھ پہ قربان سب ہے

مین اصغر کو بھی اسگھڑی بھولگئی ہون
مین اسدم تو فانوس سی جل اُٹھی ہون
کہ شب جسکو ساری ہلاتی رہی ہون
مرا تن بدن شمع سان ملتہب ہے

اتنے مین اُدھر عابدین نے پکارا
کہ بابا جی مین کیا کرون گا بچارا
سر اپنے کے تئین چارپائی سے مارا
مرا دل عجب طرح سے مضطرب ہے

اے بابا اکیلا مین اب کیا کرونگا
اے بابا مصیبت مین کیا کیا بھرونگا
یہ ناموس کیدھر مین لیئے پھرونگا
مین کیا جانون قسمت مین کیا کیا تعب ہے

مین تم بعد احوال کس کو کہون گا
اس آتشکدہ مین کہانتک دھونگا
بچون کا بلکنا مین کیونکر سہون گا
مرا دل تو تندور سا ملتہب ہے

مجھے کہیے ناموس کیدھر لیجاؤن
کہان جاکے عورات کو مین چھپاؤن
یہی چاہتا ہون کہ سر کو کٹاؤن
کرون کیا وصیت کا پاس ادب ہے

ولیکن مین اب ان کو کیدھر لیجاؤن
کہان سے مین پانی پینے کو لاؤن
مین چھپنے کو انکے کدھر گھر بناؤن
یہ صحرا تو بیرون حد عرب ہے

کہا شہ نے ہر اک کو چھاتی لگا کر
بوقت مصیبت ز آیات اطہر
کہ اے بیکسو صبر ہے ابتلا پر
فصبراً جمیلاً ہمین منتخب ہے

یہ فرما کے شبیر رن کو سدھارے
کہ دیکھے اب اگر جو ہو مرد بارے
کھڑے ہو مخالف کے منہ پر پکارے
کہ یہ دست و تیغ امیر عرب ہے

شرح

کئی بند یہ جو کیے غور مین نے
قوافی و الفاظ ان اور مین نے
درست انکا پایا کچھ اک طور مین نے
قباحت نہین پائی یہ کیا سبب ہے

متن

اے ناکارو مین تمسے حجت ادا کی
پھر اپنے رفیقون کو شہ نے ندا کی
تمھین کہہ حکایات ساری خدا کی
کہ اے یارو یہ قوم ذوالحرب ہے

شرح

کہہ و مہ سے یون گوش زد ہو روایت
کیا شہ نے اسوقت اتمام حجت
سوا شہ کے جب پا چکے سب شہادت
سخن یہ جو ہے سو ز روے کتب ہے

متن

زہیر ابن قیس اک جوان دلاور
وہ ایسا لڑا اسکو تم کیجو باور
ہوا پہلے پانچون تون سے نچھاور
کہ اک اک نے سو سو سے کیا حرب ہے

شرح

نچھاور کے کہنے کا موقع نہین یان
نثار اس جگہ بولتے ہین زباندان

یہ مصرع بھی ہی روح کا ڈنکے سوہان
کہ اک اک نے سو سو سے کیا حرب ہے

متن

وہ باون نے ایسا ہے میدان کیا
پھر اک اک نے جی اپنا قربان کیا
کہ تینون سے وہ کھیپ کھلیان کیا
محبت کا قربان ہونا حسب ہے

شرح

مرے یار جو چاہے سو مجکو کہ جا
کہا مین زبان سے کہ خاموش رہجا
یہ کیا تو ہے حاجی مونس کا لہجا
زیادہ نہ بک آگے جاے ادب ہے

درست اور تو سب ہی معنی کی رو سے
اسے مین نہ سمجھا یہ پوچھون کسو سے
تمھارا جو ہے طور اس گفتگو سے
محبت کا قربان ہونا حسب ہے

متن

پھر آئی جو اولاد حیدر کی باری
ہزارون ہی مارے وہ مردود ناری
تو کیا کہیے ہر ایک نے کیا سنواری
پڑا لشکر کافران مین شغب ہے

شرح

دل و جان سے قائل مین اس نظم کا ہون
اگر لفظ ہی چوتھے مصرع مین بیرون
کہ یہ ہر سہ مصرع بخوبی ہے موزون
بڑا معنی سے اور تو ٹھیک سب ہے

متن

غرض آخرش سب نے پائی شہادت
رہے شاہ تنہا بمیدان ہمت
چہ اصغر چہ اکبر گئے سوے جنت
کہ یکبارگی ذوالحج کیا ادب ہے

شرح

نہین ہر سہ مصرع مین بیان بھی قباحت	دو جی ہی رہیگون کی لیکن فصاحت
لٹائی ہی پر مجکو یہ بھی طلاقت	کہ یکبارگی ذوالحج کیا ادب ہے
کیا اسمین پڑھیے تو موزون نہین ہی	بلاغت سے دور اور کیا کہین ہے
نہین طور یہ نظم کا بالیقین ہے	یہ ملّا دو پیازہ کی میت کا ڈھب ہی

متن

روایت ہے انیس[19] سو اور کچھ اوپر	دیے ڈال رومال سے سب زمین پر
کہا عمر کوئی کو تب یہ ندا کر	کہ اب کیا ہوا تمکو کیا دیر اب ہے

شرح

خلل پہلے مصرع کے یہ درمیان ہے	جگہ اور کے رے کو اسمین کہان ہی
عمر کو کہو عمر یہ کیا زبان ہے	پھر اس گفتگو پر یہ شور و تعب ہی
تمھین بولو انصاف ہی منھ تمھارے	کچھ اوپر جب انیس[19] سو کوئی مارے
یہ موقع ہی دشمن کو یون وہ پکارے	کہ اب کیا ہوا تمکو کیا دیر اب ہے
خبر یہ کسے ہی کہ مارے ہین کتنے	یہ تعداد فرماتے ہین آپ جتنے
شہ دین کے تھے جسم پر زخم اتنے	جو سمجھے ہو تم قول راوی وہ کب ہی

متن

لعینون نے جب ضعف سرور کو دیکھا	ہزارون نے چارون طرف آن گھیرا
کیا شاہ نے شمر کو تب اشارا	کہ مین بو تراب اور تو بولہب ہے

شرح

جسے گوش زد ہوئے قصہ یہ سارا	اُسے اسکا سننا نہوئے گوارا

کیا شہ نے کب شمر کو یہ اشارا / کہ میں بوتراب اور تو بولہب ہے
اسے تم سناؤ گے جس اہل دیں کو / کہیگا تمھیں آفریں اس یقیں کو
کہونگا بجا کہتے ہو اس لعیں کو / زبانی پھر ایسے کے یہ کیا غضب ہے
علی کا اگر بولہب ہووے قاتل / رکھے تب یہ تشبیہ اک نوع حاصل
فقط قافیے کے لیے حرف باطل / جناب ایسی میں کیسے دور از ادب ہے

متن

تجھی کو مراحق نے قاتل کیا ہے / یہ ابلیس کا تجکو حصہ ملا ہے
بھلا کہہ تو کیا تیرا میں نے کیا ہے / کہ میرا لہو تجکو شہد و رطب ہے

شرح

بقول آپکے شہ نے یوں نہیں کہا ہے / جو پہلے دو مصرع میں مضموں بندھا ہے
تو یوں کیوں کہیں میں ترا کیا لیا ہے / کہ میرا لہو تجکو شہد و رطب ہے

متن

یہ سنکر شمر آکے بیٹھا سرہانے / لگا ڈھونڈھنے مارنیکے بہانے
کہا شہ نے اسکو کہ سن لے دیوانے / مجھے اپنے نانا کا اسدم ادب ہے

شرح

زبانی تمھارے فقط یہ ہے انشا / کچھ آیا نہ تھا شمر نانا کا بھیجا
جو کہتا یہ اس سے نبی کا نواسا / مجھے اپنے نانا کا اسدم ادب ہے

متن

نبی آپ یاں متکلم کہہ گئے ہیں / عناصر کے سارے اثر یہ گئے ہیں
وہ خود اس مقام آکے چپ رہ گئے ہیں / مجھے اب یہاں بولنا کیا حسب ہے

شرح

معانی اس آیت کے کن نے بتائے
جہان لائے تم اسکو بے ربط لائے

سخن کا ہیکو کہیے گر کہہ نہ آئے
کیا فرض اس امر مین مستحب ہے

سخن کاش یون کرتے شہ کی زبانی
کبھو میرے نانا کو پھر زندگانی

نہ کی مرضی حق سے ذرہ گرانی
مجھے انحراف اسکی مرضی سے کب ہے

متن

ولیکن ذرا دم لے لے بیمروت
کہ مین کرلون اب اک نماز شہادت

شمر دیکھا سرور کو محو عبادت
کہا اب چلانا خنجر مستحب ہے

شرح

نماز شہادت سنی مین تمھین سے
سند اسکی پوچھو کسی اہل دین سے

نکالو تم اسکی بھی نیت کہین سے
کہ وہ دین وضعی تو اک یہ بھی ڈھب ہے

متن

وہ مقتول سجدہ بھی کرنے نہ پایا
کہ مردود نے خون اُس کا بہایا

پھر اس بعد خنجر جو جا کر لٹایا
تو ا‌ُس دم کا واقف وہی آپ رب ہے

شرح

تمھین شہ کو کہتے ہو محو عبادت
پھر آپ ہی یہ کہتے ہوئے میرے حضرت

کہ سجدہ بھی کرنیکی پائی نہ فرصت
تناقض سخن مین ہو اتنا غضب ہے

متن

وہ گھر جس مین یہ واویلا مچا تھا
کہ عرش اُس گھڑی خوف سے ہل رہا تھا

تو اُس گھر مین غارت کا وہ غل پڑا تھا ۔ کہ جس کو بیان وار کہنا ادب ہے

شرح

مچی حسن مطلع مین ہے واے ویلا ۔ مچا واے ویلا یہان تم نے باندھا
مذکر مؤنث مین کہیے ملا دا ۔ اسے مشترک کہنے کا کیا سبب ہے
حقیقت سنو جو کھٹکے مصرع کی صاحب ۔ کہ معنی ہین الفاظ سے اسکے غائب
جو یون کہتے اسکو تو تھا یہ مناسب ۔ بیان وار کہیے تو سوء ادب ہے

متن

وہ خیمے کو پل مارتے مین جلایا ۔ جو کچھ پایا یا رومال تک بھی چھنایا
پھر آہن کا ہر اک کو گہنا پہنایا ۔ نہ پوچھا کہ تو کون ہی کیا نسب ہے
نہ چھوڑا کہ کوئی اپنے منھ کو چھپاوے ۔ نہ چھوڑا کہ طفلونیہ دامن اُڑھاوے
نہ چھوڑا کہ اک ہوش بیمار پاوے ۔ نہ دیکھا کہ اسہال ہی یا کہ تپ ہے
وہ سب مبتلا اشترون پر بٹھائے ۔ مہار اُنکے اس ناتوان کو دلائے
وہ عابد کی بانو کھڑی کل کلائے ۔ کہ ہی ہی نبچے تجکو مقدور کب ہے
نبچے شام لگ تو پیادہ چلے گا ۔ ان اونٹونکی تو سار بانی کرے گا
نبچے تو اس آفت مین جیتا رہیگا ۔ مجھے پاوٗن رکھنے کا تیرے عجب ہی
نبچے کیا مین اسدن کو تجکو جنا تھا ۔ کہ تیرے گلے مین یہ آہن ہی ڈالا
مرے چاند تجھپر یہ کیا ہیگا ہالا ۔ کہ گہنا تجھے آہنی آج سب ہے
نبچے اپنے دادا علی کو بلالے ۔ یہ ہاتھون کا لوہا تو اُس سے کھلالے
نہین تو مجھی کو یہ لوہا پہنالے ۔ کہ تو پاوٗن جاتا ہی اور تجکو تپ ہی
نبچے تیرے دادا نے ہین دو چھوڑائے ۔ وہ سب کے بُرے وقت مین کام آئے
نہین جانتی مین تجھے کیون بھلائے ۔ بھلانیکا تیرے نبچے کیا سبب ہے
یہ کہکر وہ آپ ہی علی کو پکاری ۔ نجف کیطرف ہاتھ دونون پساری
کہ شاہا کہان ہی تمہاری سواری ۔ شتاب آؤ اسدم تمہاری طلب ہے

شرح

تم اس جا پہ تذکیر مشفق ہمارے
زباندان تمھین آفرین کرتے سارے
اگر کہتے یون ہاتھ دونون پسارے
بتا نا مینٹ لفظ اس جا کڈھب ہی

متن

اے شاہ نجف تم نے سلمان چھوڑایا
یہ عابد جو اژدر کے منہ مین ہے آیا
اُسے شیر کے منہ سے تم نے بچایا
اسے نہین چھوڑاتے یہ کیا راز رب ہے

اے شاہ نجف تم نے بربر مین جاکر
اس عابد کی بندی بھی اسوقت آکر
ہزارون بندھون کو دیا ہے چھوڑا کر
چھوڑاؤ کہ یہ بھی بڑا کار رب ہے

اے شاہ نجف تم نے بیر العلم مین
ہم آئے ہین جنات کے اب ستم مین
مسلمان کیے لاکھون جن ایکدم مین
یہ کیا قوم ہے جنکا امت لقب ہے

اس امت نے ہمپر بُرا دن ہی ڈالا
اے حضرت علی شیر باری تعالیٰ
کسی وقت کا بغض ہم سے نکالا
ہماری حمایت کا پھر وقت کب ہے

اے میر اس حکایت کو کوئی کیا کہیگا
کوئی مہربان ہو کہے کربلا جا
یہ دو حرف ہین اسکے جو مین ہون بولا
کہ وان جاکے مرنیکی دلکو طلب ہے

مین اسکو جو اک طول دیگر ہے لکھا
ذرا منصفو نسے ہی اب اس کا دعویٰ
غزل نہین ہی ہی مرثیہ نام اسکا
بیان شہادت کا اک یہ ہی ڈھب ہی

شرح

تمھین خواہش انصاف کی میر جی ہی
طلب یان نہ منصف کو انصاف کی ہی
سنا منصفون نے تو یہ داد دی ہے
پر اسکا ہر اک بند معنی طلب ہے

غرض مرثیہ یہ جو تم نے کہا ہے
بلاغت کا جی ناک مین آرہا ہے
عجب بحر بے ربطی اسمین بہا ہے
فصاحت کو دیکھو تو وہ جان بلب ہی



خاتمۂ کتاب

خداے بزرگ و برتر کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس زمانہ مبارک و مسعود مین کلام بلاغت نظام سرآمد شعرائے ہند حضرت میرزا محمد رفیع سودا کے تمام اقسام کلام کا مجموعہ موسوم بہ کلیات سودا مطبع نامی گرامی منشی نولکشور لکھنؤ مین بحسن و خوبی تمام و اہتمام مالاکلام شائع ہو کر باصرہ افروز اہل کمال ہوا - یہ کتاب پہلی مرتبہ غلط اور خراب چھپی تھی جسکو اس مرتبہ نہایت محنت اور جانفشانی سے بعض قدیم نسخون اور بعض قلمی نسخون سے ملا کر اغلاط کو دور کیا اور حواشی کے متروک طریقہ کو بھی نظر انداز کر دیا گیا - ترتیب کتاب از سر نو کر کے تمام کلام کے اقسام کو جو جابجا متفرق تھا ایک جگہ کر دیا گیا اور اس کے حصہ حصہ علحدہ علحدہ کر کے دو حصون مین مرتب کیا جس سے نہ صرف کتاب ہی کی زیب و زینت بڑھ گئی بلکہ شائقین اقسام کلام کو ہر قسم کے کلام کے دیکھنے اور ڈھونڈنے مین آسانی پیدا ہو گئی - جس سے اسکی جدید ترتیب یقینی قابل قدر ہے امید کہ ناظرین پسند فرمائین گے -

بار پنجم بماہ اپریل ۱۹۳۲ء کو مطبع منشی نولکشور مین طبع ہو کر شائع ہوا

معروضہ منیجر نولکشور پریس صیغہ بکڈپو لکھنؤ